جلد پنجم
آپ کے مسائل
اور اُن کا حل
شادی بیاہ کے مسائل
طلاق و خُلع
عدت، نان ونفقہ
پرورش کا حق
عائلی قوانین وغیرہ
حضرت مولانا
محمد یوسف لدھیانوی شہید
مکتبہ لدھیانوی
www.shaheedeislam.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’آپ کے مسائل اوران کا حل‘‘

مقبول عام اور گراں قدر تصنیف

ہمارے دادا جان شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کواللہ رب العزت نے اپنے فضل واحسان سے خوب نوازا تھا، آپ نے اپنے اکابرین کے مسلک ومشرب پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے دین متین کی اشاعت وترویج، درس و تدریس، تصنیف وتالیف، تقاریر وتحریر، فقہی واصلاحی خدمات، سلوک واحسان، ردِفرق باطلہ، قادیانیت کا تعاقب، مدارس دینیہ کی سرپرستی، اندرون و بیرون ملک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت، اصلاح معاشرہ ایسے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ’’آپ کے مسائل اوران کا حل‘‘ بلاشبہ اردوادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وصحافتی دنیا میں آپ کی تبحرِ علمی، قلم کی روانی وسلاست، تبلیغی واصلاحی اندازِ تحریر جیسی خداداد صلاحیتوں اور محاسن وکمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہیدِ اسلام نوراللہ مرقدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرأ میں ۲۲ سال تک دینی وفقہی مسائل پر مشتمل کالم ’’آپ کے مسائل اوران کا حل‘‘ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ آپؒ کی شہادت تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سے عوام الناس میں اس کالم کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بلامبالغہ لاکھوں مسلمان اس چشمہ فیض سے مستفید ہوئے۔ دس ہزار سے زائد سوالات وجوابات کو فقہی ترتیب کے مطابق چار ہزار صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے دوست واحباب، معزز قارئین اور ہمارے بعض کرم فرماؤں کا شدت سے تقاضا تھا کہ حضرت شہیدِ اسلامؒ کی تصانیف آن لائن پڑھنے

بقیہ صفحہ نمبر ۴۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔۔۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

بہت ہی شکر و احسان اس ربِّ جلیل اور علیم و خبیر کا کہ جس کی توفیق اور فضل و کرم سے حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم کے مقبول ترین سلسلے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کی پانچویں جلد تیاری کے مرحلے سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر نافع بنائے، آمین!

حضرتِ اقدس زید مجدہم نے میر شکیل الرحمٰن ایڈیٹر انچیف جنگ گروپ آف پبلی کیشنز کی خواہش اور اصرار پر مئی ۱۹۷۸ء میں ''جنگ'' کے اسلامی صفحہ ''اقرأ'' کی ذمہ داری قبول کی اور حضرت کی معاونت و رفاقت کے لئے ''ناکارۂ خلائق'' راقم السطور کا نام حضرت مفتی احمد الرحمٰن نوّر اللہ مرقدہٗ کے مشورے سے طے پایا، تو کسی کے وہم و گمان اور حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلے اور اس خدمت کو اتنی عظیم شرف قبولیت سے نوازیں گے اور اس کے ذریعہ فقہ و دِین کی اتنی عظیم خدمت ہوگی کہ لاکھوں افراد کی زندگیوں کا نقشہ تبدیل ہوجائے گا۔

حضرتِ اقدس زید مجدہم اور اُمت کے نبض شناس، علماء کے وقار، جانشینِ حضرتِ اقدس بنوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے باہم مشورہ اور استخاروں کے بعد اس خدمت کو مستقبل میں اُمت کی تربیت کے لئے ضروری سمجھا اور پھر دُنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں بزرگوں کے اِخلاص اور حسنِ نیت کی لاج رکھ لی اور ''جنگ'' کے صفحات میں علمی اعتبار سے صفحہ ''اقرأ'' کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، اور آج ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' ''جنگ'' کا مقبول ترین سلسلہ ہے اور لاکھوں قارئین جمعۃ المبارک کو سب سے پہلے اس کو پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ دِین کی سمجھ حاصل کریں۔ اللہ ربّ العزّت اس سلسلے کو مزید قبولیت عطا فرمائے۔

حضرتِ اقدس کے قلم کی روانی اور مقبولیت کی شہادت تو محدث العصر حضرتِ اقدس مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے عملی طور پر اس طرح فرمائی کہ حضرتِ اقدس کو جامعہ رشیدیہ کے گوشے سے اُٹھا کر عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے عالمی پلیٹ فارم اور جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی علمی بساط پر

لا کھڑا کیا۔ حضرتِ اقدس مولانا بنوریؒ کی نگاہوں نے جو محسوس کیا تھا علمائے حق نے اس کا مشاہدہ دُنیا میں ہی کرلیا اور آج حضرتِ اقدس شیخ الحدیث والتفسیر مولانا سرفراز خان صفدر زید مجدہم، ولیٔ کامل حضرت سیّد نفیس شاہ صاحب زید مجدہم، حضرتِ اقدس خواجہ مولانا خان محمد صاحب زید مجدہ، حضرتِ اقدس مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم، حضرت مولانا مفتی محمود گنگوہی زید مجدہم، حضرتِ اقدس مولانا یوسف متالا زید مجدہم، حضرتِ اقدس قاری سعید الرحمٰن زید مجدہم اور دیگر علمائے حق اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ پُرفتن دور میں حضرتِ اقدس مولانا لدھیانوی زید مجدہم اسلام کے صحیح ترجمان اور علمائے حق کی صحیح نمائندگی کررہے ہیں۔

اخبار ''جنگ'' کے ذریعہ اگر ایک طرف وہ عام مسلمانوں کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، تو عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کے پلیٹ فارم سے پوری دُنیا میں مرزا نجس (موجودہ سربراہ جماعتِ قادیانیہ) کا تعاقب کرتے نظر آتے ہیں، اور اس سلسلے میں آپ کا علمی شاہکار ''تحفۂ قادیانیت'' ۲۰۰۰ سے زائد صفحات پر اُردو اور انگلش میں علمائے کرام اور عوام الناس کی صحیح راہ نمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' نے اس افتراق اور انتشار کے دور میں حق و باطل کو ایک روشن شکل میں دُنیا کے سامنے ممتاز اور علیحدہ کردیا ہے، اور اُمتِ مسلمہ کے ذہنوں میں پائے جانے والے اس سوال کا شافی جواب مہیا کردیا کہ علمائے کرام کے شدید اختلاف کے اس دور میں ہم حق کی تمیز کیسے کریں؟ ''اِختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم'' کی تیسری جلد نے موجودہ پُرفتن دور کے سب سے بڑے ''رفض'' کے ''تقیہ'' کا غلاف پوری طرح اُتار دیا اور یہ فتنہ پورے طور پر واضح ہوگیا۔

پانچویں جلد کو اس خوبصورت انداز میں آپ کے ہاتھوں پہنچانے میں حسبِ سابق اُستاذِ حدیث مولانا مفتی نظام الدین شامزی، مولانا سعید احمد جلال پوری، ڈاکٹر شہیر الدین علوی، عزیزم برادرم عبداللطیف، مولانا نعیم امجد، عزیزم محمد وسیم غزالی، محمد انور رانا، محترم میر شکیل الرحمٰن، میر جاوید الرحمٰن، مولانا عزیز الرحمٰن، قاری ہلال احمد، محمد فیاض اور ان تمام ساتھیوں کا بہت ہی ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی طرف سے بہت ہی بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ترقیات سے نوازے۔

محمد جمیل خان

نگران اسلامی صفحہ ''اقرأ''
روزنامہ جنگ کراچی

فہرست

نوٹ: کسی بھی موضوع تک رسائی کے لیے اس پر کلک کریں

۱۰

الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق

شیخ محمد زاہد الکوثری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شادی بیاہ کے مسائل

شادی کون کرے اور کس سے؟

اگر بیوی سے ظلم و ناانصافی کرنے کا یقین ہو تو نکاح حرام ہے، غالب گمان ہو تو مکروہِ تحریمی، اور معتدل حالات میں سنتِ مؤکدہ

س...... مسلمان مرد اور عورت پر کتنی عمر میں شادی کرنی واجب ہے؟ میں نے سنا ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۶ سال ہو اور لڑکے کی عمر ۲۵ سال تو اس وقت ان کی شادی کرنی چاہئے۔

ج...... شرعاً شادی کی کوئی عمر مقرّر نہیں، والدین بچے کا نکاح نابالغی میں بھی کرسکتے ہیں اور بالغ ہوجانے کے بعد اگر شادی کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی کرنا واجب ہے، ورنہ کسی وقت بھی واجب نہیں، البتہ ماحول کی گندگی سے پاکدامن رہنے کے لئے شادی کرنا افضل ہے۔

درمختار وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر نکاح کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو نکاح فرض ہے، اگر غالب گمان ہو تو نکاح واجب ہے (بشرطیکہ مہر اور نان و نفقہ پر قادر ہو)، اگر یقین ہو کہ نکاح کرکے ظلم و ناانصافی کرے گا تو نکاح کرنا حرام ہے، اور اگر ظلم و ناانصافی کا غالب گمان ہو تو نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اور معتدل حالات میں سنتِ مؤکدہ ہے۔

بیوہ اور رنڈوا کب تک شادی کرسکتے ہیں؟

س...... بیوہ عورت اور رنڈوا مرد کس عمر تک دُوسرا یا تیسرا نکاح کرسکتے ہیں؟

ج...... جب تک اس کی ضرورت ہو، اور جب تک میاں بیوی کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت ہو، بہرحال شریعت میں دُوسرے اور تیسرے نکاح کا حکم وہی ہے جو پہلے نکاح کا ہے۔

شادی کے لئے والدین کی رضامندی

س...... میرے والدین میری شادی کرنا چاہتے ہیں، لیکن ایک ایسی جگہ جو مجھے پسند نہیں، درحقیقت میں اپنی چچازاد بہن سے شادی کرنے کا خواہش مند ہوں، اب آپ سے گزارش ہے کہ مجھے کتاب وسنت کی روشنی میں کوئی مشورہ دیں، کیا میں والدین کی بات تسلیم کرلوں یا انہیں مجبور کروں؟

ج...... والدین کو حکم ہے کہ وہ شادی کرتے وقت اولاد کے جذبات اور خواہش کو ترجیح دیں، ادھر اولاد کو چاہئے کہ والدین تک اپنی خواہش تو پہنچادیں لیکن اپنی خواہش اور رائے پر والدین کی صوابدید کو ترجیح دیں، کیونکہ ان کا تجربہ بھی زیادہ ہے اور شفقت بھی کامل ہے، وہ جو انتخاب کرتے ہیں سوچ سمجھ کر ہی کرتے ہیں، اِلَّا ماشاء اللہ۔

میرا مشورہ آپ کے لئے یہ ہے کہ آپ اپنی خواہش والدین تک پہنچادیں، اگر وہ بخوشی راضی ہوجائیں تو بہت بہتر، ورنہ آپ اپنا خیال دِل سے نکال دیں۔ والدین کی صوابدید کو ترجیح دیں اور اس کے لئے استخارہ بھی کریں۔

شادی کے معاملے میں والدین کا حکم ماننا

س...... بعض گھرانوں میں جبکہ اولاد بالغ، سمجھ دار اور پڑھ لکھ جاتی ہے لیکن والدین اپنی خاندانی روایات کو نبھانے کی خاطر یا پھر دولت، جائیداد کی خاطر اولاد کو جہنم میں جھونک دیتے ہیں، بغیر ان کی رائے جانے ان کی زندگی کے فیصلے کردیتے ہیں، بیشک اولاد کا فرض ہے کہ ماں باپ کی فرمانبرداری واطاعت کرے، لیکن کیا خدا نے اولاد کو اس قدر بے بس بنایا ہے کہ وہ والدین کے غیر اسلامی فیصلے جو کہ ان کی زندگی کے متعلق کئے جاتے ہیں، ان

پر بھی خاموش تماشائی بن کر اپنی زندگی ان کے حوالے کردیں؟ کیا اولاد کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی زندگی کا یہ اہم فیصلہ خود کرسکے؟

ج...... شریعت نے جس طرح اولاد کے ذمہ والدین کے حقوق رکھے ہیں، اسی طرح والدین کے ذمہ اولاد کے حقوق بھی رکھے ہیں، اور جو بھی ان حقوق کو نظرانداز کرے گا اس کا خمیازہ اسے بھگتنا ہوگا۔ مثلاً شادی کے معاملے میں اولاد کی رضامندی لازم ہے، اگر والدین کسی غیرمناسب جگہ رشتہ تجویز کریں تو اولاد کو انکار کا حق ہے، اور اگر وہ اپنی ناگواری کے باوجود محض والدین کی رضاجوئی اور ان کے احترام کی بناء پر اس کو ہنسی خوشی قبول کرلے اور پھر نبھا کر دِکھادے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم اجر کا مستحق ہے، لیکن اگر وہ قبول نہ کرے تو والدین کو اس پر جبر کرنے کا کوئی حق نہیں۔

والدین اگر شادی پر تعلیم کو ترجیح دیں تو اولاد کیا کرے؟

س...... میرے والدین اگرچہ ہم سب کو بڑی محنت اور توجہ سے تعلیم حاصل کروا رہے ہیں، لیکن انہوں نے یہ سوچ رکھا ہے کہ سب کچھ تعلیم ہی ہے، میں اگرچہ بہت چھوٹا ہوں لیکن میری بڑی بہنیں ہیں، جنھیں اعلیٰ تعلیم دِلوائی جارہی ہے، لیکن میرے والدین کو ذرا بھی ان کی شادی کی فکر نہیں جبکہ وہ خود بوڑھے ہورہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج کل کا زمانہ کتنا خراب ہے، اور میں ابھی بہت چھوٹا ہوں اور جب میں بڑا ہوں گا تو اس وقت تک میری بہنیں ادھیڑ عمر کی ہوچکی ہوں گی، پھر تو رشتہ ملنا ہی مشکل ہوگا، جبکہ اس وقت رشتے آرہے ہیں، لیکن میرے والد صاحب سب سے ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں، جبکہ میں جانتا ہوں میری بہنیں ان رشتوں پر خوش ہیں۔ اگر والدین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو کیا اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سِول میرج کرلیں؟ جبکہ دونوں ہی مسلمان ہیں اور اسلام میں یہ بات جائز بھی ہے۔

ج...... آج کل اعلیٰ تعلیم کے شوق نے والدین کو اپنے اس فریضے سے غافل کر رکھا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی عمر کالج اور یونیورسٹیوں کے چکر میں ڈھل جاتی ہے، اور جب وقت گزر جاتا ہے تو ماں باپ کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ مجھے اس طرح کے سینکڑوں خطوط موصول

ہو چکے ہیں کہ لڑکی کی عمر ۳۰-۳۵ برس کی ہوگئی، کوئی رشتہ نہیں آتا اور جو آتا ہے وہ بھی دیکھ داکھ کر چپ سادھ لیتا ہے۔ کوئی تعویذ، وظیفہ اور عمل بتاؤ کہ بچیوں کی شادی ہوجائے۔ لڑکی پڑھی لکھی قبول صورت اور سگھڑ ہے، مگر رشتہ نہیں ہو پاتا، وغیرہ وغیرہ۔ خدا جانے کتنے خاندان اس سیلاب میں ڈُوب چکے ہیں اور کتنے لڑکے لڑکیاں غلط راستے پر چل نکلی ہیں، اس لئے آپ نے جو لکھا ہے وہ ایک دِلخراش حقیقت ہے، حدیث میں ہے کہ:

”عن أبی سعید و ابن عباس رضی الله عنهما قالا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه، فاذا بلغ فلیزوجه، فان بلغ ولم یزوجه فأصاب اثمًا فانما اثمه علٰی أبیه.“ (مشکوٰۃ ص:۲۷۱)

ترجمہ:...... ”حضرت ابوسعید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: .... جب اولاد بالغ ہوجائے اور والدین ان کے نکاح سے آنکھیں بند کئے رکھیں، اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہو تو والدین بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔“

باقی رہا یہ سوال کہ اگر والدین غفلت برتیں تو کیا لڑکا لڑکی خود اپنا نکاح بذریعہ عدالت کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں تو یہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ نہیں۔ البتہ لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کرلینا تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن لڑکی کے لئے مشکل ہے، بہرحال اگر لڑکی خود شادی کرنا چاہے تو اس کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو، اس کو فقہ کی زبان میں ”کفو“ کہتے ہیں۔

شادی میں والدین کی خلافِ شرع خواہشات کا لحاظ نہ کیا جائے

س...... میرے چھوٹے بھائی کی شادی ہونے والی ہے، وہ کہتا ہے کہ براہِ راست نکاح پڑھادیا جائے، لیکن والدہ بضد ہیں کہ پہلے چھوٹی منگنی اور اس کے بعد نکاح مع رُسوم کے

ہوگا۔ گھر کی عمارت کو سجاوٹ اور چراغاں بھی کرنا چاہتی ہیں، کیونکہ پھران کا کوئی بیٹا نہیں، بتایئے والدہ کی جھوٹی خواہشات کا احترام کیا جائے یا سنتِ محمدی کی اطاعت کی جائے؟

ج…… سنت کی پیروی لازم ہے، اور والدہ کی خلافِ شریعت خواہشات کا پورا کرنا ناجائز ہے، مگر والدہ کی بے ادبی نہ کی جائے، ان کو مؤدّبانہ لہجے میں مسئلہ سمجھایا جائے۔

لڑکی اور لڑکے کی کن صفات کو ترجیح دینا چاہئے؟

س…… جس وقت رشتوں کا سلسلہ ہوتا ہے، یہ بات مشاہدے میں ہے کہ لڑکیوں کو اس طرح دیکھا جاتا ہے جیسے بھیڑ بکریوں کو عید کے موقع پر دیکھا جاتا ہے، کیا یہ صحیح طریقہ ہے؟ دُوسری بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ چاہے لڑکی ہو یا لڑکا اس سلسلے میں معاملہ تجارتی بنیادوں پر بھی ہوتا ہے، مثلاً: لڑکا کتنا امیر ہے؟ (چاہے حرام ہی کماتا ہو)، لڑکی کتنا جہیز لائے گی؟ (چاہے حرام آمدنی کا کیوں نہ ہو)، اس سلسلے میں اَحکامِ اسلامی کیا ہوں گے؟

ج…… اسلام کا حکم یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی دونوں کی دِین داری اور شرافت و امانت کو ترجیح دی جائے۔ جو لڑکا حرام کماتا ہو، اس سے وہ لڑکا اچھا ہے جو رزقِ حلال کماتا ہو خواہ مالی حیثیت سے کمزور ہو، اور جو لڑکی دِین دار ہو، عفیفہ ہو، شوہر کی فرمانبردار ہو وہ بہتر ہے خواہ وہ جہیز نہ لائے یا کم لائے۔

لڑکیوں کی وجہ سے لڑکوں کی شادی میں دیر کرنا

س…… اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں بیٹیاں ہوتی ہیں، ان کی شادی وغیرہ کے سلسلے میں ان کے بھائیوں کو طویل فہرست انتظار میں منتقل کردیا جاتا ہے، جس کے باعث ان کی عمریں نکل جاتی ہیں یا کافی دیر ہوجاتی ہے۔ کیا ازروئے اسلام یہ طریقہ جائز تصوّر ہوگا؟ اور یہ کہ اس دوران اگر خدانخواستہ کوئی فرد گناہ کی طرف راغب ہوگیا، اس کا وبال کس پر ہوگا؟

ج…… شرعی حکم یہ ہے کہ مناسب رشتہ ملنے پر عقد جلدی کردیا جائے تاکہ نوجوان نسل کے جذبات کا بہاؤ غلط رُخ کی طرف نہ ہوجائے، ورنہ والدین بھی گناہ میں شریک ہوں گے، ہاں! رشتہ ہی نہ ملتا ہو تو والدین پر گناہ نہیں۔

اگر والدین ۲۵ سال سے زیادہ عمر والی اولاد کی شادی نہ کریں؟

س...... اگر والدین اولاد کی شادی نہ کریں اور ان کی عمریں ۲۵ سال سے بھی تجاوز کرگئی ہوں تو کیا وہ اپنی مرضی سے شادی کرسکتے ہیں؟ اس طرح کہیں والدین کی نافرمانی تو نہیں ہوجائے گی؟

ج...... ایسی صورت میں اولاد کو چاہئے کہ کسی ذریعہ سے والدین کو احساس دِلائیں اور ان کو اولاد کی شادی کرنے پر رضامند کریں، لیکن اگر والدین اس کی پروا نہ کریں تو اولاد اپنی شادی خود کرنے میں حق بجانب ہے۔

لڑکے کا کسی جگہ خود شادی کرلینا تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن لڑکی کے لئے مشکل ہے، بہرحال اگر لڑکی بطور خود شادی کرنا چاہے تو اس کو یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا کہ جس لڑکے سے وہ عقد کرنا چاہتی ہے، وہ ہر حیثیت سے لڑکی کے جوڑ کا ہو، اس کو فقہ کی زبان میں ''کفو'' کہتے ہیں۔

منگنی

کیا بغیر عذرِ شرعی منگنی کو توڑنا جائز ہے؟

س...... رشتہ یا منگنی طے ہوجانے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر منسوخ یا توڑ دینا شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟

ج...... منگنی، وعدۂ نکاح کا نام ہے، اور بغیر عذر کے وعدہ پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منافق کی علامتوں میں شمار فرمایا۔ ہاں! اگر اس وعدے کے پورا کرنے میں کسی معقول مضرّت کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو شاید اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہ فرمائیں۔

منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے، منگنی سے نکاح نہیں ہوتا

س...... ایک شخص نے اپنے رشتہ دار سے کہا کہ میں آپ کی لڑکی کا رشتہ اپنے لڑکے کے لئے

چاہتا ہوں، اس پر ان صاحب نے رضامندی کا اظہار کیا اور بروز جمعہ کو منگنی کی رسم ادا کرنے کے لئے طے پایا۔ لڑکی کے والد نے لڑکے کے باپ سے مخاطب ہوکر کہا: میں نے اپنی فلاں لڑکی تمہارے بیٹے کو دی۔ اس نے کہا: میں نے یہ لڑکی اپنے فلاں بیٹے کے لئے قبول کی۔ تقریباً ایک ماہ دس دن گزرنے کے بعد لڑکی کی والدہ لڑکے کے گھر گئی اور ان سے معذرت کرنے لگی کہ میرے رشتہ دار ناراض ہوتے ہیں، لہٰذا یہ رشتہ ہم لوگ منسوخ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن لڑکے والے منسوخ کرنا نہیں چاہتے، کیا یہ رشتہ لڑکے کی مرضی کے خلاف منسوخ ہوسکتا ہے؟

ج…… منگنی رشتہ لینے دینے کے وعدے کا نام ہے، مگر منگنی سے نکاح نہیں ہوتا، اس لئے منگنی توڑنا وعدہ خلافی ہے اور بغیر کسی معقول اور صحیح عذر کے وعدہ خلافی گناہ ہے، مگر چونکہ عقدِ نکاح نہیں ہوا، اس لئے لڑکے سے طلاق لینے کی ضرورت نہیں۔

نکاح سے پہلے منگیتر سے ملنا جائز نہیں

س…… ایک صاحب فرما رہے تھے کہ: ''منگیتر سے ملاقات کرنا، اس سے ٹیلیفون وغیرہ پر بات کرنا اور اس کے ساتھ گھومنا پھرنا صحیح نہیں۔'' میں نے ان صاحب سے عرض کیا کہ: ''یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، اس کو تو کوئی بھی بُرا نہیں سمجھتا۔'' پھر میرے جواب کا وہ صاحب واضح جواب نہ دے سکے، جس کی وجہ سے میں اُلجھن میں پڑ گیا کہ کیا واقعی یہ صحیح نہیں ہے؟

ج…… نکاح سے پہلے منگیتر اجنبی ہے، لہٰذا نکاح سے پہلے منگیتر کا حکم بھی وہی ہوگا جو غیر مرد کا ہے کہ عورت کا اس کے ساتھ اختلاط جائز نہیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ: ''یہ تو ہمارے معاشرے میں عام ہے، کوئی بُرا نہیں سمجھتا'' اوّل تو مسلَّم نہیں، کیونکہ شریف معاشروں میں اس کو نہایت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں معاشرے میں کسی چیز کا رواج ہوجانا کوئی دلیل نہیں، ایسا غلط رواج جو شریعت کے خلاف ہو، خود لائقِ اصلاح ہے۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکیاں غیر لڑکوں کے ساتھ آزادانہ گھومتی پھرتی ہیں، کیا اس کو جائز کہا جائے گا...؟

فہرست

جس عورت سے نکاح کرنا ہو، اس کو ایک نظر دیکھنے کے علاوہ تعلقات کی اجازت نہیں

س……شادی سے قبل ایک دُوسرے کو چاہنے والے لڑکی اور لڑکے کے تعلقات آپس میں کیسے ہونے چاہئیں؟ یعنی ایک دُوسرے سے میل جول یا بات چیت کر سکتے ہیں، لیکن کوئی غیراخلاقی حرکت کے مرتکب نہ ہونے پائیں۔ ایسی صورت میں ان کا ملن کیا شرعی حیثیت رکھتا ہے؟

ج……جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے، خواہ خود دیکھ لے یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ اطمینان کرلے، اس سے زیادہ ''تعلقات'' کی نکاح سے قبل اجازت نہیں، نہ میل جول کی اجازت ہے نہ بات چیت کی، اور نہ خلوَت وتنہائی کی۔ نکاح سے قبل ان کا ملنا جلنا بجائے خود ''غیراخلاقی حرکت'' ہے۔

منگنی میں باقاعدہ ایجاب وقبول کرنے سے میاں بیوی بن جاتے ہیں

س…… ہمارے یہاں رسم ہے کہ منگنی کی رات دعوت ہوتی ہے اور مولوی کو لڑکے والے لاتے ہیں اور مجلس میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہوتا ہے۔ اور بعد میں کچھ مدّت گزرنے کے بعد شادی کے وقت پھر ایجاب وقبول ہوتا ہے اور رُخصتی ہوتی ہے۔ کیا پہلے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر شادی اور منگنی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو بغیر طلاق کے تفریق ہوسکتی ہے یا نہیں؟

اگر منگنی والے ایجاب وقبول کے بعد دونوں میں سے کوئی فوت ہوگیا تو کیا ایک دُوسرے سے اپنا حقِ وراثت لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے یہاں یہ بھی رسم اور رواج ہے کہ منگنی والے ایجاب وقبول کے بعد لڑکی کے والدین پھر دُوسری جگہ منگنی نہیں کر سکتے، لیکن یہ بات ہے کہ اگر لڑکا منگنی کے بعد اپنی منگیتر کے پاس آیا تو بہت لعن طعن کرتے ہیں۔

ج……اگر منگنی کی دعوت کے موقع پر باقاعدہ نکاح کا ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے اور اس پر گواہ بھی مقرّر کئے جاتے ہیں تو یہ منگنی درحقیقت نکاح ہے، اور شادی کے معنی رُخصتی کے

فہرست

ہوں گے۔ اس لئے لڑکا اور لڑکی منگنی والے ایجاب وقبول کے بعد شرعاً میاں بیوی ہوں گے، اور ان پر میاں بیوی کے تمام اَحکام جاری ہوں گے، مثلاً: دونوں میں سے کسی کا انتقال ہوجائے تو ایک دُوسرے کے وارث ہوں گے، اور شوہر کے انتقال کی صورت میں بیوی پر ''عدّتِ وفات'' لازم ہوگی۔ اور اگر منگنی کے موقع پر نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوتا، صرف والدین سے وعدہ لیا جاتا ہے تو یہ نکاح نہیں، اس پر نکاح کے اَحکام جاری نہیں ہوں گے۔

منگنی کے وقت والدین کے ایجاب وقبول کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے

س...... شادی سے پہلے منگنی کی جاتی ہے، منگنی میں دُولہا اور دُلہن کی غیرموجودگی میں نکاح پڑھ دیا جاتا ہے، رواج کے مطابق دُولہا اور دُلہن کے والدین مولوی صاحب اور گواہوں کے سامنے بیٹھ کر دُلہن کے والد صاحب اپنی بیٹی دُولہا کے والد صاحب کو اس کے بیٹے کے لئے زوجیت میں دے دیتے ہیں، اور یہ الفاظ تین بار ادا ہوتے ہیں اور دُولہا کے والد صاحب دُلہن کو اپنے بیٹے کے لئے تین بار قبول کرلیتے ہیں، کیا نکاح ہوگیا؟ اب شادی کے بعد کا نکاح لازمی ہے یا نہیں؟

ج...... منگنی کے وقت ایجاب وقبول کے جو الفاظ سوال میں لکھے گئے ہیں، ان سے نکاح ہوجاتا ہے، دوبارہ نکاح اور ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں۔

قرآن گود میں رکھ کر رشتے کا وعدہ لینے سے نکاح نہیں ہوتا، یہ صرف وعدۂ نکاح ہے

س...... ہمارے گاؤں میں ایک شادی شدہ مرد کے لئے اس کے گھر والوں نے کسی دُوسرے شخص سے رشتہ مانگا ہے، جو اس نے انکار کردیا، پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم رشتہ دوگے تو پہلی بیوی کو طلاق دے دیں گے، کیونکہ اس سے ناچاقی ہے، وہ نہ مانا، لڑکے والوں نے قرآن مجید لے کر اس کی گود میں رکھ دیا اور کہا کہ تم رشتہ دو تو ہم اس لڑکی کی طلاق دے دیں گے۔ اس آدمی نے قرآن پاک کی وجہ سے رشتے کی ہامی بھرلی، جس پر یہ نادم ہے، دُوسری شادی کے لئے قانونی اجازت بھی نہیں لی گئی۔ مسئلہ اس صورت میں یہ درپیش ہے

کہ کیا یہ آدمی رشتہ دینے کا پابند ہے اور اس لڑکی کو طلاق ہوگئی؟ اور کیا قرآن مجید کا ایسا استعمال شریعت میں جائز ہے؟ کیا صورت ہوگی؟ کیا وہ رشتہ دینے سے انکار کرسکتا ہے؟ کیونکہ اس نے قرآن کے ڈر کے وجہ سے ہاں کردی تھی۔

ج...... صرف کسی کی گود میں قرآن رکھ دینے سے قسم نہیں ہوجاتی، بہرکیف! اگر آپ نے رشتہ دینے کی صرف ہامی بھرلی تھی تو یہ نکاح نہیں بلکہ وعدۂ نکاح ہے، اور اگر آپ رشتہ نہیں دینا چاہتے تو اس میں صرف وعدہ خلافی ہوگی، اور اگر آپ نے قسم اُٹھاکر ہامی بھری تھی تو اب رشتہ نہ دینے کی صورت میں قسم کا کفارہ بھی آپ کو ادا کرنا ہوگا۔ قرآنِ کریم کو ایسی باتوں کے لئے استعمال کرنا بُرا ہے، یہ آدمی رشتہ دینے کا پابند نہیں، اور اس لڑکی کو طلاق نہیں ہوئی۔

لڑکا دِین دار نہ ہو تو کیا منگنی توڑ سکتے ہیں؟

س......۱: ہماری ایک بیٹی ہے، ہمارے گھرانے کو الحمدللہ دِین دار کہہ سکتے ہیں، مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی بیٹی کی منگنی ایک دِین دار لڑکے کے بجائے ایک دُنیادار لڑکے سے کی ہے، میں سمجھتی ہوں کہ اگر ایک دِین دار لڑکے سے کرتے تو ان کی اولاد اِن شاء اللہ حافظِ قرآن اور باعمل عالم ہوتی، اس کے برعکس ان کے گھر میں ٹی وی، وی سی آر اور ہر طرح کی لغویات ہیں، جس کی وجہ سے ہماری بیٹی کے اعمال بھی خراب ہوں گے۔ مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ اس رشتے کے ذمہ دار ہم ہیں، تو کیا آخرت میں ہماری بیٹی کے متوقع گناہوں کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی؟ کیونکہ ایک باشرع رشتے کے موجود ہوتے ہوئے دُوسری جگہ کا انتخاب کیا جارہا ہے، کیا اس بارے میں قرآنی آیات یا احادیثِ مبارکہ ہیں؟ اگر ہیں تو اَزراہ کرم مجھ کو ضرور مطلع فرمائیں۔

س......۲: اور شرعی لحاظ سے رشتے کے سلسلے میں کیا چیزیں دیکھنا ضروری ہیں کہ جن کا خیال رکھا جائے؟

س......۳: کیا منگنی وعدے کے ضمن میں ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کو ختم کرسکتے ہیں؟ اور اگر میں ختم کروں تو گنہگار تو نہ ہوں گی؟

ج......۱: یہ تو ظاہر ہے کہ جب آپ اپنی بیٹی کا رشتہ ایک ایسے لڑکے سے کریں گی جو دِین سے بے بہرہ ہے تو متوقع گناہوں کا وبال آپ پر بھی پڑے گا، اور قیامت کے دن ان گناہوں کا خمیازہ آپ کو بھی بھگتنا ہوگا۔ قرآنِ کریم اور احادیث شریفہ میں یہ مضمون بہتر کثرت سے آیا ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا ذریعہ بنے اس کو اس نیکی میں برابر کا حصہ ملے گا اور نیکی کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جو شخص کسی گناہ اور بُرائی کا ذریعہ بنے گا اس کو اس گناہ میں بھی برابر کا حصہ ملے گا اور گناہ کرنے والوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

ج......۲: رشتہ تجویز کرتے ہوئے والدین خود ہی بہت سی چیزوں کو ملحوظ رکھتے ہیں، حسب و نسب، مال ومتاع اور ذریعہ معاش کے علاوہ اخلاق وکردار کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے، شریعت نے اس بات پر زور دیا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی دِین داری کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے اس کے حسب ونسب، اس کے حسن وجمال، مال ومتاع اور دِین کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے، تم دِین دار کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

ج......۳: منگنی وعدہ ہے، اور اگر لڑکا دِین دار نہ ہو تو اس رشتے کو ختم کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔

طریقِ نکاح اور رُخصتی

نکاح میں ایجاب وقبول اور کلمے پڑھانے کا کیا مطلب ہے؟

س......کافی عرصہ پہلے ایک دوست کی شادی میں شرکت کی، نکاح کے وقت نکاح خواں نے لڑکے سے قبول کے بعد پہلے تین کلمے پڑھائے، پھر دُعا کی۔ کچھ دن پہلے ایک اور دوست کی شادی میں شرکت کی، وہاں پر مولوی صاحب نے لڑکے سے تین مرتبہ قبول کرانے کے بعد دُعا کردی اور کلمے نہیں پڑھائے، لہٰذا یہ تحریر فرمائیں کہ کلمے پڑھنے والا نکاح صحیح تھا یا کہ بغیر کلمے کے؟ نیز قبول وایجاب کے معنی بھی بتائیے۔

فہرست

ج……نکاح کے لئے ایجاب وقبول شرط ہے، یعنی ایک طرف سے کہا جائے کہ: ''میں نے نکاح کیا'' اور دُوسری طرف سے کہا جائے: ''میں نے قبول کیا''۔ ایجاب وقبول ایک بار کافی ہے، تین بار کوئی ضروری نہیں، اور کلمے پڑھانا بھی کوئی شرط نہیں، مگر آج کل لوگ جہالت کی وجہ سے کفر کی باتیں بکتے رہتے ہیں، اس لئے بعض مولوی صاحبان کلمے پڑھادیتے ہیں تاکہ اگر لڑکے نے نادانی سے کبھی کلمۂ کفر بک دیا ہو تو کم سے کم نکاح کے وقت تو مسلمان ہوجائے۔

نکاح کے وقت کلمے، دُرود وغیرہ پڑھانا

س…… ہمارے ہاں شادی بیاہ میں بعض اوقات تو کوئی قاضی بہت سے کلمے، کلمات، دُرود وغیرہ پڑھاتا ہے، اور بعض قاضی مختصر اور جلد نکاح کرادیتے ہیں، آپ یہ بتائیں کہ ایک مسلمان کے لئے نکاح کن کلموں، کلمات سے ہوجاتا ہے؟ اور کن کے بغیر نہیں ہوسکتا؟

ج……نکاح ایجاب وقبول سے ہوجاتا ہے، خطبہ اس کے لئے سنت ہے، دو گواہوں کا ہونا اس کے لئے شرط ہے۔ قاضی صاحبان جو کلمے پڑھاتے ہیں وہ کچھ ضروری نہیں، غالباً ان کلموں کا رواج اس لئے ہوا کہ لوگ جہالت کی وجہ سے بسااوقات کلماتِ کفر بک دیتے ہیں اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کلمۂ کفر زبان سے کہہ کر اسلام سے خارج ہو رہے ہیں۔ نکاح سے پہلے کلمے پڑھادیئے جاتے ہیں تاکہ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آئی ہو تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائیں تب نکاح ہو۔ بہرحال نکاح سے پہلے کلمے پڑھانا کوئی ضروری نہیں اور کوئی بُری بات بھی نہیں۔

نکاح کے لئے ایجاب وقبول ایک مرتبہ بھی کافی ہے

س……ایک بڑی مسجد کے قاضی صاحب جب نکاح پڑھاتے ہیں وہ ''قبول ہے'' صرف ایک مرتبہ پوچھتے ہیں، جبکہ دُوسری تمام مساجد میں تین مرتبہ قبول کرایا جاتا ہے، بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ ایک مرتبہ کہنے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ تین مرتبہ ''قبول ہے'' کہنا پڑتا ہے۔

ج…… ایک مرتبہ ایجاب وقبول سے بھی نکاح ہوجاتا ہے، تین مرتبہ دہرانا محض پختگی کے خیال سے ہوتا ہوگا۔

الگ الگ شہروں میں اور مختلف گواہوں سے ایجاب وقبول نہیں ہوتا

س…… میری شادی اس طرح ہوئی کہ میں اپنے گاؤں میں تھی اور وہ لڑکا (جو اَب میرا شوہر ہے) کراچی میں مقیم تھا، ہم آپس میں مل نہیں سکتے تھے، چنانچہ میرے شوہر نے مجھے لکھا کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں، بہ عوض بیس ہزار روپے مہر کے، اگر قبول ہو تو فارم پر دستخط کردیں۔ اس فارم پر میرے شوہر کے دستخط اور دو گواہوں کے دستخط تھے۔ اِدھر میں نے بھی اسی فارم پر دستخط کئے اور میری دو سہیلیوں اور ایک مرد کو (جو میری سہیلی کا بھائی تھا) گواہ کیا، ان سے بھی دستخط لئے، بعد میں میرے شوہر آئے اور ہم چپ چاپ کراچی آگئے۔ اب جبکہ ہماری اولاد بھی ہوگئی ہے، میرے والدین کہتے ہیں کہ تمہارا نکاح غلط تھا۔ یہ بتایئے کہ جن حالات میں، میں تھی اور جیسے ہم نے دُور دُور الگ مقامات پر رہ کر نکاح کیا ہے، دِل سے ہم نے قبول کیا، تو کیا یہ نکاح صحیح نہ تھا؟ بعد میں بہرحال ہم نے یہ بھی کرلیا کہ سِول کورٹ گئے اور وہاں قاعدے کے مطابق سب کچھ کرلیا، مگر کیا اس سے پہلے ہم میاں بیوی ''حرام'' کے مرتکب ہوئے؟

ج…… آپ کا نکاح دُرست نہیں تھا، اس لئے کہ نکاح میں ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہونا چاہئے، اور مزید یہ کہ نکاح کے گواہ دُولہا اور دُلہن دونوں کے مشترکہ ہونے چاہئیں، جبکہ یہاں نہ تو ایجاب وقبول زبانی ہوا اور نہ ایک مجلس میں ہوا، اور گواہ بھی مشترکہ نہیں تھے، بلکہ شوہر کے گواہ کراچی میں تھے اور آپ کے گواہ گاؤں میں تھے۔ سِول کورٹ میں جاکر آپ نے شرعی ضابطے کے مطابق شادی کرلی ہے تو آپ میاں بیوی ہیں، جبکہ اس سے قبل آپ دونوں حرام کے مرتکب ہوئے، خدا سے مغفرت طلب کریں۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ آپ کے سوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والدین اس نکاح میں شریک نہیں ہوئے، ورنہ پہلے ''خفیہ نکاح'' کرنے کی اور

بعد میں سوِل کورٹ جاکر نکاح کرنے کی ضرورت پیش کیوں آتی؟ سو ایسا نکاح جو والدین کی اجازت کے بغیر کیا جائے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر لڑکا ہر اعتبار سے لڑکی کے جوڑ کا ہو تب تو نکاح صحیح ہے، ورنہ صحیح نہیں، خواہ عدالت میں کیا گیا ہو۔ پس اگر آپ کے شوہر آپ کے جوڑ کے ہیں تو سوِل کورٹ میں جو نکاح کیا گیا وہ صحیح ہے، اور اگر آپ کے شوہر کم تر حیثیت کے مالک ہیں تو سوِل کورٹ والا نکاح نہیں ہوا، والدین کی اجازت کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا جائے۔

ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا

س……ٹیلیفون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟ میرا بھائی امریکہ میں ہے اور اس کی جہاں شادی کی بات چل رہی تھی تو لڑکی والوں نے اچانک جلدی کرنا شروع کردی۔ لڑکا اتنی جلدی نہیں آسکتا تھا، اس لئے فوری طور پر ٹیلیفون پر نکاح کرنا پڑا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نکاح نہیں ہوا۔

ج……نکاح کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب و قبول مجلسِ عقد میں گواہوں کے سامنے ہو اور ٹیلیفون پر یہ بات ممکن نہیں، اس لئے ٹیلیفون پر نکاح نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسی ضرورت ہو تو ٹیلیفون پر یا خط کے ذریعہ لڑکا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنادے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے ایجاب و قبول کرلے۔ چونکہ آپ کی تحریر کردہ صورت میں نکاح نہیں ہوا اس لئے اب رُخصتی سے پہلے ایجاب و قبول گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کرالیا جائے۔

فہرست

لڑکی کے دستخط اور لڑکے کا ایک بار قبول کرنا نکاح کے لئے کافی ہے

س……ایک دن میری ہمشیرہ کا اور دُوسرے دن میری کزن کا نکاح ہوا، جس میں محلّہ کے اِمام صاحب نے نکاح پڑھایا، مگر دُولہا سے دو مرتبہ پوچھا: ”تمہیں قبول ہے؟“ مگر دُلہن سے صرف ایک دستخط کرائے، استفسار پر جواباً فرمانے لگے کہ شریعت میں ایک مرتبہ پوچھنا ہوتا ہے دُوسری مرتبہ گواہوں کی تسلی کے لئے ہوتا ہے۔ آپ ہماری ذہنی خلش کو دُور فرمادیں کیا یہ نکاح دُرست ہوئے ہیں؟

ج……صرف ایک دفعہ کے ”قبول ہے“ سے بھی نکاح ہوجاتا ہے، اور لڑکی نے جب دستخط

کردیئے تو گویا اپنی رضامندی سے مولوی صاحب کو وکیل بنادیا، اس لئے نکاح صحیح ہے۔

لڑکی کے صرف دستخط کردینے سے اجازت ہوجاتی ہے

س…… پندرہ دن پہلے میری شادی ہوئی تھی، نکاح کے وقت وکیل نے مجھ سے نکاح نامے پر صرف دستخط کرالئے، یہ نہیں پوچھا کہ "آپ کو فلاں لڑکا قبول ہے؟" اب میں بہت پریشان ہوں کہ آیا صرف دستخط کرنے سے نکاح ہوجاتا ہے یا وکیل کی طرف سے پورا جملہ بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے؟ اور کیا لڑکی کو بھی تین مرتبہ منہ سے "قبول ہے" بولنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگوں نے کہا ہے کہ دستخط کرنے سے بھی نکاح ہوجاتا ہے بشرطیکہ لڑکی پر جبر نہ کریں اور وہ اپنی مرضی سے کرے۔ یہ بات میں واضح کردوں کہ نکاح نامے پر دستخط میں نے کسی دباؤ یا زور دینے پر نہیں بلکہ اپنی مرضی، خوشی اور ہوش و حواس میں کئے تھے۔

ج…… لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت دی جاتی ہے، اور بغیر جبر و اکراہ کے دستخط کردینے سے بھی اجازت ہوجاتی ہے، اس لئے نکاح صحیح ہے، دستخط کرنے کے بعد لڑکی کا تین بار منہ سے "قبول ہے" کہنا ضروری نہیں۔

لڑکی کے قبول کئے بغیر نکاح نہیں ہوتا

س…… ایک لڑکا اور لڑکی آپس میں بہت پیار کرتے تھے اور دونوں کا شادی کا بھی ارادہ تھا، جب یہ سب کچھ لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو لڑکی کے والدین نے لڑکی کی شادی دُوسرے لڑکے سے کرادی۔ جب لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو لڑکی نے وکیلوں اور گواہوں کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ لڑکی کے باپ نے جھوٹے وکیلوں اور گواہوں کے ساتھ سیٹ کردیا، اسی جھوٹی گواہی سے مولوی صاحب سے نکاح پڑھوالیا۔ اب بتایئے کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اور ان دونوں میاں بیوی کی اولاد جائز ہوگی یا نہیں؟

ج…… عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کو قبول کرنا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوتا، آپ کی تحریر کردہ صورت میں لڑکی نے نکاح کی اجازت بھی نہیں دی اور نکاح ہونے کے بعد اس کو مسترد کردیا، تو یہ نکاح نہیں ہوا۔ البتہ نکاح کے بعد اگر لڑکی نے زبان سے اس نکاح کو مسترد

نہیں کیا تھا بلکہ خاموش رہی تھی اور پھر جب لڑکی کو رُخصت کیا گیا تو وہ چپ چپ رُخصت ہوگئی اور جس شخص سے اس کا نکاح کیا گیا تھا اس کو میاں بیوی کے تعلق کی اجازت دے دی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے والدین کے کئے ہوئے نکاح کو عملاً قبول کرلیا، لہٰذا نکاح صحیح ہوگیا اور اولاد بھی جائز ہے۔

صرف نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ضروری ہے

س…… مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے کوئی رشتہ دار نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے کورٹ میں شادی کا فیصلہ کیا، اور ہم دونوں کورٹ گئے اور کورٹ کے باہر جو ٹائپسٹ بیٹھے ہوتے ہیں ان سے حلف نامے کے فارم پر نکاح نامہ ٹائپ کروایا اور میں نے دستخط کئے، جبکہ میرے شوہر نے دستخط نہیں کئے، اس نے اس کے بارے میں کہا: ''میں مجسٹریٹ کے دستخط کے بعد دستخط کروں گا اور تمہیں مجسٹریٹ کے سامنے حلف دینا پڑے گا''، میں خاموش ہوگئی، دُوسرے دن کہنے لگے کہ: ''تم کو کورٹ نہیں جانا پڑے گا، میں نے ایک وکیل سے بات کرلی ہے وہ فیس لے کر مجسٹریٹ کے سائن کرادے گا۔'' وہ گئے اور مجسٹریٹ کے سائن کرواکر لے آئے اور کہنے لگے کہ: ''اب تم میری بیوی ہوگئی ہو، بیوی کے حقوق ادا کرو۔'' میں نے کہا کہ یہ تو کوئی نکاح نہیں ہوا۔ کہنے لگے کہ: ''تم نے دو گواہوں کے سامنے دستخط کردیئے، یعنی دو گواہوں کے سامنے اقرار کرلیا، اس لئے نکاح ہوگیا ہے۔'' وہ دو گواہ ٹائپسٹ تھے جبکہ ان دونوں کے دستخط نہیں ہوئے تھے، اس وقت نہ ہی میرے شوہر کے دستخط ہوئے، ہم دونوں میں بحث ہوتی ہے، میں کہتی ہوں کہ نکاح نہیں ہوا، وہ کہتا ہے کہ نکاح ہوگیا ہے۔

ج…… جو صورت آپ نے لکھی ہے اس سے نکاح نہیں ہوا، نکاح میں فریقین کی طرف سے گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوا کرتا ہے، جو نہیں ہوا۔ اب تک آپ لوگوں نے جو کچھ کیا ناجائز کیا، آئندہ حرام سے بچنے کے لئے باقاعدہ نکاح کرلیجئے۔

بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا

س…… میری ایک دوست اپنی مرضی سے ایک لڑکے سے شادی کرنا چاہتی تھی، وہ لڑکا بھی

اسے خلوصِ دِل سے چاہتا تھا، دونوں بالغ تھے لیکن اس کام کے لئے حالات سازگار نہیں تھے، اس لئے دونوں نے رمضان کی ستائیسویں شب قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر ایک دُوسرے کے جسم کو اپنے لئے حلال کرلیا، اور اب اسی دن کے بعد سے وہ دُنیا والوں سے چھپ کر باقاعدہ ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کتاب وسنت میں کہیں اس قسم کا نکاح جائز ہے یا وہ زناکاری کے مرتکب ہو رہے ہیں؟

ج...... نکاح کے لئے دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرنا شرط ہے، جو صورت آپ نے لکھی ہے، اس سے نکاح نہیں ہوا بلکہ وہ فعلِ حرام کے مرتکب ہیں، انہیں چاہئے کہ اس فعلِ حرام سے توبہ کریں اور والدین کی اجازت سے باقاعدہ نکاح کرلیں۔

بالغ لڑکی اگر انکار کردے تو نکاح نہیں ہوتا

س...... میری ایک سہیلی کے والدین نے بچپن ہی میں یعنی تین چار سال کی عمر میں اس کے چچا کے لڑکے سے اس کی بات کی تھی، نکاح وغیرہ کچھ نہیں ہوا اور ابھی تک لڑکی کو کوئی علم نہیں تھا، اب وہ بالغ ہوچکی ہے اور وہ اپنے چچا کے لڑکے کو پسند نہیں کرتی بلکہ اس سے نفرت کرتی ہے اور لڑکی کے والدین کو بھی اس کا علم ہے، لیکن اس کے باوجود والدین اپنی جھوٹی غیرت اور زبان کی وجہ سے اس پر زبردستی کرتے ہیں اور اسے راضی کرتے ہیں، لیکن وہ کسی قیمت پر تیار نہیں۔ اب والدین کہتے ہیں کہ جیسا بھی ہو ہم اس کی شادی کریں گے یعنی زبردستی۔ تو کیا یہ نکاح ہوجائے گا جبکہ لڑکی لڑکے کو دِل سے نہ مانے اور کسی کے ڈَر کی وجہ سے وہ زبان سے ہاں کردے، دِل اس کا نہ چاہے؟ کیا اسلام میں لڑکی کو اپنی رائے کا حق نہیں؟ اور اگر یہ نکاح نہیں ہوتا اور شادی کے بعد یہ اپنے شوہر سے ملتی ہو تو اس کا گنہگار کون ہوگا والدین یا لڑکی؟

ج...... اگر لڑکی نے زبان سے ''ہاں'' کہہ دی تو نکاح ہوجائے گا، اور اگر پوچھنے پر خاموش رہی تب بھی ہوجائے گا، اور اگر انکار کردیا تو نہیں ہوگا۔ اسلام میں لڑکی کی رائے کا احترام ہے اور اس کی منظوری کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ اور والدین کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی کی رائے کو ملحوظ رکھیں اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی پر ٹھونسنے کی کوشش نہ کریں، لیکن اگر لڑکی اپنی

خواہش کے خلاف محض والدین کی عزّت کی خاطر والدین کی تجویز پر ہاں کردے تو نکاح ہوجائے گا۔

گونگے کی رضامندی کس طرح معلوم کی جائے؟

س...... ایک لڑکی پیدائشی گونگی، بہری، نابینا ہے، یعنی نہ دیکھ سکتی ہے، نہ سن سکتی ہے اور نہ بول سکتی ہے۔ اب وہ جوان ہوگئی اس کی شادی کا مسئلہ ہوا، تو اس کی رضامندی کیسے پتا چلے گی؟

ج...... گونگا اشاروں کے ذریعہ اپنی رضامندی و ناراضی کا اظہار کرسکتا ہے، اور اشاروں سے اس کو بات سمجھائی جاسکتی ہے۔

نکاح میں غلط ولدیت کا اظہار

س...... ایک شخص نے ایک لڑکا گود لیا، جب لڑکے کی شادی ہوئی تو اس شخص نے جس نے لڑکا گود لیا ہے، نکاح نامے پر لڑکے کی اصل ولدیت کے بجائے اپنا نام لکھوادیا، جبکہ لڑکے کا اصل والد بھی نکاح کے وقت موجود تھا، سوال یہ ہے کہ کیا لڑکے کا نکاح ہوگیا ہے؟

ج...... غلط ولدیت نہیں لکھوانی چاہئے تھی، تاہم اگر مجلسِ نکاح کے حاضرین کو معلوم تھا کہ فلاں لڑکے کا نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہوگیا۔

قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں بنتی

س...... میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں، اتنی محبت کہ میں نے رُوحانی طور پر اسے اپنی بیوی مان لیا ہے، اور کچھ عرصہ پہلے قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی بیوی مانا ہے، آپ بتائیے کہ کیا وہ لڑکی ایسا کرنے سے میری بیوی ہوگئی؟ اگر نہیں تو کیا کہیں اور شادی کرتے وقت مجھے اسے طلاق دینا ہوگی یا اس کی کوئی عدّت وغیرہ کرنی ہوگی؟

ج...... قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر بیوی ماننے سے بیوی نہیں ہوجاتی، چونکہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھنے سے دونوں کا نکاح نہیں ہوا اس لئے اس لڑکی کا نکاح دُوسری جگہ جائز ہے، اور آپ بھی والدین کی خواہش کے مطابق شادی کرسکتے ہیں۔ البتہ قرآنِ کریم پر ہاتھ رکھ کر آپ نے جو قسم کھائی تھی وہ ٹوٹ جائے گی لہٰذا نکاح کے بعد دونوں اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیں۔

خدا کی کتاب اور خدا کے گھر کو بیچ میں ڈالنے سے نکاح نہیں ہوتا

س...... میں بنگلہ دیش میں رہتی تھی، ہمارا چھوٹا سا خاندان تھا، وہ سب جنگ میں مارا گیا، میں نے ایک گھر میں نوکری کرلی، وہاں ایک ڈرائیور تھا، بہت شریف خاندانی اور پڑھا لکھا۔ ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہم شادی کرلیتے ہیں، ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ خدا کی کتاب اور اللہ کا گھر ہے، اس کے سامنے کھڑے ہوکر ہم نے خدا کے سامنے وعدہ کیا کہ: ''اے اللہ! ہم دونوں کا نکاح قبول فرما۔'' پھر ہم دونوں نے ازدواجی زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ ہمارا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا ہے تو وہ طریقہ بتلائیں کہ کسی طرح سے ہمارا نکاح ہوجائے۔

ج......آپ نے جس طرح نکاح کیا ہے، اس طرح نکاح نہیں ہوتا، دو مسلمان عاقل بالغ گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کرنا ضروری ہے، موجودہ حالات میں تو آپ دونوں غلط کاری میں مبتلا ہیں، اگر آپ کسی عالم کے پاس جانے سے بھی شرماتے ہیں تو کم از کم دو مسلمان عاقل بالغ گواہوں کو بٹھا کر ان کے سامنے نکاح کا ایجاب و قبول کرلیجئے اور مہر بھی مقرّر کرلیجئے۔

نکاح اور رُخصتی کے درمیان کتنا وقفہ ہونا ضروری ہے؟

س...... کسی لڑکی کے نکاح اور رُخصتی میں زیادہ سے زیادہ کتنا وقفہ جائز ہے؟ بشرطیکہ کوئی معقول شرعی عذر موجود نہ ہو، صرف جہیز وغیرہ کے انتظامات کا مسئلہ ہو۔

ج......شریعت نے کوئی کم سے کم وقفہ تجویز نہیں کیا، البتہ جلدی رُخصتی کی ترغیب دی ہے، اس لئے جہیز کی وجہ سے رُخصتی کو ملتوی کرنا غلط ہے۔

رُخصتی کتنے سال میں ہونی چاہئے؟

س......لڑکی کی رُخصتی کردی جاتی ہے جبکہ لڑکے کی عمر صرف ۱۶ سال، لڑکی عمر ۱۴ یا ۱۵ سال ہوتی ہے، اس عمر میں رُخصتی کے انتہائی تباہ کن نتائج دیکھنے میں آئے ہیں جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔ آپ مہربانی فرماکر یہ بتایئے کہ اتنی کم عمر میں رُخصتی جائز ہے؟

ج……شرعاً جائز ہے، اور کوئی خاص رُکاوٹ نہ ہو تو لڑکے لڑکی کے جوان ہوجانے کے بعد اسی میں مصلحت بھی ہے، ورنہ بگڑے ہوئے معاشرے میں غلط کاریوں کے نتائج اور بھی تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔ حلال کے لئے ''تباہ کن نتائج'' (جو محض فرضی ہیں) پر نظر کرنا اور حرام کے ''تباہ کن نتائج'' (جو واقعی اور حقیقی ہیں) پر نظر نہ کرنا، فکر و نظر کی غلطی ہے۔

بغیر ولی کی اجازت کے نکاح

ولی کی رضامندی صرف پہلے نکاح کے لئے ضروری ہے

س……ایک لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی، اس نے عدّت کے بعد تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح کیا، اس نے بھی طلاق دے دی، اور عدّت گزرنے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے نکاح کرلیا، دوبارہ نکاح میں لڑکی کے رشتہ دار شامل نہ ہوسکے کیونکہ صرف ماں راضی تھی گو بھائی شامل نہ ہوں اور گواہ میں کوئی دُوسرے شامل ہوں تو نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟

ج……جو صورت آپ نے لکھی ہے اس کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح صحیح ہے، خواہ بھائی یا رشتہ دار اس نکاح میں شامل نہ ہوئے ہوں تب بھی یہ نکاح صحیح ہے۔ اولیاء کی رضامندی پہلی بار نکاح کے لئے ضروری ہے، اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کے لئے ضروری نہیں، کیونکہ وہ ایک بار اس شوہر سے نکاح پر رضامندی کا اظہار کرچکے ہیں۔ بلکہ اگر لڑکی پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کو اس سے روکنے کی قرآنِ کریم میں ممانعت آئی ہے، اس لئے اگر بھائی راضی نہیں تو وہ گنہگار ہیں، لڑکی کا نکاح پہلے شوہر سے صحیح ہے۔

باپ کی غیر موجودگی میں بھائی لڑکی کا ولی ہے

س……جب مسلمان کے گھر میں لڑکی جوان ہوجائے اور اس کے لئے مناسب رشتے بھی آتے ہوں لیکن لڑکی کے ماں باپ بضد ہیں کہ ہم لڑکی کا بیاہ نہیں کریں گے اور اس کے

بَرخلاف لڑکی کا بڑا بھائی کہتا ہے کہ بہن کی شادی کردینی چاہئے لیکن ماں بالکل نہیں مانتی کہ میں بیٹی کی شادی نہیں کرنے دُوں گی اور لڑکی گھر پر بیٹھی رہے گی۔ اس ضمن میں لڑکی کے ماں باپ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اور لڑکی کا بھائی اصرار کرتا ہے کہ لڑکی کی شادی ضرور ہوگی، لیکن ماں باپ نہیں مانتے، تو اَب لڑکی کے بھائی کا خاموش رہنا بہتر ہے یا کہ سختی سے اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہئے؟

ج……لڑکی کے بھائی کا موقف صحیح ہے، والدین اگر بلاوجہ تأخیر کرتے ہیں تو گنہگار ہیں، اور اگر باپ نہیں صرف ماں ہے تو لڑکی کا ولی حقیقی بھائی ہے، وہ لڑکی کی رضامندی سے عقد کراسکتا ہے، ماں کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔

''ولی'' اپنے نابالغ بہن بھائیوں کا نکاح کرسکتا ہے لیکن جائیداد نہیں ہڑپ کرسکتا

س……اولاد کا ''ولی'' باپ ہوتا ہے، باپ کی وفات کے بعد بڑا بھائی ''ولی'' ہوگا، میں سب سے چھوٹا بھائی ہوں، شادی شدہ ہوں اور پانچ بچے بھی ہیں، والد کی وفات کے بعد سے میرا سب سے بڑا بھائی اور سب سے بڑی بیوہ بہن اس حد تک ''ولایت'' جگاتے رہے ہیں کہ پوری وراثت (جائیداد) پر قابض ہیں۔ میری بیوی بچوں کو آنے بہانے جھگڑے کھڑے کرکے ایک سال سے زائد عرصہ ہوا میرے سسرال بھجوانے پر مجبور کردیا۔ شاید اس کا گناہ مجھ پر بھی ہو کہ مار پیٹ کا ظلم بیوی پر میں نے کیا۔ میری بڑی بہن اور بڑے بھائی کی توقعات میرے سسرال والوں سے ان کے لڑکوں کے رشتوں کے لئے ہیں، جس دباؤ کے سبب مجھ سے بھی اپنی بیوی پر سختی کراتے ہیں، میرے بڑے بھائی بہن کی بیٹیاں جوان ہیں، کیا مجھے ان کی بات (حکم) ماننا چاہئے؟ کیا میرا بھائی بڑا ہونے کے سبب شرعی ''ولی'' ہے کہ اس کی ہر اچھی بُری بات میں مان لوں؟

ج……''ولی'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نابالغ بہن بھائیوں کا نکاح کرسکتا ہے، یہ مطلب نہیں کہ وہ جائیداد پر قابض ہوکر بیٹھ جائے یا اپنے بھائی کی بیوی کو سسرال بھجوادے۔

فہرست

آپ اپنے بھائی سے الگ رہائش اختیار کریں اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھیں۔

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کی شادی کی نوعیت

س...... محترم! کیا دِینِ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایک بالغ لڑکی اپنی پسند کے مطابق کسی لڑکے سے شادی کرسکے، جبکہ والدین جبراً کسی دُوسری جگہ چاہتے ہوں، جہاں لڑکی تصوّر ہی نہ کرسکے اور مرجانا پسند کرے؟

ج...... لڑکی کا والدین سے بالا بالا نکاح کرلینا شرافت و حیا کے خلاف ہے، تاہم اگر اس نے نکاح کرلیا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ لڑکا اس کی برادری کا تھا اور تعلیم، اخلاق، مال وغیرہ میں بھی اس کے جوڑ کا تھا، تب تو نکاح صحیح ہوگیا، والدین کو بھی اس پر راضی ہونا چاہئے کیونکہ ان کے لئے یہ نکاح کسی عار کا موجب نہیں، اس لئے انہیں خود ہی لڑکی کی چاہت کو پورا کرنا چاہئے۔

دُوسری صورت یہ ہے کہ وہ لڑکا خاندانی لحاظ سے لڑکی کے برابر کا نہیں (اس میں بھی کچھ تفصیل ہے)، یا ہے تو اس کی برادری کا، مگر عقل و شکل، مال و دولت، تعلیم اور اخلاق و مذہب کے لحاظ سے لڑکی سے گھٹیا ہے، تو اس صورت میں لڑکی کا اپنے طور پر نکاح کرنا شرعاً لغو اور باطل ہوگا، جب تک والدین اس کی اجازت نہ دیں۔ آج کل جو لڑکیاں اپنی پسند کی شادیاں کرتی ہیں، آپ دیکھ لیجئے کہ وہ اس شرعی مسئلے کی رعایت کہاں تک کرتی ہیں...؟

فہرست

والد یا دادا کے ہوتے ہوئے بھائی ولی نہیں ہوسکتا

س...... میں نے اپنی مرضی سے غیر برادری کے ایک شخص سے جو قبول صورت، صحت مند و دولت مند ہے، تعلیم میں مجھ سے کم ہے، اس نے ایک ہزار میرا حق مہر باندھا ہے، والدین سے چھپ کر نکاح کرلیا۔ میرے بھائی نے جو بالغ ہے، میری طرف سے شرکت کی۔ کیا یہ نکاح باطل ہے یا صحیح ہے؟ کیونکہ وہ اب مجھ سے ملنا چاہتا ہے مگر ابھی تک میں انکار کر رہی ہوں؟

ج...... اگر آپ کے والد یا دادا زندہ ہیں اور انہوں نے اس پر رضامندی ظاہر نہیں کی ہے تو نکاح باطل ہے، اور اگر باپ دادا موجود نہیں تو آپ کے بھائی ولی ہیں اور بھائی کی شرکت کی

وجہ سے نکاح صحیح ہے۔

بغیر گواہوں کے اور بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں ہوتا

س…… میں ایک کنواری، عاقل، بالغ، حنفی، سنی مسلمان لڑکی ہوں، میں نے ایک لڑکے سے خفیہ نکاح کرلیا ہے، نکاح اس طرح ہوا کہ لڑکے نے مجھ سے تین بار کہا کہ اس نے مجھے بہ عوض پانچ سو روپیہ حق مہر شرعی محمدی کے بموجب اپنے نکاح میں لیا، میں نے تینوں بار قبول کیا۔ اس ایجاب وقبول کا کوئی وکیل، کوئی گواہ نہیں۔ کسی مجبوری کے تحت ہم نکاح کی تشہیر بھی نہیں چاہتے۔ کیا شرعاً یہ نکاح منعقد ہوگیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیسے ہوگا؟ براہ کرم آپ کا جواب خالصتاً فقہ کی رُو سے ہونا چاہئے۔

ج…… یہ نکاح دو وجہ سے فاسد ہے، اوّل یہ کہ نکاح کے صحیح ہونے کے لئے دو عاقل بالغ مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری شرط ہے، اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، حدیث میں ہے:

”البغایا اللاتی ینکحن أنفسهن من غیر بینة.“

(البحر الرائق ج:۳ ص:۹۴)

ترجمہ:……”وہ عورتیں زانیہ ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کرلیتی ہیں۔“ (مشکوٰۃ شریف، البحر الرائق ج:۳ ص:۹۴)

دُوسری وجہ یہ ہے کہ والدین کی اطلاع واجازت کے بغیر خفیہ نکاح عموماً وہاں ہوتا ہے جہاں لڑکا، لڑکی کے جوڑ کا نہ ہو۔ اور ایسی صورت میں والدین کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

”عن عائشة رضی الله عنها أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: أیما المرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل، فنکاحها باطل، فنکاحها باطل.“

(مشکوٰۃ شریف ص:۲۷۰)

ترجمہ:……”جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح

فہرست

باطل ہے۔“ (مشکوٰۃ شریف، البحرالرائق ج:۳ ص:۱۱۸)

بہرحال آپ کا نکاح نہیں ہوا، آپ دونوں الگ ہوجائیں، اور اگر میاں بیوی کا تعلق قائم ہوچکا ہے تو اس لڑکے کے ذمہ آپ کا مقرّر کردہ مہر پانچ سو روپیہ لازم نہیں، بلکہ اس کے ذمہ مہرِ مثل لازم ہے۔ مہرِ مثل سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کی لڑکیوں کا جتنا مہر عموماً رکھا جاتا ہے اتنا دِلوایا جائے۔ بہرصورت آپ دونوں الگ ہوجائیں اور توبہ کریں۔

لڑکے کے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح

س...... ایک لڑکا، لڑکی کو پسند کرتا ہے، اور اپنے گھر والوں سے رشتہ مانگنے کے لئے کہتا ہے، مگر گھر والے محض اس لئے لڑکی کا رشتہ نہیں چاہتے کہ وہ اُونچے گھرانے سے تعلق نہیں رکھتی، حالانکہ لڑکی ہر طرح سے شریف ہے، پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھتی ہے۔ کیا شریعت کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟ یعنی ایسی شادی میں لڑکی کے گھر والے شامل ہوں گے، مگر لڑکے والے نہیں۔

ج...... اگر لڑکی کے والدین رضامند ہوں تو نکاح جائز ہے، لڑکے کے والدین کی رضامندی کوئی ضروری نہیں۔

ولی کی اجازت کے بغیر اغوا شدہ لڑکی سے نکاح

س...... کسی شخص نے کسی بالغہ لڑکی کو اغوا کرکے دو گواہوں کی موجودگی میں مہر مقرّر کرکے نکاح کرلیا ہے، جبکہ یہ نکاح دونوں کے والدین و رشتہ داروں کے لئے بدنامی کا باعث ہے، نیز دونوں ہم کفو بھی نہیں، کیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

ج...... دُوسرے ائمہ کے نزدیک تو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہوتا ہی نہیں، اور ہمارے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفو میں تو ہوجاتا ہے اور غیرِ کفو میں دو روایتیں ہیں، فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح نہیں ہوتا۔ اس لئے اغوا شدہ لڑکیاں جو غیرکفو میں والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح کرلیتی ہیں، چاروں فقہائے اُمت کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق ان کا نکاح فاسد ہے۔

فہرست

عائلی قوانین کے تحت غیرکفو میں نکاح کی حیثیت

س...... حکومتِ پاکستان کے عائلی قوانین کی رُو سے ایک بالغہ لڑکی اور لڑکا عمر سرٹیفکیٹ اور کورٹ سرٹیفکیٹ حاصل کرکے، بغیر والدین و رشتہ داروں کی رضامندی کے غیرکفو میں نکاح کرسکتے ہیں، یہ ان کا قانون ہے، آیا ایسا نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج...... عائلی قوانین کی کئی دفعات اسلام کے خلاف ہیں، اور غیراسلامی قانون کے مطابق عدالتی فیصلہ شرعی نقطۂ نظر سے کالعدم متصوّر ہوتا ہے، اس لئے ایسے نکاحوں کا بھی وہی حکم ہے جو اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔

اپنی مرضی سے غیرکفو میں شادی کرنے پر ماں کے بجائے ولی عصبہ کو اعتراض کا حق ہے

س...... مارچ ۱۹۸۶ء کے ڈائجسٹ میں مضمون ''شادی کیوں'' کے مطالعے کا موقع ملا، دورانِ مطالعہ یہ مسئلہ نظر سے گزرا کہ لڑکی خود اگر اپنی مرضی سے شادی کرلے تو نکاح ہوجاتا ہے، لیکن اگر اس کی ماں یا ولی وارث اور سرپرست کو اس نکاح پر کفو کا اعتراض ہے کہ اپنے جوڑ میں شادی نہیں ہے تو اسلامی عدالت میں اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔ اور اگر حقیقت میں یہ ثابت ہوجائے کہ اس لڑکی نے ماں باپ کی مرضی کے خلاف غیرکفو میں شادی کی ہے تو قاضی اس نکاح کو فسخ کردے گا۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ ظاہر الروایہ کا یہ مسئلہ غیرمفتیٰ بہ ہے، علماء میں سے متأخرین احناف نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے، اب مفتیٰ بہ یہی ہے کہ اگر بالغ لڑکی ولی عصبہ کی رضا کے بغیر غیرکفو میں نکاح کرے تو وہ نکاح اصلاً منعقد ہی نہیں ہوتا، اس کی تفصیلات کتبِ فقہ وفتاویٰ میں موجود ہیں۔

دُوسری بات اس میں قابلِ تصحیح یہ ہے کہ ماں کو اس صورت میں ظاہر الروایہ کے مطابق نہ اعتراض کا حق ہے اور نہ ہی اس کی عدمِ رضا معتبر ہے، تو مضمونِ مذکور میں ماں کا لفظ قابلِ حذف ہے، صحیح یہ ہے کہ صرف ولی عصبہ کو غیرکفو میں نکاح کرنے پر ظاہر الروایہ کے مطابق حقِ اعتراض حاصل ہے۔ اور یہ بات پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ متأخرین

فہرست

احناف نے اس مسئلے میں روایت حسنؒ عن ابی حنیفہؒ کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔

ج…… جناب کی یہ تنقید صحیح ہے، غیر کفو میں ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا، لہٰذا ایسا نکاح کالعدم اور لغو تصوّر کیا جائے گا، اس کو فسخ کرانے کے لئے ولی کو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں۔ یہی مفتیٰ بہ قول ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ ماں ولی نہیں، عصبات علی الترتیب ولی ہیں، مضمون نگار کو ان دونوں مسئلوں میں سہو ہوا ہے۔

نوٹ:…… عصبہ ان وارثوں کو کہا جاتا ہے جن کا وراثت میں کوئی حصہ مقرّر نہیں ہوتا بلکہ حصے والوں کے حصے ادا کرنے کے بعد جو مال باقی رہ جاتا ہے وہ ان کو دے دیا جاتا ہے، اور یہ عصبات علی الترتیب چار ہیں:

ا:…… میّت کے فروع یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک۔

۲:…… میّت کے اُصول یعنی باپ یا دادا، پَردادا اُوپر تک۔

۳:…… باپ کی اولاد یعنی بھائی، بھتیجے، بھتیجوں کی اولاد۔

۴:…… دادا کی اولاد، یعنی چچا، چچا کے لڑکے، پوتے۔

یہی عصبات علی الترتیب لڑکی کے نکاح کے لئے اس کے ولی ہیں۔

ولد الحرام سے نکاح کے لئے لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی شرط ہے

س…… ایک شخص نے شادی شدہ عورت اغوا کی تھی، جب اس نے عورت اغوا کی تھی تو اس کا کوئی بچہ وغیرہ نہ تھا، اور نہ ہی وہ حاملہ تھی۔ اس عورت کے اغوا کے دوران ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور ان کی پیدائش کے بعد اغوا کنندہ کا عقدِ نکاح کیا گیا اور پہلے خاوند نے طلاق دے دی اور اغوا کنندہ کو شرعی طور پر تعزیر دی گئی۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو بچہ اغوا کے دوران پیدا ہوا ہے، کیا اس لڑکے کا ایک نہایت شریف اور یتیم لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ حالانکہ وہ اغوا کنندہ کے نکاح کرنے سے پہلے پیدا ہوا ہے۔

ج…… لڑکی اور لڑکی کے اولیاء اگر اس نکاح پر راضی ہوں تو نکاح ہوسکتا ہے، اور اگر ان میں

فہرست

سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو نکاح صحیح نہیں۔

اگر والدین کورٹ کے نکاح سے خوش ہوں تو نکاح صحیح ہے

س......لڑکا، لڑکی کی حیثیت کے برابر ہے، لڑکی کے والدین اس نکاح سے خوش ہیں، لیکن یہ نکاح کورٹ کے ذریعہ ہوا ہے، تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

ج......صحیح ہے، بشرطیکہ نکاح کی دیگر شرائط کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

والدین کی رضامندی کے بغیر نکاح سرے سے ہوتا ہی نہیں، چاہے وکیل کے ذریعہ ہو یا عدالت میں

س......اگر لڑکا، لڑکی اپنی رضامندی سے شادی کرنا چاہتے ہوں، والدین آڑے ہوں اور لڑکی، لڑکا کورٹ نہ جاسکتے ہوں تو کیا کسی وکیل کے پاس جاکر دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد کیا جاسکتا ہے؟

ج......عام طور پر ایسے نکاح جن میں والدین کی رضامندی شامل نہ ہو، یا والدین کے لئے ہتکِ عزّت کے موجب ہوں وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتے، خواہ وکیل کے ذریعے سے ہوں یا عدالت میں ہوں۔

نکاح کا وکیل

لڑکے کی عدم موجودگی میں دُوسرا شخص نکاح قبول کرسکتا ہے

س...... کیا لڑکے کی عدم موجودگی میں اس کا والد یا وکیل لڑکے کی جانب سے نکاح قبول کرسکتا ہے؟ جبکہ ہمارے علاقے میں ایسا عام کیا جاتا ہے، بعد میں وہ لڑکے سے قبول کروالیتا ہے۔

ج......کسی دُوسرے کی جانب سے وکیل بن کر ایجاب و قبول کرنا صحیح ہے، اب اگر لڑکے نے

فہرست

اس کو ''نکاح کا وکیل'' بنایا تھا تب تو وکیل کا ایجاب وقبول خود اس لڑکے کی طرف سے ہی سمجھا جائے گا، بعد میں لڑکے سے قبول کرانے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر لڑکے نے وکیل مقرّر نہیں کیا تھا، کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر ہی وکیل بن گیا اور اس نے لڑکے کی طرف سے ایجاب وقبول کرلیا تو اس کا کیا ہوا نکاح لڑکے کی اجازت پر موقوف ہے، اگر لڑکا اس کو برقرار رکھے تو نکاح صحیح ہوگا، اور اگر مسترد کردے تو نکاح ختم ہوگیا۔

دُولہا کی موجودگی میں اس کی طرف سے وکیل قبول کرسکتا ہے

س…… اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے وقت موجود ہو اور وہ نکاح کی مجلس میں نہ بیٹھے تو اس شخص کا نکاح اس کا بھائی یا کوئی سرپرست اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرسکتا ہے؟

ج…… اگر کوئی شخص اس کی طرف سے وکیل بن کر قبول کرلے تو نکاح ہوجائے گا۔

کیا ایک ہی شخص لڑکی، لڑکے دونوں کی طرف سے قبول کرسکتا ہے؟

س…… اگر کسی شادی میں لڑکی کا باپ نکاح میں کہے کہ: ''میں لڑکی کے والد کی حیثیت سے اپنی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کرتا ہوں'' پھر کہے کہ: ''لڑکے کے سرپرست کی حیثیت سے میں قبول کرتا ہوں''، تین بار کہے تو کیا نکاح ہوگیا یا کہ نہیں؟

ج…… جو شخص لڑکے اور لڑکی دونوں کی جانب سے وکیل یا ولی ہو، اگر وہ یہ کہہ دے کہ: ''میں نے فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کردیا'' تو نکاح ہوجاتا ہے۔ یعنی اس بات کی بھی ضرورت نہیں کہ ایک بار یوں کہے کہ: ''میں فلاں لڑکی کا فلاں لڑکے سے نکاح کرتا ہوں''، اور دُوسری بار یوں کہے کہ: ''میں اس لڑکے کی طرف سے قبول کرتا ہوں''، اور تین بار دہرانے کی بھی ضرورت نہیں، صرف ایک بار گواہوں کے سامنے کہہ دینے سے نکاح ہوجائے گا۔

بالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہے

س…… لڑکے کی عمر تقریباً بیس بائیس سال ہے، لڑکی کی عمر اٹھارہ تا بیس سال ہے، دونوں عاقل بالغ شرعی اعتبار سے خودمختار ہیں، ان کا نکاح اس طرح کرایا گیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے

فہرست

کے باپ کو مولوی صاحب نے اس طور سے ایجاب وقبول کرایا کہ لڑکی کے باپ سے مولوی صاحب نے پوچھا کہ: ''تم نے اپنی لڑکی بہ عوض حق مہران صاحب کے بیٹے کے نکاح میں دی؟'' انہوں نے جواب دیا کہ: ''میں نے دی!'' لڑکے کے باپ سے پوچھا کہ: ''تم نے اپنے لڑکے کے واسطے قبول کی؟'' انہوں نے کہا: ''قبول کی!'' اس کے بعد لڑکا اور لڑکی ہر دو کے والدین نے اپنے بچوں کو اس نکاح سے مطلع نہیں کیا، اب لڑکا علیحدہ زندگی بسر کر رہا ہے، اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نکاح ہوا یا نہیں؟

ج…… یہ نکاح تو ہوگیا، مگر لڑکے اور لڑکی دونوں کی اجازت پر موقوف رہا، اطلاع ہونے کے بعد اگر دونوں نے قبول کرلیا تھا تو نکاح صحیح ہوگیا، اور اگر ان میں سے کسی ایک نے انکار کردیا تھا تو نکاح ختم ہوگیا۔

نکاح نامے پر صرف دستخط

س…… وکیل اور گواہان لڑکی کے پاس گئے اور موجودہ قوانین کے مطابق صرف نکاح نامے کے رجسٹر پر لڑکی کا دستخط لے لیا، وکیل نے لڑکی سے کوئی بات نہ کہی، نہ لڑکے کا نام لیا، نہ مہر کی رقم بتائی، نہ خود کو وکیل گردانا، نہ نکاح پڑھانے کی اجازت لی، صرف دستخط لے کر نکاح خواں کے پاس لوٹ آئے، اور دونوں گواہوں نے بھی صرف دستخط کرتے ہی دیکھا، سنا کچھ بھی نہیں، اور ایسی ہی حالت میں نکاح خواں نے بھی بغیر گواہوں سے دریافت کئے نکاح پڑھا دیا اور لڑکی بھی رُخصت ہوکر سسرال چلی گئی، کیا شرعاً نکاح ہوگیا؟ اور اگر نہیں ہوا تو کیا صورتِ حال سامنے آئے گی؟

ج…… نکاح کے فارم میں یہ ساری تفصیلات درج ہوتی ہیں، جنھیں پڑھ کر لڑکی نکاح کی منظوری کے دستخط کرتی ہے، اس لئے نکاح کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اجنبی اور نامحرَم مردوں کو لڑکی کے پاس وکیل بنا کر بھیجنا خلافِ غیرت ہے

س…… ہمارے یہاں رواج ہے کہ جب کسی گھر میں لڑکی کی منگنی کی جاتی ہے تو دس بیس آدمی یا کم وبیش لڑکے کے گھر والوں کی طرف سے لڑکی والے کے گھر جاتے ہیں، ساتھ ہی

فہرست

کافی مقدار میں مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لئے کئی جوڑے کپڑے اور جوتے، انگوٹھی لڑکی کو پہناتے ہیں، جو تھوڑی دیر کے بعد اُتار دیتے ہیں۔ اس کے بعد لڑکے والوں کی آمد و رفت خلافِ معمول کسی تکلف کے بغیر رہتی ہے، پھر شادی سے دو چار دن پہلے لڑکی کو کچھ مستورات لڑکے کے گھر سے آکر مایوں بٹھاتی ہیں اور لڑکی کے والدین لڑکی کے لئے جہیز وغیرہ بناتے ہیں۔ غرض مدعا یہ ہے کہ یہ سب باتیں ہوتی ہیں اور لڑکی کو اپنے رشتے اور نسبت کا پورا پورا علم ہوتا ہے اور وہ تمام معاملے میں خاموش رہتی ہے۔ اور ان تمام باتوں کو لڑکی منظور کرتی ہے، اس کی صاف دلیل یہ ہے کہ لڑکی کسی بات پر انکار نہیں کرتی تو بوقتِ نکاح بعض حضرات لڑکی کے پاس اجازت کے لئے دو گواہ بھیجتے ہیں جو کہ غیر محرَم ہوتے ہیں اور غیر محرَم عورتوں میں بلا جھجک جاتے اور لڑکے سے اجازتِ نکاح اور وکیل کا سوال کرتے ہیں، اکثر و بیشتر لڑکی خود نہیں بولتی، پڑوس والی عورتوں میں سے کوئی عورت کہہ دیتی ہے کہ لڑکی نے فلاں کو وکیل مقرّر کیا ہے، جبکہ لڑکی کا باپ، بھائی، چچا وغیرہ مجلس میں موجود ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسے نام بھی وکالت کے لئے سامنے آتے ہیں جن کی ولیٔ اَقرب کی موجودگی میں وکالت جائز بھی نہیں ہوتی، کیا یہ سب کچھ جائز ہے؟

ج...... اجنبی اور نامحرَم لوگوں کا لڑکی کے پاس اجازت کے لئے جانا خلافِ غیرت ہے، معلوم نہیں لوگ اس خلافِ غیرت و حیا رسم کو کیوں سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں؟ باپ لڑکی کا ولی ہے، وہی اس کی جانب سے نکاح کرنے کا وکیل اور مجاز بھی ہے، البتہ رشتہ طے کرنے اور مہر وغیرہ کے سلسلے میں لڑکی سے مشورہ ضرور ہونا چاہئے، اور یہ مشورہ لڑکی کی والدہ اور دُوسری مستورات کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اور آج کل تو نکاح کے فارم میں تمام اُمور کا اندراج ہوتا ہے، نکاح کے فارم پر دستخط کرنے سے لڑکی کی اجازت بھی معلوم ہوجاتی ہے، اس لئے اجنبی نامحرَم اَشخاص کو دُلہن کے پاس بھیجنے (اور ان کے دُلہن سے بے حجابانہ ملنے) کی رسم قطعاً موقوف کردینی چاہئے، شادی کی تیاری کے باوجود کنواری لڑکی کا اس پر خاموش رہنا اس کی طرف سے اجازت ہے۔

نابالغ اولاد کا نکاح

نابالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح جائز ہے

س......عرض یہ ہے کہ ہماری برداری میں لڑکے یا لڑکی ابھی چار پانچ سال کے بھی نہیں ہوتے کہ ان کی شادی کردی جاتی ہے، جب وہ جوان ہوتے ہیں تو ان کی رُخصتی کردیتے ہیں۔ لڑکے یا لڑکی کی طرف سے ایجاب وقبول ان کے والدین کرتے ہیں جبکہ لڑکے یا لڑکی کی رضامندی نہیں ہوتی۔ اس طرح کی شادیاں ہمارے اسلام میں جائز ہیں یا نہیں؟

ج......نابالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح ان کے ولی کے ایجاب وقبول کے ساتھ صحیح ہے، اور بالغ ہونے کے بعد باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار ان کو نہیں۔

بالغ ہوتے ہی نکاح فوراً مسترد کرنے کا اختیار

س......کیا نابالغ لڑکی کا نکاح نابالغ لڑکے سے ہوجاتا ہے، جبکہ وہ دونوں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اپنی والدہ کا دُودھ پی رہے ہوتے ہیں؟ بعض خاندانوں میں ایسے نکاح کا رواج عام ہے، اور اس نکاح کے تمام فرائض لڑکی کی ماں اور لڑکے کا باپ انجام دیتا ہے، کیا یہ نکاح شریعت کی رُو سے جائز ہے؟

ج......نابالغی میں بچوں کا نکاح نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کے رُجحان کا لحاظ کرتے ہوئے کرنا چاہئے۔ تاہم بعض اوقات والدین اَز راہِ شفقت اسی میں بھلائی دیکھتے ہیں کہ نابالغی میں بچے کا عقد کردیا جائے۔ اس لئے شریعت نے نابالغی کے نکاح کو بھی جائز رکھا ہے۔ پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نکاح باپ یا دادا نے کیا ہو تو بچوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار نہیں، بلکہ لڑکا اگر اس رشتے کو پسند نہیں کرتا تو طلاق دے سکتا ہے، اور اگر لڑکی پسند نہیں کرتی تو خلع لے سکتی ہے۔ اور اگر باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغ

فہرست

کا نکاح کردیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اس نکاح کے رکھنے یا مسترد کرنے کا اختیار ہے، مگر اس کے لئے یہ ضروری شرط ہے کہ جس مجلس میں وہ بالغ ہوئے ہوں، اسی مجلس میں بالغ ہوتے ہی اس کو مسترد کردیں۔ اور اگر بالغ ہونے کے بعد فوراً اسی مجلس میں نکاح کو مسترد نہیں کیا، بلکہ مجلس کے برخاست ہونے تک خاموش رہے تو نکاح پکا ہوجائے گا، بعد میں اس کو مسترد نہیں کرسکتے۔

نابالغی کا نکاح اور بلوغت کے بعد اختیار

س…… ہمارے گاؤں میں نکاح کا ایک طریقہ رائج ہے، جو کہ کم و بیش ہی پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ لڑکا اور لڑکی ابھی چھوٹی عمر کے ہی ہوتے ہیں یعنی بالکل نابالغ بچے ہوتے ہیں کہ ان کے والدین ان نابالغ بچوں کے نکاح کا آپس میں ایک معاہدہ کرلیتے ہیں۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ کیا یہ نکاح اسلام میں جائز ہے؟ ہماری مقامی زبان میں اسے ''جابہ قبولہ'' کہتے ہیں، کیونکہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ نکاح میں لڑکے اور لڑکی کا رضامند ہونا نہایت ہی ضروری ہے ورنہ جبراً نکاح نہیں ہوتا۔ اگر یہ جابہ قبولہ جائز ہے تو اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور یہ معاہدہ کون کرسکتا ہے؟ نیز بالغ ہونے پر لڑکے اور لڑکی کی رضامندی نہ ہو تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس معاہدہ یعنی جابہ قبولہ کا شریعت کی رُو سے نام کیا ہے؟

ج…… نابالغی کا نکاح جائز ہے، پھر اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور نے کرادیا تھا تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار ہوگا کہ وہ اسے رکھے یا مسترد کردے، مگر شرط یہ ہے کہ جس مجلس میں لڑکی بالغ ہو اسی مجلس میں اعلان کردے، ورنہ نکاح لازم ہوجائے گا اور بعد میں مسترد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اور باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو مسترد کرنے کا اختیار نہیں، اِلَّا یہ کہ واضح طور پر یہ نکاح اولاد کی رعایت و شفقت کی بنا پر نہیں بلکہ کسی لالچ کی بنا پر کیا ہو۔

باپ دادا کے علاوہ دُوسرے کا کیا ہوا نکاح لڑکی بلوغت کے بعد فسخ کرسکتی ہے

س…… مسماۃ زینب کا نکاح مسمّٰی زید سے اس وقت منعقد ہوا جب زینب بالغ نہیں تھی،

فہرست

چنانچہ زینب کی طرف سے زینب کے والدین کی عدم موجودگی میں زینب کے ماموں نے قبول کیا، دو سال بعد زینب بالغ ہوگئی، بلوغت کے ساتھ ہی زینب نے اس نکاح کو فسخ کرڈالا، اس صورت میں مسماۃ زینب کے لئے شرعاً و قانوناً دُوسرے شوہر کے نکاح میں جانے کا جواز ہے یا نہیں؟ جانے میں عدّت کا مسئلہ طے ہوگا کہ نہیں؟

ج…… نابالغ بچی کا نکاح اگر اس کے باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کردیا ہو تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد اختیار ہے، خواہ اس نکاح کو برقرار رکھے یا مسترد کردے۔ چونکہ زینب نے بالغ ہونے کے فوراً بعد اس نکاح کو، جو اس کے ماموں نے کیا تھا، مسترد کردیا اس لئے یہ نکاح فسخ ہوگیا، لڑکی دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے، چونکہ ماموں کا کیا ہوا نکاح رُخصتی سے پہلے ہی کالعدم ہوگیا اس لئے لڑکی کے ذمہ عدّت بھی نہیں۔

نابالغ لڑکی کا نکاح اگر باپ کردے تو بلوغت کے بعد اسے فسخ کا اختیار نہیں

س…… ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے کردیا تھا، پھر اس کا والد فوت ہوگیا، وہ لڑکی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی ہے، یہاں تک کہ اب بالغ ہے، اب لڑکے والے اصرار کرتے ہیں کہ لڑکی ہمارے ہاں رُخصتی کردو لیکن لڑکی کی ماں اور لڑکی نہیں مان رہی ہیں۔ اب کیا کیا جائے؟ اور لڑکے والے چھوڑ نہیں رہے ہے، اب عدالت میں لڑکے سے طلاق دِلوائی جائے یا لڑکی کو بھیج کر پھر وہ خود بخود طلاق دے دے یا مہر واپس کرکے طلاق لی جائے؟

ج…… جب نابالغ کا نکاح اس کے والد نے کردیا اور نکاح گواہوں کے سامنے ہوا تو یہ نکاح برقرار ہے، اور لڑکے والے اپنے مطالبے میں حق بجانب ہیں، اور لڑکی اور اس کی والدہ کا انکار صحیح نہیں، اب اگر لڑکی وہاں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اس کے شوہر سے طلاق لے لی جائے، اور اگر شوہر مہر معاف کرنے کے بدلے میں طلاق دینا چاہتا ہے تو مہر چھوڑ دیا جائے۔ لڑکے کو بھی چاہئے کہ جب لڑکی اس کے گھر آباد ہونا نہیں چاہتی تو خواہ مخواہ اس کو روک کر گنہگار نہ ہو، بلکہ خوش اُسلوبی سے طلاق دے کر فارغ کردے۔ بہرحال جب تک

لڑکے سے طلاق نہ لی جائے (خلع بھی طلاق ہی کی ایک شکل ہے) تب تک یہ نکاح قائم ہے، محض لڑکی کے یا لڑکی کی والدہ کے انکار کردینے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور لڑکی دُوسری جگہ عقد کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔

بچپن کے نکاح کے فسخ ہونے یا نہ ہونے کی صورت

س…… ایک لڑکی کے بچپن میں باپ نے ایک شخص کو عام طریقے سے کہہ دیا تھا کہ میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو دے دی۔ اب لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد عدالت میں بیان دیا ہے کہ میں اپنی مرضی سے شادی کروں گی، اس صورت میں پہلا نکاح ہوا یا نہیں؟

ج…… ''میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو دے دی'' کے الفاظ کبھی ''رشتے کا وعدہ'' یعنی منگنی کے لئے بولے جاتے ہیں، اور کبھی نکاح کے ایجاب وقبول کے لئے، اب فیصلہ طلب چیز یہ ہے کہ یہ الفاظ لڑکی کے والد نے کس حیثیت سے کہے تھے؟ اس کا فیصلہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ:

الف:…… جس مجلس میں یہ الفاظ کہے گئے اگر وہ مجلس لڑکے یا لڑکی کے نکاح کے لئے منعقد کی گئی تھی، قاضی کو بھی بلایا گیا تھا، گواہ بھی بلائے گئے تھے، مہر بھی مقرّر کیا گیا تھا، اور لڑکے لڑکی کے والدین نے اپنے بچوں کی طرف سے وکیل بن کر ایجاب وقبول بھی کیا تھا تو یہ ''نکاح'' ہوا۔ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے توڑنے کا اختیار نہیں، اور اس کا عدالت میں دیا ہوا بیان بھی بے محل ہے، اب اس کا حل یہ ہے کہ لڑکے سے باقاعدہ طلاق لی جائے۔

ب:…… دُوسری صورت یہ ہے کہ جس موقع پر یہ الفاظ کہے گئے تھے، نہ وہ نکاح کی مجلس تھی، نہ مہر کا ذکر تھا، نہ گواہ تھے تو ''میں نے اپنی لڑکی تمہارے لڑکے کو دے دی'' کے الفاظ محض وعدۂ نکاح یا منگنی شمار ہوں گے، اس لئے لڑکی کا وہاں شادی کرنے سے انکار صحیح ہے، کیونکہ جب ان الفاظ سے نکاح ہی نہیں ہوا، تو لڑکی کو عدالت میں جاکر بیان دینے کی ضرورت نہیں۔

فہرست

والد نے نابالغ لڑکی کا نکاح ذاتی منفعت کے بغیر کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد ختم کرنے کا اختیار نہیں

س……الف نے اپنی بچی کی بچپن ہی میں وکیل بن کر ب سے منگنی اور باقاعدہ نکاح کیا، مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رُخصتی ۱۲-۱۳ سال تک ممکن نہ تھی، مگر جب مذکورہ لڑکی جوان ہوگئی اور سمجھ دار ہوگئی تو اس نے ب سے رشتے کو پسند نہیں کیا اور صاف انکار کرگئی، تو کیا اس صورت میں لڑکی اس نکاح کو ختم کرسکتی ہے یا کہ نہیں؟ ختم کرسکتی ہو تو محض زبان سے یا عدالت سے رُجوع لڑکی کے لئے اَز روئے شریعت ضروری ہے؟

ج……اگر باپ نے اپنے کسی ذاتی مفاد کے لئے یہ نکاح نہیں کیا تھا تو لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں، اگر وہ اس گھر میں آباد نہیں ہونا چاہتی تو اپنے شوہر سے خلع لے سکتی ہے۔

کفو و غیرِ کفو

کفو کا کیا مفہوم ہے؟

س……کیا لڑکا اور لڑکی سِوِل میرج کرسکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ ''اگر دونوں ہر حیثیت سے برابر ہوں، تو نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔'' آپ ''ہر حیثیت سے برابر'' کی وضاحت کریں۔

ج……''لڑکا ہر حیثیت سے لڑکی کے برابر ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ دِین، دیانت، مال، نسب، پیشہ اور تعلیم میں لڑکا، لڑکی سے کم تر نہ ہو۔

فلسفۂ کفو و غیر کفو کی تفصیل

س……دو ایک سوال کے جواب میں نکاح کی بابت آپ نے جو کچھ فرمایا، جس کا نچوڑ یہ

فہرست

ہے کہ بالغ لڑکا اور لڑکی کا نکاح ان کے والدین کی مرضی کے خلاف ان کی عدم موجودگی میں صرف اسی صورت جائز ہوگا جب دونوں لڑکا اور لڑکی، برادری، تعلیم، اخلاق، مال، عقل و شکل میں (آپ کے الفاظ میں) ہم پلہ ہوں۔ قبلہ! جہاں تک اخلاق کی بات ہے وہ تو قابلِ فہم، باقی باتیں میری ناقص عقل میں نہیں آتیں۔ میں نے اب تک تو یہی پڑھا اور سنا ہے کہ مذہبِ اسلام میں کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر فوقیت حاصل نہیں، اور مسلمانوں کی حیثیت و مرتبہ کا تعین صرف تقویٰ، ایمان و اخلاق اور نیک اعمال سے ہوگا، نسل، برادری، وجاہت و دولت سے نہیں۔ اور جب یہ بات ہے تو بالغ مرد و عورت کے نکاح کے لئے مذکورہ بالا شرائط مثلاً: عقل و شکل، مال، برادری وغیرہ کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ (خواہ یہ نکاح والدین کی مرضی کے مطابق نہ ہو)۔ حضورِ والا! اگر کچھ اس پر روشنی ڈالیں تو مجھ کم علم کی اُلجھن دُور ہوجائے۔

ج…… جناب نے ''اسلامی مساوات'' کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، وہ بالکل دُرست اور بجا ہے۔ اسلام کسی کو کسی پر فخر کی اجازت نہیں دیتا، نہ رنگ و نسل، عقل و شکل اور برادری یا مال کو معیارِ فضیلت قرار دیتا ہے۔ لیکن اس پر بھی غور فرمائیے کہ ''نکاح'' اس مقدس رشتے کا نام ہے جو نہ صرف زوجین کو بلکہ ان کے تمام متعلقین کو بھی بہت سے حقوق و فرائض کا پابند کرتا ہے، اور ان تمام حقوق و فرائض کی ادائیگی نہ صرف میاں بیوی کی مکمل یکجہتی اور ہم آہنگی پر موقوف ہے بلکہ دونوں طرف کے اہلِ تعلق کے درمیان باہمی اُنس و احترام کو بھی چاہتی ہے۔

ادھر انسانی نفسیات کی کمزوری کا یہ عالَم ہے کہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ایسے حضرات ہوں گے جو صرف ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰکُمْ'' کے اُصول کو رشتۂ ازدواج میں کافی سمجھیں، اور ان کی نظر نہ لڑکے، لڑکی کی عقل و شکل پر جائے، نہ تعلیم و تہذیب پر، نہ رنگ و نسب پر، نہ جاہ و مال پر۔ رشتۂ ازدواج چونکہ محض ایک نظریاتی چیز نہیں، بلکہ زندگی کی امتحان گاہ میں ہر لمحہ اسے عملی تجربوں سے گزرنا ہوتا ہے اور اس رشتے سے بڑھ کر (اپنے عملی آثار و نتائج کے اعتبار سے) کوئی رشتہ اتنا نازک، اتنا طویل اور ایسے وسیع تعلقات اور ذمہ

فہرست

داریوں کا حامل نہیں۔ اس لئے اسلام نے ...جو صحیح معنوں میں دِینِ فطرت ہے... انسانی فطرت کی ان کمزوریوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا، اور نہ وہ ایسا کرسکتا تھا، اس لئے اس نے اپنے ''اُصولِ مساوات'' کے مطابق جہاں یہ فتویٰ دیا کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح، بلاتمیز رنگ ونسل، عقل وشکل اور مال ووجاہت ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے، وہاں اس نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اس عقد سے متأثر ہونے والے اہم ترین افراد کی رضامندی کے بغیر بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، تاکہ اس عقد کے نتیجے میں ناخوشگواریوں، تلخیوں اور لڑائی جھگڑوں کا طوفان برپا نہ ہوجائے۔ یہ حاصل ہے اسلام میں مسئلۂ کفو کی اہمیت کا۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد اب میں مسئلہ لکھتا ہوں۔ ایک اعلیٰ ترین خاندان کا فرد، اپنی فرشتہ سیرت اور حور شمائل صاحب زادی کا عقد اس کی رضامندی سے کسی نومسلم حبشی کے ساتھ کردیتا ہے تو اسلام نہ صرف اس کا جائز رکھتا ہے، بلکہ اسے دادِ تحسین دیتا ہے۔ یہ تو ہوا اسلام کا اُصولِ مساوات۔

اب لیجئے دُوسری صورت: کہ ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کی لڑکی صرف اپنے جوشِ عشق میں کسی ایسے لڑکے سے نکاح کرلیتی ہے، جو حسب ونسب، عزّوشرف، دِین و تقویٰ، علم وفضل، مال و جاہ کے لحاظ سے کسی طرح بھی اس کے جوڑ کا نہیں، اور یہ عقد والدین اور اقربا کی رائے کے علی الرغم ہوتا ہے، تو چونکہ رشتۂ ازدواج میاں بیوی کو دو بکریوں کی طرح باندھ دینے کا نام نہیں، بلکہ اس کے کچھ حقوق وفرائض بھی ہیں، اور اسلام یہ دیکھتا ہے کہ ان حالات میں اس مقدس رشتے کے نازک ترین حقوق اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ادا نہیں ہوسکیں گے، اس لئے والدین اور اولیاء کی رضامندی کے بغیر اسلام اس بے جوڑ عقد کو ناروا قرار دے کر ان تمام فتنوں اور لڑائی جھگڑوں کا دروازہ بند کردینا چاہتا ہے، جو اس بے جوڑ عقد کے نتیجے میں پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر جناب ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے تو مجھے توقع ہے کہ اسلام کا دِینِ فطرت ہونا بھی آپ پر کھل جائے گا۔

غیر کفو میں نکاح باطل ہے

س......اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک دُوسرے کو پسند کرتے ہیں، اور لڑکی والوں کا یہ قانون یا رواج ہے کہ وہ خاندان سے یا برادری سے باہر لڑکی نہیں دیتے، اور جس لڑکے کو لڑکی پسند کرتی ہے وہ غیر برادری کا ہے، اور تعلیم، اخلاق اور مالی حیثیت میں لڑکی سے کم نہیں ہے اور وہ دونوں گھر والوں سے چھپ کر شادی کر لیتے ہیں تو کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج......اگر لڑکا ہر طرح لڑکی کی حیثیت کے برابر کا ہے کہ لڑکی کے وارثوں کو اس نکاح سے کوئی عار نہیں لاحق ہوتی تو نکاح صحیح ہے۔

س......اگر باپ دادا اور بھائیوں کی غیر موجودگی میں نکاح باطل ہے تو شریعت کے مطابق اس نکاح کی اہمیت کیا ہے جو والدین سے چھپ کر کرتے ہیں، یعنی کورٹ میرج؟

ج......اگر کفو میں ہو تو جائز ہے، اور غیر کفو میں ہو تو باطل ہے۔

غیر برادری میں شادی کرنا شرعاً منع نہیں

س......بعض مسلمان برادریاں اپنے سوا ہر دُوسری مسلمان برادریوں میں شادی بیاہ کرنا بہ منزلہ حرام کے سمجھتی ہیں۔ براہِ مہربانی تحریر فرمائیے کہ ان کا یہ فعل شرعی لحاظ سے کیسا ہے؟ اس قسم کے ایک نکاح کی ایک ایسے صاحب شدید مخالفت کر رہے ہیں جن کے والد کے نکاح میں غیر برادری کی دو خواتین تھیں اور بیٹے کے گھر میں بھی غیر برادری کی خاتون ہے، ان صاحب کی اس مخالفت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج...... برادری کے محدود دائرے میں شادی بیاہ کرنے پر بعض برادریوں کی طرف سے جو زور دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس پر ہرجانہ یا بائیکاٹ تک کی سزا دی جاتی ہے، یہ تو شرعاً بالکل غلط ہے اور حرام ہے۔ لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے دُوسری اسلامی برادریوں میں بھی نکاح ہوسکتا ہے اور اس میں شرعاً کوئی عیب کی بات نہیں، اور اگر دُوسری برادری کا لڑکا نیک ہو اور اپنی برادری میں ایسا رشتہ نہ ہو، تو غیر برادری کے ایسے نیک رشتے کو ترجیح دینی چاہئے۔

فہرست

غیر کفو میں نکاح والدین کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا

س...... کیا کوئی مسلمان بالغ لڑکی اپنے والدین کی مرضی کے بغیر اپنی پسند کی شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

ج...... لڑکی کا نکاح تو والدین ہی کو کرنا چاہئے اور ان کو لڑکی کی پسند کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔ لڑکی کا والدین سے بالا بالا نکاح کرلینا حیا کے خلاف ہے اور اگر لڑکا کم تر حیثیت کا مالک ہو تو ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔

لڑکی کا غیر کفو خاندان میں بغیر اجازت کے نکاح منعقد نہیں ہوتا

س...... ایک لڑکی نے والدین کی رضامندی کے بغیر کورٹ سے مختار نامہ لے کر اپنے سابقہ ڈرائیور سے شادی کرلی۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے یا والد کو فسخ کرنے کا حق ہے؟ جبکہ لڑکی میمن خاندان کی ہے، لڑکا پٹھان ہے۔ عادات و اخلاق کے اعتبار سے لڑکی والے اور لڑکے والوں میں بڑا فرق ہے، مالی اعتبار سے بھی لڑکے کی کچھ حیثیت نہیں ہے، لڑکی کو اپنی حیثیت کے مطابق خرچہ بھی نہیں دے سکتا۔ والدین کا خیال ہے کہ موجودہ نکاح غیر قانونی اور غیر شرعی ہے، لڑکی والوں کے خاندان پر بدنما داغ ہے، جبکہ لڑکے کی ایک بیوی پہلے سے موجود بھی ہے، اب کیا صورت ہوگی؟

ج...... اگر لڑکے اور لڑکی کے درمیان نسب کے اعتبار سے، مال کے اعتبار سے، دِین کے اعتبار سے یا پیشے کے اعتبار سے جوڑ نہ ہو تو والدین کی رضامندی کے بغیر کیا گیا نکاح شرعاً صحیح نہیں ہے، اور دونوں کے درمیان تفریق کرادینا واجب ہے۔ مذکورہ سوال میں چونکہ پیشہ اور مال کے اعتبار سے لڑکا، لڑکی ہم پلہ نہیں ہیں اس لئے نکاح منعقد نہیں ہوا۔ دونوں کے درمیان علیحدگی ضروری ہے۔ لڑکی اور لڑکا اگر علیحدگی پر رضامند نہیں تو لڑکی کے والدین کو شرعاً قانونی و عدالتی کاروائی کرنے کا حق ہے۔ بہرحال لڑکی کی رضامندی پر والدین کی مرضی کے خلاف غیر خاندان میں جو نکاح ہوا وہ صحیح نہ ہوا۔

چاہت میں خفیہ شادی کرنا غلط ہے

س…… ایک لڑکے، لڑکی نے چاہت میں شادی کرلی، دونوں کے والدین کو علم نہیں، بعد ازاں لڑکی کے چچا نے پولیس کے ذریعہ لڑکی واپس منگوائی اور یہ کہہ کر اس کا دُوسرا نکاح کردیا کہ پہلا نکاح نابالغی میں ہوا تھا۔ اب اگر لڑکا ثبوت پیش کرے کہ جب میں نے نکاح کیا تھا تو لڑکی بالغ تھی، تو ایسی صورت میں کون سا نکاح صحیح ہوا، پہلا یا دُوسرا؟

ج…… لڑکی اگر اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیرکفو میں شادی کرنا چاہے تو یہ نکاح نہیں ہوتا، والدین کے علم کے بغیر جو شادیاں کی جاتی ہیں وہ عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے صورتِ مسئولہ میں پہلا نکاح غلط تھا، دُوسرا صحیح ہے۔

سیّد کا نکاح غیرسیّد سے

س…… ہمارے ملک پاکستان میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو سیّد ہیں، وہ دُوسرے گھرانوں یعنی اہلسنّت والجماعت وغیرہ کے ہاں یا جو اہلسنّت ہیں سیّد خاندان کے ہاں شادی کرلیتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی تفصیل بیان کریں۔

ج…… لڑکی اور اس کے والدین کی رضامندی سے ہر مسلمان کے ساتھ نکاح صحیح ہے، خواہ لڑکی اعلیٰ ترین شریف خاندان کی ہو اور لڑکا فرض کیجئے نومسلم ہو۔ لیکن اگر والدین یہ نکاح لڑکی کی اجازت کے بغیر کرتے ہیں یا لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر کرلیتی ہے تو جائز نہیں۔

سیّد کا غیرسیّد سے نکاح کرنے کا جواز

س…… ایک مسئلہ ''سیّد قوم کی خاتون کا نکاح غیرسیّد سے ہوسکتا ہے'' پڑھا۔ ہمارے یہاں پر ایک شاہ صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ خود حضورؐ سیّد نہ تھے، بلکہ ''سیّد'' آلِ حسنؓ و حسینؓ کہلاتی ہے۔ آپ ذرا تفصیل سے اس مسئلے کی وضاحت فرمادیں۔

ج…… جس طرح ان شاہ صاحب کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیّد نہ تھے، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی سیّد نہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی

حضرت فاطمہ سیّدہ تھیں، ان سیّدہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرسیّد سے کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحب زادیاں سیّدہ تھیں، ان کے نکاح غیرسیّدوں سے ہوئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ساری صاحب زادیوں کے نکاح غیرسیّدوں سے ہوئے۔ اگر شاہ صاحب کے نزدیک آج کی سیّدزادیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے زیادہ مقدس ہیں تو میں ان کو مسلمان ہی تصوّر نہیں کرتا۔ اور آج تک کسی اِمام و فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ سیّدزادی کا نکاح غیرسیّد سے نہیں ہوسکتا۔ شاہ صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ اِمام زین العابدینؒ نے اپنی ہمشیرہ کا نکاح اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کیا تھا۔

سیّد لڑکی کی غیرسیّد لڑکے سے خفیہ شادی کالعدم ہے

س…… میں اور مشتاق ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں، مشتاق نے میرے گھر رشتہ بھیجا مگر میرے گھر والوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ہم سیّد ہیں، باہر شادی نہیں کریں گے۔ ہم نے مایوس ہوکر علیحدگی میں پانچ آدمیوں کی گواہی میں سادے کاغذات پر نکاح نامہ لکھ کر ایجاب و قبول کیا اور شیرینی تقسیم کی اور کورٹ میں جانے کو فرصت پر ٹال دیا۔ مگر اب صورتِ حال یہ ہے کہ چند وجوہ کی بنا پر کورٹ نہ جاسکے تو ہمارا سابقہ نکاح کافی ہے یا نہیں؟

ج…… سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی سیّد ہے اور لڑکے کا تعلق کسی غیرقریشی خاندان سے ہے، پس اگر لڑکا قریشی نہیں تو وہ سیّد لڑکی کا ''کفو'' نہیں، یعنی خاندانی اعتبار سے برابر نہیں۔ ایسا رشتہ والدین کی اجازت سے تو ہوسکتا ہے لیکن جب والدین ناخوش ہوں تو نکاح صحیح نہیں۔ چونکہ یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں، اس لئے آپ دونوں میاں بیوی نہیں بنے، اور اگر آپ کورٹ جاکر نکاح کرلیں گے والدین کی اطلاع و اجازت کے بغیر یہ نکاح جب بھی نہیں ہوگا۔

عقیدے کے لحاظ سے جن سے نکاح جائز نہیں

مسلمان عورت کی غیرمسلم مرد سے شادی حرام ہے، فوراً الگ ہوجائے

س…… کیا ایک مسلمان عورت کسی مجبوری کی وجہ سے یا بے آسرا ہونے کی وجہ سے کسی عیسائی مرد کے ساتھ شادی کرسکتی ہے؟ جبکہ اس عورت کی پہلے کسی مسلمان آدمی سے شادی ہوئی تھی اور اس عورت کی ایک لڑکی بھی ہے، اور اَب عیسائی مرد سے بھی دو بچے ہیں، کیا مسلمان عورت، عیسائی سے شادی کرسکتی ہے؟ کیا وہ اپنا مذہب تبدیل کرسکتی ہے یعنی مسلمان سے عیسائی ہوسکتی ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کی کیا سزا ہے؟

ج…… کسی مسلمان عورت کی غیرمسلم سے شادی نہیں ہوسکتی، اس کو جائز سمجھنا کفر ہے۔ اس عورت کو چاہئے کہ اس شخص سے فوراً الگ ہوجائے اور اپنے گناہ سے توبہ کرے، اور جن لوگوں نے اس شادی کو جائز کہا ہے وہ بھی توبہ کریں اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں، اور کسی مسلمان کا عیسائی بن جانے کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

سنی لڑکی کا نکاح شیعہ مرد سے نہیں ہوسکتا

س…… کیا سنی لڑکی کا نکاح غیرسنی یعنی شیعہ مرد کے ساتھ ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟

ج…… جو شخص کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً: قرآنِ کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صفاتِ اُلوہیت سے متصف مانتا ہو، یا یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ حضرت جبریل علیہ السلام غلطی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے تھے، یا کسی اور ضرورتِ دِین کا منکر ہو، ایسا شخص تو مسلمان ہی نہیں، اور اس سے کسی سنی عورت کا نکاح دُرست نہیں۔ شیعہ اثناعشریہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، تین چار

افراد کے سوا باقی پوری جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) کافر و منافق اور مرتد سمجھتے ہیں، اور اپنے ائمہ کو انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل و برتر سمجھتے ہیں، اس لئے وہ مسلمان نہیں اور ان سے مسلمانوں کا رشتہ ناتا جائز نہیں۔ شیعہ عقائد و نظریات کے لئے میری کتاب ''شیعہ سنی اختلاف اور صراطِ مستقیم'' دیکھ لی جائے۔

قادیانی عورت سے نکاح حرام ہے، ایسی شادی کی اولاد بھی ناجائز ہوگی

س…… کیا فرماتے ہیں علمائے دِین اس مسئلے کے متعلق کہ کیا کسی قادیانی عورت سے نکاح جائز ہے؟

ج…… قادیانی زِندیق اور مرتد ہیں، اور مرتدہ کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے، نہ کسی کافر سے اور نہ کسی مرتد سے۔

''ہدایہ'' میں ہے:

''اعلم أن تصرفات المرتد علٰی أقسام نفاذ بالاتفاق کالاستیلاء والطلاق .... وباطل بالاتفاق کالنکاح والذبیحۃ لأنہ یعتمد الملۃ ولا ملۃ لہ.''

(ہدایہ ج:۲ ص:۵۸۳)

ترجمہ:…… ''جاننا چاہئے کہ مرتد کے تصرفات کی چند قسمیں ہیں، ایک قسم بالاتفاق نافذ ہے، جیسے: استیلاء اور طلاق۔ دُوسری قسم بالاتفاق باطل ہے، جیسے: نکاح اور ذبیحہ، کیونکہ یہ موقوف ہے ملت پر اور مرتد کی کوئی ملت نہیں۔''

درمختار میں ہے:

''ولا یصلح (أن ینکح مرتد أو مرتدۃ أحدا) من الناس مطلقًا وفی الشامیۃ (قولہ مطلقًا) أی مسلمًا أو کافرًا أو مرتدًّا.'' (فتاویٰ شامی ج:۳ ص:۲۰۰)

فہرست

ترجمہ:...... ''اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی انسان سے مطلقاً صحیح نہیں، یعنی نہ مسلمان سے، نہ کافر سے اور نہ مرتد سے۔''

فتاویٰ عالمگیری میں مرتد کے نکاح کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

''فلا یجوز لہ أن یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة ولا حرة ولا مملوکة.''

(فتاویٰ عالمگیری ج:۳ ص:۵۸۰)

ترجمہ:...... ''پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے، نہ کسی مرتدہ سے، نہ ذِمی عورت سے، نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔''

فقہِ شافعی کی مستند کتاب ''شرح مہذب'' میں ہے:

''لا یصح نکاح المرتد والمرتدة لأن القصد بالنکاح الاستمتاع ولما کان دمھما مھدرًا ووجب قتلھما فلا یتحقق الاستمتاع ولأن الرحمة تقتضی ابطال النکاح قبل الدخول فلا ینعقد النکاح معھا.''

(شرح مہذب ج:۱۶ ص:۲۱۴)

ترجمہ:...... ''اور مرتد اور مرتدہ کا نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نکاح سے مقصود نکاح کے فوائد کا حصول ہے۔ چونکہ ان کا خون مباح ہے اور ان کا قتل واجب ہے، اس لئے میاں بیوی کا استمتاع متحقق نہیں ہوسکتا، اور اس لئے بھی کہ تقاضائے رحمت یہ ہے کہ اس نکاح کو رُخصتی سے پہلے ہی باطل قرار دیا جائے، اس بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔''

فقہِ حنبلی کے مشہور کتاب ''المغنی مع الشرح الکبیر'' میں ہے:

''والمرتدة یحرم نکاحھا علٰی أی دین کانت

لأنـه لـم يثبت لها حكم أهل الدين الذى انتقلت اليه فى اقرارها عليه ففى حلها أولٰى.“

(المغنی مع الشرح الکبیر ج:۷ ص:۵۰۳)

ترجمہ:...... ”اور مرتد عورت سے نکاح حرام ہے خواہ اس نے کوئی سا دِین اختیار کیا ہو، کیونکہ جس دِین کی طرف وہ منتقل ہوئی ہے اس کے لئے اس دِین کے لوگوں کا حکم ثابت نہیں ہوا جس کی وجہ سے وہ اس دِین پر برقرار رکھی جائے، تو اس سے نکاح کے حلال ہونے کا حکم بدرجۂ اَولیٰ ثابت نہیں ہوگا۔“

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ قادیانی مرتد کا نکاح صحیح نہیں، بلکہ باطلِ محض ہے۔

س...... اولاد کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟

ج...... جب اُوپر معلوم ہوا کہ یہ نکاح صحیح نہیں تو ظاہر ہے کہ قادیانی مرتدہ سے پیدا ہونے والی اولاد بھی جائز اولاد نہیں ہوگی، البتہ اُوپر جو صورتیں اس شخص کے مسلمان ہونے کی ذکر کی گئیں، اگر وہ صورتیں ہوں تو یہ ”شبہ کا نکاح“ ہوگا، اور اس کی اولاد جائز ہوگی، اور یہ اولاد مسلمان باپ کے تبع ہو تو مسلمان ہوگی۔

س...... اس شخص سے معاشرتی تعلقات روا رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جسے علاقے کے لوگ مختلف اداروں میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کی بیوی قادیانی ہے۔ لوگوں کا موقف یہ ہے کہ اس کا مذہب اس کے ساتھ ہے، ہمیں اس کے مذہب سے کیا لینا؟ یہ ہمارے مسائل حل کراتا ہے۔ تو اَزروئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟

ج...... یہ شخص جب تک قادیانی عورت کو علیحدہ نہ کردے اس وقت تک اس سے تعلقات رکھنا جائز نہیں۔ جو لوگ مذہب سے بے پروا ہوکر محض دُنیوی مفادات کے لئے اس سے تعلقات رکھتے ہیں، وہ سخت گنہگار ہیں، اگر انہیں اپنا ایمان عزیز ہے اور اگر وہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے خواستگار ہیں تو ان کو توبہ کرنی چاہئے، اور جب تک یہ شخص اس قادیانی مرتدہ کو علیحدہ نہیں کردیتا اس سے تمام معاشرتی تعلقات منقطع

فہرست

کر لینے چاہئیں، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

”لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْآ اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ، اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ وَیُدْخِلُھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ، اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ، اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔“ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ:......”جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے بَرخلاف ہیں، گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دِلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوّت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے......“

س......اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرتد تو وہ ہوتا ہے جو دِینِ اسلام سے پھر جائے، یعنی پہلے مسلمان تھا بعد میں نعوذ باللہ کافر ہوگیا، اس لئے جو شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرزائی مذہب اختیار کرلیا وہ تو مرتد ہوا، لیکن جو شخص پیدائشی قادیانی ہو وہ تو مرتد نہیں، کیونکہ اس نے اسلام کو چھوڑ کر قادیانی کفر اختیار نہیں کیا بلکہ وہ ابتداء ہی سے کافر ہے، وہ مرتد کیسے ہوا؟

ج......اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ہر قادیانی ”زِندیق“ ہے، اور ”زِندیق“ وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف عقائد رکھتا ہو، اس کے باوجود اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اور تأویلاتِ باطلہ کے

ذریعہ اپنے عقائد کو عین اسلام قرار دیتا ہو۔ اور ''زِندیق'' کا حکم بعینہ مرتد کا ہے۔ البتہ ''زِندیق'' اور ''مرتد'' میں یہ فرق ہے کہ مرتد کی توبہ بالاتفاق لائقِ قبول ہے، اور زِندیق کی توبہ کے قبول کئے جانے یا نہ کئے جانے میں اختلاف ہے۔ اس ایک فرق کے علاوہ باقی تمام اَحکام میں مرتد اور زِندیق برابر ہیں۔ اس لئے قادیانی مرزائی خواہ پیدائشی مرزائی ہوں یا اسلام کو چھوڑ کر مرزائی بنے ہوں، دونوں صورت میں ان کا حکم مرتد کا ہے۔

قادیانی لڑکے سے مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں

س…… مسلمان لڑکی (جانتے ہوئے بھی) اگر قادیانی لڑکے کے ساتھ عشق میں مبتلا ہوکر اس سے شادی کی خواہش ظاہر کرے، اس صورت میں لڑکی اپنے مذہب پر رہے اور لڑکا اپنے مذہب پر، نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر لڑکی شادی کرلیتی ہے تو آخرت میں کن لوگوں میں شامل ہوگی؟

ج…… قادیانی مرتد ہیں، ان سے نکاح نہیں ہوگا، لڑکی ساری عمر زنا کے گناہ میں مبتلا رہے گی جیسے کسی سکھ کے عشق میں مبتلا ہوکر اس سے شادی کرلے۔

س…… شادی کے لئے لڑکی کی معاونت وحمایت کرنے والے کے لئے (جبکہ قادیانی لڑکا اَزخود شادی کرنے سے کئی بار انکار کرچکا ہو) اور اسے عاشق لڑکی کی سہیلی وغیرہ نے کسی طور پر رضامند کیا ہو، جس میں لڑکی کے مذہب تبدیل کرنے کے امکانات کو رَدّ نہیں کیا جاسکتا، اور خود لڑکی کے لئے شریعت میں سزا کی حد کیا ہے؟ کیا لڑکی جبکہ مسلم گھرانے کی ہے اور غیرمسلم لڑکے سے شادی کا ارادہ کرنے کے شرعی جرم میں اور معاونت کرنے والے بھی واجب القتل نہیں ہیں؟

ج…… غیرمسلم کے ساتھ شادی کو جائز سمجھنا کفر ہے، لڑکی کی معاونت وحمایت کرنے والوں نے اگر اس شادی کو جائز سمجھا تو ان کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔

س…… بات چیت طے ہونے یعنی منگنی وغیرہ ہونے پر قادیانی لڑکے یا مسلم لڑکی کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے مشترکہ طور پر تقسیم کی گئی مٹھائی کھانا اور انہیں مبارک باد دینا جائز ہے

یا نہیں؟ اگر مٹھائی کھا سکتے ہیں اور مبارک باد دے سکتے ہیں تو کیوں؟ جبکہ نکاح ہی جائز نہ ہوا اور یہ ایک ناجائز فعل کی ابتدا کے شگون میں تقسیم کی گئی ہو۔

ج...... مٹھائی کھانا اور مبارک باد دینا بھی رضا کی علامت ہے، ایسے لوگوں کو بھی اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔

س...... اس سلسلے کی مٹھائی کو جائز قرار دینے کے لئے میرے ایک دوست نے دلیل دی کہ ہندوستان میں لوگ (مسلمان) اپنے ہندو پڑوسی کے یہاں شادی وغیرہ کی تقریبات میں شرکت کرتے تھے اور کھاتے تھے۔ میرا نظریہ یہ ہے کہ وہ ہندوؤں کی آپس کی شادی ہوتی تھی، ایک ہی مذہب کا معاملہ تھا۔ لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکی بھی اب مرتد ہوگئی یا ہوجائے گی، لہٰذا یہ ایک مرتد اور زِندیق میں اضافے پر یا لڑکی کے مذہب تبدیل کرنے، اسلام سے پھر جانے کی خوشی میں مٹھائی ہوگی۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ جنھوں نے مٹھائی کھائی اور اس فعل پر لڑکی لڑکے کو (منگنی کے بندھن میں بندھنے پر) مبارک باد دی، اب وہ کیا کریں؟ اگر انہوں نے اَن جانے میں ایسا کیا، اگر انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ ناجائز فعل ہے ایسا کیا، اب وہ کیا کریں؟

ج...... غیرمسلموں کی آپس کی شادی میں مبارک باد دینے کا تو معمول رہا ہے، لیکن کسی مسلمان لڑکی کا عقد کسی غیرمسلم سے کردیا جائے یا... نعوذ باللہ... کسی مسلم لڑکی کو مرتد کرکے غیرمسلم سے اس کی شادی کردی جائے تو اس صورت میں کسی مسلمان کو کبھی مبارک باد پیش کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، بلکہ غیرت مند مسلمانوں میں ایسے خبیث جوڑے کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کی مثالیں موجود ہیں۔ بہرحال جو لوگ اس میں ملوّث ہوئے ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہئے۔

قادیانی کی بیوی کا مسلمان رہنے کا دعویٰ غلط ہے

س...... ہمارے علاقے میں ایک خاتون رہتی ہیں، جو بچوں کو ناظرہ قرآن کی تعلیم دیتی ہیں، نیز محلّہ کی مستورات تعویذ گنڈے اور دِینی مسائل کے بارے میں موصوفہ سے رُجوع

فہرست

کرتی ہیں۔ لیکن باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کا شوہر قادیانی ہے، موصوفہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے یہ موقف اختیار کیا کہ اگر میرا شوہر قادیانی ہے تو کیا ہوا، میں تو مسلمان ہوں، میرا عقیدہ میرے ساتھ اور اس کا اس کے ساتھ، اس کے عقائد سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ آپ سے دریافت کرنا مطلوب ہے کہ:

۱:...... کسی مسلمان مرد یا عورت کا کسی قادیانی مذہب کے حامل افراد سے زَن و شوہر کے تعلقات قائم رکھنا کیسا ہے؟

۲:...... اہلِ محلّہ کے شرعی معاملات میں ان خاتون سے رُجوع کرنا، نیز معاشرتی تعلقات قائم رکھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج...... کسی مسلمان خاتون کا کسی غیرمسلم سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ قادیانی سے، نہ کسی دُوسرے غیرمسلم سے، اور نہ کوئی مسلمان خاتون کسی قادیانی کے گھر رہ سکتی ہے، نہ اس سے میاں بیوی کا تعلق رکھ سکتی ہے۔ یہ خاتون جس کا سوال میں ذکر کیا گیا، اگر اس کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تو اس کو مسئلہ بتادیا جائے، مسئلہ معلوم ہونے کے بعد اسے چاہئے کہ وہ قادیانی مرتد سے فوراً قطع تعلق کرلے، اور اگر وہ مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی بدستور قادیانی کے ساتھ رہتی ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ درحقیقت خود بھی قادیانی ہے، محض بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہے، محلے کے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے کہ اس سے قطع تعلق کریں اور اس سے بھی وہی سلوک کریں جو قادیانی مرتدوں سے کیا جاتا ہے۔ اس سے بچوں کو قرآنِ کریم پڑھوانا، تعویذ گنڈے لینا، دِینی مسائل میں اس سے رُجوع کرنا اور اس سے معاشرتی تعلقات رکھنا حرام ہے۔

مسلمان کا قادیانی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، شرکاء توبہ کریں

س...... ہمارے علاقے میں ایک زمین دار کی قادیانی کے گھر شادی ہوئی، مگر دُولہا مسلمان ہونے کا دعویدار ہے، ان کا شرعاً نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ اور دعوتِ ولیمہ میں شریک لوگوں کا نکاح برقرار ہے یا نہیں یا گنہگار رہیں؟ آئندہ شریک ہوں یا نہیں؟

ج...... قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے، ان کی تقریبات میں شریک ہونا اور اپنی تقریبات میں ان کو شریک کرنا جائز نہیں، جو لوگ اس معاملے میں چشم پوشی کرتے ہیں، قیامت کے دن خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی اور عتاب کے مورد ہوں گے۔ قادیانیوں سے رشتہ ناتا جائز نہیں، اگر وہ لڑکی مسلمان ہوگئی ہے تو نکاح صحیح ہے، اور اگر مسلمان نہیں بلکہ قادیانی ہے تو نکاح باطل ہے، جس طرح کسی سکھ اور ہندو سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح کسی قادیانی سے بھی جائز نہیں۔ اس شخص کو لازم ہے کہ قادیانی عورت کو الگ کردے، جو لوگ ان کے نکاح میں شریک ہوئے ہیں وہ گنہگار ہیں ان کو توبہ کرنی چاہئے، آئندہ ہرگز ایسا نہ کریں۔

ایک شبہ کا جواب

س...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ابوالربیع سے ہوا جو کافر تھا، حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتیبہ سے ہوا، جو ایک کافر تھا، حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عتبہ بن ابولہب سے ہوا جو کافر تھا، ہر سہ متذکرہ دخترانِ رسالت مآبؐ کا نکاح پہلے کافروں سے کیوں ہوا؟

ج...... اس وقت تک غیر مسلموں سے نکاح کی ممانعت نہیں آئی تھی، بعد میں اس کی ممانعت ہوگئی، عتبہ نے اپنے باپ ابولہب کے کہنے پر حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کو، اور عتیبہ نے حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ بعد میں ان دونوں کا عقد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ جنگِ بدر کے بعد اسلام لے آئے تھے۔

اگر اولاد کے غیر مسلم ہونے کا ڈر ہو تو اہلِ کتاب سے نکاح جائز نہیں

س...... یہاں جرمنی میں اکثر مسلمان لڑکے غیر مسلم لڑکیوں کے ساتھ شادی کرکے کہتے ہیں کہ ہم نے پیپر میرج کر رکھی ہے۔ قرآن وسنت کی رُو سے بتائیں کہ ان کا یہ فعل جائز ہے؟

ج...... اگر وہ لڑکیاں اہلِ کتاب ہیں تو ان سے نکاح جائز ہے، بشرطیکہ یہ اندیشہ نہ ہو کہ ان

فہرست

کی غیرمسلم بیویوں کی وجہ سے اولاد غیرمسلم بن جائے گی، اگر ایسا اندیشہ ہو تو ہرگز نکاح نہ کیا جائے، ورنہ اپنی اولاد کو کفر کی گود میں دھکیل کر گنہگار ہوں گے۔

کن عورتوں سے نکاح جائز ہے؟

کیا اَیامِ مخصوص میں نکاح جائز ہے؟

س…… بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ اَیامِ مخصوص میں عورت کا نکاح نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی جائے تو بعد میں دوبارہ نکاح پڑھانا پڑتا ہے، آپ یہ بتائیں کہ کیا اَیامِ مخصوص میں نکاح ہوسکتا ہے؟

ج…… نکاح ہوجاتا ہے، مگر میاں بیوی کی یکجائی صحیح نہیں، رُخصتی ان اَیام کے ختم ہونے کے بعد کی جائے گی۔

ناجائز حمل والی عورت سے نکاح کرنا

س…… ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا، جس سے حمل ٹھہر گیا۔ حمل ٹھہرنے کے فوراً بعد دونوں نے نکاح کرلیا، شرعی طور سے یہ بتایئے کہ بچہ حلال کا ہوگا یا حرام کا؟ اور دونوں کا نکاح قبول ہوگا کہ نہیں؟ اگر ہوگا تو کس طرح؟

ج…… یہ بچہ چونکہ نکاح سے پہلے کا ہے، اس لئے یہ تو صحیح النسب نہیں، مگر یہ نکاح صحیح ہے، پھر جس کا حمل تھا اگر نکاح بھی اسی سے ہوا تو صحبت جائز ہے، اور اگر نکاح کسی دُوسرے سے ہوا تو اس کو وضعِ حمل تک صحبت نہیں کرنی چاہئے۔

ناجائز حمل کی صورت میں نکاح کا جواز

س…… ایک لڑکی کے ناجائز تعلقات تھے اور عملاً ناجائز حمل ٹھہر گیا، اب مذکورہ آدمی اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، حمل کی صورت میں نکاح جائز ہے؟

ج……نکاح تو اس سے بھی جائز ہے جس کا حمل ہے اور کسی دُوسرے سے بھی، مگر جس کا حمل ہے وہ نکاح کے بعد صحبت بھی کرسکتا ہے، دُوسرے سے اگر نکاح ہو تو اس کو وضعِ حمل تک صحبت کرنے کی اجازت نہیں۔

زنا کے حمل کی صورت میں نکاح کا جواز

س……آپ سے ایک عورت نے یہ سوال کیا تھا: ''میرا نکاح ہوا تو غیر آدمی کا حمل پیٹ میں تھا، اس نکاح کے بعد ے سال ہوچکے ہیں اور دو بچے بھی ہیں، خدا کے واسطے مولانا صاحب آپ بتلائیے کہ میں کیا کفارہ ادا کروں؟'' جواب میں آپ نے فرمایا تھا: ''آپ کا نکاح جو ناجائز حمل کی حالت میں ہوا، صحیح تھا……''

مولانا صاحب! عرض ہے کہ آپ کا مندرجہ بالا جواب کس فقہ کے مطابق ہے؟ کسی ایک کتاب کا حوالہ دیجئے، میں بے حد ممنون و مشکور ہوں گا۔ کیونکہ بعض علمائے کرام کے مطابق غیر آدمی سے حاملہ عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، صرف زانی مرد سے ہوسکتا ہے، اور اگر حاملہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا یا ہوسکتا ہے تو پھر بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح بھی حاملہ کی صورت میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج……میں نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ فقہِ حنفی کی تقریباً ساری بڑی کتابوں میں موجود ہے، درمختار میں ہے:

> ''وصح نکاح حبلی من زنی …. وان حرم وطؤھا حتّٰی تضع لو نکحھا الزانی حل له وطؤھا اتفاقا.'' (شامی ج:۳ ص:۴۸ طبع جدید)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

> ''وقال أبو حنیفة ومحمد رحمھما الله تعالٰی: یجوز أن یتزوج امرأة حاملًا من الزنا ولا یطؤھا حتّٰی تضع. وقال أبو یوسف رحمه الله: لا یصح، والفتویٰ علٰی قولھما کذا فی المحیط.'' (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۲۸۰)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق حاملہ کا نکاح زانی اور غیرزانی دونوں سے ہوجاتا ہے، فرق یہ ہے کہ وضعِ حمل سے پہلے زانی صحبت کرسکتا ہے اور غیرزانی نہیں کرسکتا۔ جس خاتون نے مسئلہ پوچھا تھا اس کا کیس کئی سال پُرانا تھا، اس لئے اس کو صرف نکاح کے صحیح ہونے کا مسئلہ بتادیا گیا۔ دُوسرا حصہ اس سے متعلق نہیں تھا، اس لئے اسے ذکر نہیں کیا گیا۔ بیوہ یا مطلقہ عورت کا نکاح حمل میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ عدّت میں ہے، اور عدّت میں نکاح جائز نہیں، بخلاف اس حمل کے جو زنا سے ہو، اس کی کوئی عدّت نہیں، اس لئے کہ عدّت حرمتِ نسب کے لئے مقرّر کی گئی ہے اور حملِ زنا کی کوئی حرمت نہیں۔ تعجب ہے کہ علمائے کرام کو اس مسئلے میں کیوں اِشکال پیش آیا۔

ناجائز تعلقات والے مرد و عورت کا آپس میں نکاح جائز ہے

س…… کسی عورت کے ساتھ کسی مرد کے ناجائز تعلقات ہوجائیں تو اس کے بعد اس عورت اور مرد کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح ہوسکتا ہے تو کیا سابقہ تعلقات کی بنا پر گناہ اس کے سر رہیں گے یا نہیں؟

ج…… نکاح ہوسکتا ہے، سابقہ تعلقات کا وبال ان پر بدستور رہے گا اور ان سے توبہ و اِستغفار لازم ہے، نکاح کے بعد ایک دُوسرے کے لئے حلال ہوں گے۔

ناجائز تعلقات کے بعد دیور بھابی کی اولاد کا آپس میں رشتہ

س…… دیور اور بھابھی میں ناجائز تعلقات تھے، پھر دیور نے بھابھی کی چھوٹی بہن سے شادی کرلی، پھر بھی ان دونوں میں ناجائز تعلقات رہے، اب جبکہ بھابھی کا لڑکا بڑا ہے اور دیور کی لڑکی چھوٹی اور دونوں جوان ہیں، تو شادی کے لئے کہا جارہا ہے کہ دونوں کی شادی ہوجائے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا اس لحاظ سے یہ شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ بھابھی سے دیور کی کوئی اولاد ہے یا نہیں؟ لیکن دیور اور بھابھی میں تقریباً ۱۵ سال سے تعلقات منقطع ہیں۔

ج…… جائز ہے۔

فہرست

بدکار دیور بھاوج کی اولاد کا آپس میں نکاح

س...... ایک شخص نے ایک عورت سے بدکاری کی، اس پر شرعی گواہ موجود نہیں، وہ اس کی بھابھی تھی، اس کے کئی سال بعد اس نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کے بیٹے سے کردیا، اب اس کے ہاں بیٹا بھی پیدا ہوگیا ہے، کیا یہ نکاح صحیح ہے اور اولاد کا کیا حکم ہے؟ اور اس میں جن لوگوں کو علم تھا اور اس میں شریک ہوئے کیا ان لوگوں کا نکاح باقی رہے گا؟

ج...... ان دونوں کی بدکاری کا ان کی اولاد کے آپس میں رشتوں کے جائز ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لہٰذا یہ نکاح صحیح ہے۔

بدکار چچی بھتیجے کی اولاد کا آپس میں نکاح

س...... چچی اور بھتیجے کے درمیان تقریباً دو سال ناجائز تعلقات رہے، اس عرصے میں کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی، اس کے بعد تعلقات منقطع ہوگئے، اب چچی اور بھتیجے کے بچے ہیں، کیا ان دونوں کی اولاد میں رشتے ہوسکتے ہیں؟

ج...... ہوسکتے ہیں۔

ماں بیٹی کا باپ بیٹے سے نکاح

س...... زید نے اپنی بیٹے کی شادی اپنی سالی کی بیٹی سے کردی، کچھ عرصہ بعد زید کی بیوی فوت ہوگئی، اس کے بعد زید نے اپنے بیٹے کی ساس یعنی اپنی سالی سے نکاح کرلیا، اب ماں اور بیٹی ایک ہی گھر میں ساس اور بہو اور ساتھ ساتھ ماں اور بیٹی کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

ج...... جائز ہے، آپ کو ناجائز ہونے کا شبہ کیوں ہوا...؟

بیوی اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا جائز ہے

س...... خسر کی بیوی جو اپنی زوجہ کی حقیقی ماں نہیں ہے، خسر کے انتقال کے بعد پہلی منکوحہ کی زندگی میں اس بیوہ سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

ج...... ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کسی کو اگر مرد

فہرست

فرض کرلیا جائے تو دونوں کا نکاح نہ ہوسکے، مثلاً: دو بہنیں، خالہ بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی۔ اس اُصول کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ ایک لڑکی اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان رشتہ کیا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر لڑکی کو مرد فرض کرلیا جائے تو اس کا نکاح سوتیلی ماں کے ساتھ نہیں ہوسکتا، لیکن اگر سوتیلی ماں کو مرد فرض کرلیا جائے (تو اس صورت میں چونکہ وہ سوتیلی ماں نہیں ہوسکتی اس لئے) لڑکی سے اس کا عقد جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی اور اس کی سوتیلی والدہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے۔ اس لئے خسر کی بیوہ سے جو بیوی کی سوتیلی ماں ہے بیوی کی موجودگی میں نکاح جائز ہے۔

سوتیلے چچا کی مطلقہ سے نکاح دُرست ہے

س…… میرے سوتیلے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور میرے بیٹے کے ساتھ الزام لگایا، اور میرے بیٹے نے اس عورت سے شادی کرلی ہے، کیا یہ نکاح جائز ہے؟

ج…… سوتیلے چچا کی مطلقہ سے نکاح دُرست ہے، جبکہ عدّت ختم ہونے کے بعد کیا جائے۔

سوتیلی والدہ کے شوہر کے پوتے سے رشتہ جائز ہے

س…… ہم اپنی بہن کی شادی اپنی سوتیلی والدہ یعنی والد صاحب کی پہلی بیوی کے پہلے شوہر کے پوتے سے کرسکتے ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو آپس میں ان کا کوئی رشتہ نہ ہوگا، ویسے دُنیا والے پھوپھی بھی کہتے ہیں۔ جناب کیا یہ نکاح جائز ہے؟

ج…… جائز ہے۔

سوتیلی ماں کی بیٹی سے شادی جائز ہے

س…… زید کے والد دُوسری شادی کرتے ہیں، زید کی دُوسری والدہ اپنے ساتھ ایک لڑکی لے کر آتی ہیں، جو ان کے پہلے شوہر سے ہے، زید میں اور لڑکی میں کوئی خونی رشتہ نہیں ہے، کیا زید اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟

ج…… جی ہاں! کرسکتا ہے۔

فہرست

سوتیلی ماں کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے

س...... مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی سوتیلی ماں کی سگی بہن سے ہو رہی ہے (یعنی جو کہ ایک قسم کی میری خالہ لگتی ہے) کیا یہ شادی جائز ہے؟

ج...... جائز ہے، بشرطیکہ محرمیت کا کوئی اور رشتہ نہ ہو۔

سوتیلی ماں کے بھائی سے نکاح جائز ہے

س...... کیا لڑکی ایک ایسے شخص سے شرعی طور سے نکاح کرسکتی ہے جو اس لڑکی کی سوتیلی ماں کا سگا بھائی ہو؟

ج...... سوتیلی ماں کے بھائی سے نکاح جائز ہے، واللہ اعلم۔

بھائی کی سوتیلی بیٹی سے نکاح جائز ہے

س...... منیر کا نکاح ایسی بیوہ عورت سے ہوا جو اپنے سابقہ مرحوم خاوند کی ایک لڑکی ساتھ لائی، کیا قرآن وسنت کی رُو سے منیر کے سگے چھوٹے بھائی کا نکاح اس لڑکی سے ہوسکتا ہے؟

ج...... ہوسکتا ہے۔

بہن کی سوتیلی لڑکی سے نکاح کرنا

س...... میرے ایک چچازاد بھائی ہیں، ان کی شادی تقریباً ۱۸ سال پہلے ایک خاتون سے ہوئی، ان سے ان کی دو بچیاں ہیں، تقریباً آٹھ سال بعد میرے چچازاد بھائی کی بیوی کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد انہوں نے میری بہن سے شادی کرلی، اس وقت ان کی بڑی لڑکی کی عمر تقریباً ۱۳ سال تھی اور چھوٹی ۹ سال کی۔ اب جبکہ ان کی بڑی بیٹی کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہے اور میں ان سے شادی کا خواہش مند ہوں مگر چند رشتہ دار کہتے ہیں یہ شادی حرام ہے، جبکہ دونوں بچیاں اپنی دادی کے پاس رہتی ہیں اور انہوں نے میری بہن کے ساتھ زیادہ تعلقات بھی نہیں رکھے، میری عمر تقریباً ۲۲ سال ہے اور پورے گھر والے اور میری بہن اور لڑکی کے والد بھی رضامند ہیں اور لڑکی بھی۔

ج...... اس لڑکی کے ساتھ آپ کا نکاح جائز ہے۔

فہرست

سوتیلے والد کا بیٹے کی ساس سے نکاح جائز ہے

س…… چند روز پہلے پنجاب کے ایک گاؤں سے میرے دوست کا خط آیا، جس میں اس نے بتایا ہے کہ گاؤں میں ایک نکاح اس طرح ہونے والا ہے کہ جسے گاؤں کی اکثریت قبول کرنے سے انکار کر رہی ہے۔ زید کے والد کا انتقال ہوگیا تو اس کی والدہ نے دُوسرا نکاح کرلیا، اسی دوران ماں کے بطن سے ایک بچی بھی پیدا ہوئی، کچھ دنوں بعد زید نے کسی بیوہ کی لڑکی سے شادی کرلی، عنقریب زید کا سوتیلا والد مذکورہ بیوہ یعنی زید کی ساس سے نکاح کرنے والا ہے۔ آپ یہ بتایئے کہ کیا یہ نکاح شریعت میں جائز ہے یا ناجائز؟ عین ممکن ہے گاؤں کا یہ شخص جو کہ زمین دار کہلاتا ہے آپ کا جواب سن کر استفادہ کرسکے اور اگر کسی گناہ کے سرزد ہونے کا امکان ہے تو بچ سکے۔

ج…… زید کے سوتیلے والد کا زید کی ساس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

یتیم لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے کے بعد اس کی ماں سے خود اور اس کی بہن سے اپنے لڑکے کا نکاح جائز ہے

س…… ایک شخص نے ایک نوجوان یتیم سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا، پھر اس لڑکے کی والدہ سے اپنا اور لڑکے کی بہن سے اپنے بیٹے کا نکاح پڑھوالیا، یہ نکاح کیسا رہا؟

ج…… صحیح ہے، اس میں آپ کو کیا اِشکال ہے…؟

فہرست

باپ بیٹے کا سگی بہنوں سے نکاح جائز ہے لیکن ان کی اولاد کا نہیں

س…… زید نے ہندہ سے شادی کی، جس سے تین بچے سلیمہ، نسیمہ اور عابد پیدا ہوئے، بعد میں ہندہ کا انتقال ہوگیا تو زید نے سلمیٰ سے دُوسری شادی کرلی، اس عرصے میں زید کا بیٹا عابد بھی جوان ہوگیا، اس کے رشتے کی تلاش ہوئی تو سلمیٰ کی بہن طاہرہ سے زید کے بیٹے عابد کی شادی کردی گئی، اس طرح سلمیٰ اور طاہرہ دونوں سگی بہنیں زید اور عابد سگے باپ بیٹے کے گھر میں بیویاں بن گئیں۔ اس صورت میں ان کی اولادوں کے درمیان رشتہ داری کی کیا نوعیت ہوگی؟ اور خود عابد کی اولاد شرعی حدود میں کیا نوعیت رکھتی ہے؟ اور ان سے شادی

کرنے والے کیا کہلائیں گے؟ کیا شرعی حدود میں یہ رشتے صحیح ہیں؟

ج…… باپ اور بیٹے کا نکاح دو سگی بہنوں سے صحیح ہے، مگر باپ اور بیٹے کی اولادوں کے درمیان رشتہ نہیں ہوسکتا۔

سمدھی سے نکاح جائز ہے

س…… اگر کوئی عورت سمدھی سے شادی کرلے تو اَز روئے شریعت یہ اقدام کیسا ہے؟ جائز ہے یا باعثِ شرم؟ نیز ایسے لوگوں سے ملنا جلنا چاہئے یا نہیں؟ آگاہ فرمائیں کہ شریعت کی رُو سے یہ نکاح ٹھیک ہوا یا نہیں؟

ج…… سمدھی اگر عورت کا نامحرَم ہے تو اس سے نکاح کرلینا جائز اور صحیح ہے، اور اس میں کوئی بات لائقِ شرم نہیں، نہ ان لوگوں سے میل ملاقات ترک کرنے کی کوئی وجہ ہے۔

بہنوئی کے سگے بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے

س…… کیا میرے بہنوئی کے سگے بھائی کی لڑکی سے میرے سگے بھائی کا رشتہ جائز ہے؟

ج…… جائز ہے۔

جیٹھ سے نکاح کب جائز ہے؟

س…… کیا جیٹھ سے نکاح جائز ہے؟

ج…… شوہر نے طلاق دے دی ہو یا اس کا انتقال ہوگیا ہو، تو عدّت کے بعد اس کے بڑے بھائی سے نکاح جائز ہے۔

دو سگے بھائیوں کی دو سگی بہنوں سے اولاد کا آپس میں رشتہ

س…… زید اور بکر دو بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئیں، زید کا لڑکا ہے، بکر کی لڑکی ہے، بکر کے ذہن میں ہے کہ زید اس لڑکی کا رشتہ مانگے گا، زید کہتا ہے کہ دو سگے بھائیوں کو دو سگی بہنیں بیاہی گئی ہوں تو ہم نے پڑھا اور بزرگوں سے سنا ہے کہ انہیں اپنے بچوں کی شادیاں آپس میں نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ ان کی اولاد ٹھیک ٹھاک پیدا نہیں ہوتی (خدا نہ کرے)۔ ہمارا مذہب اس سلسلے میں کیا کہتا ہے؟

ج……شرعی نقطے سے یہ بات بالکل غلط ہے۔

لے پالک کی شرعی حیثیت

س……زید کے ہاں اولاد نہیں ہے، اس نے محمود سے بیٹی گود لے لی، زید کا محمود سے کوئی رشتہ نہیں ہے، اب زید کے ہاں وہ لڑکی جوان ہوجاتی ہے، آپ بتائیں کہ وہ لڑکی زید کے لئے محرَم ہے یا غیرمحرَم؟ وہ اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج……شریعت میں "لے پالک" بنانے کی کوئی حیثیت نہیں، وہ لڑکی اس کے لئے نامحرَم ہے اور اس سے عقد بھی جائز ہے۔

بیٹی کے شوہر کی بیٹی سے نکاح کرنا

س…… ہماری کمپنی کے ایک ڈرائیور عبداللہ نے اپنی سگی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا تھا، اس شخص کی پہلے سے ایک بیٹی موجود تھی، اس طرح عبداللہ اس لڑکی کا نانا ہوا، اب عبداللہ اس لڑکی یعنی اپنی سوتیلی نواسی کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہے، حالانکہ دونوں کی عمروں میں بھی کافی فرق ہے، عبداللہ ایک صحت مند آدمی ہے اور پیسے والا بھی ہے، وہ کہتا ہے کہ وہ لڑکی میری سگی نواسی کی بیٹی نہیں ہے، اس لئے میں اس سے شادی کرسکتا ہوں۔

ج……نکاح تو جائز ہے، لیکن مناسب ہے بھی یا نہیں؟ اس کو دونوں فریق جانتے ہوں گے۔

لے پالک لڑکی کا نکاح حقیقی لڑکے سے جائز ہے

س……اگر کوئی شخص کسی اور لڑکی کو لے کر پال لے تو اس لڑکی کی حیثیت اس شخص کے سگے بیٹے کے ساتھ کیا ہوگی؟ اگر وہ نامحرَم قرار پاتی ہے تو اس کے ساتھ نکاح بھی جائز ہونا چاہئے؟ اس طرح تو ایک گھر میں ساتھ ساتھ رہنا بھی مناسب نہیں۔

ج…… یہ لڑکی اس شخص کی اولاد کے لئے نامحرَم ہے اور اس کے لڑکوں سے اس کا نکاح صحیح ہے، لہٰذا ان کا بے پردہ ایک ساتھ رہنا بھی جائز نہیں۔

بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد سے شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کا نکاح جائز ہے

س…… زید کے والدین زید کی شادی چچازاد بہن سے کرنا چاہتے ہیں، صورتِ حال یہ ہے کہ چچا کے فوت ہونے کے بعد زید کے والد صاحب نے چچی سے نکاح کرلیا تھا، اب چچی بھی فوت ہوچکی ہیں، ان کی اکلوتی بیٹی ہے، زید کے والد صاحب چاہتے ہیں کہ اب وہ اپنے بیٹے (زید) کی شادی اس لڑکی سے کریں۔ مولانا صاحب! براہِ کرم یہ بتائیں کہ کیا یہ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ج…… چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے، اگرچہ لڑکی کی والدہ لڑکے کے والد کے نکاح میں ہو، بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد سے شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کا نکاح جائز ہے۔

پہلی بیوی کی لڑکی کا نکاح دُوسری بیوی کے بھائی سے جائز ہے

س…… ایک شخص کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے اور دُوسری بیوی کا ایک بھائی ہے، اور وہ دونوں بالغ ہیں، کیا ان دونوں کا نکاح جائز ہے؟

ج…… جائز ہے۔

سابقہ اولاد کی آپس میں شادی جائز ہے

س…… زید، جس کی بیوی کا انتقال ہوچکا ہے اس کی ایک اولاد ہے (لڑکا یا لڑکی) اسی طرح سے ایک بیوہ ہے اور اس کی بھی ایک اولاد ہے (لڑکا یا لڑکی) یہ دونوں یعنی زید اور بیوہ شادی کرلیتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں کی جو سابقہ اولادیں ہیں ان کی آپس میں بالغ ہونے پر شادی جائز ہے یا ناجائز ہے؟ جبکہ زید کے بچے نے اس بیوہ کا دُودھ بھی نہیں پیا۔

ج…… سابقہ اولادوں کی شادی آپس میں جائز ہے۔

والدہ کی چچازاد بہن سے شادی جائز ہے

س…… کیا کوئی شخص اپنی والدہ کی چچا کی بیٹی سے شادی کرسکتا ہے؟ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نہیں کرسکتا کیونکہ ایک طرح سے لڑکی، لڑکے کی خالہ بن جاتی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں یہ

شادی ہوسکتی ہے، کیونکہ لڑکی خالہ نہیں ہوتی۔

ج…… اگر اور کوئی مانع نہ ہو تو والدہ کے چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، وہ رشتے کی خالہ ہے، حقیقی خالہ نہیں۔

والدہ کی پھوپھی زاد اولاد سے شادی

س…… اپنی والدہ کی سگی پھوپھی کی بیٹی یا بیٹا یعنی والدہ کے پھوپھی زاد کزن یعنی اپنی خالہ یا ماموں سے کیا شادی جائز ہے یا نہیں؟

ج…… والدہ کی پھوپھی کی لڑکی اور لڑکے سے نکاح جائز ہے۔

رشتے کی بھانجی سے شادی جائز ہے

س…… میرے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں، جس لڑکی سے شادی کر رہے ہیں وہ لڑکی میرے تایا کی لڑکی کی بیٹی ہے، جس سے میری شادی ہوگی وہ لڑکی رشتے میں میری بھانجی لگتی ہے، کیا یہ شادی ہوسکتی ہے؟

ج…… جس طرح تایا کی لڑکی سے نکاح جائز ہے اسی طرح اس لڑکی کی لڑکی یعنی تایا کی نواسی سے بھی جائز ہے۔

خالہ کے نواسے سے نکاح جائز ہے

س…… میری ایک سگی خالہ ہے، ان کا سگا نواسہ ہے، وہ میرا بھانجا ہوا، تو کیا خالہ اور بھانجے کا نکاح جائز ہے؟

ج…… خالہ کا نواسہ رشتے کا بھانجا کہلاتا ہے، سگا بھانجا نہیں، اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح خالہ کے لڑکے سے نکاح ہوسکتا ہے اسی طرح خالہ کے نواسے سے بھی ہوسکتا ہے۔

خالہ زاد بھانجی سے شادی

س…… میرے گھر والے جہاں میری شادی کرنا چاہتے ہیں اس لڑکی کے والد میرے والد صاحب کے چچازاد بھائی ہیں اور اس کی والدہ میری سگی خالہ زاد بہن ہیں، کیا یہ شادی ہوسکتی

ہے؟ اور یہ شادی جائز ہے یا نہیں؟

ج…… بلاشبہ جائز ہے۔

والدہ کی ماموں زاد بہن سے نکاح جائز ہے

س…… میرے گھر والے میری جس جگہ شادی کی بات کر رہے ہیں وہ میری والدہ کی ماموں زاد بہن ہے، اس طرح وہ رشتے میں میری خالہ ہوئیں، کیا ایسی خالہ سے میرا نکاح ہوسکتا ہے؟

ج……صرف سگی خالہ یا رضاعی خالہ سے شادی نہیں ہوسکتی، باقی رشتوں کی اس طرح کی خالہ سے نکاح دُرست ہے۔

بھتیجے اور بھانجے کی بیوہ، مطلقہ سے نکاح جائز ہے

س……جس طرح بھتیجا یا بھانجا اپنے چچا اور ماموں کی بیوہ یا مطلقہ (اپنی چچی یا ممانی) کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں، اسی طرح ایک چچا یا ماموں بھی اپنے بھتیجے یا بھانجے کی بیوہ یا مطلقہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ج……جی ہاں کرسکتے ہیں، بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔

بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، مگر بیٹے کی بیوہ سے نہیں

س……زید کا چچی (چچا کی بیوی) کے ساتھ نکاح تو چچا کے فوت ہونے کے بعد جائز ہے، کیا زید کے مرنے کے بعد زید کا چچا اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟ اگر ایسا ہے تو زید کا باپ اپنے بھائی کے فوت ہونے پر اس کی بیوہ سے نکاح کی صورت میں گویا اپنی بہو سے نکاح کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

ج……بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے، مگر بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز نہیں، چونکہ اس صورت میں اس کے بھائی کی بیوی بیٹے کی بھی بیوہ ہے، اس لئے اس کا بھائی کی بیوہ سے نکاح دُرست نہیں ہوگا۔

بیوی کے مرنے کے بعد سالی سے جب چاہے شادی کرسکتا ہے

س…… کیا یہ بات دُرست ہے کہ سالی سے شادی کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بیوی کے انتقال کے ۳ ماہ ۲۰ دن کی جائے ورنہ حرام ہوگی؟

ج…… نہیں! شوہر پر ایسی کوئی پابندی نہیں، البتہ بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں جب تک اس کی عدّت نہیں گزر جاتی اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ بیوی کے انتقال سے نکاح فوراً ختم ہوجاتا ہے اس لئے بیوی کی وفات کے بعد جب بھی چاہے سالی سے نکاح کرسکتا ہے، اس کے لئے کسی مدّت کی پابندی شرط نہیں۔

مرحومہ بیوی کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

س…… میرے دوست کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اور میرے دوست کے خاندان والے اس کی شادی بیوی کی پھوپھی سے کرنا چاہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے کہ پھوپھی ساس کے ساتھ شادی کرے؟

ج…… بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی پھوپھی، اس کی خالہ اور اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔

بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے شادی ہوسکتی ہے

س…… میرے بھائی نے ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، ان خاتون سے ایک لڑکی پہلے شوہر سے تھی، اب میرے بھائی سے بھی ماشاء اللہ دو بچے ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں بچے تو میرے سگے بھتیجے ہوئے اور اسی رشتے سے پہلے شوہر سے جو لڑکی ہے وہ میری بھتیجی ہوئی، مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ آیا میں اس لڑکی سے (جو پہلے شوہر سے ہے) شادی کرسکتا ہوں؟

ج…… آپ کے بھائی کی بیوی کی پہلی اولاد سے آپ کی شادی میں کوئی شرعی رُکاوٹ نہیں۔

دادی کی بھانجی سے شادی جائز ہے

س…… کیا دادی کی چھوٹی بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

ج…… جائز ہے۔

فہرست

باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے

س…… میرے والد کی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ مجھے فوراً بتائیں مہربانی ہوگی، اور میرا اس لڑکی کے ساتھ کیا رشتہ بنتا ہے؟

ج…… باپ کی پھوپھی زاد بہن سے نکاح جائز ہے۔

رشتے کی پھوپھی سے نکاح جائز ہے

س…… بشیر اور نصیر دونوں بھائی ہیں، زید بشیر کے پوتے کی شادی نصیر کی لڑکی ہندہ سے کرنا چاہتے ہیں جو کہ ایک رشتے سے زید کی پھوپھی لگتی ہے۔ ہماری برادری کے بہت سے لوگوں کا اعتراض ہے کہ یہ شادی جائز نہیں، حالانکہ رضاعت کا بھی کوئی رشتہ نہیں ہے۔

ج…… ایک بھائی کے پوتے کا دُوسرے بھائی کی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، یہ رشتہ شرعاً دُرست ہے، کوئی قباحت نہیں، لڑکی، لڑکے کی سگی پھوپھی نہیں کہ اِشکال ہو۔

پھوپھی کے انتقال کے بعد پھوپھا سے نکاح جائز ہے

س…… جناب میری ہمشیرہ کا ۲ برس ہوئے انتقال ہوگیا، وہ بے اولاد تھیں، کیا یہ جائز ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بہنوئی سے کردُوں؟

ج…… جائز ہے۔

بیوہ چچی سے نکاح جائز ہے

س…… ایک شخص نے ایک غیرمسلم عورت کو مسلم کرکے اس سے شادی کی، اس عورت سے اس شخص کے چار بچے ہوئے، پھر وہ شخص انتقال کرگیا۔ اس شخص کے مرنے کے دو سال بعد بچوں کے مستقبل کی خاطر اس شخص کے سگے بھتیجے نے اس عورت سے شادی کرلی، کیا اسلام کی رُو سے یہ شادی جائز ہے؟

ج…… شوہر کا بھتیجا عورت کا محرَم نہیں، اس سے نکاح جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہ ہو۔

تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح جائز ہے

س…… کیا تایازاد بہن کے لڑکے سے شادی ہوسکتی ہے؟ کیونکہ وہ لڑکا رشتے میں لڑکی کا بھانجا ہوتا ہے، ان دونوں کا رشتہ خالہ بھانجے کا ہوا۔

ج…… تایازاد بہن کے لڑکے سے نکاح جائز ہے، وہ سگا بھانجا نہیں۔

تایازاد بہن سے نکاح جائز ہے

س…… میرے والدین میری شادی میرے تایا کی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں، میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا اسلام میں تایازاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج…… جائز ہے۔

تایازاد بھائی کی لڑکی سے شادی جائز ہے

س…… کیا تایازاد بھائی کی لڑکی سے شادی ہوسکتی ہے؟

ج…… جائز ہے۔

چچا کی پوتی سے نکاح جائز ہے

س…… ایک دادا کی اولاد، سات بھائیوں نے آپس میں لڑکے لڑکیوں کا نکاح کیا، مسمّٰی مسلم کی اہلیہ چچازاد بہن ہے، اب مسلم اپنے بھائی کی منگنی اپنے سالے کی لڑکی یعنی چچا کے لڑکے کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، جبکہ چچا کی بیٹی مسلم کی منکوحہ ہے، جس کا بھائی مسلم کا سالا ہوا، اس کی بیٹی سے اپنے بھائی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟ جبکہ یہ فروعی رشتے سے چچا بھتیجی ہوتے ہیں، لیکن یہ رشتہ حقیقی نہیں محض ددھیالی رشتہ ہے، آیا ان کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج…… چچازاد بھائی کی بیٹی سے مسلم کے بھائی کا نکاح جائز ہے (یعنی چچا کی پوتی سے نکاح دُرست ہے)، مسلم کے چچازاد بھائی کی بیٹی مسلم کی حقیقی بھتیجی نہیں، بلکہ رشتے کی بھتیجی ہے، حقیقی بھتیجی سے نکاح منع ہے، رشتے کی بھتیجی سے نکاح منع نہیں ہے۔

والد کے ماموں زاد بھائی کی نواسی سے شادی جائز ہے

س…… والد کے ماموں زاد بھائی کی لڑکی کی لڑکی سے شادی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ رشتے

فہرست

کے حساب سے یہ میری بھانجی ہوئی۔

ج...... والد کے ماموں زاد بھائی کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔

رشتے کے بھتیجے سے شادی جائز ہے

س...... میرے خالہ زاد بھائی کے لڑکے سے میرا نکاح جائز ہے کہ ناجائز؟ جبکہ مجھے اس سے شادی کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی ہے۔

ج...... خالہ زاد بھائی کے لڑکے سے نکاح جائز ہے۔

والد کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے

س...... والد صاحب کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج...... اپنے والد کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے۔

والد کی ماموں زاد بہن سے شادی جائز ہے

س...... والد کے ماموں کی بیٹی سے شادی ہوسکتی ہے؟

ج...... اگر کوئی اور رشتہ محرمیت کا نہیں تو جائز ہے۔

ماموں کی لڑکی کے ہوتے ہوئے خالہ کی لڑکی سے نکاح

س...... ایک صاحب کے ہاں اپنے ماموں کی بچی پہلے ہی اس کی زوجیت میں ہے، آیا وہ پہلی بیوی کی موجودگی میں بوجہ مجبوری دُوسری شادی اپنی خالہ کی لڑکی سے کرسکتا ہے کہ نہیں؟

ج...... ماموں کی لڑکی کی موجودگی میں خالہ کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے۔

بیٹے کی سالی سے نکاح کرنا

س...... ہمارے شہر میں ایک معزّز آدمی نے اپنی شادی اپنے لڑکے کی سالی کے ساتھ کی ہے، اور اس آدمی کے دُوسرے لڑکے کے گھر لڑکی کی پھوپھی ہے، یعنی شادی سے پہلے اپنے لڑکے کی عورت کا خسر تھا اور جس سے شادی کی اس کا خالو تھا، کیا یہ نکاح دُرست ہے یا نہیں؟

ج...... اگر لڑکا پہلی بیوی سے تھا تو دُوسری بیوی کی بہن سے اس کا نکاح جائز ہے، اور لڑکی کی پھوپھی کے ساتھ دُوسرے لڑکے کا نکاح بھی جائز ہے۔

ممانی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے اگرچہ بعد میں اس نے دُوسرے بھانجے سے نکاح کرلیا ہو

س……میری ایک بیوہ ممانی ہے اس کی کچھ بیٹیاں ہیں، ان میں سے کسی بیٹی سے شادی کرنا مجھ پر جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو پھر یہ بتایئے کہ اب جبکہ میری ممانی نے میرے بھائی سے شادی کرلی ہے تو اس کے بارے میں قرآن وسنتِ رسولؐ کے مطابق مجھے بتادیں کہ اب اس کی بیٹی سے میری شادی جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ اب میری ممانی کہتی ہے کہ اب میں آپ کی بھابھی بن گئی ہوں اس لئے میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے نہیں کرتی، حالانکہ وہ لڑکی میری منگیتر ہے۔

ج……آپ کی ممانی کی وہ لڑکی جو آپ کے ماموں کی اولاد ہے، اس کے ساتھ آپ کا نکاح صحیح ہے، ممانی کے آپ کے بھائی کے نکاح میں آجانے سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

بیوہ ممانی سے نکاح کرنا جائز ہے اگر وہ محرَم نہ ہو

س……کیا سعید اپنی بیوہ ممانی سے نکاح کرسکتا ہے؟

ج……ممانی اگر غیر محرَم ہو تو اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔

ماموں کی سالی سے شادی کرنا

س……زید چاہتا ہے کہ اس کی شادی فلاں لڑکی سے ہوجائے، لیکن سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ وہ لڑکی زید کے ماموں کی سالی ہے، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دیں کہ آیا شریعت کی رُو سے ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ خاص طور پر اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ وہ لڑکی زید کے ماموں کی سالی اور زید کی ممانی کی سگی (چھوٹی) بہن ہے۔

ج……شادی تو باپ کی سالی سے بھی ہوسکتی ہے، اگر کوئی اور مانع نہیں ہو، ماموں کی سالی سے کیوں نہ ہوگی؟ اور خود ماموں کی بیوہ سے ہوسکتی ہے تو اس کی بہن سے کیوں نہ ہوگی…؟

منہ بولی بیٹی یا بہن شرعاً نامحرَم ہے اس سے نکاح جائز ہے

س……اگر کسی کی کوئی بہن یا بیٹی نہ ہو اور وہ کسی کو منہ بولی بیٹی یا بہن بنالے تو کیا شریعت اس سے نکاح کی اجازت دیتی ہے؟

ج…… منہ بولی بہن یا بیٹی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، شرعاً وہ نامحرَم ہے اور اس سے نکاح جائز ہے۔

کسی لڑکی کو بہن کہہ دینے سے وہ حرام نہیں ہوجاتی

س……اگر ایک بالغ لڑکا کہے کہ: ''جب تک میرے والد صاحب میرے لئے نیا گھر نہ بنائیں اس وقت تک مجھ پر بیوی بہن ہے'' اب اس لڑکے نے شادی کی ہے تو یہ عورت اس کی بیوی ہوگئی یا نہیں؟

ج……نکاح سے پہلے کسی لڑکی کو بہن کہنے سے وہ لڑکی حرام نہیں ہوجاتی، اس لئے نکاح صحیح ہے، اور یہ لڑکی اس کی بیوی بن گئی اور بیوی کو بہن کہہ دینے سے بھی بیوی حرام نہیں ہوجاتی۔

محض کہنے سے نامحرَم، بھائی بہن نہیں بن سکتے

س……میرے ماموں کی لڑکی جو کہ مجھے اپنا بھائی سمجھتی ہے اور میں بھی اس کو اپنی بہن کا درجہ دیتا ہوں، کچھ دنوں سے ہمارے رشتے کی بات چل گئی ہے، اس لئے قرآن مجید کی روشنی سے حوالہ دیجئے کہ یہ رشتہ قابلِ قبول ہے؟ جبکہ ہم دونوں اب تک بھائی بہن ہی کی طرح ایک دُوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔

ج…… ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد، چچازاد سے نکاح جائز ہے، اور نامحرَم کو بھائی بہن بنالینے سے سچ مچ کے بھائی بہن نہیں بن جاتے۔

پھوپھی یا بہن کہہ دینے سے نکاح ناجائز نہیں ہوجاتا

س…… میں حیدرآباد میں رہتی ہوں، ہمارے ہمسائے میں ایک صاحب ہیں ان کی بیوی سے دوستی کی بنا پر میں ان کے گھر آتی جاتی تھی، ان کے بچے مجھے پھوپھو کہہ کر پکارتے تھے اور میں ان کو بھائی کہتی تھی، مگر انہوں نے شاید ایک دو بار مجھے بہن کہا ہو ورنہ نہیں۔ چار سال

قبل ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا، جبکہ میرے شوہر کا انتقال دس ماہ قبل ہوا ہے۔ میرا کوئی بچہ نہیں، عدّت ختم ہوتے ہی میرے ہمسائے کے نکاح کے لئے پیغام آنے شروع ہوگئے، اگر میں نکاح کرلوں تو جائز ہوگا یا نہیں؟

ج…… بچوں کے آپ کو پھوپھی کہنے سے یا آپ کے ان صاحب کو بھائی کہہ دینے سے نکاح ناجائز نہیں ہوگیا، اس لئے آپ عقد کرسکتی ہیں۔

بغیر صحبت کے منکوحہ عورت کی بیٹی سے نکاح

س…… ایک شخص نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، لیکن رُخصتی نہیں ہوئی، (یعنی ہمبستری نہیں ہوئی)، اس سے پہلے وہ بیوہ عورت فوت ہوگئی، اب اس بیوہ کی ایک لڑکی جوان ہے کیا وہ شخص جس کا بیوہ سے نکاح ہوا تھا، اس بیوہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے؟

ج…… جس عورت سے صرف نکاح ہوا ہو، صحبت نہ کی ہو، اس کی طلاق یا موت کے بعد اس کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے، لقولہ تعالیٰ: ”فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم.“ (النساء:۲۳)

جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں

فہرست

باپ شریک بہن کے لڑکے سے نکاح جائز نہیں

س…… میرے ابا نے پہلے شادی کی، چھ بچے پیدا ہوئے، پھر پہلی بیوی کو طلاق دے دی، پھر میرے ابا نے اپنی سگی خالہ کی لڑکی سے دُوسری شادی کی، اس سے بھی چھ بچے ہوئے، پھر پہلی بیوی کی لڑکی کی شادی دُوسری بیوی کے بھائی سے کردی۔ اب وہ میرے ماموں اور ممانی بھی لگتے ہیں، اور سوتیلی بہن بہنوئی بھی۔ ان کا ایک لڑکا ہے اب ہم ایک دُوسرے کو بہت چاہتے ہیں، ہم ایک دُوسرے کے ماموں پھوپھی زاد بہن بھائی بھی ہیں اور خالہ بھانجے بھی ہیں، کیا

ہم دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے؟

ج……آپ کی سوتیلی بہن، جو رشتے میں آپ کی ممانی بھی لگتی ہیں اس کے لڑکے سے آپ کا عقد نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ لڑکا آپ کا بھانجا ہے، اور خالہ بھانجے کا عقد نہیں ہوسکتا۔

بھانجی سے نکاح باطل ہے، علیحدگی کے لئے طلاق کی ضرورت نہیں

س……میرا ایک گہرا دوست ہے، اس نے اپنی حقیقی بھانجی سے شادی کرلی ہے، یہ اس طرح کہ میرا دوست سلیم اور اس کی بہن شاہدہ ایک ماں کی اولاد ہیں، شاہدہ کا باپ مرگیا تھا تو شاہدہ کی ماں نے نکاح کرلیا، اس سے سلیم پیدا ہوا، شاہدہ اور سلیم نے ایک ہی ماں کا دُودھ پیا ہے، ایک ماں سے پیدا ہوئے ہیں، جبکہ باپ الگ الگ تھے، شاہدہ کی شادی کے بعد نوراں پیدا ہوئی اور جب وہ جوان ہوئی تو سلیم کو پسند کرنے لگی، سلیم بھی چاہنے لگا اور خود کو عاقل و بالغ ظاہر کرکے شادی کرلی۔ میرا دوست کہتا ہے کہ یہ شادی جائز ہے، کیونکہ ہم نے نکاح کیا ہے، نکاح کسی سے بھی جائز ہے، ہم نے حرام نہیں کیا۔ جبکہ شرعی لحاظ سے یہ نکاح ہوا ہی نہیں ہے۔ نوراں کہتی ہے کہ سلیم مجھے طلاق دے دے میں الگ ہوجاؤں گی۔ سلیم کہتا ہے کہ جب نکاح نہیں ہوا تو طلاق کیسی؟ یہ الگ رہے اور نکاح کرلے میں زبردستی تھوڑی رکھ رہا ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا جب تک وہ طلاق نہ لکھے نوراں شادی نہیں کرسکتی یا بغیر طلاق کے نوراں کا نکاح جائز ہوگا؟ وہ الگ ہوجائے یا وہ اسی طرح زندگی بسر کریں؟ اور ان لوگوں کے یہاں کا کھانا پینا، ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟ اسلام کی رُو سے کیا حکم ہے؟

ج……آپ کے دوست کا اپنی بھانجی سے نکاح قرآنِ کریم کی نصِ قطعی سے باطل ہے، اور اس کو حلال اور جائز سمجھنے والا کافر و مرتد ہے۔ یہ نکاح نہیں ہوا، نہ طلاق کی ضرورت ہے، کیونکہ طلاق کی ضرورت نکاح کے بعد ہوتی ہے، جب نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کے کیا معنی؟ البتہ چونکہ یہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے ملاپ کرچکے ہیں اس لئے آپ کے دوست پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہہ دے کہ میں نے اس کو الگ کیا، اور یہ کہہ کر دونوں فوراً الگ ہوجائیں اور فعلِ بد سے توبہ کریں اور دونوں اپنے ایمان کی بھی تجدید کریں، جب

فہرست

تک وہ توبہ کرکے الگ الگ نہیں ہوجاتے ان سے مسلمانوں کا سابرتاوٴ جائز نہیں۔

سگی بھانجی سے نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے

س…… میرے ایک سگے ماموں ہیں جو کہ عمر میں مجھ سے ۱۰ سال بڑے ہیں، انہوں نے مجھے ایک بزرگ کا دھوکا دیا اور کہا کہ ایک بزرگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ماموں کی سگی بھانجی سے شادی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے مجھ کو بے وقوف بناکر مجھ سے شادی کرلی۔ میں انٹر کی طالبہ ہوں، مجھے ان کی دھوکا بازیوں کا بعد میں علم ہوا، انہوں نے مجھ سے اپنا نکاح نامہ بھی لکھوالیا ہے، اب میں بے حد پریشان ہوں، میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اب میں کیا کروں؟ میرے گھر والے یعنی امی ابا، بہن بھائی اس بات سے بے خبر ہیں، میں نے کہا کہ ماموں یہ تو گناہ ہے تو کہنے لگے کہ کوئی گناہ نہیں ہے، یہ جائز ہے۔ اب مجھے ذرا یہ بھی بتادیں کہ اگر یہ ناجائز ہے، گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیسے ادا ہوگا؟ آپ مجھے یہ بتادیں کہ کیا یہ شادی جائز ہے یا ناجائز ہے؟

ج…… ماموں بھانجی کا نکاح قرآنِ کریم کی نصِ قطعی سے حرام ہے، جو شخص اس کو جائز کہے جیسا کہ آپ کے بدقماش ماموں نے کہا، وہ کافر و مرتد ہے، اس کو چاہئے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرے اور اس کفر سے توبہ کرے۔ آپ کو لازم تھا کہ آپ ان سے کہتیں کہ کسی مستند عالم کا فتویٰ لاوٴ تب میں اس شادی کے لئے تیار ہوسکوں گی، بہرحال یہ نکاح نہیں ہوا، نہ ہوسکتا ہے۔ آپ اپنے والدین کو اس کی اطلاع کردیں۔

بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

س…… کریم بخش کی بڑی بہن کا ایک ہی لڑکا ہے، جس نے غیر خاندان میں شادی کی ہے، جس سے اس کی ایک لڑکی ریحانہ ہے، اس طرح یہ لڑکی ریحانہ، کریم بخش کے بھانجے کی لڑکی اور بڑی بہن کی پوتی ہے۔ مولانا صاحب! کیا قانونِ خداوندی کے تحت لڑکی ریحانہ اور کریم بخش کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج…… بھانجے کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، دُوسرے لفظوں میں جس طرح بہن سے نکاح

حرام ہے، اسی طرح بہن کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہے۔

سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

س...... مسئلہ یہ ہے کہ سوتیلے بھائی کی شادی سوتیلی بہن کی لڑکی سے ہوسکتی ہے؟ یعنی سوتیلے ماموں اور بھتیجی کا نکاح اسلام کی رُو سے جائز ہے یا ناجائز؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شادی ہوجاتی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں ہوسکتی ہے۔ میں اس سلسلے میں بڑا پریشان ہوں خدارا جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

ج...... سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں، قرآنِ کریم میں اس کو محرَمات میں شمار کیا ہے۔

سوتیلی خالہ سے شادی جائز نہیں

س...... کیا زید کی شادی اس کی سوتیلی خالہ سے اور زید کی بہن کی شادی اس کے سوتیلے ماموں سے ہوسکتی ہے؟ جبکہ زید کے نانا تو سگے ہیں لیکن نانی سوتیلی ہیں۔

ج...... سوتیلی خالہ اور سوتیلے ماموں سے بھی نکاح اسی طرح حرام ہے جس طرح حقیقی خالہ اور حقیقی ماموں سے۔

سوتیلے والد سے نکاح جائز نہیں

س...... رضیہ کی والدہ کی شادی پچیّس سال پہلے ہوئی تھی، اور ایک سال بعد رضیہ نے جنم لیا، لیکن جب رضیہ کی عمر دس سال ہوئی تو اس کے والدین میں کچھ ناچاقی پیدا ہوگئی، جس سے رضیہ کے والد نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی، اور رضیہ کو مہر کی جگہ والدہ کو لکھ کر دے دیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو رضیہ کی والدہ نے اپنے سے پندرہ سال کم عمر لڑکے سے شادی کرلی، رضیہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ رہتی رہی، لیکن خدا کو کچھ منظور نہ تھا، اس لئے دُوسری شادی بھی کامیاب نہ رہی اور طلاق ہوگئی، اس وقت رضیہ کی عمر ۲۴ سال ہے اور اس کے سوتیلے باپ کی عمر ۳۵ سال ہے۔ رضیہ کا خیال ہے کہ وہ اس آدمی سے شادی کرلے جبکہ رشتے سے وہ رضیہ کا سوتیلا باپ لگتا تھا، لیکن اب کوئی رشتہ نہیں کیونکہ اس نے رضیہ کی والدہ کو طلاق دے دی ہے، اور نہ ہی یہ آدمی خاندان میں سے ہے۔ ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ

فہرست

کیا رضیہ کا نکاح اس آدمی سے ہوسکتا ہے؟

ج...... سوتیلا باپ ہمیشہ کے لئے باپ رہتا ہے، خواہ لڑکی کی والدہ مرگئی ہو یا اسے طلاق دے دی ہو۔ رضیہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ سے نہیں ہوسکتا، سوتیلا باپ بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح سگا باپ حرام ہے۔

سوتیلی پھوپھی سے شادی جائز نہیں

س...... ''ق'' نے پہلی شادی کے کافی عرصے بعد دُوسری شادی کی، مسئلہ یہ ہے کہ ''ق'' کی پہلی بیوی کے بیٹے کے بیٹے کی شادی اس کی دُوسری بیوی کی بیٹی سے جائز ہے کہ نہیں؟ یعنی ''ق'' کے پوتے کی شادی اس کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ رشتے میں لڑکی، لڑکے کی سوتیلی پھوپھی ہوتی ہے اور لڑکا سوتیلا بھتیجا۔ دراصل پریشانی یہ ہے کہ یہ دونوں شادی کرنا چاہتے ہیں اور ہم سب کے خیال میں کتاب وسنت کی روشنی میں یہ سب جائز نہیں، آپ جلد از جلد ہمیں اس کا جواب دیں تاکہ دونوں کو سمجھایا جاسکے۔

ج...... جس طرح سگی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح سوتیلی پھوپھی سے بھی جائز نہیں۔

دو سوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں رکھنا جائز نہیں

س...... میرا دوست زید اپنی بیوی کی موجودگی میں اس کی سوتیلی بہن (سالی) سے نکاح کا خواہش مند ہے، (دونوں بہنوں کی ماں ایک ہی ہے مگر باپ سوتیلے ہیں) کیا دو سوتیلی بہنیں ایک نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ جبکہ حالات بھی ایسا کرنے پر مجبور کرتے ہوں۔

ج...... دو بہنیں ایک نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں، خواہ دونوں سگی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک۔

خالہ اور بھانجی سے بیک وقت نکاح حرام ہے

س...... ہمارے والد محترم نے ہماری والدہ سے شادی کے کئی سال بعد ہماری والدہ کی بڑی بہن کی بیٹی سے خفیہ طور پر نکاح خواں سے رشتے کی نوعیت کا اظہار کئے بغیر شادی کر لی

ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ آیا شریعت کی رُو سے ''خالہ'' اور ''بھانجی'' سے بیک وقت اس طرح نکاح جائز ہے؟ اور آیا ہماری نئی والدہ جو رشتے کے اعتبار سے ہماری خالہ کی بیٹی ہے، ماں کی حیثیت حاصل کرسکتی ہے؟

ج…… آپ کی والدہ کی موجودگی میں یہ نکاح جائز نہیں، بلکہ نصِ قرآن کی رُو سے حرام اور ممنوع ہے، آپ کے والد محترم نئی دُلہن کو فوراً الگ کردیں، یہ نکاح نہیں زنا ہے، اور آپ کے والد کے حق میں اندیشۂ کفر ہے، اس لئے ایمان کی تجدید کرکے آپ کی والدہ سے بھی دوبارہ نکاح کریں۔

بیوی کی نواسی سے کبھی بھی نکاح جائز نہیں

س…… زید اپنی منکوحہ کی سگی نواسی کو نکاح میں لانا چاہتا ہے، شریعتِ محمدیہ کی رُو سے یہ نکاح حلال ہے یا نہیں؟ زید کی زوجہ تاحال حیات ہے۔

ج…… جس طرح اپنی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی حرام ہے، اسی طرح بیوی کی بیٹی اور نواسی بھی ہمیشہ کے لئے حرام ہے، لہٰذا زید کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کی سگی نواسی سے نکاح کرے، نہ بیوی کی زندگی میں اور نہ اس کے مرنے کے بعد۔

باپ کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہوسکتا خواہ رُخصتی نہ ہوئی ہو

س…… ایک شخص نے جو پہلے بھی شادی شدہ تھا، ایک لڑکی سے نکاح کیا، لیکن رُخصتی سے پہلے فوت ہوگیا، اس کی اولاد جوان ہے اور وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتی ہے (یعنی اس شخص کا لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے) کیا اس لڑکی اور لڑکے کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کا حل فرمائیں۔

ج…… جس لڑکی سے باپ نے نکاح کیا ہو، خواہ رُخصتی نہ ہوئی ہو، اس سے اولاد کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ باپ کی منکوحہ نصِ قرآن کی رُو سے حرام ہے۔

داماد پر ساس، ماں کی طرح حرام ہے

س…… ایک آدمی کی بیوی مرگئی تو وہ اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

فہرست

ج……جس عورت سے نکاح ہوجائے (خواہ وہ عورت اس مرد کے گھر آباد بھی نہ ہوئی ہو) نکاح ہوتے ہی اس کی ماں اس مرد پر حرام ہوجاتی ہے، جس طرح اپنی ماں حرام ہے۔ لہٰذا بیوی کی ماں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ ہاں! بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح ہوسکتا ہے۔

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

س……میں نے بیوی کی اجازت سے اس کی بھتیجی سے نکاح کرلیا، اس سے دو بچے بھی ہوگئے، دونوں بیویاں اکٹھی رہتی ہیں ان میں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں۔ میرے علم میں نہیں تھا کہ بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے ایک حدیث کی رُو سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ کیا یہ حدیث واقعی مصدقہ ہے یا نہیں؟ آپ مجھے بتائیں کہ کیا کرنا چاہئے؟

ج……پھوپھی اور بھتیجی کو اور خالہ اور بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اس پر بہت سی احادیث موجود ہیں، اور صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ ہدیٰ کا اس پر اجماع ہے، اس لئے آپ نے اپنی بیوی کی بھتیجی سے جو نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے، آپ اس سے توبہ کیجئے اور اپنی دُوسری بیوی کو فوراً الگ کردیجئے۔

بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح فاسد ہے

س……ایک شخص اپنی سالی کو دھوکے سے عدالت لے گیا، عدالت میں جاکر جبراً ایک بانڈ (فارم) پر دستخط کرائے اور عدالت میں نکاح کرلیا، کیا یہ ممکن ہے کہ بیک وقت دو بہنیں ایک ہی شخص کے نکاح میں رہیں؟ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ج……بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح فاسد ہے، کیونکہ دو بہنوں کو ایک شخص بیک وقت اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔ قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے، اور باجماعِ اُمت دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، لہٰذا اس شخص کو لازم ہے کہ سالی کو علیحدہ کردے، اور یہ شخص جب تک سالی سے علیحدگی اختیار نہ کرلے تب تک بیوی سے ازدواجی تعلق حرام ہے۔

بیوی کی موجودگی میں اس کی سوتیلی بھتیجی سے بھی نکاح جائز نہیں

س…… زید کی بیوی کا ایک مادرزاد سوتیلا بھائی ہے، یعنی زید کا سوتیلا سالا ہوا، اب سوال یہ ہے کہ اس سوتیلے سالے کی لڑکی زید کے نکاح میں شرعی طور پر آسکتی ہے؟ جبکہ زید کی بیوی بھی موجود ہے۔

ج…… بیوی کی موجودگی میں اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے بھائی کی۔

س…… اگر زید کی موجودہ بیوی فوت ہوجائے یا طلاق ہوجائے تو پھر زید کا سالا جس کا ذکر اُوپر کے سوال میں کیا گیا ہے، اس کی لڑکی زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟

ج…… بیوی کو طلاق ہوجائے اور اس کی عدّت بھی ختم ہوجائے یا بیوی مرجائے تو اس کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے۔

ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی حرام ہے

س…… ایک شخص نے اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کیا، تو کیا شرعاً بیک وقت دو سگی بہنوں سے نکاح جائز ہے؟ کیا دُوسری بہن سے نکاح کرنے کے بعد پہلی بہن کا نکاح رہے گا یا دُوسری بہن کا نکاح نہ ہوگا؟ ایسے ناجائز نکاح میں شرکت کرنے والوں اور حصہ لینے والوں پر کوئی پابندی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

ج…… بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر حرام کردیا گیا دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا''، دُوسری بہن کا نکاح ہوا ہی نہیں اس لئے پہلی بیوی کا نکاح باقی ہے۔ جو لوگ دیدہ و دانستہ اس ناجائز نکاح میں شریک ہوئے وہ سخت گنہگار ہوئے، ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واِستغفار کریں، البتہ جو لوگ لاعلمی کی بنا پر شریک ہوئے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

بیوی کی بہن سے شادی نہیں ہوتی، اگر مرد جائز سمجھتا ہے تو کفر کیا اور پہلا نکاح کالعدم ہوگیا

س…… مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ایک عزیز جنھوں نے عرصہ سات سال قبل شادی کی تھی، اور

جس لڑکی سے انہوں نے شادی کی تھی اس کی ایک بڑی بہن تھی، وہ بھی شادی شدہ اور سات بچوں کی ماں تھی، کچھ عرصے بعد یہ انکشافات ہونے لگے کہ وہ حضرت اسی بڑی بہن کو پسند کرنے لگے اور اس عورت نے اپنے پہلے شوہر سے اس وجہ سے علیحدگی اختیار کرلی، اب دونوں آزادی سے ملنے بھی لگے، اور اب معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں نے نکاح بھی کرلیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ آیا ان کا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ میں نے کسی سے سنا تھا کہ دُوسرے نکاح کے بعد ان کی پہلی بیوی بھی نکاح سے خارج ہوگئی، شرعی طور پر کیا یہ سچ ہے؟ کیا دو سگی بہنوں سے ایک وقت میں نکاح جائز ہے یا دونوں سے حرام ہو رہا ہے؟

ج...... ایک بہن کی موجودگی میں دُوسری بہن سے نکاح نہیں ہوتا، اس لئے دُوسری بہن سے جوان صاحب نے نکاح رچایا یہ نکاح فاسد ہے، اس کی پہلی بیوی اس کے نکاح میں ہے، لیکن اگر اس نے دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا جائز اور حلال سمجھا تھا تو یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کا پہلا نکاح بھی کالعدم ہوگیا۔

دو بہنوں سے شادی کرنے والے کی دُوسری بیوی کی اولاد کا حکم

س...... کیا ایک مسلمان مرد کے لئے بیک وقت دو سگی (حقیقی) بہنوں سے نکاح جائز ہے؟ اور اگر کسی صاحب نے اپنی پہلی بیوی کی زندگی میں اپنی سگی سالی سے نکاح کرلیا ہو تو کیا ان دونوں کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد جائز ہوگی؟

ج...... بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، اگر کسی نے نکاح کرلیا اور اولاد بھی ہوگئی تو دونوں بہنوں کی اولاد جائز اور ثابت النسب ہوگی، پہلی بہن کی اولاد تو نکاحِ صحیح میں پیدا ہوئی اس لئے اس کا نسب ثابت ہے، اور دُوسری بہن کے ساتھ جو نکاح ہوا ہے یہ نکاح فاسد ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس نکاحِ فاسد کی وجہ سے اولاد پیدا ہوئی وہ ثابت النسب ہے، لیکن دونوں کے درمیان تفریق ضروری اور لازمی ہے، تفریق کے بعد عورت کے ذمہ عدّت واجب ہے اور مرد کے ذمہ پورا مہر دینا واجب ہے۔

نکاح پر نکاح کرنا

کسی کی منکوحہ سے نکاح، نکاح نہیں بدکاری ہے

س...... میرے دو بچے ہیں، ۱۲ سال قبل شادی ہوئی تھی، مجھ سے پہلے میری بیوی کی شادی ایک دُوسرے شخص سے ہوئی تھی، اس شخص کو ایک مقدمے میں ۱۶ سال سزائے قید ہوگئی تھی، دو سال کے بعد میں نے اس کی بیوی سے عدالت میں نکاح کرلیا، جبکہ پہلے شوہر نے ابھی تک طلاق نہیں دی۔ اُس سے بھی میری بیوی کے چار بچے ہیں۔ اب اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کردیا ہے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ خدا کے لئے قرآن کی روشنی میں بتایئے کہ یہ میری بیوی ہے یا پہلے شوہر کی؟ یا اب ہم کیا کریں؟

ج...... یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ عورت پہلے ایک شخص کی منکوحہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ عورت اُسی کی بیوی ہے، اور یہ مسئلہ ہر عام و خاص کو معلوم ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس سے دُوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ عورت آپ کی بیوی نہیں، بلکہ پہلے شوہر کی بیوی ہے، آپ اس کو علیحدہ کردیں، اور وہ عدّت گزار کر پہلے شوہر کے پاس چلی جائے یا پہلے شوہر سے طلاق لے لی جائے، اور عدّت گزرنے کے بعد آپ اس سے دوبارہ صحیح نکاح کریں۔

نکاح پر نکاح کو جائز سمجھنا کفر ہے

س...... ایک عورت جس کے شوہر عرصہ پندرہ سال سے انڈیا میں رہتے ہیں، اس عورت نے پاکستان میں کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے، جبکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، اس میں بھی کئی اشخاص شامل تھے جبکہ دُوسری مرتبہ نکاح پڑھوایا اور ان لوگوں کو علم بھی ہے کہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے، اس کے متعلق بھی یہی سنا ہے کہ نکاح میں شامل ہونے

فہرست

والوں کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ کیا یہ شادی دُرست ہے؟ کیا ان لوگوں کا نکاح فسخ ہوگیا؟ اور اگر شوہر لاپتہ ہوجائے تو کتنے عرصے کے بعد عورت نکاح کرے؟ یا علم بھی ہو اور شوہر طلاق نہ دیتا ہو تو بھی عورت کتنے عرصے کے بعد نکاح کرسکتی ہے؟

ج…… جو عورت کسی کے نکاح میں ہو جب تک وہ اسے طلاق نہ دے اور اس کی عدّت نہ گزر جائے دُوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ اس کو جائز سمجھ کر دُوسرے نکاح میں شریک ہونے والے اسلام سے خارج ہوگئے، ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنے ایمان و نکاح کی تجدید کریں۔

جس عورت کا شوہر لاپتہ ہوگیا ہو اس کو چاہئے کہ عدالت سے رُجوع کرے، عدالت میں اپنے نکاح کا ثبوت اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت پیش کرے۔ اس ثبوت کے بعد عدالت اس عورت کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دے، اور اس دوران اس کے لاپتہ شوہر کا پتہ چلانے کی کوشش کرے، اگر اس عرصے میں شوہر کا سراغ نہ مل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کردے۔ اس فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کی موت کی عدّت (چار مہینے دس دن) پوری کرے، عدّت پوری ہونے کے بعد یہ عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، لیکن جب تک عدالت سے اس کے لاپتہ شوہر کی موت کا فیصلہ نہ کرالیا جائے، عورت دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

جو شوہر نہ تو اپنی بیوی کو آباد کرتا ہو، نہ اسے طلاق دیتا ہو، وہ عورت عدالت سے رُجوع کرے اور عدالت تحقیق و تفتیش کے بعد شوہر کو حکم دے کہ وہ یا تو دستور کے مطابق بیوی کو آباد کرے، یا اسے طلاق دے دے، اگر وہ کسی بات پر بھی آمادہ نہ ہو تو عدالت، شوہر یا اس کے وکیل کی موجودگی میں ''فسخِ نکاح'' کا خود فیصلہ کردے، اس فیصلے کے بعد عورت عدّت گزارے، عدّت کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکے گی۔

نکاح پر نکاح کرنے والا زنا کا مرتکب ہے

س…… ہمارے محلے میں ایک لڑکی ہے جس کا نکاح والدین نے اپنے کسی رشتہ دار سے تقریباً ۸ سال کی عمر میں کیا تھا، اب اس لڑکی کے والدین نے کسی اور رشتہ دار سے دوبارہ

فہرست

نکاح کرایا ہے (دہرا نکاح ہے)، نکاح کے اُوپر نکاح کرایا گیا ہے، بتائیں کہ کیا یہ نکاح دُرست ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ زنا ہے، اگر زنا ہے تو اس کی شریعتِ محمدیہ کے مطابق سزا دینی چاہئے یا اس میں کچھ معافی بھی ہے؟

ج……لڑکی کا جو نکاح آٹھ سال کی عمر میں کیا گیا تھا وہ صحیح تھا، اب اگر اس لڑکی کو پہلے شوہر سے طلاق نہیں ہوئی تو دُوسرے نکاح کے غلط اور باطل ہونے میں کیا شک ہے…؟ اور اگر یہ لڑکا اور لڑکی جنسی تعلق قائم کریں گے تو اس کے زنا اور خالص زنا ہونے میں کیا شبہ ہے…؟ باقی شرعی سزا تو تمام حالات کی تحقیق کرکے جرم کی نوعیت کے مطابق شرعی عدالت ہی جاری کرسکتی ہے۔

کسی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں

س……میرا نکاح مسماۃ فلاں بنت فلاں سے ہوا اور تقریباً ایک سال رہا، اور اس سے ایک لڑکا بھی ہوا، مگر لڑکی کا معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھی اور اس کا آدمی انڈیا میں زندہ ہے اور اس نے اب تک طلاق نہیں دی۔ لہٰذا مجھ کو جب پتا چلا تو میں نے اسے طلاق دے دی، اب میں دوبارہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، اگر وہ پہلے شوہر سے طلاق لے لے کیا وہ مجھ پر جائز ہوگی؟

ج…… پہلے شوہر سے طلاق ہوجائے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے، تو آپ سے نکاح ہوسکتا ہے، آپ کو تو معلوم نہیں تھا کہ اس کا پہلے سے نکاح موجود ہے، اس لئے آپ تو گناہ گار نہیں ہوئے، مگر اس لڑکی کو تو معلوم تھا کہ اس کا پہلا شوہر زندہ موجود ہے اس لئے وہ گناہ گار ہوئی اس کو اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

لڑکی کی لاعلمی میں نکاح کا حکم

س……ایک لڑکی جس کا والد تقریباً دس سال پہلے وفات پاچکا ہے اور اس کی والدہ نے اس کا رشتہ اپنے رشتہ داروں میں کیا، منگنی وغیرہ کی رسم ہوئی، کچھ عرصہ بعد والدہ کسی لالچ کی وجہ سے منگنی توڑ کر رشتہ دُوسری جگہ کرنا چاہتی تھی تو لڑکی نے انکار کردیا کہ میں اپنی عزّت سرِعام نیلام

فہرست

نہیں کروں گی۔ اسے دھمکیاں دی گئیں، مارا پیٹا بھی مگر لڑکی برابر انکار ہی کرتی رہی، اور آخر کار ایک دن زبردستی نکاح نامے پر دستخط کے بجائے (نشان) انگوٹھا لگوالیا جس کا لڑکی کو کوئی علم ہی نہ تھا، لڑکی پڑھی لکھی تھی، رُخصتی وغیرہ نہیں ہوئی تھی، اب جبکہ عیدالاضحیٰ کے بعد رُخصتی کرنا چاہتے تھے تو لڑکی اپنے پہلے والے رشتہ داروں کے پاس آگئی اور وہاں آکر کورٹ میں حلف نامہ لکھوا کر نکاح کرلیا ہے، کیونکہ پہلے والے نکاح کا تو لڑکی کو کوئی علم ہی نہ تھا، نہ ہی اس نے قبول کیا تھا، اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالیں کہ کیا پہلے والا نکاح تھا یا نہیں؟

ج…… اگر لڑکی پڑھی لکھی تھی تو نکاح نامے پر اس کا انگوٹھا کیسے لگوالیا گیا اور اس کو علم کیسے نہیں ہوا؟ یہ بات تحقیق طلب ہے۔ اگر تحقیق سے ثابت ہوجائے کہ لڑکی کو واقعی نکاح کئے جانے کا علم نہیں تھا، نہ اس نے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح نہیں ہوا، اور اگر مار پیٹ کر صرف دستخط کرائے گئے، یا انگوٹھا لگوالیا گیا، جبکہ لڑکی اس نکاح پر رضامند نہیں تھی تب بھی نکاح نہیں ہوا، لہٰذا لڑکی کا وہ نکاح، جو اس نے پہلی منگنی کی جگہ کیا صحیح ہے۔

جھوٹ بول کر طلاق کا فتویٰ لینے والی عورت دُوسری جگہ شادی نہیں کرسکتی

س…… میرے دوست ''ف'' کی شادی ایک سال قبل اس کی چچازاد بہن ''ن'' سے ہوئی، جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ایک اچھے ادارے میں اعلیٰ پوسٹ پر کام کرتی ہے، جبکہ ''ف'' ایک کلرک کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یہ شادی ''ف'' اور ''ن'' کی باہمی رضامندی اور پسند کے ساتھ ساتھ گھر والوں کی مرضی سے ہوئی تھی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد پیسہ، روپیہ اور اعلیٰ معیار کا مسئلہ ''ن'' اور ''ن'' کے گھر والوں کی طرف سے شروع ہوا۔ ''ف'' کی آمدنی محدود تھی اس لئے وہ لڑکی اور ان کے گھر والوں کی خواہش کے مطابق سامانِ آرائش و زیبائش فراہم نہ کرسکا۔ اس پر ''ن'' ناراض ہوکر اپنے والدین کے گھر چلی گئی، جب ''ف'' نے ''ن'' سے رُجوع کیا تو ''ن'' نے کہا کہ: آپ ابھی اپنی تعلیم مکمل کریں اور اپنے اعلیٰ معیار کو بڑھائیں۔ اور کہا کہ: آپ امتحان سے فارغ ہوجائیں تو پھر میں آپ کے پاس آؤں گی۔ ''ف'' اپنی پڑھائی میں مصروف ہوگیا، اسی دوران ''ن'' نے ایک خط دارالافتاء کے نام

ارسال کیا جس کا متن یہ ہے کہ: ''میرے شوہر نے مجھے مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور نکالتے وقت یہ الفاظ بار بار کہے: جاؤ میں نے تمہیں آزاد کیا۔'' جس پر مولانا صاحب نے فتویٰ دیا کہ: ''اگر آپ کے شوہر نے یہ الفاظ بار بار کہے تو طلاق ہوگئی، اور آپ ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے۔'' یہ فتویٰ حاصل کرنے کے بعد ''ن'' نے علاقے کے چیئرمین پنچایت کمیٹی کو درخواست دی کہ مجھے اس فتویٰ کی رُو سے طلاق ہوچکی ہے، لہٰذا مجھے مہر دِلوایا جائے اور ساتھ ہی عدّت کے اخراجات بھی۔ پنچایت کمیٹی کے سمن پر ''ف'' نے حاضری دی تو چیئرمین نے ''ف'' سے حقیقت دریافت کی تو ''ف'' نے حلفیہ بیان دیا کہ میں نے نہ تو ''ن'' کو گھر سے نکالا اور نہ ہی ایسے الفاظ کہے۔ اس پر طے پایا کہ ''ن'' کو پنچایت کمیٹی کے سامنے حاضر کیا جائے اور دونوں کے بیان قلم بند ہوں گے۔ مگر ''ن'' چیئرمین پنچایت کمیٹی کے سامنے حاضر نہ ہوئی۔ جنابِ والا! میرا دوست اس مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہے، آپ سے گزارش ہے کہ آپ قرآن وسنت سے اس کی رہنمائی کریں:

الف:...... کیا لڑکی کی غلط بیانی سے لیا ہوا فتویٰ قابلِ قبول ہے؟

ب:...... کیا اس فتویٰ کی رُو سے طلاق ہوگئی؟

ج:...... قرآن وسنت کی رُوشنی میں غلط بیانی سے فتویٰ حاصل کرنے والے کی کیا حیثیت ہے؟

د:...... کیا لڑکی اس فتویٰ کے بعد دُوسری شادی کرسکتی ہے؟

ج...... مفتی کا جواب سوال کے مطابق ہوتا ہے، مفتی کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ سوال میں واقعات صحیح بیان کئے گئے ہیں یا غلط؟ یہ تحقیق کرنا عدالت کا کام ہے۔ آپ نے جو کہانی لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جب یہ اختلاف ہو تو بیوی اگر دو ثقہ اور قابلِ اعتبار گواہ پیش کردے جو حلفاً شہادت دیں کہ ان کے سامنے شوہر نے طلاق دی ہے تو عورت کا دعویٰ دُرست تسلیم کیا جائے گا، اور اگر طلاق پر دو گواہ پیش نہ کرسکے تو شوہر سے حلفاً پوچھا جائے کہ اس نے طلاق دی ہے یا نہیں؟ اگر وہ حلفاً کہے کہ اس نے طلاق نہیں دی تو عورت

کا دعویٰ جھوٹا ہوگا اور شوہر کی یہ بات صحیح ہوگی کہ اس نے طلاق نہیں دی۔ آپ کے مسئلے میں چونکہ بیوی کے پاس گواہ نہیں، لہٰذا اس کا دعویٰ قابلِ اعتبار نہیں، وہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

نکاح پر نکاح کرنا اور اس سے متعلق دُوسرے مسائل

س…… میری عمر ۳۲ سال ہے اور میں ایک پڑھی لکھی خاتون ہوں، میں گورنمنٹ اسکول میں بحیثیت معلّمہ کے فرائض انجام دے رہی تھی کہ میری زندگی میں بہت بڑا سانحہ پیش آیا۔ میں نے آج تک اپنی زندگی کے متعلق کبھی سوچا بھی نہیں تھا، میرے تین بھائی ہیں، اور ہم دو بہنیں ہیں، ایک بہن کی شادی تقریباً ۲۵ سال قبل ہوئی، دُوسری میں ہوں، میری باجی عمر میں ۱۴ سال بڑی ہیں، اور تینوں بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں۔ تو عرض کر رہی تھی کہ میں نے کبھی بھی زندگی کے متعلق سوچا تک نہ تھا کہ کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ حالانکہ تعریف اپنی نہیں کرنی چاہئے، توبہ توبہ کرکے عرض کرتی ہوں کہ خدا نے شکل وصورت ایسی دی ہے کہ آج تک دیکھنے والے رشک کرتے ہیں اور سیرت بھی ایسی تھی کہ اس پورے علاقے میں لوگ میری مثالیں دیا کرتے تھے۔ مگر یہاں مسئلہ میرا نہیں اس معاشرے کا تھا کہ میرے ماں باپ کے پاس جہیز کے نام پر دینے کے لئے اتنا کچھ نہیں تھا کہ کوئی ڈھنگ کا رشتہ آتا، ایسے رشتے آتے جو معیار پر پورے نہ اُترتے یا جن کے مطالبے پورے نہ ہوسکتے تھے۔

پھر یکایک میری زندگی میں ایسا موڑ آیا کہ میرے بھائی تینوں جوان ہوگئے، میں تینوں کی نظر میں کانٹا بن گئی، صاف صاف الفاظ سننے میں آنے لگے کہ اس منحوس کی وجہ سے ہماری شادیاں نہیں ہو رہی ہیں، ماں کے منہ سے بھی یہی الفاظ نکلتے کہ میرے بیٹوں کا گھر نہیں بسانا چاہتی۔ پھر میں نے اپنے دِل پر پتھر رکھ لیا اور تہیہ کرلیا کہ بھائیوں کی شادی جلد اور اپنے ہاتھوں سے کرکے پھر خود بھی شادی کروں گی، لیکن اپنی ذات پر اپنے بھائیوں یا والدین کا روپیہ پیسہ نہیں لگنے دُوں گی۔ آج سے تقریباً آٹھ ماہ قبل میں نے اپنی زندگی کا ساتھی چن لیا، اور دو بھائیوں کی شادی بالترتیب ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء اور ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء

کو کردی اور پھر میں نے والدین کی مرضی کے خلاف ۲۷؍فروری ۱۹۸۴ء کو شادی کرلی۔ سارے حالات اور واقعات کا علم والدین کو کردیا اور راضی کرنے کی ہر ممکن کوشش کے بعد میں نے اپنا حقِ شرعی اور قانونی استعمال کیا، والدین کسی بھی صورت میں راضی نہیں ہوئے اور اپنی بے انتہا کوششوں کے بعد مجبوراً پھر مجھے ۲۷؍فروری ۱۹۸۴ء کو کورٹ میرج کرنی پڑی۔ ۲۵؍فروری کو کورٹ سے باقاعدہ قانونی مختار نامہ حاصل کیا، ۲۷؍فروری ۱۹۸۴ء کو باقاعدہ چار گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ رجسٹرڈ مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا شرعی طریقے سے، اور باقاعدہ حکومتِ پاکستان کے نکاح نامے کے جو کاغذات تھے ان پر میرے اور میرے شوہر اور چار گواہوں نے دستخط کئے اور کاغذات باقاعدہ رجسٹرڈ ہوئے۔

ٹھیک چوتھے دن یعنی یکم مارچ ۱۹۸۴ء کو میرے گھر والوں کو علم ہوگیا، میں نوکری کرتی تھی لیکن میرے گھر والوں نے زبردستی مجھے مارا پیٹا، گردن پر چھری رکھ کر ۳؍مارچ ۱۹۸۴ء کو میرا استعفیٰ لکھوا کر میرے دستخط کرا کر میری نوکری ختم کرائی، پھر میرے شوہر سے ۵؍مارچ ۱۹۸۴ء کو طلاق نامے پر اس کے گھر والوں سے زبردستی دباؤ ڈلوا کر طلاق نامے پر دستخط کرائے، مجھے معلوم نہیں کیسے کرائے گئے، میں اس دن سے گھر پر ہوں، نوکری ختم ہوگئی ہے، ہمارا نکاح صرف ۸ دن رہا، میں ان دنوں سے حکمِ خداوندی کے تحت عدّت کے دن گھر پر گزار رہی ہوں۔ میرے والدین اور بھائیوں کا کہنا ہے کہ کورٹ سے نکاح کوئی نکاح نہیں ہوا۔ حالانکہ میں نے یہ نکاح بخوشی اور اپنی مرضی سے کیا تھا، اس میں کسی قسم کا جبر یا تشدّد نہیں تھا۔ والد صاحب کا کہنا ہے کہ میں نے ایک مولوی سے پوچھا ہے تو انہوں نے کہا ہے کہ کورٹ میرج کوئی شادی نہیں ہوتی اس لئے اس کا نکاح فوری کہیں بھی ہوسکتا ہے، لیکن میں نے یہ دلیل دے کر گھر والوں کو قائل کیا کہ اگر یہ شادی، شادی نہ تھی تو آپ لوگوں کو طلاق کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ بھائی نے طلاق کی نقل باقاعدہ کورٹ میں نکاح نامے کے ساتھ منسلک تک کرائی ہے اور ایک نقل کونسلر صاحب کے دفتر میں جمع کرائی ہے۔ میں دن رات روتی رہتی ہوں اور میرا دِل یقین ہی نہیں کرتا کہ مجھے طلاق ہوئی ہے، جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے خدا کسی دُشمن کے ساتھ بھی نہ کرے، آمین۔ میرے ذہن میں

فہرست

مندرجہ ذیل سوالات اُبھر رہے ہیں، اُمید ہے کہ آپ نمبروار سوالوں کا جواب دے کر مجھے مطمئن ضرور کریں گے اور ان سوالوں کا جواب جلد تحریر کریں گے کیونکہ میں پھر دوبارہ نوکری کی تلاش کرنا چاہتی ہوں۔

س…… کیا کورٹ میرج کے طریقے پر نکاح جائز ہے؟ جس میں تمام شرعی تقاضے پورے کئے گئے ہوں؟

ج……اگر لڑکا اور لڑکی جوڑ کے ہوں تو یہ نکاح صحیح ہے، ورنہ نہیں۔

س…… کیا صرف زبردستی طلاق نامے پر دستخط کرالینے سے طلاق ہوجاتی ہے یا زبان سے طلاق کا لفظ تین بار نکالنے سے ہوتی ہے؟

ج……اگر طلاق نامہ کسی اور نے لکھا ہو اور زبردستی اس پر دستخط کرائے جائیں تو اس سے طلاق نہیں ہوتی، اور اگر طلاق نامہ خود شوہر نے لکھا ہو یا زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کئے ہوں تو طلاق ہوجاتی ہے۔

س…… ہوسکتا ہے کہ زبان سے یہ الفاظ نہ کہے ہوں اور طلاق نامہ پر دُوسروں کے کہنے پر دستخط کردیئے ہوں، ایسی صورتِ حال پیش آئی ہو تو کیا طلاق ہوگئی یا نہیں؟

ج……اگر اپنی خوشی سے دستخط کئے ہوں تو طلاق ہوجائے گی، زبردستی دستخط لینے سے طلاق نہیں ہوتی۔

س…… میرے گھر والے عدّت کے دنوں کے اندر دُوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں، کیا وہ جائز ہوگا؟

ج……آپ کے مسئلے کی تین صورتیں ہیں:

۱:……جو نکاح آپ نے والدین کی اجازت کے بغیر کیا تھا اگر وہ غیرکفو میں تھا تو وہ نکاح نہیں ہوا، مگر چونکہ نکاح کے شبہ میں صحبت ہوچکی ہے اس لئے عدّت لازم ہے، چنانچہ عدّت سے پہلے دُوسرا نکاح ہرگز جائز نہیں۔

۲:……اور اگر پہلا نکاح کفو میں ہوا تھا اور طلاق نامے پر زبردستی دستخط لئے گئے تھے، تو چونکہ طلاق نہیں ہوئی، اس لئے پہلا نکاح باقی ہے، لہٰذا دُوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔

۳:......اور اگر پہلا نکاح کفو میں ہوا تھا، اور طلاق بھی صحیح طریقے سے لی گئی تھی تو طلاق کی عدّت گزارنا لازم ہے، عدّت پوری ہونے سے پہلے دُوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔

س......میرے گھر والے دُوسری جگہ جو نکاح کرنا چاہتے ہیں وہ ان لوگوں کو پہلے نکاح کا ہرگز نہیں بتارہے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

ج......پہلی اور تیسری صورت میں عورت پر عدّت لازم ہے اور عدّت سے پہلے دُوسرا نکاح ہرگز جائز نہیں، بہرحال آپ کے والدین جہاں آپ کا عقد کرنا چاہتے ہیں ان کو اس تمام صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ نادانستہ اس حرام میں مبتلا نہ ہوں، اور دُوسری صورت میں چونکہ پہلا نکاح بدستور باقی ہے، اس لئے عدّت کا یا دُوسرے نکاح کا سوال ہی غلط ہے۔

س......عدّت کی مدّت کتنا عرصہ ہے؟ سنا ہے ۳ ماہ ۱۰ دن ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

ج......طلاق کی عدّت تین حیض ہے، تین بار ایام سے پاک ہونے سے عدّت پوری ہوجاتی ہے، تین ماہ دس دن عدّت نہیں۔

جبر و اکراہ سے نکاح

نکاح میں لڑکے لڑکی پر زبردستی نہ کی جائے

س......زید کا نکاح ایسی جگہ کیا جارہا ہے کہ نہ تو زید اس سے رضامند ہے اور نہ ہی زید کا والد راضی ہے، صرف والدہ زید اس پر اصرار کر رہی ہیں، ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج......جب زید رشتے پر راضی نہیں ہے تو اس پر جبر و اکراہ صحیح نہیں، ورنہ آج اس نے اگر نکاح کا ایجاب و قبول کر بھی لیا تو کل جب موافقت نہ ہوگی تو طلاق دے دے گا۔

بچپن کی منگنی کی بنیاد پر زبردستی نکاح جائز نہیں

س......ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً چھ سال تھی، اس کی منگنی کی گئی، اب وہ جوان ہے اور

فہرست

میٹرک پاس ہے، اب وہ شادی سے انکار کرتی ہے، شادی سے اس کے ماں باپ نے لڑکے والوں کو منع کردیا کہ لڑکی رضامند نہیں ہے، لڑکے والے راضی نہیں ہورہے ہیں اور عدالت تک پہنچنا چاہتے ہیں، زبردستی شادی کرنا چاہتے ہیں، آپ اس کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیں مشکور ہوں گا۔

ج…… اگر لڑکی وہاں رضامند نہیں تو اس کی رضا کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، یہ رشتہ ختم کردینا چاہئے، اور لڑکے والوں کو بھی اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے، عدالت میں پہنچ کر کیا کریں گے…؟

کیا والدین بالغہ لڑکی کی شادی زبردستی کرسکتے ہیں؟

س…… والدین نے لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے خلاف کردی، لڑکے نے لڑکی کو خوش رکھنے کی کوشش کی، لیکن لڑکی کے دِل میں لڑکے کی جگہ نہ بن سکی، تو اس سلسلے میں لڑکے کو کیا کرنا چاہئے؟ براہ مہربانی اس کا جواب شریعت کی رُو سے ارسال فرمائیں۔

ج…… عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں، اگر لڑکی نے والدین کے کہنے کی وجہ سے نکاح منظور کرلیا تھا تو نکاح تو ہوگیا، لیکن چونکہ دونوں میاں بیوی کے درمیان اُلفت پیدا نہیں ہوسکی اس لئے لڑکے کو چاہئے کہ اگر لڑکی خوش نہیں تو اسے طلاق دے کر فارغ کردے۔

فہرست

قبیلے کے رسم ورواج کے تحت زبردستی نکاح

س…… کسی عورت کا نکاح قبیلے کے رسم ورواج کا سہارا لے کر زبردستی کرانے سے نکاح ہوجاتا ہے؟

ج…… اگر عورت نے قبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا، ورنہ نہیں۔

بادِلِ نخواستہ زبان سے اقرار کرنے سے نکاح

س…… اگر لڑکی کسی شخص سے نکاح کرنا نہیں چاہتی، والدین کی عزّت اور اپنی عزّت کا خیال کرکے بھری محفل میں اقرار کرلے، جبکہ وہ دِل سے نہ چاہتی ہو تو کیا یہ نکاح دُرست ہے؟

ج……اگراس نے زبان سے اقرار کرلیا تو نکاح صحیح ہے۔

رضامند نہ ہونے والی لڑکی کا بیہوش ہونے پر انگوٹھا لگوانا

س……ایک لڑکی جس کی عمر تقریباً ۱۹ سال ہوگی، اس کی شادی ایک ۳۵ سال سے زیادہ عمر کے شخص سے ہوئی، اس شخص کی پہلی بیوی سے بھی اولاد تھی جو اس لڑکی سے بھی زیادہ عمر کی تھی، نکاح کے وقت جب لڑکی سے اجازت نامے پر دستخط کروانے گئے تو اس نے انکار کردیا، کیونکہ لڑکی اس شادی پر تیار نہ تھی، وہ مسلسل رو رو کر انکار کر رہی تھی، اور روتے روتے بیہوش ہوگئی، اور بیہوشی کی حالت میں اجازت نامے پر انگوٹھا لگوایا گیا، یعنی گواہوں نے ہاتھ پکڑ کر لگایا۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو ان کو کیا کرنا چاہئے؟

ج……نکاح کے لئے لڑکی کا اجازت دینا شرط ہے، آپ نے جو واقعات لکھے ہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس لڑکی کی طرف سے نکاح کی اجازت ہی نہیں ہوئی، اس لئے نکاح نہیں ہوا۔

بالغہ لڑکی نے نکاح قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا

س…… ہمارے مذہب اسلام میں ہر بالغہ لڑکی کو پسند کی شادی کرنے کی اجازت ہے، اگر ماں باپ بالغہ لڑکی کا نکاح کسی لڑکے سے زبردستی اس کی مرضی کے خلاف کردیں تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج……اگر بالغہ لڑکی نے نکاح قبول نہیں کیا بلکہ نکاح کا سن کر اس نے انکار کردیا تو نکاح نہیں ہوا، اور اگر والدین کی عزّت وآبرو کا خیال کرکے اس نے انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی، نکاح قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگیا۔

مار پیٹ کر بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوانے سے نکاح نہیں ہوا

س……ایک لڑکی جس کی عمر ۱۵ سال ہے اس کے والد کو الگ کمرے میں بند کرکے اور لڑکی کو دُوسرے کمرے میں بند کرکے لڑکی سے اجازت نامے پر دستخط کروانے لگے تو اس نے انکار کردیا، کیونکہ وہ دِلی طور پر رضامند نہ تھی، لڑکی کو مارا پیٹا گیا جس سے لڑکی بیہوش ہوگئی اور

بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوایا گیا، کیا یہ نکاح ہوگیا؟ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہئے؟

ج...... بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتا، اور بیہوشی کی حالت میں انگوٹھا لگوانے کو اجازت نہیں کہتے، اس لئے یہ نکاح نہیں ہوا۔

بالغ اولاد کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کرنا

س...... کیا بالغ اولاد کی شادی اس کی بغیر رضامندی کے والدین کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ زندگی اولاد نے گزارنی ہے نہ کہ والدین نے۔

ج...... بالغ اولاد کی رضامندی نکاح کے لئے شرط ہے، اس لئے والدین کے لئے یہ جائز نہیں کہ بالغ اولاد کو اس کی مرضی کے خلاف پر مجبور کرے، لیکن اگر بالغ لڑکے اور لڑکی نے اپنی خواہش کے خلاف والدین کی تجویز کو قبول کرلیا اور اس کی منظوری دے دی تو نکاح ہوجائے گا، اور اگر لڑکے یا لڑکی نے نکاح کو قبول نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوگا۔

دھوکے کا نکاح صحیح نہیں

س...... میرے ایک دوست کی بہن کا نکاح میرے دوست نے زبردست دباؤ کی وجہ سے ایک ایسے شخص سے کردیا جو کہ کسی طور پر بھی موزوں نہیں تھا۔ نکاح کے وقت لڑکی کی عمر گیارہ سال تھی اور اسے یہ کہہ کر کہ یہ زمین کے کاغذات ہیں نکاح نامے پر دستخط کرائے گئے (ان دنوں میں لڑکی کے والد کا انتقال ہوا تھا اور زمین کی ٹرانسفر کا مسئلہ تھا)، پوچھنا یہ ہے کہ اگر یہ نکاح ہوگیا تو اب اس لڑکی کو کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ وہ اس شادی کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں ہے۔

ج...... یہ نکاح نہیں ہوا، لڑکی اپنا عقد جہاں چاہے کرسکتی ہے۔

بیوہ کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف جائز نہیں

س...... کیا شرعاً عدّتِ وفات کے اندر بیوہ کا نکاح یا نکاح کا پیغام دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا عدّت کے بعد بیوہ کی مرضی کے خلاف نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ عورت کی مرضی نہ ہو۔

ج...... عدّت کے اندر نکاح نہیں ہوسکتا، بلکہ عدّت کے دوران نکاح کا پیغام دینا بھی حرام اور ممنوع ہے۔ عدّت کے بعد عورت کا نکاح دُوسری جگہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ عورت بھی

راضی ہو، اس کی مرضی کے خلاف اس کے شوہر والوں کو یا کسی اور کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ زبردستی اس بیوہ کا نکاح کرائے۔

نابالغہ کا نکاح بالغ ہونے کے بعد دوبارہ کرنا

س...... میرے عزیز دوست کا نکاح تقریباً چار سال قبل ہوا، چار سال بعد شادی کی تاریخ مقرّر ہوئی تو لڑکی والوں نے دوبارہ نکاح پر اصرار کیا اور دلائل یہ دیئے کہ اس وقت لڑکی نابالغہ تھی اور یہ کہ اس کے پاس دو گواہ دستخط لینے نہیں گئے تھے، حالانکہ اصل وجہ حق مہر میں اضافہ کرنا تھا۔ لڑکے والوں نے لڑکی والوں کے دباؤ میں آکر دوبارہ نکاح کروایا اور مہر کی رقم چھ ہزار کے بجائے بیس ہزار لکھوائی اور پہلے مولوی صاحب نے ہی دوبارہ نکاح پڑھوایا۔ مجلس میں ایک بڑے مولوی صاحب بھی موجود تھے جنھوں نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جب مولانا نے مجمع کی موجودگی میں ولیوں سے ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح پڑھوایا تھا تو لڑکی کے نابالغ ہونے کی بنا پر یا گواہوں کا باقاعدہ رسمی طریقے سے جاکر لڑکی سے دستخط نہ لینے کی وجہ سے نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر پہلا نکاح (غیرتحریری) ہوگیا تو دوبارہ نکاح (تحریری) ہونے پر پہلا دُرست سمجھا جائے گا یا دُوسرا؟

ج...... پہلا نکاح اگر گواہوں کی موجودگی میں ہوا تھا تو وہ صحیح تھا، اور دُوسرا غیرضروری اور لغو۔ پہلا نکاح رجسٹرڈ نہیں ہوسکتا تھا، شاید اس وجہ سے دوبارہ کرایا گیا ہو، لیکن ان کو مہر میں اضافے کا حق نہیں تھا۔

رضاعت یعنی بچوں کو دُودھ پلانا

رضاعت کا ثبوت

س......میری، میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ منگنی ہوئی ہے، میری والدہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو دُودھ پلایا تھا، اور کسی وقت کہتی ہیں نہیں۔ میرا، میرے ماموں کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج......رضاعت کا ثبوت دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے، پس جب آپ کی والدہ کو بھی یقین نہیں اور دُودھ پلانے کے گواہ بھی نہیں تو رضاعت ثابت نہ ہوئی، اس لئے نکاح ہوسکتا ہے، البتہ اس نکاح سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔

عورت کے دُودھ کی حرمت کا حکم کب تک ہوتا ہے؟

س......ایک میاں بیوی جو خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے تین بچوں سے نوازا ہے، سب سے چھوٹی شیرخوار بچی جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال ہے اور ماں کا دُودھ پیتی ہے، ایک روز رات کے وقت بچی نے دُودھ نہیں پیا جس کی وجہ سے اس عورت کا دُودھ بہت چڑھ آیا، تکلیف کی وجہ سے مجبوراً اس عورت کو اپنا دُودھ خود نکالنا پڑا، اس نے اپنا دُودھ نکال کر کسی برتن میں اس غرض سے رکھا کہ بعد میں کسی صاف جگہ یہ دُودھ ڈال دیں گی یا ڈلوا دیں گی، کیونکہ اس عورت نے کسی سے سن رکھا تھا کہ ویسے ہی عام جگہ یا گندی جگہ پر اس قسم کا دُودھ پھینکنا گناہ ہے، حسبِ معمول وہ صبح کی چائے کے لئے بھی رات ہی کو دُودھ منگوا کر رکھ لیا کرتے تھے، یعنی اس کا شوہر چائے کے لئے دُودھ لاکر رکھ دیا کرتا تھا، صبح اس کے شوہر نے اُٹھ کر چائے بنائی اور غلطی سے چائے والا دُودھ چائے میں ڈالنے کے بجائے اپنی بیوی کا وہ نکالا ہوا دُودھ چائے میں ڈال کر چائے بنائی اور وہ چائے دونوں میاں بیوی اور بچوں نے پی لی۔ چائے پینے کے کچھ دیر بعد جب اس کی بیوی نے وہ اپنا نکالا ہوا دُودھ

کسی صاف جگہ ڈلوانے کے لئے اپنے شوہر کو دینا چاہا تو دیکھا کہ اس برتن میں دُودھ نہیں۔ اس بارے میں اس نے اپنے شوہر سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس برتن والا دُودھ تو میں چائے میں ڈال چکا ہوں، اور جب اس نے دیکھا تو چائے والا دُودھ ویسے کا ویسا ہی پڑا تھا۔ بیوی یہ دیکھ کر حیران اور پریشان ہوئی تو شوہر نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو بیوی نے بتایا کہ اس برتن میں تو میں نے اپنا دُودھ رات کے وقت تمہارے سامنے نکال کر رکھا تھا جو تم نے چائے میں ڈال دیا اور وہ چائے ہم سب نے پی لی ہے۔ اب دونوں میاں بیوی سخت پریشان ہوئے تو انہوں نے ایک عالم صاحب سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھا، تمام واقعات سننے کے بعد اس عالم صاحب نے بتایا کہ تم دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ چکا ہے اور اَب تم دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے کسی صورت میں بھی نہیں رہ سکتے، کیونکہ تمہاری بیوی اب تمہاری رضاعی ماں بن چکی ہے، اب یہ بیوی تم پر حرام ہے۔

لہٰذا اب آپ اس مسئلے پر قرآن وسنت کے مطابق روشنی ڈالیں کہ کیا واقعی ان دونوں میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا؟ کیا ان دونوں میاں بیوی کے مابین طلاق ہوگئی؟ کیا اب یہ عورت اپنے میاں پر حرام ہے؟ کیا رُجوع کرنے سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟ کیا حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے؟

ج...... عورت کے دُودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جبکہ بچے نے دو سال کی عمر کے اندر اس کا دُودھ پیا ہو، بڑی عمر کے آدمی کے لئے دُودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میاں بیوی کا نکاح قائم ہے۔ اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا، ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا، اس لئے نہ حلالہ کی ضرورت ہے، نہ دوبارہ نکاح کرنے کی، اور نہ کسی کفارے کی، اطمینان رکھیں۔

رضاعت کے بارے میں عورت کا قول، ناقابلِ اعتبار ہے

س...... میرے چچازاد دو بھائیوں کے لڑکا اور لڑکی (جو آپس میں رضاعی بہن بھائی بتائے جاتے ہیں) نے نکاح کیا، جس مولوی صاحب نے نکاح پڑھوایا، اس کو بعد میں بتایا گیا کہ معاملہ تو ایسا ہے، مولوی صاحب نے جواباً کہا کہ تین آدمیوں کی شہادت پیش کرو کہ یہ دُودھ

پیا گیا ہے، لڑکا اور لڑکی کے والدین کا کہنا ہے کہ یہ بات جھوٹ ہے، لڑکے نے لڑکی کی سوتیلی ماں کا دُودھ نہیں پیا ہے، میں اور خاندان کے چند اور بھائیوں نے اسی دوران اس بات پر لڑکے اور لڑکی کے والدین کے ساتھ فتویٰ لے کر قطع تعلق کیا، چونکہ تین شہادتیں ہمارے پاس نہیں تھیں۔ البتہ جس عورت کا دُودھ پیا گیا تھا، چونکہ لڑکی کے والد نے دُوسری شادی کی اور پہلی عورت سے ناچاقی ہوگئی ہے اس لئے وہ اپنے والدین کے ہاں رہائش پذیر ہے، ہم تین آدمی اس عورت کے پاس چلے گئے اور اس کے حالات معلوم کئے تو اس عورت نے کلمہ پڑھا اور کہا کہ میں نے اس لڑکے کو دُودھ پلایا ہے، اور اس کے خاوند کا کہنا ہے کہ چونکہ میرے اس عورت کے ساتھ تعلقات دُوسری شادی کی وجہ سے اچھے نہیں، اس لئے وہ مجھ سے انتقام لینا چاہتی ہے اور جھوٹ الزام لگاتی ہے۔

اب چونکہ یہ بات مشکوک ہوگئی ہے کہ عورت سچ بولتی ہے یا جھوٹ اور تین گواہ بھی ہمارے پاس نہیں ہیں، اس لئے گزارش ہے کہ ہمیں اس بات کا فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ آیا میں نے جو قطع تعلق کیا ہے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ج...... رضاعت کے ثبوت کے لئے دو گواہوں کی چشم دید شہادت ضروری ہے، صرف دُودھ پلانے والی کا یہ کہنا کہ: ''میں نے دُودھ پلایا ہے'' کافی نہیں، اس لئے صورتِ مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور اس عورت کا قول ناقابلِ اعتبار ہے۔

لڑکے اور لڑکی کو کتنے سال تک دُودھ پلانے کا حکم ہے؟

س...... بچے کو دُودھ پلانے کے بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں لڑکی کو پونے دو سال اور لڑکے کو دو سال کی عمر تک دُودھ پلانے کا حکم ہے، کیا دونوں کو دو سال تک دُودھ پلانے کا حکم ہے، یا دونوں کی مدّت کے درمیان فرق ہے؟

ج...... دونوں کے لئے پورے دو سال دُودھ پلانے کا حکم ہے، دونوں کا دُودھ پہلے چھڑا دینا بھی جائز ہے، اگر اس کی ضرورت و مصلحت ہو۔ بہرحال دونوں کی مدّتِ رضاعت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

بچے کے کان میں دُودھ ڈالنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی

س…… بچے کے کان میں دُودھ ڈالنے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

ج……اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر رضاعت کا شبہ ہو تو احتیاط بہتر ہے

س…… ایک عورت نے اپنی ہی ایک خواہرزادی کو دُودھ پلایا، اس کا اس عورت نے خود اقرار بھی کیا اور دو سال تک بھرپور انداز میں اس کو تسلیم بھی کیا۔ خاندان کے بقیہ افراد نے بھی اس کو تسلیم کیا، لیکن اچانک اس بچی کے رشتے کے لئے بیان کو حلفاً تبدیل کیا، اس عورت نے اقرار اس انداز میں کیا کہ: ''یہ بچی مجھے بہت پسند ہے میں اپنے بچے سے اس کا رشتہ کردیتی مگر اس نے میرا دُودھ پیا ہے۔'' بعدازاں اس کے شوہر کے بھائی کے لئے اس رشتے کی بات چلی تو اس عورت نے اپنا بیان تبدیل کرلیا کہ اس نے میرا دُودھ نہیں پیا، ''میرے علم میں نہیں''، جواب طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت کا رشتے کے حصول کے لئے بیان تبدیل کرنا جائز ہے؟

ج……دُوسرے معاملات کی طرح دُودھ پلانے کا ثبوت بھی دو گواہوں کی شہادت سے ہوتا ہے، محض دُودھ پلانے والی کے کہنے سے نہیں ہوتا، تاہم جبکہ ایک عرصے تک دُودھ پلانے والی کے قول پر اعتماد کرکے یہ یقین کیا جاتا رہا کہ فلاں بچے نے فلاں عورت کا دُودھ پیا ہے، اس کے بعد اس عورت کا اپنے اقرار سے انحراف شک و شبہ کا موجب ہے، اس لئے اس بچی کا نکاح اس عورت کے دیور سے کرنا خلافِ احتیاط ہے، لہٰذا نہیں کرنا چاہئے، جیسے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''جس چیز کے بارے میں تمہیں شک ہو اس کو ترک کردو۔''

مدّتِ رضاعت کے بعد اگر دُودھ پلایا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی

س…… سلمیٰ اور عقیلہ دو سگی بہنیں ہیں، سلمیٰ کا لڑکا صغیر حسین جب چھ سال کی عمر کا تھا اس وقت عقیلہ کے لڑکے کبیر کی عمر ۹ ماہ تھی، عقیلہ نے ایک چمچ اپنا دُودھ دوا میں ملاکر صغیر حسین کو پلایا تھا، اس کے بعد عقیلہ کے چار لڑکے لڑکیاں اور پیدا ہوئیں، عقیلہ کا چوتھا لڑکا کرار حسین

جوان ہوگیا جبکہ صغیر حسین کی لڑکی جمیلہ جوان ہوگئی، اور انڈیا میں دونوں کا نکاح کردیا گیا، فتویٰ دیجئے کہ صغیر حسین کی لڑکی جمیلہ اور عقیلہ کے لڑکے کرار حسین کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج…… چھ سال کے بچے کو دُودھ پلانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے صغیر حسین کی لڑکی سے عقیلہ کے لڑکے کا نکاح صحیح ہے۔

شیرخوارگی کی مدّت کے بعد دُودھ پینا جائز نہیں

س…… کیا کوئی بالغ شخص کسی عورت کا دُودھ پینے پر اس عورت کا بیٹا شمار ہوگا یا نہیں؟ یعنی رضاعت کا اعتبار زمانۂ شیرخوارگی پر کیا جائے گا یا کہ دُودھ پر؟ کیونکہ ہمارے محلے میں ایک گھر ایسا ہے جہاں وہ لوگ اپنے جس نوکر کو گھر میں آنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں تو اسے عورت کا دُودھ کچھ مقدار میں پلادیا جاتا ہے۔ مزید برآں اگر بالغ شخص کو دُودھ پلانے پر رضاعت کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تو پھر شوہر کا اپنی بیوی کا دُودھ پینے کے متعلق قرآن وسنت کا کیا حکم ہے؟

ج…… رضاعت صرف شیرخوارگی کے زمانے میں ثابت ہوتی ہے، جس کی مدّت صحیح قول کے مطابق دو سال ہے، اور ایک قول کے مطابق اڑھائی سال ہے۔ شیرخوارگی کی مذکورہ بالا مدّت کے بعد دُودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، نہ اس پر حرمت کے اَحکام جاری ہوتے ہیں۔ شیرخوارگی کی مدّت کے بعد اپنے بچے کو بھی دُودھ پلانا حرام ہے۔ اسی طرح کسی عورت کا دُودھ کسی بڑی عمر کے لڑکے کو پلانا حرام ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے محلے کے جس گھر کا ذکر کیا ہے ان کا فعل ناجائز ہے۔ بیوی کا دُودھ پینا بھی حرام ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

۷-۸ سال کی عمر میں دُودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی

س…… میری والدہ نے میری خالہ کا وہ دُودھ جو کہ وہ پھینکنے کے لئے دیا کرتی تھیں، تقریباً ۷-۸ سال کی عمر میں پی لیا تھا، جس کا میری خالہ کو قطعی علم نہیں تھا، اب آپ یہ فرمائیں کہ آیا میرا خالہ زاد بھائی میری والدہ کا دُودھ شریک بھائی ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ میری بہن کی شادی

میرے خالہ زاد بھائی سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ج...... رضاعت کی مدّت دو سال (اور ایک قول کے مطابق اڑھائی سال) ہے، اس مدّت کے بعد رضاعت کے اَحکام جاری نہیں ہوتے، لہٰذا ۷-۸ سال کی عمر میں دُودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے آپ کی بہن کا عقد خالہ زاد سے ہوسکتا ہے۔

بڑی بوڑھی عورت کا بچے کو چپ کرانے کے لئے پستان منہ میں دینا

س...... ہمارے وطن میں رواج ہے کہ جب گھر کی عورتیں کام کاج میں لگ جاتی ہیں اور چھوٹے بچے جب رونا شروع کردیتے ہیں تو ان کو خاموش کرنے کے لئے گھر کی معمر ترین خاتون دُودھ پلانا شروع کردیتی ہے، جبکہ اس عورت کا دُودھ نہیں ہوتا۔ کیا اس سے یہ بچہ اس کی اولاد بن جاتا ہے؟ یہ صورت کبھی یوں بھی پیش آجاتی ہے کہ پڑوس کی کوئی عورت کسی کام کو جاتی ہے تو اپنا شیرخوار بچہ معمر عورت کے سپرد کردیتی ہے کہ سنبھال کر رکھے، ایسی صورت میں بچے کے رونے پر معمر خاتون دُودھ پلادیتی ہے حالانکہ دُودھ ہوتا نہیں ہے، کیا اس طرح یہ بچہ اس عورت کا بچہ بن جاتا ہے؟

ج...... جن عورتوں کو زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے دُودھ نہیں آتا صرف بچوں کو خاموش کرانے کی غرض سے بچوں کو گود میں لیتی ہیں تو اس سے وہ بچے ان کی اولاد نہیں بنتے، کیونکہ اولاد بننے کے لئے شرط ہے کہ دُودھ پیا جائے، اور ان عورتوں کے دُودھ کا امکان ہی نہیں۔

دس سال بعد دُودھ پینے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کا مطلب

س...... آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کسی بچے نے شیرخوارگی کی مدّت میں کسی عورت کا دُودھ پیا ہو تو وہ اس عورت کا رضاعی بیٹا ہوا، اور اس عورت کے بچے اس کے دُودھ شریک بھائی بہن ہوئے، اگر اس مدّت کے بعد دُودھ پیا ہو تو وہ رضاعت کے حکم میں نہیں آتا۔ مگر ایک مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ: ”نہیں، چاہے دُودھ کبھی بھی کیوں نہ پیا ہو، وہ دُودھ پینے والا یا والی نے جس عورت کا دُودھ پیا ہے اس کے رضاعی بیٹا یا بیٹی ہوگئے“۔ میں نے انہیں ”بہشتی زیور“ اَز مولانا اشرف علی تھانویؒ کا حوالہ دیا اور آپ کے فیصلے سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی

کے مسئلہ نمبر۱۴، چوتھا حصہ، صفحہ نمبر۲۱۱ کا حوالہ دیا، اس کے مطابق ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی، دونوں نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ ایک ہی زمانے میں پیا ہو، یا ایک نے پہلے، دُوسرے نے کئی برس کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اسی میں یہ بھی ہے کہ دُودھ پلانے کی مدّت اِمامِ اعظمؒ کے فتویٰ کے بموجب زیادہ سے زیادہ ڈھائی سال ہے، اگر اس کے بعد دُودھ پیا ہو تو اس عورت کی لڑکی سے نکاح دُرست ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ ''بہشتی زیور'' کے اس مسئلہ نمبر۱۴ کی وضاحت فرمادیجئے۔

ج...... ''بہشتی زیور'' کے اس مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی دونوں نے مدّتِ رضاعت کے اندر دُودھ پیا ہو، خواہ لڑکے نے دس سال پہلے پیا تھا (جبکہ وہ شیرخوارگی کی حالت میں تھا) اور لڑکی نے دس سال بعد پیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ حرمت تو اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ لڑکے اور لڑکی دونوں نے اپنی اپنی شیرخوارگی کی مدّت میں دُودھ پیا ہو۔ البتہ یہ شرط نہیں کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں دُودھ پیا ہو۔ اور اگر دونوں نے یا ان میں سے ایک نے مدّتِ رضاعت (ڈھائی سال) کے بعد دُودھ پیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی، بلکہ دونوں کا نکاح جائز ہوگا۔

اگر دوائی میں دُودھ ڈال کر پلایا تو اس کا حکم

س...... ایک عورت نے ایک بچے کو دوائی میں اپنا دُودھ ڈال کر پلادیا، اب اس کا رشتہ اس عورت کی اولاد کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اس صورت میں کہ دُودھ غالب ہو۔

ج...... جائز نہیں۔

س...... اس صورت میں کہ دوائی دُودھ پر غالب ہو؟

ج...... جائز ہے۔

س...... اس صورت میں کہ دوائی اور دُودھ دونوں برابر ہوں؟

ج...... جائز نہیں۔

دُودھ پلانے والی عورت کی تمام اولاد دُودھ پینے والے کے لئے حرام ہوجاتی ہے

س……میرے چھوٹے بھائی نے بچپن میں ہماری ممانی کا دُودھ پیا ہے، اب ان کی دونوں لڑکیوں سے ہم دونوں بھائیوں کی شادی کی بات چیت طے پائی ہے، میں نے بھائی کے سلسلے میں ان سے اختلاف کیا، جہاں تک میری ناقص معلومات کا تعلق ہے وہ یہ کہ کسی عورت کا دُودھ پی لینے کے بعد اس کی لڑکیوں سے دُودھ پینے والے لڑکے کا نکاح جائز نہیں ہے۔ لیکن ان کا (میرے بزرگوں کا) استدلال یہ ہے کہ دُودھ پیتے ہوئے جس کے حصے کا دُودھ پیا ہو، وہی اس کے لئے جائز نہیں، بعد کی یا پہلے کی اولاد سے نکاح ہوسکتا ہے۔ ہماری رہنمائی کرکے ہم پر احسان کریں، عین نوازش ہوگی۔

ج……جس بچے نے شیرخوارگی کے زمانے میں کسی عورت کا دُودھ پیا ہو وہ اس کی رضاعی ماں بن جاتی ہے، اور اس عورت کی اولاد، خواہ پہلے کی ہو یا بعد کی، اس بچے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں، اس لئے آپ کی رائے صحیح ہے، آپ کے بھائی کا نکاح آپ کی ممانی کی لڑکی سے جائز نہیں، آپ کے بزرگوں کا خیال غلط ہے۔

شادی کے بعد ساس کا دُودھ پلانے کا دعویٰ

س……میرے شوہر نے میری ماں کا دُودھ پیا تھا اور میری شادی کو تقریباً ۱۶ سال ہو رہے ہیں، اور ۱۶ سال سے یہ مسئلہ میرے لئے عذاب بنا ہوا ہے۔ میری ماں کہتی ہیں کہ: ''تیرے شوہر نے میرا دُودھ تیرے اُوپر نہیں پیا تھا بلکہ بڑے بھائی کے ساتھ پیا تھا''، اور کبھی کہتی ہیں کہ: ''دُودھ نہیں پیا تھا بلکہ میں اس کو بہلانے کے لئے دے دیا کرتی تھی، دُودھ نہیں ہوتا تھا۔'' یاد رہے کہ جب میری ماں نے میرے شوہر کو دُودھ پلایا تھا اس وقت ان کی گود میں بھی بچہ تھا جو کہ دُودھ پیتا تھا اور وہ میرے بڑے بھائی تھے۔

ج……صرف آپ کی والدہ کا دعویٰ تو قابلِ قبول نہیں، بلکہ رضاعت کا ثبوت دو ثقہ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ہوتا ہے، پس اگر دُودھ پلانے کے گواہ موجود ہیں تو

آپ دونوں میاں بیوی نہیں، بہن بھائی ہیں، اور اگر گواہ نہیں ہیں تو دُودھ پلانے کا دعویٰ غلط ہے اور نکاح صحیح ہے۔

جس نے خالہ کا دُودھ پیا فقط اس کے لئے خالہ زاد اولاد محرَم ہیں، باقی کے لئے نہیں

س…… ایک عورت نے اپنی ہمشیرہ کے بڑے بچے کو دُودھ پلایا ہے، اب وہ خواہش مند ہے کہ اپنے چھوٹے لڑکے کی شادی اپنی بہن کی چھوٹی بچی سے کردے، لیکن بعض علماء صاحبان نے ممنوع فرمایا ہے۔ کیا آپ کی نظر میں ان کا یہ رشتہ ہوسکتا ہے؟

ج…… جس لڑکے نے اپنی خالہ کا دُودھ پیا ہے اس کا نکاح اس خالہ کی کسی لڑکی سے نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ دونوں بہنوں کی اولاد کے رشتے آپس میں ہوسکتے ہیں۔

رضاعی بھائی کی سگی بہن اور رضاعی بھانجی سے عقد

س…… ایک عورت جس کا دُودھ ''ت'' نے پیا ہے، اور اس عورت کا دُودھ ''ج'' نے بھی پیا ہے، ''ت'' کی عمر تقریباً ۳۸ سال ہے، جبکہ ''ج'' کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ''ت'' کی بیٹی کا رشتہ ''ج'' کے لئے مانگ رہے ہیں، جبکہ ''ج'' اور ''ت'' دونوں رضاعی بہن بھائی ہوگئے ہیں، دُودھ کے پینے سے کیا یہ رشتہ شریعت کے مطابق ٹھیک ہے یا غلط؟ رشتہ ہوا یا نہیں؟

س……۲: ایک عورت جس کا دُودھ ''ص'' نے پیا ہے اور اسی عورت کا دُودھ ''ج'' نے بھی پیا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ''ص'' کے لئے ''ج'' کی چھوٹی بہن کا رشتہ مانگ رہے ہیں، لڑکی والے کہتے ہیں کہ یہ رشتہ نہیں ہوسکتا کیونکہ لڑکی کا بھائی ''ج'' اور لڑکا ''ص'' نے ایک ہی عورت کا دُودھ پیا ہے۔

ج…… ''ت'' کی بیٹی ''ج'' کی رضاعی بھانجی ہے، ان دونوں کا عقد نہیں ہوسکتا۔

ج……۲: رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے، اس لئے ''ص'' کا نکاح ''ج'' کی بہن سے ہوسکتا ہے۔

بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے

س…… رضاعی بہن میرے اُوپر نکاح میں لینا شریعت کی رُو سے جائز نہیں ہے، لیکن میرا جو بھائی ہے اس پر کیسا ہے؟ بھائی میرے سے یا تو پہلے پیدا ہوئے ہوں یا میرے بعد جو بھائی پیدا ہو جائے اس پر نکاح میں لینا کیسا ہے؟

ج…… رضاعی بہن بننے کی تین صورتیں ہیں:

۱:…… اس لڑکی نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہو، اس صورت میں وہ آپ کی والدہ کی رضاعی بیٹی اور آپ کی اور آپ کے سب بھائی بہنوں کی رضاعی بہن ہوئی، اس لئے آپ کے کسی بھائی کا رشتہ بھی اس سے جائز نہیں۔

۲:…… آپ نے اس لڑکی کی ماں کا دُودھ پیا ہو، اس صورت میں اس کی ماں آپ کی رضاعی ماں ہوئی اور اس کی اولاد آپ کے رضاعی بہن بھائی ہوئے، اس لئے آپ کا نکاح اس کی کسی لڑکی سے جائز نہیں، لیکن آپ کے حقیقی بھائیوں کا نکاح اس کی لڑکیوں (آپ کی رضاعی بہنوں) سے جائز ہے۔

۳:…… آپ اور اس لڑکی نے کسی تیسری عورت کا دُودھ پیا ہے، اس صورت میں وہ عورت آپ دونوں کی رضاعی ماں ہوئی، آپ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے، آپ کے حقیقی بھائیوں کا نکاح اس لڑکی سے جائز ہے۔

رضاعی باپ کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں

س…… سعودی عرب میں پیش آنے والے ایک واقعہ (۲۱ برس تک بہن بیوی رہی، سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا)، اس بیان کے مطابق زید نے اپنی چچی کا دُودھ پیا اور اس کی وہ چچی وفات پاگئی، اس کے چچا نے دُوسری شادی کی، دُوسری چچی کی بیٹی سے زید نے شادی کی، چونکہ سعودی علماء نے اس شادی کو ناجائز قرار دیا، حنفیہ عقیدے میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج…… یہ دُوسری لڑکی بھی اس کے چچا سے تھی، اس کا چچا ''رضاعی باپ'' تھا، اور باپ کی اولاد بہن بھائی ہوتے ہیں، اس لئے یہ لڑکی اس کی رضاعی بہن تھی۔ سعودی علماء نے جو

فہرست

فتویٰ دیا ہے وہ صحیح ہے اور چاروں مذاہب کے علماء اس پر متفق ہیں۔

رضاعی بہن سے شادی

س…… میری اہلیہ کے بھائی کے گھر ایک بچی کی ولادت ہوئی، بچی کی ولادت کے چند ہفتے بعد میری اہلیہ نے اس بچی کو اپنا دُودھ پلایا، بچی نے مشکل سے ایک یا دو قطرے دُودھ پیا ہوگا، اور صرف ایک دفعہ ہی ایسا ہوا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے بڑے بیٹے کی شادی اپنی اہلیہ کے بھائی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں، آپ حدیث اور شریعت کی رُو کے مطابق بتائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ج…… آپ کی اہلیہ نے اپنے بھائی کی جس بچی کو دُودھ پلایا ہے وہ اس بچی کی رضاعی والدہ بن گئیں، اور یہ لڑکی آپ کے لڑکے کی رضاعی بہن ہے، اور رضاعی بہن بھائی کا نکاح آپس میں جائز نہیں ہے، لہٰذا آپ اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے نہیں کرسکتے۔

رضاعی بیٹی سے نکاح نہیں ہوسکتا

س…… اگر کسی بچی کو دُودھ پلادیا جائے، بعد میں دُودھ پلانے والی عورت مرجائے تو مرنے والی عورت کا خاوند دُودھ پینے والی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

ج…… یہ لڑکی اس عورت کے شوہر کی رضاعی بیٹی ہے، اس سے نکاح جائز نہیں۔

رضاعی بہن کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے

س…… میری منگنی میرے چچا کی لڑکی سے میرے والدین کرنا چاہتے ہیں، مگر جو لڑکی میرے نکاح میں لانا چاہتے ہیں اس کی بڑی بہن نے میرے چھوٹے بھائی کے ساتھ میری ماں کا دُودھ پیا، مگر نہ تو میں نے اور نہ میرے کسی بہن بھائی نے میری چچی کا دُودھ پیا، کیا میری شادی جائز ہوگی یا ناجائز؟ میری تسلی فرمائیے۔

ج…… جس لڑکی نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہے، اس کا نکاح تم بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ جائز نہیں، وہ آپ کی رضاعی بہن ہے، مگر جس لڑکی سے آپ کا رشتہ تجویز کیا گیا ہے وہ رضاعی بہن کی حقیقی بہن ہے، اس سے آپ کا نکاح جائز ہے۔

حقیقی بھائی کا رضاعی بھانجی سے نکاح جائز ہے

س…… زید نے ثریا کا دُودھ پیا ہے، زید کا ایک بھائی جس کا نام ثاقب ہے، ثریا کی ایک بیٹی جس کا نام عندلیب ہے، عندلیب کی بیٹی کوثر کے ساتھ زید کے بھائی ثاقب کا نکاح شرعاً جائز ہے؟

ج…… آپ کے سوال میں زید، ثاقب کا حقیقی بھائی ہے، اور کوثر، زید کی رضاعی بھانجی ہے، اور حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح جائز ہے۔

رضاعی بھتیجی سے نکاح جائز نہیں

س…… ہندہ و شاہدہ دو سگی بہنیں ہیں، ہندہ بڑی اور شاہدہ چھوٹی، ہندہ نے شاہدہ کی لڑکی زینب کو اَیامِ رضاعت میں دُودھ پلایا، اب ہندہ اپنی بہن شاہدہ کی لڑکی زینب کا نکاح اپنے حقیقی دیور یعنی شوہر کے حقیقی بھائی بکر سے کرنا چاہتی ہے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

ج…… شاہدہ کی لڑکی زینب کا نکاح ہندہ کے حقیقی دیور بکر سے جائز نہیں، کیونکہ زینب ہندہ کے شوہر کی رضاعی لڑکی اور شوہر کے بھائی بکر کی بھتیجی ہے۔ تو اَز رُوئے شرع جس طرح نسبی بھتیجی سے نکاح حرام اور ناجائز ہے اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی ناجائز ہے۔

دُودھ شریک بہن کی بیٹی سے نکاح

س…… کیا دُودھ شریک بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

ج…… جائز نہیں، وہ حقیقی بھانجی کی مثل ہے۔

رضاعی والدہ کی بہن سے نکاح جائز نہیں

س…… ایک نوجوان نے اپنی بھابھی کا بچپن میں دُودھ پیا، اب جوان ہے اور اپنی بھابھی کی نوجوان بہن کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا شرعی لحاظ سے ٹھیک ہے کہ نہیں؟

ج…… بھابھی اس کی رضاعی ماں اور اس کی بہن اس کی رضاعی خالہ ہے، اور جس طرح نسبی خالہ سے نکاح جائز نہیں اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی نکاح جائز نہیں۔ اس لئے اس نوجوان کی شادی اس بھابھی کی بہن سے نہیں ہوسکتی۔

فہرست

رضاعی ماموں بھانجی کا نکاح جائز نہیں

س…… میری بیوی نے میری چھوٹی بہن کو دُودھ پلایا، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا میری چھوٹی بہن کی شادی میری بیوی کے بھائی (میرے سالے) سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

ج…… اس دُودھ پلانے کی وجہ سے آپ کی بیوی آپ کی چھوٹی بہن کی رضاعی ماں بن گئی اور آپ کے سالے آپ کی چھوٹی بہن کے رضاعی ماموں بن گئے، جس طرح نسبی رشتے کے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی رشتے کے ماموں اور بھانجی کے درمیان نکاح جائز نہیں۔

دُودھ شریک بہن کی بیٹی کے ساتھ دُودھ شریک کے بھائی کا نکاح جائز ہے

س…… ہندہ (لڑکی) کے ساتھ زید نے ہندہ کی ماں کا دُودھ زمانۂ رضاعت میں پیا ہو اور اَب ہندہ کی بیٹی کے ساتھ زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح ہوسکتا ہے؟ بوجہ رضاعت کے ہندہ حرمت میں تو نہیں؟

ج…… ہندہ، زید کی رضاعی بہن اور اس کی بیٹی زید کی رضاعی بھانجی ہے، اور رضاعی بھانجی سے رضاعی ماموں کے حقیقی بھائی کا نکاح جائز ہے۔

دُودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دُودھ پلانے والی کے دیور اور بھائی سے جائز نہیں

س…… زید کی بیوی کا ایک لڑکی نے بچپن میں دُودھ پی لیا تھا، کیا اب اس لڑکی کا نکاح اس شخص کے چھوٹے بھائی یعنی دُودھ پلانے والی کے دیور سے یا زید کی بیوی کے بھائی سے جائز ہے یا نہیں؟ نیز ان سے اس بچی کا کیا رشتہ بنتا ہے؟

ج…… دُودھ پلانے والی کا بھائی اس لڑکی کا ماموں ہے اور اس کا دیور لڑکی کا چچا ہے، اس لئے ان دونوں سے اس کا نکاح جائز نہیں۔

دُودھ شریک بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے

س…… میری ایک چچازاد بہن ہے اور وہ میری دُودھ شریک بہن بھی ہے، ہمارے محلّہ کی

ایک دُوسری لڑکی ہے وہ میری چچازاد بہن کی دُودھ شریک بہن ہے، آپ بتائیں کہ کیا میرا چچازاد بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے؟

ج...... دُودھ شریک بہن کی دُودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے، اگر وہ آپ کی دُودھ شریک بہن نہیں۔

دادی کا دُودھ پینے والے کا نکاح چچا کی بیٹی سے جائز نہیں

س...... میں اپنی دادی کا دُودھ کبھی کبھی پی لیا کرتا تھا (پیٹ بھر کر نہیں ویسے ہی)، جس کی کہ میرے دادا نے بھی اجازت دے دی تھی، اب میری منگنی میرے چچا کی بیٹی سے ہوگئی ہے تو کیا اس سے میرا نکاح جائز ہوگا اور یہ شادی ہوسکتی ہے؟

ج...... یہ نکاح جائز نہیں، آپ اس لڑکی کے رضاعی چچا ہیں۔

دادی کا دُودھ پینے سے چچا اور پھوپھی کی اولاد سے نکاح نہیں ہوسکتا

س...... میرا بچہ جس کی عمر تقریباً ۳ سال ہے، اپنی دادی یعنی میری والدہ کا دُودھ پیتا ہے، کیونکہ اس کی امی نے دُوسرا بچہ ہونے پر دُودھ چھڑا دیا تھا، اس لئے اس کی دادی نے صرف بہلاوے کے لئے اس کو اپنے سینے سے چمٹالیا اور اَب جبکہ وہ ماشاء اللہ تین سال کا ہے اس کی یہ عادت پختہ ہوچکی ہے اور وہ ہمیشہ دادی سے چمٹ کر ہی سوتا ہے۔ اس لئے آپ برائے مہربانی مجھے یہ بتادیجئے کہ اس کا ایسا کرنا کس حد تک جائز ہے؟ اور کیا اس بچے کا یہ فعل میرے اور اس کے رشتوں کے درمیان حائل تو نہ ہوگا؟ اُمید ہے جلد از جلد میری پریشانی دُور فرمائیں گے۔

ج...... جس بچے نے دو سال (اور ایک قول کے مطابق ڈھائی سال) کے اندر اندر کسی عورت کا دُودھ پیا ہو وہ اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جاتا ہے، اور اس کا نکاح دُودھ پلانے والی کی اولاد، یا اولاد کی اولاد سے نہیں ہوسکتا۔ پس اگر آپ کے بچے نے اپنی دادی کا دُودھ ڈھائی سال کے اندر پیا ہے تو اس کا نکاح اس کے چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولاد سے جائز نہیں، اور اگر چھاتیوں میں دُودھ نہیں تھا محض بہلانے کے لئے ایسا کیا گیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

کیا دادی کا دُودھ پینے والی لڑکی کا نکاح چچاؤں اور پھوپھیوں کی اولاد سے جائز ہے؟

س…… میں نے بچپن میں ایک دفعہ اپنی دادی کا دُودھ پیا تھا، میری دادی کی سب سے چھوٹی اولاد یعنی میرے سب سے چھوٹے چچا بھی مجھ سے تقریباً چار پانچ سال بڑے ہیں، ان کے بعد میری دادی کے کوئی اور لڑکا یا لڑکی نہیں ہوئی۔ میں نے بہت سے علماء سے سنا ہے کہ کسی عورت کی اولاد ہونے کے بعد اگر دو سال کے اندر اس عورت کا دُودھ پیا جائے تو اس کے بچوں سے رضاعی بھائی بہن کا رشتہ ہوتا ہے، دو سال کے بعد پینے سے رضاعی بھائی بہن کا رشتہ نہیں ہوتا، اس لئے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیونکہ میری دادی کی سب سے چھوٹی اولاد بھی مجھ سے تقریباً چار پانچ سال بڑی ہے تو آپ یہ بتائیں کہ میں اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں کی رضاعی بہن ہوں یا نہیں؟ اور میرا ان کے لڑکوں سے رشتہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج…… اگر اس وقت آپ کی دادی کی چھاتیوں میں دُودھ تھا تو آپ اپنی دادی کی رضاعی بیٹی اور چچاؤں اور پھوپھیوں کی رضاعی بہن بن گئیں، اور اگر چھاتیوں میں دُودھ نہیں تھا یونہی بچی کو بہلانے کے لئے دادی نے ایسا کیا تھا تو حرمت ثابت نہیں ہوئی۔

نواسے کو دُودھ پلانے والی کی پوتی کا نکاح اس نواسے سے جائز نہیں

س…… میری اہلیہ نے اپنے نواسے کو بچپن میں دُودھ پلایا ہے، لیکن اب اس کی شادی اپنی پوتی سے کرانا چاہتی ہے، تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

ج…… آپ کی اہلیہ نے جس نواسے کو دُودھ پلایا ہے وہ اس کا رضاعی بیٹا بن گیا، اور اس کی اولاد کا بھائی بن گیا، اس کے لڑکوں کی اولاد کا رضاعی چچا اور لڑکیوں کی اولاد کا رضاعی ماموں بن گیا، اور جس طرح حقیقی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح نہیں ہوسکتا اسی طرح رضاعی بھتیجی یا رضاعی بھانجی سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آپ کی اہلیہ کا اپنی پوتی کے ساتھ اس لڑکے کا نکاح کرنا صحیح نہیں۔

فہرست

چھوٹی بہن کو دُودھ پلادیا تو ان کی اولاد کا نکاح آپس میں جائز نہیں

س…… دو سگی بہنیں ہیں، ایک شادی شدہ ہے اور ایک چھ ماہ کی، کسی مجبوری کے تحت بڑی بہن چھوٹی بہن کو اپنا دُودھ پلادیتی ہے، چھوٹی بہن بھی اب بال بچے دار ہے، اب وہ اپنی بڑی بہن کے لڑکے سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہے، کیا وہ شریعت کی رُو سے ایسا کرسکتی ہے؟ جبکہ دونوں خاندان راضی ہیں۔

ج…… جب بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو دُودھ پلایا تو چھوٹی بہن رضاعی بیٹی بن گئی، اور بڑی بہن کی اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی بن گئے، جس طرح سگے بہن بھائیوں سے اس کی اولاد کا رشتہ نہیں ہوسکتا، اسی طرح رضاعی بہن بھائیوں سے بھی نہیں ہوسکتا۔

نانی کا دُودھ پینے والے لڑکے کا نکاح ماموں زاد بہن سے جائز نہیں

س…… میری ماں نے میرے بھانجے کو دُودھ پلایا اور میں اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھانجے سے کرنا چاہتا ہوں، کیا یہ رشتہ جائز ہے؟

ج…… جس لڑکے نے آپ کی والدہ کا دُودھ پیا ہے وہ آپ کا رضاعی بھائی ہے، اس سے آپ کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔

رضاعی خالہ کی دُوسرے شوہر سے اولاد بھی رضاعی بھائی بہن ہیں

س…… میری خالہ جان نے دو شادیاں کیں، وہ ابھی پہلے شوہر کے گھر میں آباد تھیں جب مجھے دُودھ پلایا، اور پھر میری اس خالہ کا وہ شوہر وفات پاگیا۔ اور پھر خالہ جان نے حالات سے تنگ آکر دُوسری شادی کرلی اور اس شوہر سے بیٹی پیدا ہوئی، اب میرے والدین اور میری خالہ جان آپس میں رشتہ کرنا چاہتے ہیں، یعنی خالہ اپنی بیٹی کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں تو کیا یہ نکاح جائز ہے؟

ج…… جس خالہ نے آپ کو دُودھ پلایا ہے اس کی لڑکی سے آپ کا نکاح جائز نہیں۔

ایسی لڑکی سے نکاح جس کا دُودھ شوہر کے بھائی نے پیا ہو

س…… میں نے پچھلے سال اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے لڑکے سے کردیا جس کے بڑے بھائی

فہرست

نے میری لڑکی کا دُودھ پیا ہے، اب مجھے پریشانی ہے کہ آیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

ج…… یہ نکاح صحیح ہے، پریشانی کی ضرورت نہیں۔

نانی کا دُودھ پینے والے کے بھائی کا نکاح خالہ زاد بہن سے جائز ہے

س…… میری منگنی میرے خالہ زاد سے ہوئی، اور میرے جیٹھ نے میری نانی کا دُودھ پیا ہے، جس کی وجہ سے وہ میرے ماموں بھی ہوئے، مجھے آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا میری شادی میرے خالہ زاد سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جس سے میری شادی ہوگی انہوں نے میری نانی کا دُودھ نہیں پیا مگر ان سے بڑے بھائی نے دُودھ پیا ہے۔

ج…… جس لڑکے نے آپ کی نانی کا دُودھ نہیں پیا اس سے نکاح جائز ہے، اس کا بڑا بھائی آپ کا رضاعی ماموں ہے اور رضاعی ماموں کے حقیقی بھائی سے نکاح دُرست ہے۔

مرد و عورت کی بدکاری سے ان کی اولاد بھائی بہن نہیں بن جاتی

س…… میرے بچپن کے دوست ''خ'' کی کچھ عرصہ پہلے اپنے مرحوم والد کے دوست کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی تھی، چندروز پہلے مجھ پر ایک سنگین انکشاف ہوا ہے، ایک شخص نے جو ''خ'' کے والد کے ساتھ لوہے کا کاروبار کرتا تھا، مجھے بتایا ہے کہ ''خ'' کے والد نے اپنی جوانی میں اپنے اسی دوست کی بیوی سے بدکاری کی تھی، جس کی بیٹی سے اب ''خ'' نے شادی کی ہے۔ اس بدکاری کا علم صرف ان دونوں کو تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ''خ'' کے باپ نے اسے بتایا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے دوست کی بیٹی دراصل اس کی ہو، اور پھر اسے منع بھی کردیا تھا کہ اس بات کا علم کسی کو نہ ہونے دے، ورنہ وہ اسے نہیں چھوڑے گا۔ اس عورت کا کچھ عرصہ کے بعد انتقال ہوگیا، ''خ'' کے والد کے انتقال کے بعد اس بیوپاری کا ان کے خاندان سے کوئی تعلق نہ رہا اور ''خ'' کی شادی کا بھی اسے کوئی علم نہ تھا۔ وہ آدمی ''خ'' کو یہ بات بتادینا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے فی الحال ایسا کرنے سے منع کردیا ہے۔ اب آپ براہ کرم مذہبی نقطۂ نظر سے بتایئے کہ کیا کیا جائے؟

ج…… ان دونوں کا نکاح شرعاً صحیح ہے۔ اوّل تو اس بیوپاری کے بیان سے اس کہانی پر

اعتماد کرنا ہی گناہ ہے۔ دوم مرد و عورت کی بدکاری سے ان کی اولاد بھائی بہن نہیں بن جاتی، اولاد کا نکاح آپس میں جائز رہتا ہے۔

خون دینے سے حرمت کے مسائل

اپنے لڑکے کا نکاح ایسی عورت سے کرنا جس کو اس نے خون دیا تھا

س…… زید نے اپنے ایک قریبی رشتہ دار کی بیٹی کو جبکہ وہ بہت چھوٹی تھی، اس کے بیمار ہونے پر اس کو اپنا خون دیا تھا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ اس کے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے ہو جائے، کیا یہ جائز ہے؟

ج…… خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اس لئے اس لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

جس عورت کو خون دیا ہو اس کے لڑکے سے نکاح جائز ہے

س…… ایک لڑکی نے ایک بوڑھی عورت کو خون دیا ہے، اب اس عورت کا لڑکا اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے، شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ج…… ہو سکتی ہے، خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

بہنوئی کو خون دینے سے بہن کے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا

س…… زید نے اپنی سگی بہن کے شوہر یعنی اپنے بہنوئی بکر کو بیماری میں اپنا خون دیا، یعنی اب بکر کے جسم میں اس کے سگے سالے کا خون داخل ہو گیا، کیا اس سے بکر کا اپنی بیوی سے نکاح باطل ہو جائے گا؟

ج…… اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

شوہر کا اپنی بیوی کو خون دینا

س…… میرے ایک عزیز کی بیوی سخت بیمار ہوئی، اس کو خون کی ضرورت تھی، کسی رشتہ دار بہن بھائی کا خون اس کے خون سے نہ ملا، مگر خاوند کا خون اس گروپ کا نکلا جو لگا دیا گیا، اب لوگ کہتے ہیں کہ میاں بیوی کا رشتہ قائم نہیں رہا۔

ج…… لوگ غلط کہتے ہیں، وہ بدستور میاں بیوی ہیں۔

جہیز

موجودہ دور میں جہیز کی لعنت

س…… ٹی وی پروگرام ''تفہیمِ دِین'' میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مقرّر نے غیرمشروط طور پر جہیز کو کافرانہ رسم اور رَسمِ بد قرار دیا۔

۱:……کیا قرآن وسنت کی رُو سے جہیز کو کافرانہ رسم اور رَسمِ بد کہنا صحیح ہے؟

۲:……کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا تھا؟

ج……''جہیز'' ان تحائف اور سامان کا نام ہے جو والدین اپنی بچی کو رُخصت کرتے ہوئے دیتے ہیں، یہ رحمت ومحبت کی علامت تھی، بشرطیکہ نمود ونمائش سے پاک ہو اور والدین کے لئے کسی پریشانی واذیت کا باعث نہ بنتا ہو، لیکن مسلمانوں کی شامتِ اعمال نے اس رحمت کو زحمت بنادیا ہے۔ اب لڑکے والے بڑی ڈھٹائی سے یہ دیکھتے ہی نہیں بلکہ پوچھتے بھی ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا؟ ورنہ ہم رشتہ نہیں لیں گے۔ اسی معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ ہے کہ غریب والدین کے لئے بچیوں کا عقد کرنا وبالِ جان بن گیا ہے۔ فرمائیے! کیا اس جہیز کی لعنت کو ''کافرانہ رسم'' اور ''رَسمِ بد'' سے بھی زیادہ سخت الفاظ کے ساتھ یاد نہ کیا جائے...؟

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت فرمایا ہے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادیوں کو جہیز دیا تھا؟ جی ہاں! دیا تھا، لیکن کسی سیرت کی کتاب میں یہ پڑھ لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو کیا جہیز دیا تھا؟ دو چکیاں، پانی کے لئے دو مشکیزے، چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک چادر۔ کیا آپ کے یہاں بھی بیٹیوں کو یہی جہیز دیا جاتا ہے...؟ کاش! ہم سیرتِ نبوی کے آئینے میں اپنی سیرت کا چہرہ سنوارنے کی کوشش کریں۔

جہیز کا سامان استعمال سے خراب ہوجائے، اس کا شوہر ذمہ دار نہیں

س...... جہیز کی مسہری اور گدا میاں بیوی کے مشترکہ استعمال میں ٹوٹ پھوٹ گئے، شوہر پورے نقصان کی تلافی کرے یا صرف اپنے حصے کی؟

ج...... جہیز کی جو چیزیں جس حالت میں ہیں وہ عورت کا حق ہے، لیکن استعمال سے جو نقصان ہو، وہ شوہر سے وصول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ استعمال عورت کی اجازت سے ہوا ہے۔

جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے

س...... ہمارے قبیلے کا یہ رواج ہے کہ ماں باپ لڑکی کو جو جہیز دیتے ہیں اسے سرِعام دِکھاتے ہیں جس میں عورت کے کپڑے بھی دِکھائے جاتے ہیں، اور یہاں بہت سے مرد بھی جہیز دیکھنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ کیا عورت کے کپڑے اور زیور نامحرَموں کو سرِعام دِکھانا دِینِ اسلام میں جائز ہے؟

ج...... لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا سرِعام دِکھانا جاہلی رسم ہے، جس کا منشا محض نمود و نمائش ہے۔ اور مستورات کے زیور اور کپڑے غیرمردوں کو دِکھانا بھی بُری رسم ہے، شرفاء کو اس سے غیرت آتی ہے۔

لڑکی کو ملنے والے تحفے تحائف اس کی ملکیت ہیں یا شوہر کی؟

س...... لڑکی کو جو ماں باپ نے تحفے تحائف دیئے تھے وہ کس کی ملکیت ہیں؟ ان کی حق دار لڑکی ہے یا شوہر؟

ج...... ہر وہ چیز جو لڑکی کو والدین اور شوہر والوں کی طرف سے ملی ہے وہ اس کی ملکیت ہے، شوہر کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

عورت کی وفات کے بعد جہیز کس کو ملے گا؟

س...... میرے دوست نے اپنی بیوی کی معذوری کے باعث دُوسری شادی کی جس کی اجازت اس نے خود دی۔ پہلی بیوی کا حال ہی میں زندگی اور موت کی کشمکش میں رہنے کے بعد انتقال ہوگیا، جس سے اس کے ۴ بچے، دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ میرے دوست کی پہلی

(مرحومہ) بیوی کے والدین اپنی بیٹی کے جہیز کی اشیاء کی واپسی کا تقاضا کر رہے ہیں، جبکہ جہیز میں کوئی قیمتی چیز نہیں تھی۔ شریعت کی رُو سے جواب عنایت فرمائیں کہ یہ حضرات اپنے مطالبے میں کہاں تک حق بجانب ہیں؟ اور میرے دوست کو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

ج…… والدین کا جہیز کی واپسی کا مطالبہ غلط ہے۔ مرحومہ کی ملکیت میں جو چیزیں تھیں ان کو شرعی وارثوں پر تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ مرحومہ کا ترکہ ۷۲ حصوں پر تقسیم ہوگا، ان میں سے ۱۲-۱۲ حصے مرحومہ کے والدین کے ہیں، اُٹھارہ حصے شوہر کے، دس دس حصے دونوں لڑکوں، اور پانچ پانچ دونوں لڑکیوں کے، نقشہ حسب ذیل ہے:

۷۲ = والد ۱۲، والدہ ۱۲، شوہر ۱۸، بیٹا ۱۰، بیٹا ۱۰، بیٹی ۵، بیٹی ۵

لڑکے دونوں اپنے والد کے پاس رہیں گے، اور لڑکیاں جوان ہونے تک اپنی نانی اور نانی نہ ہو تو خالہ کے پاس رہیں گی، جوان ہونے کے بعد والد کے سپرد کر دی جائیں۔

عورت، شوہر کے انتقال پر کس سامان کی حق دار ہے؟

س…… میرا ایک لڑکا تھا جس کی شادی ہوئی، اور وہ اب انتقال کر گیا، بہو اپنی مرضی سے میکے چلی گئی اور جو سامان ساتھ لائی تھی وہ لے گئی، اب وہ اس سامان کا مطالبہ کر رہی ہے جو ہم نے دیا تھا، جبکہ وہ سامان ہم نے اس لئے رکھا ہوا ہے کہ میری ایک پوتی بھی ہے جو میرے پاس ہی ہے، بعد میں وہ اس کے کام آجائے گا۔ علاوہ ازیں جہاں میں نے لڑکے کی شادی کی تھی وہاں بدلے میں اپنی ایک لڑکی بھی دی تھی، اب آپ بتائیں کہ اس سامان کے بارے میں علمائے کرام کا کیا فتویٰ ہے؟ اس کے علاوہ میری زمین اور مکان بھی ہے، اسے میں کس طرح تقسیم کروں؟ نیز میری پوتی کی عمر سات سال ہے اس کو ہم اپنے پاس رکھ سکتے ہیں یا والدہ کے حوالے کر دیں؟ جواب سے نوازیں۔

ج…… جو سامان آپ نے شادی کے موقع پر بہو کو دیا تھا اگر اس کی ملکیت کر دیا تھا تو وہ سامان اسی کا ہے، اور آپ کو اس کا رکھنا جائز نہیں، اور اگر اس کی ملکیت نہیں کیا تھا بلکہ اس کو صرف استعمال کی اجازت دی تھی تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ سامان آپ کے مرحوم بیٹے کی ملکیت تھا، اس صورت میں اس کا آٹھواں حصہ اس کی بیوہ کا ہے، نصف اس کی

بیٹی کا اور باقی آپ کا، اور اگر مرحوم کی والدہ بھی زندہ ہے تو چھٹا حصہ اس کا، گویا کل ۲۴ حصے کئے جائیں گے ان میں تین بیوہ کے، ۱۲ لڑکی کے، ۴ ماں کے اور ۵ والد کے۔

اور اگر سامان خود آپ کی اپنی ملکیت ہے، آپ کا بیٹا بھی اس کا مالک نہیں تھا تو بیوہ کا اس میں کوئی حصہ نہیں، آپ اس کا جو چاہیں کریں۔ آپ کی جائیداد آپ کے انتقال کے بعد دو تہائی آپ کی تینوں لڑکیوں کو ملے گی (آپ کی اہلیہ زندہ ہیں تو آٹھواں حصہ ان کو ملے گا) اور باقی آپ کے جدی وارثوں کو دی جائے گی۔ آپ کی پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔ اگر آپ پوتی کو بھی کچھ دینا چاہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ اپنی زندگی میں مناسب حصہ اس کے نام کردیں۔ دُوسری صورت یہ کہ آپ وصیت کرجائیں کہ آپ کی پوتی کو اتنا حصہ دیا جائے (تہائی مال کے اندر اندر وصیت کرسکتے ہیں)، اور اس پر گواہ بھی مقرّر کرلیں۔ اگر آپ نے ایسی وصیت کردی تو جائیداد کی تقسیم سے پہلے آپ کی پوتی کو وہ حصہ دیا جائے گا، وارثوں کو بعد میں دیا جائے گا۔

بچی کے لئے حکم تو یہ ہے کہ بالغ ہونے تک اپنی والدہ کے پاس رہے، لیکن اگر والدہ کا مطالبہ نہ ہو یا اس نے کسی ''غیر جگہ'' نکاح کرلیا ہو تو آپ رکھ سکتے ہیں۔

دُوسری شادی

فہرست

دُوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے، کرے تو عدل کرے

س…… کیا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دُوسری شادی کرسکتا ہوں؟ آیا اس میں بیوی کی رضامندی ضروری ہے یا کہ شرعاً ضرورت نہیں؟ اس بارے میں جواب تفصیل سے دیں۔

ج…… دُوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرعاً شرط نہیں، لیکن دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ دُوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے، اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے

اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے، ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

"جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط اور مفلوج ہوگا۔" (مشکوٰۃ شریف ص:۲۷۹)

دُوسری شادی کرکے پہلی بیوی سے قطع تعلق کرنا حرام ہے

س...... ایک شخص شادی شدہ جس کے تین بچے ہیں، دُوسری شادی کا خواہش مند ہے، پہلی بیوی سے شروع ہی سے ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے، جس کی وجہ سے گھر میں سکون نہیں ہے، دُنیا کی نظر میں دونوں ساتھ رہتے ہیں مگر تین سال سے دونوں میں علیحدگی ہوچکی ہے، اس عرصے میں اس شخص کو ایک ایسی لڑکی ملی ہے جس میں ایک اچھی اور گھریلو بیوی کی تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ باقی زندگی سکون سے گزار سکے۔ (اس شخص کی شادی ۲۰ برس کی عمر میں خاندانی دباؤ کے تحت ہوئی تھی) یہ شخص صاحبِ حیثیت ہے اور دونوں بیویوں کی ذمہ داری اُٹھا سکتا ہے اور خرچہ برداشت کرسکتا ہے۔ اب مسئلہ لڑکی کا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہے۔ مہربانی فرماکر آپ بتائیے کہ کیا دُوسری بیوی جو (عام طور پر لوگوں کی نظر میں بُری تصوّر کی جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پہلی بیوی کا "حق مارنے" کی وجہ سے مجرم تصوّر کی جائے گی؟ کیا ہمارا مذہب ایسی صورت میں دُوسری شادی کی اجازت دیتا ہے؟

ج...... دُوسری شادی میں شرعاً کوئی عیب نہیں، لیکن پہلی بیوی کے برابر کے حقوق ادا کرنا شوہر کے ذمہ فرض ہے، اگر دُوسری شادی کرکے پہلی بیوی سے قطع تعلق رکھے گا تو شرعاً مجرم ہوگا۔ البتہ یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ پہلی بیوی سے فیصلہ کرلے کہ میں تمہارے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہوں، اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہیں طلاق دے سکتا ہوں، اور اگر طلاق نہیں لینا چاہتی ہو تو حقوق معاف کردو۔ اگر پہلی بیوی اس پر آمادہ ہو کہ اسے طلاق نہ

دی جائے وہ اپنے شب باشی کے حقوق چھوڑنے پر آمادہ ہے تو اس کو خرچ دیتا رہے، شب باشی اس کے پاس نہ کرے۔ اس صورت میں گنہگار نہیں ہوگا۔ پھر بھی جہاں تک ممکن ہو دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا برتاؤ کرنا لازم ہے۔

اسلام میں چار سے زائد شادیوں کی اجازت نہیں

س...... مجھے کسی صاحب نے بتایا ہے کہ شریعتِ اسلام میں چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے۔

ج......جن صاحب نے آپ کو یہ بتایا کہ اسلام میں چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے، اس نے بالکل غلط کہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں بلاشبہ چار سے زائد تھیں، مگر یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی صحابی، تابعی، اِمام، محدث اور بزرگ کو چار سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہیں اور نہ کسی نے کی ہیں۔ ان صاحب نے یہ بات بالکل غلط اور مہمل کہی ہے۔

عورت کتنی شادیاں کرسکتی ہے؟

س......اسلام میں مرد تو چار شادیاں کرسکتا ہے اور عورت کتنی کرسکتی ہے؟

ج......شرعاً و عقلاً عورت ایک ہی شوہر کی بیوی رہ سکتی ہے، زیادہ کی نہیں۔

لاپتہ شوہر کا حکم

کیا گمشدہ شوہر کی بیوی دُوسری شادی کرسکتی ہے؟

س……میری ایک رشتہ دار ہیں، بہت عرصہ پہلے ان کی شادی ہوئی، اولاد میں چار بچے ہیں، کوئی دس سال پہلے ان کے شوہر گھر سے چلے گئے اور جاکر دُوسری شادی رچالی۔ تاہم وہ ایک سال تک اپنی اس پہلی بیوی کے پاس بھی آتے رہے لیکن پھر وہ اچانک اپنی دُوسری بیوی کے ساتھ کہیں غائب ہوگئے، جس دفتر میں وہ ملازمت کرتے تھے، وہاں سے ملازمت بھی چھوڑ دی۔ انہیں غائب ہوئے نو سال سے اُوپر ہوگئے ہیں، اب وہ کہاں غائب ہیں؟ کسی کو کچھ پتا نہیں۔ یہ تک معلوم نہیں کہ وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اب ہم چاہتے ہیں یہ محترمہ دُوسری شادی کرلیں، کیا شرعاً ایسا جائز ہے؟

ج……اس مسئلہ میں مالکی مسلک پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ عورت عدالت میں دعویٰ کرے، اوّلاً شہادت سے ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہے، پھر شہادت سے یہ ثابت کرے کہ وہ اتنے عرصے سے مفقود الخبر ہے، اور اس نے اس عورت کے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہیں کیا۔ عدالت اس کی شہادتوں کی سماعت کے بعد اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دے اور اپنے ذرائع سے اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرے اور چار سال کے عرصے میں اگر شوہر نہ آئے تو عدالت اس کے فسخِ نکاح کا فیصلہ کرے۔ اس فیصلے کے بعد عورت عدّت گزارے، عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اور اگر عدالت محسوس کرے کہ مزید چار سال کے انتظار کی ضرورت نہیں تو عورت کی شہادتوں کے بعد وہ فوری طور پر فسخِ نکاح کا فیصلہ بھی کرسکتی ہے۔ تاہم عدالت کے سامنے شہادتیں پیش کرنا اور عدالت کے فیصلے کے بعد عدّت گزارنا شرطِ لازم ہے، اس کے بغیر دُوسری جگہ عقد نہیں ہوسکتا۔

گمشدہ شوہر اگر مدّت کے بعد گھر آجائے تو نکاح کا شرعی حکم

س...... میرا شوہر مجھ سے تقریباً ۱۳ سال تک بالکل غائب اور لاپتا رہا، اور اسی ۱۳ سال کے عرصے میں اس نے نئی شادی کی، اب ۱۳ سال کے بعد مجھ سے ملنے آیا ہے، آیا اس طویل جدائی کی وجہ سے میرا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ مجھے دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا وہی پُرانا نکاح کافی ہے؟ واضح رہے کہ شوہر نے مجھے کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔

ج...... وہی پُرانا نکاح باقی ہے، نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔

جس عورت کا شوہر غائب ہوجائے وہ کیا کرے؟

س...... میری شادی دو سال پہلے ہوئی تھی، میرا شوہر بیماری کی وجہ سے ایک رات بھی میرے ساتھ نہیں گزار سکا، اور دو مہینے بعد بیماری کی حالت میں نہ جانے کہاں چلا گیا؟ جس کا آج تک کوئی پتا نہیں چلا۔ میں دو سال سے والدین کے گھر رہ رہی ہوں اور اَب وہ میری شادی کہیں دُوسری جگہ کر رہے ہیں، تو آپ برائے کرم میری اس دُوسری شادی کے بارے میں لکھیں، یعنی کیا طریقۂ کار ہونا چاہئے؟

ج...... یہ تو ظاہر ہے کہ جب تک پہلے شوہر سے طلاق نہ ہو یا عدالت پہلے نکاح کے فسخ ہونے کا فیصلہ نہ کرے، دُوسری جگہ منکوحہ کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ عدالت سے رُجوع کریں، اپنا نکاح گواہوں کے ذریعہ ثابت کریں اور پھر یہ ثابت کریں کہ آپ کا شوہر لاپتہ ہے۔ عدالت چار سال تک اپنے ذرائع سے اس کی تلاش کرائے، نہ ملنے کی صورت میں فسخِ نکاح کا فیصلہ دے دے (اور اگر عدالت حالات کے پیشِ نظر اس سے کم مدّت کا تعین کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے) فسخِ نکاح کے فیصلے کے بعد آپ شوہر کی وفات کی عدّت (چار مہینے دس دن) گزاریں، عدّت سے فارغ ہونے کے بعد دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہیں۔

شوہر کی شہادت کی خبر پر عورت کا دُوسرا نکاح صحیح ہے

س...... ہمارے گاؤں میں دو بھائی رہتے تھے، ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایک بھائی لڑائی پر گیا اور اس کی بیوی دُوسرے بھائی کے پاس رہ گئی، جنگ ختم ہونے کے بعد اس کے بھائی کا کوئی

پتا نہ لگا اور حکومتِ پاکستان نے اس کے گھر کے پتے پر اس کی شہادت کی اطلاع دے دی۔ کچھ عرصے کے بعد دُوسرے بھائی نے اپنی بھابھی یعنی بھائی کی بیوی کے ساتھ شادی رچالی، اس طرح دونوں زندگی گزارنے لگے۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد دُوسرا بھائی جس کا حکومت نے شہادت کا تار دیا تھا، واپس گاؤں کو آیا، لیکن گداگری کے لباس میں، کیونکہ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ بھائی صاحب نے میری بیوی کے ساتھ شادی کی ہے۔ وہ گداگری کے لباس میں گاؤں میں پھر کر چلا گیا، اس کے بعد اس کا پتا نہیں چلا، بھائی نے بہت تلاش کیا، کہیں نہیں ملا۔ اور اَبھی پتا چلا ہے کہ وہ کراچی شہر میں ہے، تو ایسے میں شرعی حکم کیا ہے کہ اس کی بیوی جو کہ اس کے دُوسرے بھائی کے نکاح میں ہے اور اس کی اولاد جو دُوسرے بھائی سے ہوئی ہے کیا صحیح ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نکاح ہوا ہے؟ اگر نہیں ہوا تو بچے حرامی ہیں یا حلالی؟ کیونکہ یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ دُوسرا بھائی ابھی زندہ ہے اور کراچی میں ہے۔

ج…… جب اس بھائی کے شہید ہونے کی اطلاع حکومت کی طرف سے آگئی تو عدّت کے بعد اس کی بیوی دوبارہ نکاح کرنے کی مجاز تھی، اس لئے وہ نکاح صحیح تھا، اور اولاد بھی جائز ہے۔ رہا یہ کہ بھائی گداگری کے لباس میں آیا تھا، یہ محض افواہی بات ہے جس کا یقین نہیں کیا جاسکتا، جب تک کسی قطعی ذریعہ سے یہ معلوم نہ ہوجائے کہ وہ شہید نہیں ہوا، ابھی تک زندہ ہے، اس وقت تک اس کی بیوی کا دُوسرا نکاح صحیح قرار دیا جائے گا، اور اگر قطعی طور پر یہ ثابت ہوجائے کہ پہلا شوہر زندہ ہے تب بھی دُوسرے نکاح سے جو بچے ہیں وہ حلالی ہیں، پہلے شوہر کو حق ہوگا کہ وہ اپنی بیوی واپس لے لے، یا اس کو طلاق دے کر فارغ کردے، اس صورت میں عدّت کے بعد دُوسرے شوہر سے دوبارہ نکاح کردیا جائے۔

لاپتا شوہر کی بیوی کا دُوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے

س…… میرے ایک دوست نے شادی کی اور شادی کے بعد وہ بیرونِ ملک چلے گئے، تقریباً چار سال سے نہ ان کا کوئی خط آیا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی حال احوال کچھ پتہ چلتا ہے کہ زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ ادھر اس کی بیوی کی ماں اور بھائیوں نے اس کی دُوسری شادی کرادی اور اس دوران اس کے دو بچے بھی ہیں، پہلے والے شوہر کے ماں باپ نے بھی بیٹے کو مردہ سمجھ کر اس

فہرست

کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی کی۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ لڑکا بیرون ملک فوج میں ہے تاہم آج تک نہ اس کا کوئی خط آیا اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کوئی ایسی چیز آئی جس سے اس کی موت کا پتہ چل سکے۔

س:۔۔۔۔۔قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ یہ شادی ہوسکتی ہے؟

ج:۔۔۔۔۔نہیں۔

س:۔۔۔۔۔۲: لڑکی کا پہلا خاوند آجائے تو لڑکی کو کون سے شوہر کے پاس رہنا چاہئے؟

ج:۔۔۔۔۔وہ پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، دُوسرا نکاح اس کا ہوا ہی نہیں۔

س:۔۔۔۔۔۳: کیا اس طرح کرنے سے پہلا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

ج:۔۔۔۔۔ پہلا نکاح باقی ہے، وہ نہیں ٹوٹا۔

س:۔۔۔۔۔۴: اگر ٹوٹ جاتا ہے تو عدّت کتنے دن بیٹھ جانا چاہئے؟

ج:۔۔۔۔۔ جب نکاح باقی ہے تو عدّت کا کیا سوال...؟

مسئلہ:۔۔۔۔۔جو شخص لاپتہ ہو اس کی موت کا فیصلہ عدالت کرسکتی ہے، محض عورت کا یا عورت کے گھر والوں کا یہ سوچ لینا کہ وہ مرگیا ہوگا اس سے اس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، اس کا دُوسرا نکاح غلط اور ناجائز ہے، ان دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے۔ عورت کو لازم ہے کہ عدالت میں پہلے شوہر سے اپنا نکاح ثابت کرے، اور پھر یہ ثابت کرے کہ اتنے عرصے سے اس کا شوہر لاپتہ ہے، اس کے بعد عدالت اس کو چار سال انتظار کرنے کی تلقین کرے اور اس عرصے میں عدالت سرکاری ذرائع سے اس کے شوہر کو تلاش کرائے، اگر اس عرصے میں شوہر مل جائے تو ٹھیک، ورنہ عدالت اس کی موت کا فیصلہ کرے، شوہر کی موت کے فیصلے کے دن سے عورت چار مہینے دس دن (۱۳۰ دن) شوہر کی موت کی عدّت گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد عورت دُوسرا نکاح کرسکتی ہے۔

فہرست

حق مہر

مہرِ معجّل اور مہرِ موٴجل کی تعریف

س…… جہاں تک میں نے سنا ہے حق مہر کی دو اَقسام ہیں، ''مہرِ معجّل'' اور ''مہرِ موٴجل'' براہ کرم دونوں کی تعریف اور ان کا فرق واضح فرمائیں۔

ج…… ''مہرِ موٴجل'' اس کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص میعاد مقرّر کی گئی ہو، اور جس کی ادائیگی فوراً یا عورت کے مطالبے پر واجب ہو وہ ''مہرِ معجّل'' ہے، مہرِ معجّل کا مطالبہ عورت جب چاہے کرسکتی ہے، لیکن مہرِ موٴجل کا مطالبہ مقرّرہ میعاد سے پہلے کرنے کی مجاز نہیں۔

مہرِ فاطمی کی وضاحت اور ادائیگیٴ مہر میں کوتاہیاں

س……اگر کوئی اعتدال کے ساتھ مہر کی رقم مقرّر کرنا چاہے تو آپ کی رائے میں کتنی رقم ہونی چاہئے؟ بعض لوگ ''مہرِ فاطمی'' یا ''مہرِ محمدی'' رکھتے ہیں، ان کی کیا تعریف ہے؟ اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ بیوی زندہ ہو یا مرجائے اس کے مہر کی ادائیگی کا کوئی تذکرہ نہیں ہوتا ہے، اس کوتاہی کا ذمہ دار کون ہے؟

ج……مہر کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیثِ طیبہ واضح ہیں، مثلاً:

''عن أبی سلمة قال: سألت عائشة رضی الله عنها: کم کان صداق النبی صلی الله علیه وسلم؟ قالت: کان صداقه لأزواجه ثنتی عشرة أوقیة ونش. قالت: أتدری ما النش؟ قلت: لا! قالت: نصف أوقیة فتلک خمسمائة درهم. رواه مسلم.'' (مشکوٰة ص:۲۷۷)

ترجمہ:……''حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں

نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر (اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے لئے) کتنا تھا؟ فرمایا: ساڑھے بارہ اوقیہ، اور یہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ)

"عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: ألا! لا تغالوا صدقة النساء فانها لو كانت مكرمة فی الدنيا وتقویٰ عند الله لكان أولكم بها نبی الله صلی الله عليه وسلم ما علمت رسول الله صلی الله عليه وسلم نكح شيئا من نساءه ولا أنكح شيئا من بناته علٰی أكثر من اثنتی عشرة أوقية. رواه أحمد والترمذی وأبو داؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی." (مشکوٰۃ ص:۲۷۷)

ترجمہ:...... "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: دیکھو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ بڑھایا کرو، کیونکہ اگر یہ دُنیا میں عزّت کا موجب اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اس کے مستحق تھے۔ مجھے علم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر نکاح کیا ہو، یا اپنی صاحب زادیوں میں سے کسی کا نکاح اس سے زیادہ مہر پر کیا ہو۔" (مشکوٰۃ شریف)

بیویوں کے حقوق میں سب سے پہلا حق مہر ہے، جو شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، ہمارے اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (تقریباً دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی) ہے، اور زیادہ مہر کی کوئی مقدار مقرّر نہیں، حسبِ حیثیت جتنا مہر چاہیں رکھ سکتے ہیں، یوں تو کوئی نکاح مہر کے بغیر نہیں ہوتا، لیکن اس بارے میں بہت سی

فہرست

کوتاہیاں اور بے احتیاطیاں سرزد ہوتی ہیں:

۱:...... ایک کوتاہی لڑکی کے والدین اور اس کے عزیز و اقارب کی جانب سے ہوتی ہے کہ مہر مقرّر کرتے وقت لڑکے کی حیثیت کا لحاظ نہیں رکھتے، بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار مقرّر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس میں تنازع اور جھگڑے کی شکل بھی پیدا ہوجاتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر بعض موقعوں پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسی جھگڑے میں شادی رُک جاتی ہے۔ لوگ زیادہ مہر مقرّر کرنے کو فخر کی چیز سمجھتے ہیں، لیکن یہ جاہلیت کا فخر ہے، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ ورنہ اگر مہر کا زیادہ ہونا شرف و سیادت کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں کا مہر زیادہ ہوتا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا اور کسی صاحب زادی کا مہر پانچ سو درہم سے زیادہ مقرّر نہیں کیا۔ پانچ سو درہم کی ایک سو اکتیس تولے تین ماشے (۱۳۱ ۱/۲) چاندی بنتی ہے۔ اگر چاندی کا بھاؤ پچاس روپے تولہ ہو تو پانچ سو درہم یعنی ۱۳۱ ۱/۲ تولے چاندی کے چھ ہزار پانچ سو تریسٹھ (۶۵۶۳) روپے بنتے ہیں۔ (بھاؤ کی کمی بیشی کے مطابق اس مقدار میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، بہرحال ۱۳۱ ۱/۲ تولے چاندی کا حساب رکھنا چاہئے)، اسی کو ''مہرِ فاطمی'' کہا جاتا ہے۔ بعض اکابر کا معمول رہا ہے کہ اگر ان سے نکاح پڑھانے کی فرمائش کی جاتی تو فرماتے کہ اگر ''مہرِ فاطمی'' رکھو تو نکاح پڑھائیں گے، ورنہ کسی اور سے پڑھوالو۔ الغرض مسلمانوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہی لائقِ فخر ہونا چاہئے اور مہر کی مقدار اتنی رکھنی چاہئے جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مقدس ازواج اور پیاری صاحب زادیوں کے لئے رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کس کی عزّت ہے؟ گو اس سے زیادہ مہر رکھنے میں بھی کوئی گناہ نہیں، لیکن زیادتی کو فخر کی چیز سمجھنا، اس پر جھگڑے کھڑے کرنا اور باہمی رنجش کی بنیاد بنالینا جاہلیت کے جراثیم ہیں جن سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

۲:...... ایک کوتاہی بعض دیہاتی حلقوں میں ہوتی ہے کہ سوا بتیس روپے مہر کو ''شرعِ محمدی'' سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ مقدار آج کل مہر کی کم سے کم مقدار بھی نہیں بنتی، مگر لوگ

اسی مقدار کو "شرعِ محمدی" سمجھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ خدا جانے یہ غلطی کہاں سے چلی ہے؟ لیکن افسوس ہے کہ "میاں جی" صاحبان بھی لوگوں کو مسئلے سے آگاہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی ۲ تولے ۷ ۱/۲ ماشے چاندی ہے، جس کے آج کے حساب سے تقریباً ایک سَو اکتیس روپے بنتے ہیں، اس سے کم مہر مقرّر کرنا صحیح نہیں، اور اگر کسی نے اس سے کم مقرّر کرلیا تو دس درہم کی مالیت مہر واجب ہوگا۔

۳:...... ایک زبردست کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ مہر ادا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، بلکہ رواج یہی بن گیا ہے کہ بیویاں حقِ مہر معاف کردیا کرتی ہیں۔ یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ بیوی کا مہر بھی شوہر کے ذمہ اسی طرح کا ایک قرض ہے جس طرح دُوسرے قرض واجب الادا ہوتے ہیں۔ یوں تو اگر بیوی کل مہر یا اس کا کچھ حصہ شوہر کو معاف کردے تو صحیح ہے، لیکن شروع ہی سے اس کو واجب الادا نہ سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ: "جو شخص نکاح کرے اور مہر ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو، وہ زانی ہے۔"

۴:...... ہمارے معاشرے میں جو اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مہر لینا بھی عیب سمجھا جاتا ہے، اور میراث کا حصہ لینا بھی معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے وہ چار و ناچار معاف کردینا ہی ضروری سمجھتی ہیں۔ اگر نہ کرتیں تو معاشرے میں "نکو" سمجھی جاتی ہیں۔ دِین دار طبقے کا فرض ہے کہ اس معاشرتی بُرائی کو مٹائیں اور لڑکیوں کو مہر بھی دِلوائیں اور میراث کا حصہ بھی دِلوائیں۔ اگر وہ معاف کرنا چاہیں تو ان سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنا حق وصول کرلیں اور کچھ عرصہ تک اپنے تصرف میں رکھنے کے بعد اگر چاہیں تو واپس لوٹادیں۔ اس سلسلے میں ان پر قطعاً جبر نہ کیا جائے۔

۵:...... مہر کے بارے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ اگر بیوی مرجائے اور اس کا مہر ادا نہ کیا ہو تو اس کو ہضم کرجاتے ہیں، حالانکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر خانہ آبادی سے اور میاں بیوی کی یکجائی سے پہلے بیوی کا انتقال ہوجائے تو نصف مہر واجب الادا ہوگا، اور اگر میاں بیوی کی خلوتِ صحیحہ کے بعد اس کا انتقال ہوا ہو تو پورا مہر ادا کرنا واجب ہوگا، اور یہ مہر بھی

فہرست

اس کے ترکہ میں شامل ہوکراس کے جائز ورثاء پر تقسیم ہوگا، اس کا مسئلہ علماء سے دریافت کرلینا چاہئے۔

ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ اگرلڑکی کا انتقال سسرال میں ہوتواس کا سارا اثاثہ ان کے قبضے میں آجاتا ہے اور وہ لڑکی کے وارثوں کو کچھ نہیں دیتے، اور اگراس کا انتقال میکے میں ہوتو وہ قابض ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور شوہر کا حق دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ مردے کے مال پر ناجائز قبضہ جمالینا بڑی گری ہوئی بات بھی ہے اور ناجائز مال ہمیشہ نحوست اور بے برکتی کا سبب بنتا ہے، بلکہ بعض اوقات دُوسرے مال کو بھی ساتھ لے ڈُوبتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل وایمان نصیب فرمائے اور جاہلیت کے غلط رسوم ورواج سے محفوظ رکھے۔

شرعی مہر کا تعین کس طرح کیا جائے؟

س...... ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح ''شرعی مہر'' کے اعتبار سے کرنا چاہتا ہے، تو موجودہ دور میں اس کی کیا مقدار ہوگی؟

ج...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صاحب زادیوں کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو پانچ سو درہم ہوئے۔ موجودہ دور کے حساب سے ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت مہرِ فاطمی ہوگی۔ فقہِ حنفی کی رُو سے مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے، جس کی قیمت آج کل تقریباً ۱۳۱ روپے ہے۔

بتیس ۳۲ روپے کو شرعی مہر سمجھنا غلط ہے

س...... جب محفلِ نکاح منعقد ہوتی ہے تو مولوی صاحب جو نکاح خواں ہوتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ حق مہر کتنا مقرّر کیا جائے؟ اس وقت حاضرین ورثاء عموماً یہ کہتے ہیں کہ مہرِ شرعی مقرّر کردو، تو مہرِ شرع محمدی بتیس روپے دس آنے دس پیسے مقرّر کیا جاتا ہے۔ کیا شرعی مہر اتنا ہی ہوتا ہے؟

ج...... بتیس روپے کو شرعی مہر سمجھنا بالکل غلط ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے، اس قدر مالیت سے کم مہر رکھنا دُرست نہیں۔

مہر نکاح کے وقت مقرّر ہوتا ہے اس سے پہلے لینا بردہ فروشی ہے

س…… ہمارے قبیلے میں ایک مہر کے بجائے دو مہر لئے جاتے ہیں، ایک مہر شادی سے پہلے اور دُوسرا شادی کے بعد۔ شادی سے پہلے چالیس ہزار روپے سے لے کر ایک لاکھ روپے تک مہر لیا جاتا ہے، دُوسرا مہر وکیل جو بولے چاہے وہ ایک ہزار بولے اسے دینا پڑے گا، کیا یہ دِینِ اسلام میں جائز ہے؟

ج……شرعی مہر تو وہی ہے جو نکاح کے وقت مقرّر کیا جاتا ہے، اور وہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے۔ باقی آپ نے اپنے قبیلے کی جو رسم لکھی ہے کہ وہ چالیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپے تک کی رقم وصول کرتے ہیں، یہ مہر نہیں بلکہ نہایت قبیح جاہلانہ رسم ہے اور اس کی نوعیت بردہ فروشی کی ہے، اس رسم کی اصلاح کرنی چاہئے اور یہ کام قبیلے کے معزّز لوگ کرسکتے ہیں۔

برادری کی کمیٹی سب کے لئے ایک مہر مقرّر نہیں کرسکتی

س…… برادری کی ایک کمیٹی نے حق مہر کے لئے ایک رقم مقرّر کردی ہے، اس سے کم و بیش نہیں کرنے دیتے، تو کیا کمیٹی کا یہ فیصلہ دُرست ہے؟ خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو اسے اس مقدارِ مہر پر مجبور کرنا دُرست ہے یا نہیں؟

ج…… برادری کی کمیٹی کا فیصلہ غلط ہے۔ حق مہر میں بیوی و شوہر کی حیثیت کو ملحوظ رکھیں اور بالغ عورت اور اس کے والدین کی رضامندی کے ساتھ مہر مقرّر کریں۔ مہر چونکہ بیوی کا حق ہے اس لئے برادری کے لوگ اس کی مقدار مقرّر کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے، البتہ برادری کے لوگوں کو مناسب مہر مقرّر کرنے کی اپیل کرنی چاہئے۔

کیا نکاح کے لئے مہر مقرّر کرنا ضروری ہے؟

س……نکاح کے لئے مہر رکھنے کے بارے میں اسلامی شریعت کیا کہتی ہے؟ نکاح کے لئے مہر کا رکھنا شرعی رُو سے کیا لازم ہے؟ نکاح کے وقت مہر نہ رکھا جائے تو؟ اگر اسلامی شریعت مہر کو لازم قرار دیتی ہے تو کم از کم، اور زیادہ سے زیادہ کتنا مہر رکھا جائے؟

ج……نکاح میں مہر کا رکھنا ضروری ہے، نکاح کے وقت اگر مہر مقرّر نہیں کیا گیا تو ''مہرِ مثل'' لازم ہوگا، اور ''مہرِ مثل'' سے مراد یہ ہے کہ اس خاندان کی لڑکیوں کا جتنا مہر رکھا جاتا ہے، اتنا لازم ہے۔ مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی ہے۔ نکاح کے دن بازار میں اتنی چاندی کی جتنی قیمت ہو، اس سے کم مہر رکھنا جائز نہیں، اور زیادہ مہر کی کوئی حد مقرّر نہیں کی گئی، فریقین کی باہمی رضامندی سے جس قدر مہر رکھا جائے جائز ہے۔ لیکن مہر لڑکی اور لڑکے کی حیثیت کے مطابق رکھنا چاہئے تاکہ لڑکا اسے بہ سہولت ادا کرسکے۔

مہر وہی دینا ہوگا جو طے ہوا، مرد کی نیت کا اعتبار نہیں

س……کسی انسان کی شادی ہو اور وہ مرد صرف اس وجہ سے کہ مہر کی رقم اس کی حیثیت کی بہ نسبت زیادہ ہے، یہ نیت کر بیٹھتا ہے کہ مجھے کون سا مہر دینا ہے، یا حیثیت ہوتے ہوئے بھی یہ نیت کر بیٹھے تو نکاح ہوجائے گا یا نہیں؟

ج……اس صورت میں نکاح ہوجائے گا اور جو مہر مقرّر ہوا وہی دینا بھی پڑے گا، اس کی نیت کا اعتبار نہیں، مگر اس غلط نیت کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

مہر کی رقم کا ادا کرنے کا طریقہ

س……مہر کی رقم ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ج……صحیح طریقہ یہ ہے کہ بلاکم و کاست مہر زوجہ کو ادا کردیا جائے، اور مہر شبِ زفاف کے بعد لازم ہوجاتا ہے، یا دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوجائے۔

مہر کی رقم کب ادا کرنا ضروری ہے؟

س……اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ نکاح کے وقت جو مہر کی رقم مقرّر کی جاتی ہے مثلاً ۲۰ ہزار روپے، ۴۰ ہزار روپے تو یہ رقم بیوی سے معاف کروانی ضروری ہے، ورنہ مرد بیوی کے پاس جانے کا حق دار نہیں ہے اور نہ ہی اسے ہاتھ لگا سکتا ہے۔ برائے مہربانی میری یہ اُلجھن دُور کریں۔

ج……مہر معاف کرانے کے لئے مقرّر نہیں کیا جاتا بلکہ ادا کرنے کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اس لئے مہر معاف کرانے کے بجائے ادا کرنا چاہئے، مگر اس کا فوری طور پر ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ عورت کے مطالبے پر ادا کرنا ضروری ہے، اور مہر ادا کئے بغیر بیوی کو ہاتھ لگانا جائز ہے۔

مہر کی ادائیگی بوقتِ نکاح ضروری نہیں

س...... حق مہر کی بوقتِ نکاح نقد ادائیگی ضروری ہے، یا کہ نکاح نامے پر ایک معاہدہ کی صورت میں اس قسم کا اندراج ہی کافی ہوتا ہے؟ یعنی بعوض اتنی رقم بطور حق مہر فلاں ولد فلاں کا نکاح فلاں بنت فلاں سے قرار پایا وغیرہ وغیرہ۔

ج...... مہر کی ادائیگی بوقتِ نکاح ضروری نہیں، بعد میں عورت کے مطالبے پر ادا کیا جاسکتا ہے۔

وہم کو دُور کرنے کے لئے دوبارہ مہر ادا کرنا

س...... میرا ایک دوست ہے جو انتہائی وہمی مزاج ہے، وہ عجیب شش و پنج میں مبتلا ہے، اس کی شادی کو تقریباً دو سال ہوگئے ہیں، چند دنوں بعد اس کا بچہ بھی ہونے والا ہے، وہ کہتا ہے کہ شادی کی پہلی رات میں نے بیوی کو شرعی حق مہر ادا کیا تھا لیکن اب شک اور وہم ہے کہ شاید شرعی حق مہر ادا نہ کیا ہو؟ اس کی بیوی کو بھی صحیح یاد نہیں ہے، اس شک اور وہم کو دُور کرنے کے لئے کیا وہ دوبارہ شرعی حق مہر ادا کرے؟

ج...... دوبارہ ادا کرے۔ لیکن دو سال بعد اگر اسے پھر وہم ہوگیا کہ میں نے ادا نہیں کیا تو پھر کیا ہوگا؟ اس کا علاج یہ ہے کہ مہر ادا کرنے کی باقاعدہ تحریر لکھ لی جائے اور اس پر گواہ بھی مقرّر کرلئے جائیں تاکہ آئندہ اس کو پھر وہم نہ ہوجائے۔

فہرست

دیا ہوا زیور حق مہر میں لکھوانا جائز ہے

س...... کیا شرع میں مہر کی کوئی حد مقرّر ہے؟ لڑکے والے بَری میں کپڑوں وغیرہ کے علاوہ لڑکی کو زیور بھی دیتے ہیں، کیا اس زیور کو لڑکے کی طرف سے مہر میں لکھایا جاسکتا ہے جبکہ سونے کی قیمت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے؟

ج...... مہر کی کم از کم مقدار حنفیہ کے نزدیک دو تولے ساڑھے سات ماشے چاندی کی مالیت ہے، زیادہ پر کوئی پابندی نہیں۔ لڑکے کی طرف سے جو زیور دیا جاتا ہے اس کو مہر میں لکھایا جاسکتا ہے۔

قرض لے کر حق مہر ادا کرنا

س...... کیا شرعی حق مہر کسی سے اُدھار رقم لے کر ادا کیا جاسکتا ہے؟

ج...... کیا جاسکتا ہے۔ مگر بہتر ہوگا کہ بیوی سے اُدھار کرلے، یعنی گنجائش کے وقت دینے کا وعدہ کرلے۔

بیوی کی رضامندی سے مہر قسطوں میں ادا کرنا جائز ہے

س...... میں ایک ملازم ہوں، محدود آمدنی ہے، تقریباً ۷۵۰ روپے ماہانہ ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کا مہر جو کہ ۲۵۰۰۰ روپے ہے ادا کردوں، برائے مہربانی آپ مجھے شریعت کی رُو سے ایسا طریقہ بتائیں کہ مہر ادا ہوجائے، کیا میں مہر کی رقم قسطوں میں ادا کرسکتا ہوں؟

ج...... بیوی کی رضامندی سے جائز ہے۔

مہر مرد کے ذمہ بیوی کا قرض ہوتا ہے

س...... اگر حق مہر طے ہوا ہو اور وہ شوہر نے ادا نہ کیا ہو اور نہ بخشایا ہو تو اس کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کیونکہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے شادی کئے ہوئے بھی بیس سال ہوگئے ہیں اور میں نے حق مہر کے بارے میں کبھی خیال بھی نہیں کیا ہے۔

ج...... عورت کا مہر، شوہر کے ذمہ قرض ہے، خواہ شادی کو کتنے ہی سال ہوگئے ہوں وہ واجب الادا رہتا ہے، اور اگر شوہر کا انتقال ہوجائے اور اس نے مہر نہ ادا کیا تو اس کے ترکہ میں سے پہلے مہر ادا کیا جائے گا پھر ترکہ تقسیم ہوگا۔

طلاق دینے کے بعد مہر اور بچوں کا خرچ دینا ہوگا

س...... اگر زید اپنی بیوی کو طلاق نامہ ارسال کردے تو کیا شرعی حیثیت سے وہ حق مہر اور بچوں کے خرچ کا ذمہ دار ہوگا؟ جبکہ وہ بچے لینا نہیں چاہتا اور اس کے مالی وسائل بھی اتنے نہیں کہ وہ حق مہر کی کثیر رقم کے علاوہ بچوں کا خرچہ بھی یکمشت دے سکے۔ جبکہ زید کی سسرال والے طلاق نامہ ملنے پر یکمشت مہر کی رقم اور بچوں کے خرچے کا دعویٰ کریں گے،

ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

ج……مہر تو دینا ہی پڑے گا، عورت اگر چاہے تو قسطوں میں وصول کرسکتی ہے، بچوں کو خرچ اس کو ماہوار دینا ہوگا، خرچ کی مقدار صلح صفائی سے بھی طے ہوسکتی ہے اور عدالت کے ذریعہ بھی۔

شوہر اگر مرجائے تو مہر وارثوں کے ذمہ ادا کرنا لازم نہیں

س……زید اپنی اہلیہ کی مہر کی رقم ادا کئے بغیر فوت ہوگیا، اب زید کی اہلیہ اپنے بڑے بچے سے مہر کی رقم جو زید کے ذمہ واجب الادا تھی، یہ کہہ کر وصول کرنا چاہتی ہے کہ اپنے باپ کے قرض کی ادائیگی تم پر واجب الادا ہے، لہٰذا مذکورہ بالا صورت کے پیشِ نظر زید کے بچے پر ماں کی مہر کی رقم کی ادائیگی من جانب زید مرحوم کے لازم ہے یا نہیں؟

ج……عورت کا مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے، پس اگر شوہر کوئی چیز چھوڑ کر مرے (خواہ گھر کا سامان، کپڑے، مکان وغیرہ ہو) اس سے یہ قرضہ ادا کیا جائے گا، اور اگر وہ کوئی چیز چھوڑ کر نہیں مرا تو اس کے وارثوں کے ذمہ ادا کرنا لازم نہیں بلکہ وہ گنہگار رہے گا اور قیامت کے دن اس کو ادائیگی کرنا ہوگی۔

عورت کے انتقال کے بعد اس کے سامان اور مہر کا کون حق دار ہے؟

س……ایک شخص کی شادی ہوئی، تین چار سال بعد بیوی کا انتقال ہوگیا، جس سے اس کا ایک بچہ بھی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت یعنی اس کی بیوی کے والدین اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس کے جہیز کا سامان، زیور وغیرہ یا جو کچھ انہوں نے شادی کے وقت اپنی بیٹی کو دیا تھا، واپسی کا مطالبہ کرسکتے ہیں؟ اور واپس لیا ہوا سامان اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں، یا اس سارے سامان کو اَز راہِ خدا مسجد وغیرہ میں دے سکتے ہیں، یا ان کی بیٹی کے بیٹے کی موجودگی میں کسی بھی چیز پر ان کا کوئی حق نہیں؟ سوائے اس فوت شدہ عورت کے بیٹے کے؟ یہ ذہن میں رہے کہ عورت کے والدین ہر معاملے میں اپنے آپ کو اسلامی اُصولوں کا پابند سمجھتے ہیں، اگر وہ اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

ج……والدین جہیز میں اپنی بیٹی کو جو کچھ دیتے ہیں وہ اس کی ملک بن جاتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ شمار ہوتا ہے، والدین اس کو واپس نہیں لے سکتے، بلکہ وہ شرعی حصوں

کے مطابق وارثوں پر تقسیم ہوگا۔ آپ نے جو صورت لکھی ہے اس کے مطابق مرحومہ کا ترکہ (جس میں مہر کی رقم بھی شامل ہے، اگر وہ ادا نہ کیا گیا ہو، یا معاف نہ کردیا گیا ہو) بارہ حصوں پر تقسیم ہوگا، ان میں سے تین حصے مرحومہ کے شوہر کو ملیں گے، دو دو حصے ماں اور باپ کو، اور باقی پانچ حصے مرحومہ کے لڑکے کے ہیں، وہ لڑکے کے باپ کی تحویل میں رہیں گے۔

س…… زید اور زینب کا نکاح ہوا، زینب کا مہر مبلغ **۳۰** ہزار مقرّر کیا گیا جو مبلغ **۲۰** ہزار کا زیور اور مبلغ **۱۰** ہزار کی مالیت کا ایک کمرہ ادائیگی کی صورت قرار پایا۔ شادی کے چھ ماہ بعد زینب حادثے کے باعث وفات پاگئی۔ زینب نے جو ترکہ چھوڑا مبلغ **۲۰** ہزار کا زیور، کپڑے وغیرہ شامل ہیں، لڑکی کے حقیقی والدین نے زیور اور کپڑے اپنے پاس رکھ لئے ہیں جبکہ لڑکی کے والدین نے اپنی جائیداد میں سے لڑکی کو کچھ نہیں دیا، لڑکی کا شوہر جو کہ اکیلا رہ گیا ہے، اس کا لڑکا یا لڑکی وغیرہ نہیں ہے، زیور مانگتا ہے، لڑکی کے حقیقی والدین نے دینے سے انکار کردیا ہے اور کہتے ہیں مسئلہ معلوم کریں کہ مہر میں ادا کیا گیا زیور لڑکی کے والدین کے حصے میں آتا ہے یا شوہر کے حصے میں؟

ج…… لڑکی کا مہر، کپڑے، جہیز کا سامان اور دیگر اشیاء جن کی وہ مالک تھی، مرنے کے بعد اس کا ترکہ شمار ہوتا ہے، پورے ترکہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور نصف اس کے والدین کا ہے، والدین کو نصف سے زیادہ پر قبضہ جمالینا حلال نہیں۔

ہمارے یہاں جو رواج ہے کہ لڑکی کے انتقال کے بعد جو چیز سسرال والوں کے قبضے میں آئے وہ دبا بیٹھتے ہیں، اور جو چیز میکے والوں کے ہاتھ لگ جائے اس پر وہ قبضہ جمالیتے ہیں، یہ بڑا ہی غلط رواج ہے، شریعت نے جس کا جتنا حصہ رکھا ہے اس کے لئے بس وہی حلال ہے، اس سے زیادہ پر قبضہ جمانا حرام ہے۔ زینب مرحومہ کا **۳۰** ہزار مہر تھا، اس کے علاوہ اس کے جہیز وغیرہ کا سامان بھی ہوگا، ان تمام چیزوں کی آج کے نرخ سے قیمت لگالی جائے، جتنی رقم بنے اس کے چھ حصے کئے جائیں، تین حصے (یعنی کل ترکہ کا نصف) شوہر کا ہے، ایک حصہ (کل ترکہ کا چھٹا حصہ) مرحومہ کی والدہ کا ہے، اور دو حصے (یعنی کل ترکہ کا تہائی) مرحومہ کے والد کے ہیں۔

طلاق کے بعد عورت کے جہیز کا حق دار کون ہے؟

س...... میری ایک رشتہ دار لڑکی کی شادی میرے ایک قریبی رشتہ دار لڑکے سے ہوئی مگر ان کا آپس میں گزارا نہ ہوسکا، ہر بار لڑکا ہی تنگ نظری کرتا رہا، آخر میں اس نے ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں۔ اب لڑکی والے کہتے ہیں کہ ہمارا سامان واپس کریں مگر لڑکے والے کہتے ہیں کہ ہم نے جو خرچ کیا ہے شادی پر، وہ دیں۔ اس طرح برادری میں ایک جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے، آپ شرعی طریقے سے جواب دیں کہ کیا ہونا چاہئے؟

ج...... لڑکی والوں نے اپنی بیٹی کو جو سامان دیا تھا، لڑکے والوں کا فرض ہے کہ اس کو واپس کردیں، اس کا رکھنا ان کے لئے حلال نہیں، کیونکہ یہ لڑکی کی ملکیت ہے، اور لڑکے والوں کا یہ کہنا کہ ہمارا شادی پر خرچ ہوا ہے، یہ عذر نہایت لغو اور فضول ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ کیا لڑکے والوں کا ہی خرچ ہوا تھا، لڑکی والوں کا کچھ خرچ نہیں ہوا تھا؟ اور لڑکی والوں کا جو کچھ خرچ ہوا تھا کیا لڑکے والوں نے اس کا ہرجانہ ادا کردیا ہے؟ دوم یہ کہ اگر لڑکے والوں کا خرچ ہوا تھا تو ان کو کس حکیم نے مشورہ دیا تھا کہ وہ لڑکی کو شریفانہ طور پر نہ بسائیں یہاں تک کہ نوبت علیحدگی تک پہنچ جائے؟ اس علیحدگی میں قصور لڑکی کا بھی ہوسکتا ہے، مگر عموماً بڑا قصور شوہر کا اور اس کے رشتہ داروں کا ہوتا ہے۔ الغرض لڑکے والوں کی منطق قطعاً غلط ہے اور لڑکی کا سامان واپس کرنا ان پر فرض ہے۔ اس سامان کو جتنے لوگ استعمال کریں گے، وہ سب کے سب غاصب شمار ہوں گے اور قیامت کے دن ان کو بھگتنا پڑے گا۔ نیز لڑکی کا مہر اگر ادا نہ کیا، یا لڑکی نے معاف نہ کردیا ہو تو وہ بھی واجب الادا ہے۔

کیا خلع والی عورت مہر کی حق دار ہے؟

س...... مذہب اسلام نے عورت کو خلع کا حق دیا ہے، سوال یہ ہے کہ خلع لینے کی صورت میں عورت مقرّرہ مہر کی حق دار رہتی ہے یا نہیں؟ یعنی شوہر کے لئے بیوی کا مہر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

ج...... خلع میں جو شرائط طے ہوجائیں فریقین کو اس کی پابندی لازم ہوگی، اگر مہر چھوڑنے

فہرست

کی شرط پر خلع ہوا ہے تو عورت مہر کی حق دار نہیں، اور اگر مہر کا کچھ تذکرہ نہیں آیا کہ وہ بھی چھوڑا جائے گا یا نہیں، تب بھی مہر معاف ہوگیا، البتہ اگر مہر ادا کرنے کی شرط تھی تو مہر واجب الادا رہے گا۔

حق مہر عورت کس طرح معاف کرسکتی ہے؟

س...... میں آپ سے ایک شرعی سوال پوچھنا چاہتی ہوں، میں نے اپنے شوہر کو حق مہر اپنی خوشی سے معاف کردیا، میں نے اپنی زبان سے اور سادہ کاغذ پر بھی لکھ کر دے دیا ہے، کیا اتنے کہنے اور لکھ دینے سے حق مہر معاف ہوجاتا ہے؟ اسلام اور شرعی حیثیت سے کیا یہ ٹھیک ہے؟

ج...... حق مہر عورت کا شوہر کے ذمہ قرض ہے، اگر صاحبِ قرض مقروض کو زبانی یا تحریری طور پر معاف کردے تو معاف ہوجاتا ہے، اسی طرح مہر بھی عورت کے معاف کردینے سے معاف ہوجاتا ہے۔

مہر معاف کردینے کے بعد لڑکی مہر وصول کرنے کی حق دار نہیں

س...... کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک لڑکی کی شادی ہوئی، نکاح کے وقت لڑکی کا حق مہر ۸۰۰۰ روپے طے پایا اور اسی وقت لڑکی کو سسرال والوں نے ۴۰۰۰ روپے یعنی نصف مہر ادا کردیا۔ اور نصف مہر یعنی ۴۰۰۰ روپے لڑکی نے اپنے شوہر کو معاف کردیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد لڑکی سسرال کی مرضی کے بغیر اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی اور پھر لڑکی کے ماں باپ نے لڑکی کی طلاق کا مطالبہ کیا، کچھ زور زیادتی پر لڑکے نے طلاق دے دی، لڑکی والوں نے معاف شدہ مہر بھی مانگا اور شوہر سے پھر ۴۰۰۰ روپے وصول کئے گئے۔ پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی والوں نے یہ ۴۰۰۰ روپے جو کہ ایک طریقے سے زبردستی لئے ہیں وہ صحیح لئے ہیں یا ناجائز ہیں؟

ج...... جو مہر لڑکی معاف کرچکی تھی اس کے وصول کرنے کا حق نہیں تھا، لیکن شوہر نے اچھا کیا کہ اس کا احسان اپنے ذمہ نہیں لیا۔

بیوی اگر مہر معاف کردے تو شوہر کے ذمہ دینا ضروری نہیں

س...... میرے نکاح کا حق مہر مبلغ ۱۱,۵۰۰ روپے مقرّر کیا گیا ہے، جس میں سے آدھا معجّل

فہرست

اور آدھا مؤجل طے پایا ہے، جس کو میں فوری طور پر ادا نہیں کرسکتا تھا۔ شادی کی رات جب میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور سلام وکلام کے بعد میں نے یہ صورتِ حال بیوی کے سامنے رکھی تو اس نے اسی وقت اپنا تمام حق مہر مجھ پر معاف کردیا، براہ کرم مجھے قانونِ شریعت کے مطابق بتائیں کہ اس کے بعد میری بیوی مجھ پر جائز ہے یا نہیں؟

ج...... اگر آپ کا بیان اور بیوی کا اقرارنامہ دُرست ہے تو آپ کی بیوی کی طرف سے آپ کو مہر معاف ہوگیا اور اَب آپ پر مہر کی ادائیگی ضروری نہیں۔

مرض الموت میں فرضی حق مہر لکھوانا

س...... ایک شخص مرض الموت میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنے نفع ونقصان کی سوجھ بوجھ کھو بیٹھتا ہے، اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس کی وفات سے دس روز قبل اس کی بیوی، سسر وغیرہ سازش کرکے مرحوم کی تقریباً پانچ اَراضی اور دو رہائشی مکان بعوض پچاس ہزار روپے فرضی مہر رجسٹری کرالیتے ہیں، یعنی بیوی اپنے نام کرالیتی ہے۔ میاں بیوی کی شادی کو ۳۶ سال گزر گئے اس وقت مہر ستائیس روپے مقرّر ہوا تھا، نکاح خواں وگواہ موجود ہیں، مرحوم کے پسماندگان میں ایک حقیقی بھائی، دو مرحوم کی لڑکیاں ہیں، یہ رجسٹری شرعاً دُرست ہے یا نہیں؟

ج...... مرض الموت میں اس قسم کے تمام تصرفات لغو ہوتے ہیں، لہٰذا بیوی کا اس کی جائیداد اپنے نام فرضی حق مہر کے عوض رجسٹری کرانا دُرست نہیں ہے، جبکہ مقدارِ مہر سے جائیداد بھی زیادہ ہے، بیوی مقرّر مہر کی حق دار ہے اگر شوہر نے زندگی میں ادا نہ کیا ہو، اس کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا، لہٰذا بیوی کا قبضہ جمانا اور میّت کے دُوسرے ورثاء کو محروم کرنا شرعاً حرام ہے۔

جھگڑے میں بیوی نے کہا ”آپ کو مہر معاف ہے“ تو کیا ہوگا؟

س...... میری بیوی نے تین یا چار مواقع پر لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ ایسے جملے ادا کئے: ”آپ کو مہر معاف ہے“ اور ایسے ہی ملتے جلتے جملے، کیا ان جملوں سے مہر معاف ہوگیا یا نہیں؟

ج……لڑائی جھگڑے میں ”آپ کو مہر معاف ہے“ کے الفاظ کا استعمال یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیں اس کے بدلے میں مہر معاف ہے، پس اگر آپ نے اس کی پیشکش کو قبول کرلیا تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور مہر معاف ہوجائے گا، اور اگر قبول نہیں کیا تو مہر کی معافی بھی نہیں ہوئی۔

تعلیمِ قرآن کو حق مہر کا عوض مقرّر کرنا صحیح نہیں

س……اگر دورِ حاضر میں تعلیمِ قرآن کو حق مہر کا عوض قرار دیا جائے تو کیا نکاح دُرست ہوگا یا نہیں؟

ج……نکاح صحیح ہے، لیکن تعلیمِ قرآن کو مہر بنانا صحیح نہیں، اس صورت میں ”مہرِ مثل“ لازم ہوگا۔

مجبوراً ایک لاکھ مہر مان کر نہ دینا شرعاً کیسا ہے؟

س…… بارات گھر پہنچی، لڑکی والوں نے کہا کہ میاں! ایک لاکھ مہر ہوگا۔ اب لڑکے والوں کے ہاں اتنی گنجائش نہیں، مجبوری ہے، آخر انہوں نے بھی خرچہ کیا ہوا ہے، تو مجبوراً ایک لاکھ لکھا دیا گیا، جبکہ نیت ادائیگی کی نہیں ہے، کیونکہ مجبوراً ایسا کرنا پڑا، رُخصتی ہوگئی، اب جھگڑا پیدا ہوگیا، لڑکی مانتی نہیں کہ جی پہلے میرا مہر ایک لاکھ دو پھر آنا، وغیرہ وغیرہ، اس صورت میں کیا کیا جائے؟ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری بیٹی خوش خوش رہے گی، خاوند دَب کر رہے گا اور یہ کام اس طرح کرلیا جاتا ہے جو بعد میں فریقین کے لئے وحشت ناک اور انتہائی ذِلت آمیز ثابت ہوتا ہے، بسااوقات تو قتل تک نوبت آجاتی ہے، کیا والدین کو ایسا کرنا جائز ہے؟

ج……اگر لڑکے والے ایک لاکھ مہر نہیں دے سکتے تھے تو ان کو انکار کردینا چاہئے تھا، لیکن اگر انہوں نے ایک لاکھ روپیہ بطور مہر قبول کرلیا تو وہ لازم ہوگیا اور اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ ہاں! لڑکی اپنی خوشی سے معاف کردے تو اس کو معاف کرنے کا حق ہے۔ اور آپ کی یہ بات بہت صحیح ہے کہ والدین خوش فہمی میں ایسا کرلیتے ہیں، لیکن نتیجہ بجائے خانہ آبادی کے خانہ بربادی بلکہ عاقبت بربادی کی شکل میں نکلتا ہے۔ اور یہ سب کرشمے ہیں دِین سے دُوری کے، اللہ تعالیٰ مسلمان بھائیوں کو عقل و ایمان نصیب فرمائے!

دعوتِ ولیمہ

مسنون ولیمے میں فقراء کی شرکت ضروری ہے

س……طعامِ ولیمہ کی اَز رُوئے شریعت کیا حقیقت ہے؟ ابھی جو صورتِ حال پاکستان میں رائج ہے کیا یہ سنتِ محمدی کے مطابق ہے؟

ج……مسنون ولیمہ یہ ہے کہ جس رات میاں بیوی کی پہلی خلوَت ہو، اس سے اگلے دن حسبِ توفیق کھانا کھلایا جائے، مگر اس میں نمود و نمائش کرنا، قرض لے کر زیرِ بار ہونا اور اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرنا منع ہے، نیز اس موقع پر فقراء و مساکین کو بھی کھلایا جائے، حدیث میں ارشاد ہے کہ:

”عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: شر الطعام طعام الوليمة يدعٰی لها الأغنياء ويترک الفقراء ……“ (مشکوٰۃ ص:۲۷۸)

ترجمہ:……”بدترین کھانا ولیمے کا وہ کھانا ہے جس میں اغنیاء کی دعوت کی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے، اور جس شخص نے دعوتِ ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی۔“

(صحیح بخاری و مسلم)

آج کل جس انداز سے ولیمے کئے جاتے ہیں ان میں فخر و مباہات اور نام و نمود کا پہلو غالب ہے، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آتی ہے، حدیث میں ہے کہ:

”عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما: أن النبی صلی الله عليه وسلم نهٰی عن طعام المتبارئين أن يؤکل. رواه أبو داؤد.“ (مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ترجمہ:...... ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخر ومباہات والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے۔''

اس لئے ایسے ولیمے کی دعوت کا قبول کرنا بھی مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں آج کل ولیمے کی دعوتوں میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، کھانا عموماً میز کرسی پر یا کھڑے ہوکر کھایا جاتا ہے، اور اَب تو ویڈیو فلمیں بنانے کا بھی رواج چل نکلا ہے، بعض جگہ گانے بجانے کا شغل بھی رہتا ہے، اس طرح کی اور بھی بہت سی قباحتیں پیدا ہوگئی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے ایسی دعوت میں جانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔

ولیمے کے لئے ہم بستری شرط نہیں

س...... کیا بیوی سے ہم بستر ہوئے بغیر ولیمہ ہوسکتا ہے؟ یعنی اگر ہم پہلی رات ہم بستر نہ ہوں اور دُوسرے دن ولیمہ کریں تو کیا ولیمہ ہوگا یا نہیں؟

ج...... ولیمہ صحیح ہے، میاں بیوی کی یکجائی کے بعد ولیمہ کیا جاسکتا ہے، ہم بستری شرط نہیں۔

حکومتِ پاکستان کی طرف سے ولیمے کی فضول خرچی پر پابندی دُرست ہے

س...... شادی کا ولیمہ لازمی ہے، مگر حکومت کی جانب سے پابندی کی صورت میں مجبور ہیں، اس کا کیا علاج ہے؟

ج...... ولیمہ سنتِ نبوی ہے، اور بقدرِ سنت ادائیگی اب بھی ہوسکتی ہے۔ البتہ ولیمے کے نام سے جو نام ونمود اور فضول خرچی ہوتی ہے وہ حرام ہے، حکومت نے اس کو بند کیا ہے تو کچھ بُرا نہیں کیا۔

فہرست

ثبوتِ نسب

حمل کی مدّت

س...... عورت کے شکم میں بچے کی میعاد کتنی ہے، ۶ ماہ، ۷ ماہ، ۸ ماہ یا کہ صحیح وقت ۹ ماہ ہے؟ میرے گھر میں ساڑھے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوگیا، میں چھٹی کاٹ کر واپس یو اے ای میں پہنچا تو ساڑھے پانچ ماہ بعد ہی معلوم ہوا کہ بچہ پیدا ہوگیا اور ٹھیک تندرست صحت مند۔ خدارا مجھے قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں کہ آیا یہ بچہ صحیح جائز ہے یا ناجائز؟

ج...... جو بچہ عقد کے چھ ماہ بعد پیدا ہو وہ شرعاً جائز سمجھا جاتا ہے، چھ ماہ سے پہلے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً جائز نہیں، لہٰذا جس بچے کی پیدائش نکاح کے چھ مہینے سے پہلے ہوئی ہو اس کا نسب اس نکاح کرنے والے سے ثابت نہیں۔ آپ بچے کی پیدائش کا حساب نکاح کی تاریخ سے لگائیں، اپنی چھٹی سے واپسی کی تاریخ سے نہیں۔

س...... حمل کی مدّت کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے، مطلب یہ ہوا کہ بچہ چھ ماہ سے پہلے پیدا نہیں ہوتا، اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ شادی کے دو مہینے بعد شوہر صاحب کسی دُوسرے ملک چلے گئے، ٹھیک پندرہ مہینے بعد انہیں خط موصول ہوا کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ ساس اور گھر کے دُوسرے افراد نے اعتراض کیا کہ یہ ہمارا پوتا نہیں ہے، جبکہ بچے کا باپ کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے، کیونکہ جب میں باہر جا رہا تھا تو بیوی مجھے بتا چکی تھی کہ وہ حمل سے ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر یہ نہ بتاتی تو شاید میں بدظن ہو جاتا۔ سوال پھر یہ اُبھرتا ہے کہ اگر وہ خاتونِ خانہ اپنے شوہر کو نہ بتاتیں تو کیا بچہ حرامی کہلاتا؟ اسی طرح کے اور بھی بہت سے مسئلے ہیں، یعنی شوہر کے انتقال کے پندرہ مہینے بعد بچہ پیدا ہوا جسے حرامی کہتے ہیں۔

ج…… مدّتِ حمل زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، دو سال کے اندر جو بچہ پیدا ہو وہ اپنے باپ ہی کا سمجھا جائے گا، اس کو ناجائز کہنا غلط ہے۔

ناجائز اولاد صرف ماں کی وارث ہوگی

س…… روزمرّہ زندگی میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اگر کوئی لڑکی کسی دُوسرے لڑکے سے منہ کالا کرتی ہے تو اس گناہ کو چھپانے کے لئے دونوں کی شادی کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے، شادی کے چوتھے یا چھٹے ماہ ان کے ہاں جو پہلا بچہ پیدا ہوگا، اس کی حیثیت کیا ہوگی؟ یاد رہے کہ گناہ کرنے کے بعد ان کی باقاعدہ شادی بھی ہوئی ہے۔

ج…… زنا کی اولاد کا نسب غیرقانونی باپ سے ثابت نہیں ہوتا، خواہ عورت نے اس مرد سے شادی کرلی ہو، اس مرد کی اولاد صرف وہ ہے جو نکاح سے پیدا ہوئی، وہی اس کی وارث ہوگی۔ ناجائز اولاد اس کی وارث نہیں صرف اپنی ماں کی وارث ہوگی۔

''لعان'' کی وضاحت

س…… ایک صاحب کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ: ''اگر شوہر، بیوی پر تہمت لگائے تو بیوی ''لعان'' کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور اگر کوئی شخص کسی دُوسرے پر تہمت لگائے تو ''حدِ قذف'' جاری ہوسکتی ہے''۔ مہربانی فرماکر ''لعان'' اور ''حدِقذف'' کی وضاحت فرمائیں۔

ج…… ''قذف'' کے معنی ہیں کسی پر بدکاری کی تہمت لگانا، اور ''حدِقذف'' سے مراد وہ سزا ہے جو ایسی تہمت لگانے والے کو دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن پر بدکاری کی تہمت لگائے اور اپنے دعویٰ پر چار گواہ پیش نہ کرسکے تو اس پر اَسّی کوڑے کی سزا جاری ہوگی، اسی کو ''حدِقذف'' کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگائے یا اس سے پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں ہے، اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو عورت اس کے خلاف عدالت میں استغاثہ کرسکتی ہے، عدالت میں شوہر چار مرتبہ قسم کھائے کہ میں نے اپنی بیوی پر جو الزام لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں، اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں اس الزام میں جھوٹا ہوں۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ حلف اُٹھائے کہ اس نے مجھ پر جو الزام لگایا ہے یہ اس میں جھوٹا ہے، اور پانچویں

مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹے اگر یہ اپنے الزام میں سچا ہو۔ اس طرح میاں بیوی کا عدالت میں قسمیں کھانا ''لعان'' کہلاتا ہے۔ یہ ''لعان'' مرد کے حق میں ''حدِ قذف'' یعنی تہمت تراشی کی سزا کے قائم مقام ہوگا، اور عورت کے حق میں ''حدِ زنا'' کے قائم مقام ہوگا۔ جب وہ دونوں ''لعان'' کرچکیں تو عدالت ان دونوں کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کردے۔ لعان کے بعد یہ دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، اب ان دونوں کا اس وقت تک نکاح نہیں ہوسکے گا جب تک کہ ان میں سے ایک اپنے آپ کو جھوٹا تسلیم نہ کرلے۔ ہاں! اگر شوہر تسلیم کرلے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا، یا عورت تسلیم کرلے کہ اس کا الزام صحیح تھا تو دونوں کے درمیان لعان کی حرمت باقی نہیں رہے گی، اور دونوں دوبارہ نکاح کرسکیں گے۔ اگر مرد نے بچے کے نسب کی نفی کی تھی تو ''لعان'' کے بعد یہ بچہ شوہر کا تصوّر نہیں کیا جائے گا، بلکہ ''بن باپ'' کا بچہ سمجھا جائے گا، اور اس کا نسب صرف عورت سے ثابت ہوگا۔

نازیبا الزامات کی وجہ سے لعان کا مطالبہ

س...... ایک شخص ہے جو اپنی بیوی سے ناراض ہوجاتا ہے، بیوی اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے، دوست احباب اسے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو لے آؤ، وہ جواباً کہتا ہے کہ میں اسے نہیں لاؤں گا، اور وہ اپنی بیوی پر مختلف نازیبا الزامات عائد کرتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ اپنی بیوی سے راضی ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ رہنے لگتا ہے، بتائیں کہ اس کا بیوی کے ساتھ رہنا جائز ہے یا نہیں؟

ج...... اس قسم کے نازیبا الزامات سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، اس لئے میاں بیوی ایک ساتھ ضرور رہ سکتے ہیں، لیکن اس کے یہ الفاظ تہمت کے ضمن میں آتے ہیں، اور ایسے الفاظ پر بیوی اپنے شوہر کے خلاف ''لعان'' کا دعویٰ کرسکتی ہے، اور اگر یہ بیوی کے علاوہ کسی دُوسرے پر ایسے نازیبا الزامات لگاتا تو ''حدِ قذف'' (تہمت تراشی کی سزا اَسّی دُرّے) جاری ہوتی۔

شادی کے چھ مہینے کے بعد پیدا ہونے والا بچہ شوہر کا سمجھا جائے گا

س...... میری کزن کی شادی یکم مارچ کو ہوئی اور اس کے ہاں ۱۳/ستمبر کو بیٹا پیدا ہوا، آپ

فہرست

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ یہ بیٹا جائز ہوا کہ ناجائز؟ کیونکہ سب لوگ میری کزن کو بہت باتیں کررہے ہیں۔

ج…… بچے کی ولادت کم سے کم چھ مہینے میں ہوسکتی ہے، اس لئے شادی کے چھ مہینے بعد جو بچہ پیدا ہو وہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا، اور کسی کو اس کے ناجائز کہنے کا حق نہیں ہوگا، اور اگر شوہر یہ کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں تو قرآنِ کریم کے حکم کے مطابق عورت کے مطالبے پر اس کو عدالت میں ''لعان'' کرنا ہوگا۔

ناجائز بچہ کس کی طرف منسوب ہوگا؟

س…… پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں اس بچے کی ماں اچھی طرح جانتی ہے کہ اس پیدا ہونے والے بچے کا حقیقی والد کون ہے؟ اگر بچہ حرام کا ہو تو کیا بچے کو اس کے باپ کے نام سے پکارا جائے گا جس کے بارے میں اسے کچھ پتا نہیں؟

ج…… جو بچہ کسی کے نکاح میں پیدا ہوا وہ اسی کا سمجھا جائے گا، جب تک کہ وہ شخص اس بچے کا انکار کرکے اپنی بیوی سے ''لعان'' نہ کرے۔ زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا، اس لئے اگر منکوحہ کے یہاں ناجائز بچہ پیدا ہو تو اس عورت کے شوہر کی طرف منسوب ہوگا، اور غیرمنکوحہ کا بچہ قانوناً کسی باپ کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

زوجیت کے حقوق

لڑکی پر شادی کے بعد کس کے حقوق مقدّم ہیں؟

س……لڑکی پر شادی کے بعد ماں باپ کے حقوق مقدّم ہیں یا شوہرِ نامدار کے؟

ج…… شوہر کا حق مقدّم ہے۔

بغیر عذر عورت کا بچے کو دُودھ نہ پلانا ناجائز ہے

س……خداوند کریم رازق العباد ہے، اس نے بچے کا رزق (دُودھ) اس کی ماں کے سینے

میں اُتارا، اگر اس کی ماں بلا کسی شرعی عذر کے جبکہ ڈاکٹر نے بھی منع نہ کیا ہو، بلکہ صرف اس عذر پر کہ وہ ملازمت کرتی ہے، بچے کو دُودھ پلانے سے کمزوری واقع ہوگی یا حسن میں بگاڑ پیدا ہوگا، بچے کو اپنا دُودھ نہ پلائے تو کیا ایسی ماں کا شمار غاصبوں میں نہ ہوگا اور کیا وہ سزاوار نہ ہوگی؟ آپ اَزرُوئے شرع فرمائیے کہ ایسی عورت کو کیا سزا ملے گی؟

ج…… بچے کو دُودھ پلانا دیانتاً ماں کے ذمہ واجب ہے، بغیر کسی صحیح عذر کے اس کو انکار کرنا جائز نہیں، اور چونکہ اس کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں اس لئے ملازمت کا عذر معقول نہیں، اسی طرح حسن میں بگاڑ کا عذر بھی صحیح نہیں۔

بیوی بچوں کے حقوق ضائع کرنے کا کیا کفارہ ہے؟

س…… میرے بڑے بھائی جو اَب پاکستان میں عرصہ ۲۵ سال سے ہیں، ہندوستان ضلع سہارن پور میں بیوی اور ۵ بچوں کو چھوڑ آئے اور یہاں پر دُوسری شادی کی اور پاکستان میں بھی ان کی اولاد ہے۔ جب سے یہ پاکستان آئے ہیں پہلی بیوی کی کفالت کے لئے کچھ نہیں کیا، اور نہ پہلی بیوی کو طلاق دی اور نہ دوبارہ ہندوستان گئے۔ ایسی صورت میں کیا وہ بیوی ان کے نکاح میں موجود ہے؟ کیا پاکستان میں بڑے بھائی کی جائیداد میں پہلی بیوی اور بچوں کا حق ہے؟ اگر ہے تو اس کا کیا حساب ہے؟ اب بڑھاپے میں وہ پچھتا رہے ہیں اور کفارہ ادا کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

ج…… جب پہلی بیوی کو طلاق نہیں دی تو ظاہر ہے کہ وہ ابھی اس کے نکاح میں ہے، اور بیوی بچوں کو اس طرح بے سہارا چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوئے۔ اب اس کا کفارہ اس کے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگیں اور بیوی بچوں کے جو حقوق ضائع کئے ان سے بھی معافی مانگیں۔ پاکستان میں ان کی جو جائیداد ہے اس میں پہلی بیوی اور اس کے بچوں کا بھی برابر کا حصہ ہے۔

شوہر کا غلط طرزِ عمل، عورت کی رائے

س…… روزنامہ ''جنگ'' صفحہ ''اقرأ'' پر مندرجہ بالا عنوان کے تحت جو واقعہ شائع ہوا تھا،

فہرست

پڑھ کر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، چونکہ اس قسم کے حالات سے ہم لوگ گزر رہے ہیں، تین بچے جن کی عمر اُٹھارہ اور اُٹھارہ سے زیادہ ہے، زیرِ تعلیم ہیں۔ ٹیوشنز کرکے اپنے اخراجات پورے کررہے ہیں۔ دو بچے جن کی عمریں دس سال، گیارہ سال کی ہیں، اسکول میں زیرِ تعلیم ہیں۔ میں دِل کی مریضہ ہوں، قاعدے سے بیٹی کو میری دیکھ بھال کرنی تھی لیکن اس کو اپنی ضروریات سے اس قدر مجبور کردیا گیا کہ پیروں میں چپل اور سر پر دوپٹہ نہ رہا تو اس نے مجبور ہوکر ملازمت کرلی، حالانکہ جس سرکاری ادارے سے میرے میاں کو ریٹائر کیا گیا ہے، وہاں سے طبّی سہولتیں اب بھی بحال ہیں لیکن ہم بیمار پڑتے ہیں تو دوائیں لاکر نہیں دی جاتیں، میرا ہر ماہ چیک اَپ ہوتا ہے اسے بھی بڑی تگ و دو کے بعد لڑائی جھگڑے کے بعد کرایا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ علاج بند کرو، ڈاکٹر لکھ کر نہیں دیتا، حالانکہ اس سرکاری دفتر کے ڈاکٹر نے خود کہا کہ ہم ضرورت پڑنے پر ایک ماہ کی بجائے ہفتے بھر بعد بھی مریضوں کو بھیج دیتے ہیں۔ دو وقت کی روٹی دے کر وہ ہمیں اتنے طعن و تشنیع دیتا ہے کہ اب ہمارے اعصاب برداشت نہیں کرپاتے، اگر احتجاج کیا جاتا ہے تو وہ مجھے طلاق کی دھمکی دیتا ہے، ہر وقت گھر میں ہنگامہ برپا رکھتا ہے۔ بڑے بیٹے نے صرف اتنا کہہ دیا تھا کہ آپ ہماری ماں کو بلاوجہ کیوں تنگ کرتے ہیں تو چپل اُٹھاکر کان پر ماری، کان کا پردہ پھٹ گیا۔ کہتا ہے کہ اگر لڑکے بولے تو میں سڑک پر کپڑے پھاڑ کر نکل جاؤں گا اور کہوں گا کہ میری اولاد نے مجھے مارا ہے۔ جوان بیٹی گھر میں ہے، ہم اس کی عزّت کی خاطر سب کچھ برداشت کررہے ہیں۔ جتنا فنڈ ملا تھا امریکہ لے کر چلا گیا، ایک سال بعد واپس آیا ہے تو ہر وقت چھوڑ دینے کی دھمکی اور طلاق کی دھمکی دیتا ہے۔ میں تعلیم یافتہ ہوں لیکن گھریلو ذمہ داریاں، بیماری نے ملازمت کے قابل نہیں چھوڑا، پھر ہر وقت کی ذہنی اذیت نے اعصاب پر بہت بُرا اثر ڈالا ہے، میں زیرِ تعلیم بچوں کو اس سے بچانے کے لئے سرگرداں ہوں، لیکن کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا۔ خودکشی کرنے سے میرے بچوں کا کیریئر ختم ہوجائے گا، جو میرا سہارا ہے وہ بھی ختم ہوجائے گا۔ پھر جب اتنا صبر کیا ہے تو اتنا بڑا گناہ اپنے سر کیوں لوں؟ خدارا ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟ آپ کو اللہ کا واسطہ جلد اس کا تفصیلی جواب شائع کریں۔

ج……حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ:

"عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خیرکم خیرکم لأهله وأنا خیرکم لأهلی. رواه البزار."

(مجمع الزوائد ج:۴ ص:۳۰۳)

ترجمہ:……"تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لئے تم سب سے اچھا ہوں۔"

میاں بیوی کی چپقلش گھر کو جہنم بنا دیتی ہے، جس میں وہ خود بھی جلتے ہیں اور اولاد کو بھی جلاتے ہیں، یہ تو دُنیا کی سزا ہوئی، آخرت کی سزا ابھی سر پر ہے، گھر کا سکون برباد کرنے میں قصور کبھی مرد کا ہوتا ہے، کبھی عورت کا، اور کبھی دونوں کا۔ جب دونوں کے درمیان اَن بن ہوتی ہے تو ہر ایک اپنے کو مظلوم اور دُوسرے کو ظالم سمجھتا ہے۔ گھر کی اصلاح کی صورت یہ ہے کہ ہر ایک دُوسرے کے حقوق ادا کرے، خوش خلقی کا معاملہ کرے، نرمی اور شیریں زبان اختیار کرے اور اگر کوئی ناگوار بات پیش آئے تو اس کو برداشت کرے۔ خصوصاً مرد کا فرض ہے کہ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے، عورت فطرتاً کمزور اور جذباتی ہوتی ہے، اس کی کمزوری کی رعایت کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے بارے میں خصوصی تاکید اور وصیت فرمائی تھی، اس کا لحاظ رکھے۔ اکثر گھروں میں میاں بیوی دونوں اللہ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان نفرت اور عداوت پیدا کردیتے ہیں، اس لئے تمام مسلمان گھرانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچیں اور گناہوں سے پرہیز کریں۔ بہت سے لوگ جانتے ہی نہیں کہ فلاں کام گناہ کا ہے، اور بعض جانتے ہیں مگر اس کو ہلکا سمجھ کر بے پروائی کرتے ہیں، پھر جب اللہ تعالیٰ وبال ڈالتے ہیں تو چلاّتے ہیں، لیکن گناہوں کو پھر بھی نہیں چھوڑتے۔ بزرگانِ دِین نے قرآن وحدیث سے اخذ کرکے گناہوں کی ۳۶ قسم کی نحوستیں اور وبال ذکر فرمائے

ہیں، جن میں عام طور سے ہم مبتلا ہیں، ان ہی میں سے ایک آپس کی نااتفاقی بھی ہے، حق تعالیٰ شانہ ہم پر رحم فرمائیں۔

بہرحال خودکشی یا ایک دُوسرے کی شکایات یا آپس میں طعن و تشنیع تو آپ کے مسئلے کا حل نہیں، صحیح حل یہ ہے کہ:

۱:...... آج سے طے کرلیں کہ گھر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

۲:...... ایک دُوسرے کے حقوق ادا کریں گے، اور دُوسرا فریق اگر حقوق کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے تب بھی صبر و تحمل سے کام لیں گے، اور گھر میں جھک جھک بک بک نہیں ہونے دیں گے۔

۳:...... گھر میں اگر کسی بات پر رنجش پیدا ہوجائے تو آپس میں صلح صفائی کرلیا کریں گے۔

شوہر سے اندازِ گفتگو

س...... اگر بیوی، شوہر کو ناحق بات پر ٹوکے اور وہ بات صحیح ہو، لیکن شوہر بُرا مان جائے تو کیا یہ گناہ ہے؟ اور وہ بات بے دھڑک اس وقت کہہ دیں یا بعد میں آرام سے کہیں؟

ج...... شوہر اگر غلط کام کرے تو اس کو ضرور ٹوکا جائے مگر لب و لہجہ نہ تو گستاخانہ ہو، نہ تحکمانہ، نہ طعن و تشنیع کا، بلکہ بے حد پیار و محبت کا اور دانش مندانہ ہونا چاہئے، پھر ممکن نہیں کہ اس کی اصلاح نہ ہوجائے۔

شوہر بیوی کو والدین سے قطع تعلق کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا

س...... اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملنے نہ دے تو بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟ جبکہ والدین کے بھی تو اولاد پر بے شمار احسانات ہوتے ہیں، تو شوہر کا حکم ماننا ضروری ہے یا والدین کو چھوڑ دینا؟

ج...... شوہر کو اس کا حق نہیں، اور نہ شوہر کے کہنے پر والدین سے تعلق توڑنا ہی جائز ہے، ہاں! شوہر کی ممانعت کی کوئی خاص وجہ ہو تو وہ لکھی جائے، ویسے عورت پر بہ نسبت والدین کے شوہر کا حق مقدّم ہے۔

بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہاں کہاں جاسکتی ہے؟

س...... کیا بیوی شوہر کے حکم کے خلاف کہیں جاسکتی ہے؟

ج...... نہیں جاسکتی، البتہ چند صورتوں میں جاسکتی ہے:

۱:...... اپنے والدین کو دیکھنے کے لئے ہر ہفتہ جاسکتی ہے۔

۲:...... دُوسرے محرَم عزیزوں سے ملنے کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے۔

۳:...... باپ اگر محتاج ہو، مثلاً: اپاہج ہو اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس کی خدمت کے لئے روزانہ جاسکتی ہے، یہی حکم ماں کے محتاجِ خدمت ہونے کا ہے۔

شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا

س...... کیا شوہر کے گھر کے اخراجات کے لئے دیئے ہوئے پیسوں میں سے بیوی ان لوگوں پر برائے نام کچھ خرچ کرسکتی ہے جو جان اور مال سے بیوی کے کام آتے ہوں، گو شوہر کو کچھ ناگواری ہو؟

ج...... ایسے خرچ سے جو شوہر کو ناگوار ہو، احتراز کرنا چاہئے، البتہ اس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ شوہر سے کچھ رقم اپنے ذاتی خرچ کے لئے لی جائے اور اس میں سے یہ خرچ کیا جائے۔

بیوی سے ماں کی خدمت لینا

س...... باپ کی خدمت کے لئے تو اس کے کام میں ہاتھ بٹا کر اور اس کا حکم مان کر کی جاسکتی ہے، اگر ماں بوڑھی ہو اور گھر کا پورا کام کاج نہ کرسکتی ہو تو کیا بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کے کام میں ہاتھ بٹائے؟ اس طرح ماں کی خدمت بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ پہلے فرماچکے ہیں کہ اگر بیوی ساس سے خوش نہ ہو تو اس کو الگ گھر میں لے جاوٴ۔ اس طرح تو خدمت کرنے کا ذریعہ ختم ہوجائے گا، تو کیا اس صورت میں بیوی سے یہ نہ کہا جائے کہ وہ ماں کی خدمت کرے یا اس صورت میں بھی اس کو الگ گھر میں لے جایا جائے؟ اگر ایسا ہو تو پھر ماں کی خدمت کیسے ہوگی؟ کیونکہ صرف حکم ماننے سے تو ماں کی خدمت نہ ہوگی۔

ج...... بیوی اگر اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے تو یہ بہت اچھی بات

فہرست

ہے، اور بیوی کے لئے موجبِ سعادت۔ لیکن یہ اخلاقی چیز ہے، قانونی نہیں۔ اگر بیوی شوہر کے والدین سے الگ رہنا چاہے تو شوہر شرعی قانون کی رُو سے بیوی کو اپنے والدین کی خدمت پر مجبور نہیں کرسکتا۔

میاں بیوی کے درمیان تفریق کرانا گناہِ کبیرہ ہے

س...... شوہر کو اس کی بیوی سے بدظن کرنا کیسا فعل ہے؟

ج...... حدیث میں ہے کہ: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے۔'' (ابوداوٴد ج:۱ ص:۲۹۶) اس سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے درمیان منافرت پھیلانا اور ایک دُوسرے سے بدظن کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ایسا کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ: ''وہ مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں'' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا یہ فعل مسلمانوں کا نہیں۔ اور قرآنِ کریم میں میاں بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو یہودی جادُوگروں کا فعل بتایا ہے۔

عورت کا مہر ادا نہ کرنے اور جہیز پر قبضہ کرنے والے شوہر کا شرعی حکم

س...... اگر مرد، عورت کا مہر ادا کرنے سے انکار کردے اور جہیز بھی جبراً اپنے قبضے میں کرلے تو اسلامی قوانین کیا کہتے ہیں؟

ج...... وہ ظالم اور جابر ہے، حکومت اس سے عورت کے یہ حقوق دِلوائے اور اس کو تعزیر بھی کرے۔

بے نمازی بیوی کا گناہ کس پر ہوگا؟

س...... اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ: ''اپنے اہل و عیال کو نماز کی تاکید کرو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔'' اگر کوئی شخص خود پابندی سے نماز پڑھتا ہو اور اپنی بیوی کو نماز کی تاکید کرے اس کے باوجود بیوی نماز نہ پڑھے تو اس کا گناہ کس کو ملے گا؟ بیوی کو یا شوہر کو؟ مہربانی فرماکر میرے سوال کا جواب تفصیل سے دیں۔

ج...... شوہر کی تاکید کے باوجود اگر بیوی نماز نہ پڑھے تو وہ اپنے عمل کی خود ذمہ دار ہے، شوہر گنہگار نہیں، مگر ایسی نالائق عورت کو گھر میں رکھا ہی کیوں جائے؟

کیا شوہر مجازی خدا ہوتا ہے؟

س...... ایک ہفت روزہ میں ''مسائل'' کے کالم میں ایک عورت نے لکھا ہے کہ: ''اس کا شوہر بدصورت ہونے کی وجہ سے اسے ناپسند ہے، لہٰذا اس شخص کے ساتھ رہنے میں لغزش ہوسکتی ہے، اور وہ خلع چاہتی ہے، جبکہ اس عورت کے والدین کہتے ہیں کہ شوہر کو بدصورت کہنا گناہ ہوتا ہے۔'' تو اسے جواباً بتایا گیا کہ: ''شوہر کو خدا سمجھ لینے کا تصوّر ہندو عورتوں کا ہے، ورنہ اسلام میں نکاح طرفین کی خوشی سے ہوتا ہے اور اگر وہ عورت چاہے تو لغزش سے بچنے کے لئے خلع لے سکتی ہے، کیونکہ نکاح کا مقصد ہی معاشرتی بُرائی سے بچنا ہے۔'' اب سوال یہ ہے کہ کیا واقعی شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں نے اب تک اپنی اطاعت گزار بیوی پر خود کو مجازی خدا اور باحیثیت مرد حاکم سمجھ کر جو ظلم کئے ہیں کیا میں گنہگار رہا ہوں، یا اپنی لاعلمی کی وجہ سے بے قصور ہوں، یا مجھے اپنی بیوی سے معافی مانگنی ہوگی؟ کہ خدا مجھ کو معاف کردے یا میں حق پر ہوں اور یہ بات غلط ہے کہ شوہر کو مجازی خدا سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے؟

ج...... اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے، مگر نہ وہ حقیقی خدا ہے اور نہ مجازی خدا۔ حاکم کی حیثیت سے اسے بیوی پر ظلم و ستم توڑنے کی اجازت نہیں، نہ اس کی تحقیر و تذلیل ہی روا ہے۔ جو شوہر اپنی بیویوں پر زیادتی کرتے ہیں وہ بدترین قسم کے ظالم ہیں۔ آپ کو اپنی بیوی سے حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور جو ظلم و زیادتی کرچکے ہیں اس کی تلافی کرنی چاہئے۔ شوہر کو خدائی منصب پر فائز سمجھنا ہندوؤں کا طریقہ ہو تو ہو اسلام کا طریقہ بہرحال نہیں۔ البتہ عورت کو اپنے شوہر کی عزّت و احترام کا یہاں تک حکم ہے کہ اس کا نام لے کر بھی نہ پکارے، اور اس کے کسی بھی جائز حکم کو مسترد نہ کرے، اور اگر شوہر سے عورت کا دِل نہ ملتا ہو، خواہ شوہر کی بدصورتی کی وجہ سے، خواہ اس کی بدخلقی کی وجہ سے، خواہ اس کی بددِینی کی وجہ سے، خواہ کسی اور وجہ سے، تو اس کو خلع لینے کی اجازت ہے۔

نافرمان بیوی کا شرعی حکم

س...... ہمارے پڑوس میں ایک کنبہ آباد ہے، ویسے تو میاں بیوی میں تعلقات نہایت اچھے

فہرست

تھے، میاں بے حد شریف ہے، ایک روز کسی بات پر بیوی نے ضد کی جو ناجائز قسم کی ضد تھی، میاں نے بہت صبر کیا مگر بیوی کی دوبارہ ضد پر میاں کو غصہ آگیا اور انہوں نے بیوی کو ایک تھپڑ ماردیا، بیوی نے اس پر میاں اور اس کے والدین کے لئے ''کنجر'' جیسا ناپاک لفظ استعمال کیا اور اپنے میکے چلی گئی۔ والدہ نے اس کے اس طرح آجانے پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وہ پھر آگئی، مگر دونوں میں بات چیت نہیں ہے، اور نہ ہی بیوی میاں کو منانے کی کوشش کرتی ہے، واقعہ بالا پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنی قیمتی رائے سے مستفید فرمائیں۔

ج...... منہ پر تھپڑ مارنے کی حدیث شریف میں بہت سخت ممانعت آئی ہے، اس لئے شوہر نے بڑی زیادتی کی، عورت کی بے جا ضد پر شوہر کو اس طرح مشتعل نہیں ہونا چاہئے، اور اس نیک بخت نے جو تھپڑ کا جواب گندی گالی سے دیا یہ اس سے بھی زیادہ بُری بات تھی۔ عورت کے لئے شوہر کی بے ادبی جائز نہیں اور گالی گلوچ تو گناہِ کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے، نہ کوئی اور نیکی، ان تین میں سے ایک وہ عورت ہے جس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔'' ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''فرشتے ایسی عورت پر لعنت کرتے ہیں۔'' شوہر کو چاہئے کہ بیوی کی دِلجوئی کرے اور بیوی نے اگر جذبات میں نامناسب الفاظ کہہ دیئے تو اس کو اپنے میاں سے معافی مانگ لینی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی توبہ کرنی چاہئے۔

نافرمان بیوی سے معاملہ

س...... بیوی اگر نافرمان ہو اور زبان دراز ہو، شوہر کا کہنا نہ مانتی ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ میں قرآن شریف اور حدیث شریف کے مطابق عمل کرچکا ہوں، آخری صورت آپ بتادیں۔

ج...... اسے اوّلاً نرمی اور اخلاق سے سمجھایئے، اگر نہ سمجھے تو معمولی تنبیہ سے کام لیں، اور اگر اس پر بھی نہ سمجھے تو اختیار ہے کہ طلاق دے دیں۔

حقوقِ زوجیت سے محروم رکھنے والی بیوی کی سزا

س...... اگر خاوند مسلسل نو، دس برس سے اپنی بیوی کے نان نفقہ اور جملہ اخراجات فراخ دِلی

فہرست

سے ادا کررہا ہو اور بیوی نے اس سارے عرصے میں اپنے خاوند کو حقوقِ زوجیت سے محروم رکھا ہو تو اس کی شریعتِ محمدی میں کیا سزا ہے؟

ج...... ایسی عورت جو بغیر کسی صحیح عذر کے شوہر کے حقوق ادا نہ کرے، اس کے لئے دُنیا میں تو یہ سزا ہے کہ شوہر اس کو طلاق دے سکتا ہے، اور آخرت میں ایسی عورت رحمت سے محروم ہوگی۔

والدہ کو تنگ کرنے والی بیوی سے کیا معاملہ کیا جائے؟

س...... میں نے چند سال قبل شادی کی اور شادی کے پہلے ہفتے ہی بیگم صاحبہ اور ساس صاحبہ نے ہاتھ دِکھانے شروع کردیئے، میری ماں بہت ہی عاجز ہے، میری بیوی نے اس کے ساتھ لڑنا شروع کردیا اور اس کے بعد گھر سے زیورات اور باقی سامان چوری کر کے میری والدہ کے ذمہ لگادیا جو کہ بعد میں میری بیوی اور اس کی والدہ سے برآمد ہوا۔ اس وجہ سے میں بھی دِلبرداشتہ ہوا اور وہ بھی گھر چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے ڈھائی سال بعد میں نے دُوسری شادی کرلی، جس سے ماشاء اللہ ایک بچہ بھی ہے، اس کے بعد برادری والوں نے پھر صلح صفائی کروادی، جب وہ واپس آئی تو پھر اس نے کچھ عرصہ بعد وہی لڑائی جھگڑا کھڑا کردیا جس کی وجہ سے مجھے دُوسری بیوی کو الگ کرنا پڑا، اب اس سے مجھے اولاد بھی کوئی نہیں ہے، وہ میری ماں کو بہت تنگ کرتی ہے یہاں تک کہ گالیاں دیتی ہے، اور اَب میں اس کو طلاق دینا چاہتا ہوں، اور میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ طلاق نہ دو۔ کیا شرعی طور پر اس کو طلاق دُوں یا نہ دُوں؟ اور کیا اس میں والد صاحب کی نافرمانی تو نہیں ہوگی؟ یہ جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیں۔ یاد رہے کہ میری والدہ بس ہر وقت روتی رہتی ہیں۔

ج...... فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ خدمت تو ماں کی مقدّم ہے اور حکم باپ کا مقدّم ہے، اگر آپ کے والد صاحب طلاق دینے سے مانع ہیں تو ان کا منشا بھی محض شفقت ہے، آپ والدہ کی تکلیف ان کی خدمت میں عرض کر کے ان سے طلاق دینے کی اجازت حاصل کرسکتے ہیں، یا مشورہ اور غور وفکر کے بعد والدہ کی تکلیف کا حل تلاش کرسکتے ہیں، مثلاً: اپنی اہلیہ کی رہائش کا بندوبست کر کے والدہ سے الگ کردیں۔ بہرحال جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اگر آپ

فہرست

کی بیوی اطاعت شعار نہیں تو آپ اسے طلاق دے کر گنہگار نہیں ہوں گے، اِن شاء اللہ۔

آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ گھر لے کر رہیں

س…… میں آپ کا کالم اخبار ''جنگ'' جمعہ ایڈیشن میں پابندی سے پڑھتی ہوں، اور آپ کے جواب سے بے حد متأثر ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ میری شادی کو ڈھائی سال ہوگئے ہیں، اس عرصے میں میرے سسرال والوں سے میری معمولی معمولی بات میں نہیں بنتی، ان لوگوں نے مجھے کبھی پیار محبت سے نہیں دیکھا اور میری بیٹی کے ساتھ بھی وہ لوگ بہت تنگ مزاج ہیں، بات بات پر طنز کرنا، کھانے کے لئے جھگڑا کرنا، کاروبار ہمارے یہاں مل کر کرتے ہیں اور تمام محنت میرے شوہر ہی کرتے ہیں، الحمدللہ ہمارے یہاں رزق میں بے حد برکت ہے۔ ڈھائی سال کے عرصے میں، میں کئی بار اپنی والدہ کے یہاں آگئی، اور ان لوگوں کے کہنے پر کہ اب کوئی جھگڑا نہیں ہوگا، بڑوں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے والدین کا کہنا مانتے ہوئے میں معافی مانگ کر دوبارہ چلی جاتی۔ تھوڑے عرصے تک ٹھیک رہتا پھر وہی حال۔ اس بار بھی میرے شوہر اور ان کے والد میں معمولی بات پر جھگڑا ہوگیا اور میں مع شوہر اپنی والدہ کے یہاں ہوں۔ میرے شوہر اور میں دونوں چاہتے ہیں کہ ماں باپ کی دُعاؤں اور پیار محبت سے الگ مکان لے لیں، کاروبار سے الگ نہ ہوں، اس لئے کہ ماں باپ کی خدمت بھی ہو، وہ لوگ دوبارہ بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ہم کچھ نہیں کہیں گے، جیسے پہلے کہتے تھے۔ آپ بتائیے کہ جب گھر میں روز جھگڑا ہو تو برکت کہاں سے رہے گی؟ آپ ہمیں مشورہ دیں کہ کیا ہم الگ مکان لے لیں؟ ان مسائل کا حل بتائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اَجر دے گا اور میں تا زندگی دُعا دیتی رہوں گی، میں بے حد دُکھی ہوں۔

ج…… آپ کا خط غور سے پڑھا، ساس، بہو کا تنازع تو ہمیشہ سے پریشان کن رہا ہے اور جہاں تک تجربات کا تعلق ہے اس میں قصور عموماً کسی ایک طرف کا نہیں ہوتا بلکہ دونوں طرف کا ہوتا ہے۔ ساس، بہو کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر تنقید کیا کرتی اور ناک بھوں چڑھایا کرتی ہے، اور بہو جو اپنے میکے میں ناز پروردہ ہوتی ہے، ساس کی مشفقانہ نصیحت کو بھی اپنی توہین تصوّر کرتی ہے، یہ دوطرفہ نازک مزاجی مستقل جنگ کا اکھاڑہ بن جاتی ہے۔

آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ اگر آپ اتنی ہمت اور حوصلہ رکھتی ہیں کہ اپنی خوش دامن کی ہر بات برداشت کرسکیں، ان کی ہر نازک مزاجی کا خندہ پیشانی سے استقبال کرسکیں اور ان کی کسی بات پر ''ہوں'' کہنا بھی گناہ سمجھیں تو آپ ضرور ان کے پاس دوبارہ چلی جائیں، اور یہ آپ کی دُنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی ہوگی۔ اس ہمت و حوصلے اور صبر و استقلال کے ساتھ اپنے شوہر کے بزرگ والدین کی خدمت کرنا آپ کے مستقبل کو لائقِ رشک بنادے گا اور اس کی برکتوں کا مشاہدہ ہر شخص کھلی آنکھوں سے کرے گا۔

اور اگر اتنی ہمت اور حوصلہ آپ اپنے اندر نہیں پاتیں کہ اپنی رائے اور اپنی ''انا'' کو ان کے سامنے یکسر مٹا ڈالیں تو پھر آپ کے حق میں بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ الگ مکان میں رہا کریں۔ لیکن شوہر کے والدین سے قطع تعلق کی نیت نہ ہونی چاہئے، بلکہ یہ نیت کرنی چاہئے کہ ہمارے ایک ساتھ رہنے سے والدین کو جو اذیت ہوتی ہے اور ہم سے ان کی جو بے ادبی ہوجاتی ہے، اس سے بچنا مقصود ہے۔ الغرض اپنے کو قصور وار سمجھ کر الگ ہونا چاہئے، والدین کو قصور وار ٹھہرا کر نہیں، اور الگ ہونے کے بعد بھی ان کی مالی و بدنی خدمت کو سعادت سمجھا جائے، اپنے شوہر کے ساتھ میکے میں رہائش اختیار کرنا موزوں نہیں، اس میں شوہر کے والدین کی سبکی ہے۔ ہاں! الگ رہائش اور اپنا کاروبار کرنے میں میکے والوں کا تعاون حاصل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

میں نے آپ کی اُلجھن کے حل کی ساری صورتیں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں، آپ اپنے حالات کے مطابق جس کو چاہیں اختیار کرسکتی ہیں، آپ کی وجہ سے آپ کے شوہر کا اپنے والدین سے رنجیدہ و کبیدہ اور برگشتہ ہونا ان کے لئے بھی وبال کا موجب ہوگا اور آپ کے لئے بھی۔ اس لئے آپ کی ہر ممکن کوشش یہ ہونی چاہئے کہ آپ کے شوہر کے تعلقات ان کے والدین سے زیادہ سے زیادہ خوشگوار رہیں، اور وہ ان کے زیادہ سے زیادہ اطاعت شعار ہوں، کیونکہ والدین کی خدمت و اطاعت ہی دُنیا و آخرت میں کلیدِ کامیابی ہے۔

اولاد اور بیویوں کے درمیان برابری

س...... ایک آدمی نے ایک شادی کی، اس بیوی سے اس کے تین بچے ہوئے، اس کے بعد

اس نے دوبارہ شادی کی اور دُوسری بیوی سے بھی اتنے ہی بچے ہوئے، اپنے پہلے بچوں کی نسبت دُوسرے بچوں کو اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے پہلے بچوں کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا، تمام اسلامی احکام کو پورا کرتا ہے اور بچوں کو برابر نہیں دیکھتا اور بیویوں کو بھی برابر نہیں دیکھتا، اس کے لئے کیا حکم ہے اور قیامت کے دن اس کی سزا کیا ہے؟

ج…… دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے درمیان عدل اور برابری کرنا فرض ہے، حدیث میں ارشاد ہے کہ:

”عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط. رواه الترمذی وأبوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی.“

(مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ترجمہ:…… ”جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا برتاؤ نہ کرے تو قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو مفلوج ہوگا۔“

البتہ اگر دونوں بیویوں کے حقوق برابر ادا کرے اور ان میں سے کسی کو نظر انداز نہ کرے مگر قلبی تعلق ایک کے ساتھ زیادہ ہو تو یہ غیراختیاری بات ہے، اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی۔ اسی طرح اولاد کے ساتھ برابر کا برتاؤ ضروری ہے، لیکن محبت کم و بیش ہوسکتی ہے، جو غیراختیاری چیز ہے۔ خلاصہ یہ کہ اپنے اختیار کی حد تک دونوں بیویوں کے درمیان، ان کی اولاد کے درمیان فرق کرنا، ایک کو نوازنا اور دُوسری کو نظر انداز کرنا حرام ہے، لیکن قلبی تعلق میں برابری لازم نہیں۔

کیا مرد اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟

س…… کیا شوہر اپنی بیوی کو زبردستی اپنے پاس رکھ سکتا ہے جبکہ بیوی رہنے کو تیار نہ ہو؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، شوہر اسے جبراً رکھے ہوئے ہے،

فہرست

ایسے مردوں کے لئے اسلام میں کیا حکم ہے؟

ج…… نکاح سے مقصود ہی یہ ہے کہ میاں بیوی ساتھ رہیں، اس لئے شوہر کا بیوی کو اپنے پاس رکھنا تقاضائے عقل و فطرت ہے، اگر بیوی اس کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اس سے علیحدگی کرالے۔

دُوسری بیوی سے نکاح کرکے ایک کے حقوق ادا نہ کرنا

س…… ایک میری چچی جان ہے جو کہ بہت غریب ہے اور اس کا جو شوہر تھا اس نے دُوسری شادی کرلی ہے، وہ شوہر اپنی پہلی بیوی یعنی میری چچی کو کچھ بھی نہیں دیتا، میری عرض یہ ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

ج…… آپ کے چچا کو حقوق کا ادا کرنا فرض ہے، جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے ذمہ دونوں کے درمیان عدل کرنا لازم ہے۔

دو بیویوں کے درمیان برابری کا طریقہ

س…… کوئی شخص جس کی دو بیویاں ہوں، وہ دونوں کے اخراجات بھی پورے کرتا ہو تو کیا دونوں کو وقت بھی برابر دینا ضروری ہے اور سیر و سیاحت میں بھی برابری لازمی ہے؟

ج…… جس شخص کی دو بیویاں ہوں اس پر تین چیزوں میں دونوں کو برابر رکھنا واجب ہے، ایک یہ کہ دونوں کو برابر کا خرچ دے، اگر ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دیتا ہے تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔ دُوسرے یہ کہ شب باشی میں برابری کرے، یعنی اگر ایک رات ایک کے پاس رہتا ہے تو دُوسری رات دُوسری کے پاس رہے، البتہ یہ جائز ہے کہ باری دو دو، تین تین دن کی رکھ لے، بہرحال جتنی راتیں ایک کے پاس رہا، اتنی ہی دُوسری کے پاس رہنا ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ برتاؤ اور معاملات میں بھی دونوں کو ترازو کی تول برابر رکھے، ایک سے اچھا اور دُوسری سے بُرا برتاؤ کیا تو سرکاری مجرم ہوگا اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

”عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط. رواه

الترمذی و أبوداوٗد والنسائی و ابن ماجة والدارمی.‘‘

(مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ترجمہ:……’’جو شوہر دو بیویوں کے درمیان برابری نہ کرے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو خشک اور مفلوج ہوگا۔‘‘

اور شوہر اگر سفر پر جائے تو کسی ایک کو ساتھ لے جاسکتا ہے، مگر دونوں کے درمیان قرعہ ڈال لینا بہتر ہے، جس کا قرعہ نکل جائے اس کو ساتھ لے جائے۔

ایک بیوی اگر اپنے حق سے دستبردار ہوجائے تو برابری لازم نہیں

س……مسلمان کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرض ہے، لہٰذا ایک شخص پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دُوسری سے نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دونوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کرسکتا، اس لئے پہلی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اگر پہلی بیوی برابری کے حقوق سے دستبردار ہوکر شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا پھر بھی مرد پر دونوں بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا فرض ہے؟

ج…… جب بیوی نے اپنا حق معاف کردیا تو برابری بھی واجب نہ رہی، اس کے باوجود جہاں تک ممکن ہو عدل و انصاف کی رعایت رکھے۔

بیوی کے حقوق ادا نہ کرسکے تو شادی جائز نہیں

س……آج کل ہمارے معاشرے میں شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے کا بڑا رواج ہے، ایک نوجوان شادی سے پہلے جنسی تعلقات (ہم جنس یا عورت کے ساتھ) قائم کرتا ہے اور وہ نوجوان ان جنسی تعلقات میں اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ شادی کرنے کے قابل نہیں رہتا، اور اس طرح وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو وہ کچھ نہیں دے سکتا جو کچھ اسے دینے کا حق ہے، کیا ایسا شخص شادی کرسکتا ہے؟ کیا اسلام میں یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

ج...... جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا اس کے لئے خواہ مخواہ ایک عورت کو قید میں رکھنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔ اس کو چاہئے کہ اس عفیفہ کو طلاق دے کر فارغ کردے، اور اگر وہ طلاق نہ دے تو خاندان اور محلے کے شرفاء سے کہا جائے کہ وہ طلاق دِلوائیں۔ اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو لڑکی عدالت میں استغاثہ کرسکتی ہے، عدالت شوہر کو ایک سال کی علاج کے لئے مہلت دے، اگر وہ اس عرصے میں بیوی کے لائق ہوجائے تو ٹھیک ہے، ورنہ عدالت اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے، اگر وہ عدالت کے کہنے پر بھی طلاق نہ دے تو عدالت اَز خود فسخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔

کن چیزوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا؟

شوہر بیوی کے حقوق نہ ادا کرے تو نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن چاہئے کہ طلاق دے دے

س...... ہمارے ایک عزیز ہیں جو کہ عرصہ ٦ سال سے کسی بیماری کی وجہ سے اپنی بیوی کے حقوق کی طرف توجہ بالکل نہیں دے رہے۔ تقریباً ٦ سال سے زیادہ ہوگئے ہیں، کئی رشتہ دار کہتے ہیں کہ ان کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ ان کی بیوی شرم وحیا کی وجہ سے کچھ نہیں بولتی۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ اس بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ کیا وہ میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں؟

ج...... اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا اس کے لئے اس عفیفہ کو قید رکھنا ظلم ہے، اس لئے اگر بیوی اس شخص سے آزادی چاہتی ہو تو بیوی کے خاندان کے لوگوں کو چاہئے کہ شرفاء کے ذریعہ شوہر سے کہلائیں کہ اگر وہ بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو اسے طلاق دے دے۔

فہرست

شوہر کے پاگل ہونے سے نکاح ختم نہیں ہوتا

س...... میں نے ایک ایسی عاقل و بالغ عورت سے آج سے تقریباً ۳۰ سال پہلے جائز طور پر نکاح کیا جس کا پہلا شوہر اپنا ہوش و حواس کھوچکا تھا، اور وہ عورت بے سہارا تھی۔ اس لئے جب وہ شخص پاگل خانے میں داخل کرادیا گیا تو میں نے اس عورت کے ساتھ گواہوں کی حاضری میں نکاح کرلیا۔ لیکن اب تیس سال بعد مجھے لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ میں نے غلط نکاح کیا ہے اور وہ شخص جو پاگل ہوچکا تھا اب واپس آگیا ہے۔ آپ حدیث وفقہ کی روشنی میں جواب دیں کہ میرا نکاح جائز تھا یا نہیں؟ آپ کی عین نوازش ہوگی اور سائل کو دِلی سکون حاصل ہوگا۔

ج...... محض شوہر کے پاگل ہوجانے سے نکاح نہیں ٹوٹ جاتا، البتہ اگر عورت کی درخواست پر عدالت فسخِ نکاح کا فیصلہ کردے تو خاص شرائط کے ساتھ فیصلہ صحیح ہوسکتا ہے، اور عورت عدّت گزار کر دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ آپ نے پاگل کی بیوی سے بطورِ خود جو نکاح کرلیا تھا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، آپ کو اس سے فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہئے اور اس غلط روی پر دونوں کو توبہ بھی کرنی چاہئے، یہ عورت پہلے شوہر کے نکاح میں ہے، اس سے طلاق لینے اور عدّت گزارنے کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

گناہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا

س...... ہم نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص گانا سنتے وقت گانے سے لذّت حاصل کرے یعنی حالتِ بے خودی میں جھومنا یا لہرانا شروع کردے تو اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا یہ بات دُرست ہے؟

ج...... گناہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر کوئی شخص کسی حرامِ قطعی کو حلال کہے تو اس سے وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

کیا ڈانس کرنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

س...... ہمارے علاقے میں یہ بات عام ہے کہ اگر کسی شادی شدہ عورت نے کسی شادی

میں ڈانس کیا تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا، جبکہ شادی اپنے خاندان کے کسی لڑکے کی ہو۔ اگر واقعی نکاح ٹوٹ گیا تو میاں بیوی کو کیا کرنا چاہئے؟

ج…… شادی میں ڈانس کرنے سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، مگر یہ فعل حرام ہے، اور گناہ کا باعث بھی، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

س…… غلطی سے اور اَز راہِ مذاق بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح کی شرعی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

ج…… بیوی کو بہن کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، مگر ایسے بیہودہ الفاظ بکنا ناجائز ہے۔

بیوی اگر خاوند کو بھائی کہہ دے تو نکاح نہیں ٹوٹتا

س…… ایک دن میں اور میری بیوی دونوں باتیں کر رہے تھے کہ میری بیوی نے غلطی سے مجھے بھائی کہہ دیا، ہمارا نکاح تو نہیں ٹوٹا؟

ج…… اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

اولاد سے گفتگو میں بیوی کو ’’اَمی‘‘ کہنا

س…… اکثر لوگوں کی یہ عادت دیکھنے میں آتی ہے جب بچہ اپنے باپ سے کسی چیز کا تقاضا کرتا ہے تو باپ بچے سے کہتا ہے: ’’جاؤ بیٹا! اَمی سے لے لو‘‘ یا یوں بھی کہا جاتا ہے کہ: ’’بیٹے! اپنی اَمی کے پاس جاؤ‘‘، ’’بیٹے! اَمی کہاں ہیں؟‘‘ جبکہ بیوی کو ماں کہنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تو کیا اس قسم کے الفاظ بولنا دُرست ہے؟

ج…… اس سے بچے کی اَمی مراد ہوتی ہے، اپنی نہیں، اور بیوی کو ’’اَمی‘‘ کہنا جائز نہیں، لیکن ایسا کہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

اپنے کو بیوی کا والد ظاہر کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹا

س…… زید نے سرکاری پلاٹ حاصل کرنے کی نیت سے اپنی بیوی کو اس کے حقیقی ماموں کی بیوہ ظاہر کیا اور خود کو اپنی بیوی کا والد، کیونکہ زید کی عمر اپنی بیوی کے والد جتنی ہے، اسی طرح

زید نے حکومت سے پلاٹ حاصل کرکے اس کو فروخت کردیا، اب مندرجہ ذیل اُمور کی وضاحت مطلوب ہے:

الف:...... کیا ان حالات میں زید کا اپنی بیوی سے نکاح برقرار ہے؟

ب:...... کیا تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے؟

ج:...... اس ناپسندیدہ طریقے سے حاصل کردہ رقم جائز ہے یا ناجائز؟

د:...... شرعی اور فقہی نقطۂ نگاہ سے زید کا یہ فعل کیسا ہے؟ جبکہ زید حاجی اور بظاہر مذہبی بھی ہے؟

ج...... یہ تو ظاہر ہے کہ زید جھوٹ اور جعل سازی کا مرتکب ہوا، اور ایسے غلط طریقے سے حاصل کردہ رقم جائز نہیں ہوگی، لیکن اس کے اس فعل سے نکاح نہیں ٹوٹا، اس لئے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں۔

بیوی کو ''بیٹی'' کہہ کر پکارنا

س...... کوئی شوہر اپنی بیوی کو ارادی یا غیرارادی طور پر بار بار ''بیٹی'' کہہ کر پکارے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا قائم رہتا ہے؟

ج...... اس سے نکاح تو نہیں ٹوٹتا، مگر بڑی لغو حرکت ہے۔

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

س...... اگر کسی شخص نے اپنی سالی یعنی بیوی کی سگی بہن کے ساتھ قصداً زنا کیا ہو تو اس سے اس کے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اگر نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو تجدید کیسے ہوگی؟ سزا یا کفارہ کیا ہے؟

ج...... سالی کے ساتھ منہ کالا کرنے سے بیوی کا نکاح نہیں ٹوٹتا۔

لڑکی کا نکاح کے بعد کسی دُوسرے مرد سے محوِ خواب ہونا

س...... اگر لڑکی نکاح ہونے کے بعد کسی دُوسرے مرد سے محوِ خواب ہو تو کیا اس کا نکاح برقرار رہے گا؟

ج……عورت کا کسی کے ساتھ منہ کالا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس لئے نکاح باقی ہے۔

بیوی کا دُودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

س……ایک شخص کی شادی ہوئی ہے، اس کے دو بچے بھی ہیں، اگر وہ کسی وقت بھی جوش میں آکر اپنی بیگم کا دُودھ منہ میں لے لیتا ہے، دُودھ پیتا نہیں ہے، یا یہ کہ دُودھ ہے ہی نہیں تو اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ آیا اس کا نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟ اس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آیا اس کے نکاح میں کوئی فرق پڑتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو گنہگار ہوا یا نہیں؟ براہِ کرم تفصیل سے حل فرمادیں۔

ج…… بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے، مگر اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، کیونکہ دُودھ کی وجہ سے جو حرمت پیدا ہوتی ہے، اس کے لئے یہ شرط ہے کہ بچے نے دُودھ دو، ڈھائی سال کی عمر کے اندر پیا ہو، بعد میں پئے ہوئے دُودھ سے حرمت پیدا نہیں ہوتی۔

ناجائز حمل والی عورت کے نکاح میں شریک ہونے والوں کا حکم

س……ایک لڑکی ہے جس نے غیرشرعی کام (زنا) کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی، اس معاملے کا علم صرف اس کی والدہ کو ہے اور کسی کو بھی نہیں۔ اس کی والدہ نے اس کی شادی کردی جبکہ نہ تو لڑکی کے والد کو علم اور نہ ہی لڑکے والوں کو علم ہے، مگر شادی کے بعد لڑکے والوں کو علم ہوگیا، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، لوگوں کا کہنا ہے کہ اس شادی میں جو بھی شریک ہوا، خواہ وہ لڑکے والوں کی طرف سے یا لڑکی والوں کی طرف سے ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا، وہ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں۔ کیا ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا؟ اور وہ اپنا نکاح دوبارہ پڑھوائیں؟

ج……جس لڑکی کو ناجائز حمل ہو، حمل کی حالت میں بھی اس کا نکاح صحیح ہے، اس لئے اس کے نکاح میں شرکت کرنے سے کسی کا نکاح نہیں ٹوٹا۔

کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

س……کیا داڑھی کا مذاق اُڑانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

ج……جی ہاں! داڑھی اسلام کا شعار اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ واجبہ ہے، اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی سنت اور اسلام کے کسی شعار کا مذاق اُڑانا کفر ہے، اس لئے میاں بیوی میں سے جس نے بھی داڑھی کا مذاق اُڑایا وہ ایمان سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، اس کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے، اپنے ایمان کی تجدید کرے اور دوبارہ نکاح کرے۔

میاں بیوی کے الگ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

س...... میرے ایک عزیز سات سال سے غیر ملک میں آباد ہیں، ان کی بیوی پاکستان میں ہے، ایک سال ہوا پاکستان آئے تھے، مگر ناراضگی کی وجہ سے بیوی سے ملاقات نہیں کی، یعنی سات سال سے بیوی کی شکل نہیں دیکھی۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ دونوں میاں بیوی کا نکاح فسخ تو نہیں ہوا؟

ج...... میاں بیوی کے الگ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اس لئے اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تو وہ دونوں بدستور میاں بیوی ہیں۔

''میں کافر ہوں'' کہنے سے نکاح پر کیا اثر ہوگا؟

س...... عشاء کی نماز سے واپس لوٹا تو دیکھا کہ بیوی بستر پر لیٹی ہوئی ہے، میں نے اس خیال سے کہ بیوی بغیر عشاء کی نماز کے سوگئی ہے، ذرا غصّے کے انداز میں کہا کہ: ''تم نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی؟'' چونکہ وہ پہلے ہی کسی بات پر ناراض ہوکر لیٹی تھی اس لئے اس نے غصّے میں جواب دیا کہ: ''میں کافر ہوں''، جس کا مطلب لہجے سے یہ نکلتا تھا کہ ''کیا میں کافر تو نہیں!'' بہرحال اس وقت اس نے نماز ادا نہیں کی، صبح اُٹھ کر اس نے خودبخود صبح کی نماز ادا کی اور کہا کہ: ''سختی کے انداز میں نماز کی دعوت کیوں دیتے ہو؟'' سوال یہ ہے کہ وہ اس جملے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟ اور تجدیدِ نکاح کی ضرورت تو نہیں؟

ج...... ''میں کافر ہوں'' کا فقرہ اگر بطور سوال کے تھا جیسا کہ آپ نے تشریح کی ہے، یعنی ''کیا میں کافر ہوں'' مطلب یہ کہ ہرگز نہیں۔ تو اس صورت میں ایمان میں فرق نہیں آیا، نہ تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر غصّے میں یہ مطلب تھا کہ: ''میں کافر ہوں اور تم مجھے نماز کے لئے نہ کہو'' تو ایمان جاتا رہا اور نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

فہرست

دُوسری شادی کے لئے جھوٹ بولنے سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا

س…… فضل احمد نکاحِ ثانی کرنا چاہتا ہے، مگر پہلی بیوی اجازت نہیں دیتی، ہندہ کو بیوی بنا کر یونین کونسل میں پیش کردیا، ہندہ نے یونین کونسل میں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے میں اس کو دُوسری شادی کی اجازت دیتی ہوں۔ اب دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ ہندہ جو عدالت یعنی یونین کونسل میں فضل احمد کی جھوٹی بیوی بنی تھی، اپنی لڑکی کا نکاح فضل احمد کے ساتھ کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کا اپنا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

ج…… ہندہ اور فضل احمد جھوٹ جیسے گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں، ان کو اس سے توبہ کرنی چاہئے، مگر وہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے سچ مچ میاں بیوی نہیں بن گئے، اس لئے ہندہ کی بیٹی سے فضل احمد کا نکاح جائز ہے۔

بیوی کا دُودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن پینا حرام ہے

س…… ''جنگ'' کے جمعہ ایڈیشن میں آپ سے ایک سوال پوچھا گیا کہ: ''ایک شوہر نے لاعلمی میں اپنی بیوی کے نکالے ہوئے دُودھ کی چائے بنائی اور سب نے پی لی تو ایک صاحب نے فتویٰ دیا کہ میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔'' اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ: ''عورت کے دُودھ سے حرمت جب ثابت ہوتی ہے جبکہ بچے نے دو سال کی عمر کے اندر اس کا دُودھ پیا ہو، بڑی عمر کے آدمی کے لئے دُودھ سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، نہ عورت رضاعی ماں بنتی ہے، لہٰذا ان دونوں کا نکاح بدستور قائم ہے، اس عالم صاحب نے مسئلہ قطعاً غلط بتایا ہے، ان دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔'' ہم نے ایک ہینڈبل دیکھا ہے جس میں آپ کے اس جواب کا مذاق اُڑایا گیا ہے اور یہ تأثر دیا گیا ہے کہ آپ نے عورت کے دُودھ کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اور اس کی خرید و فروخت جائز ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ج…… ہینڈبل میں جو تأثر دیا گیا ہے وہ غلط ہے، عورت کے دُودھ کا استعمال کسی کے لئے بھی حلال نہیں، حتیٰ کہ دُودھ پینے کی مدّت کے بعد خود اس بچے کو بھی اس کی ماں کا دُودھ پلانا حرام ہے۔ میں نے جو مسئلہ لکھا تھا وہ یہ ہے کہ اگر عورت کا دُودھ پینے سے عورت اس بچے

کی جو ماں بن جاتی ہے اور اس دُودھ سے بھی وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں، یہ حرمت صرف مدّتِ رضاعت کے اندر ثابت ہوتی ہے، بڑی عمر کا آدمی اگر خدانخواستہ جان بوجھ کر یا غلطی سے عورت کا دُودھ پی لے تو رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر غلطی سے شوہر نے اپنی بیوی کا دُودھ پی لیا (جیسی غلطی کہ سوال میں ذکر کی گئی تھی) تو اس سے نکاح نہیں ٹوٹا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کا دُودھ پینا حلال ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی عقل مند آدمی میرے جواب کا یہ مطلب بھی سمجھ سکتا ہے جو آپ کے ذکر کردہ ہینڈبل میں ذکر کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ بیوی کا دُودھ پینا حرام ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

ایک دُوسرے کا جھوٹا پینے سے نہ بہن بھائی بن سکتے ہیں اور نہ نکاح ٹوٹتا ہے

س…… ایک ہی ماں کا دُودھ پینے والوں کو تو دُودھ شریک کہتے ہیں، لیکن یہاں کچھ لوگوں کو یوں بھی کہتے سنا ہے کہ میاں بیوی ایک ہی پیالے میں ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پی لیں تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے، کیا لڑکا لڑکی دُودھ شریک بہن بھائی بن جاتے ہیں؟

ج…… جس دُودھ کے پینے سے نکاح حرام ہوتا ہے وہ ہے جو بچے کو دو سال کی عمر کے اندر پلایا جائے، بڑی عمر کے دو آدمیوں کے درمیان حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے عوام کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ میاں بیوی کے ایک دُوسرے کا جھوٹا کھانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

میاں بیوی کے تین چار ماہ الگ رہنے سے نکاح فاسد نہیں ہوا

س…… ایک لڑکی کا بچپن یعنی ۷ سال کی عمر میں نکاح ہوا تھا، اب اس نکاح کو ہوئے ۱۶ سال گزر چکے ہیں، لڑکی کو بالغ ہوئے بھی ۸-۹ سال ہوگئے ہیں اور لڑکی ابھی تک اپنے خاوند کے گھر نہیں گئی، گھریلو چند وجوہات کی بنا پر ناچاقی ہوگئی تھی جس پر برادری کے بزرگوں نے لڑکی کے ماں باپ کو رضامند کیا کہ لڑکی کو لڑکے کے ساتھ اس کے سسرال بھیج دیں، جب لڑکی کو تیار کر کے لڑکے کے ساتھ بھیجنے لگتے تو لڑکا اور اس کا باپ لڑکی کو چھوڑ کر

فہرست

چلے جاتے، یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا جس پر لڑکی نے جانے سے انکار کردیا۔ لڑکی کے گھر والوں نے دو کونسلروں کے ذریعے نوٹس بھجوائے جس کا لڑکے اور اس کے گھر والوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ہم نے کئی مولانا صاحبان سے معلومات کیں جس پر کچھ مولانا حضرات نے کہا کہ اگر میاں بیوی شریعت کے طور پر تین یا چار ماہ نہ ملیں تو نکاح فاسد ہوجاتا ہے۔

ج…… میاں بیوی کے تین چار مہینے الگ رہنے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا، جب تک کہ طلاق نہ دی جائے۔ آپ کے مسئلے میں جب لڑکا اور لڑکی دونوں آباد ہونے کے لئے تیار نہیں تو لڑکے کا فرض ہے کہ وہ اس کو طلاق دے کر الگ کردے، اس غریب کو بلاوجہ قیدِ نکاح میں رکھنا ناجائز اور گناہ ہے، اور برادری کے بزرگوں کو بھی چاہئے کہ لڑکے کو طلاق دینے پر مجبور کریں۔

میاں بیوی کے علیحدہ رہنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا جب تک شوہر طلاق نہ دے

س…… خودبخود نکاح ٹوٹنے یا ختم ہوجانے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟ کیا ان صورتوں میں یہ بھی شامل ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر سے ایک طویل مدّت یعنی ۴-۵ سال یا اس سے بھی زیادہ کے لئے علیحدگی اختیار کئے رکھے؟ شوہر کے سمجھانے بجھانے کے باوجود بھی اس کے گھر نہ آئے، شوہر اس کی کفالت بھی نہ کرے اور اس دوران خط سے بھی رابطہ نہ رہے تو کیا نکاح کو ختم سمجھ لیا جائے گا؟ یا نکاح اب بھی برقرار تصوّر ہوگا؟

ج…… اگر شوہر نے طلاق نہیں دی تو میاں بیوی کے الگ الگ رہنے سے نکاح ختم نہیں ہوتا۔

چار سال غائب رہنے والے شوہر کا نکاح نہیں ٹوٹا

س…… میرے بڑے بھائی کو لاپتہ ہوئے تقریباً چار سال کا عرصہ گزر چکا ہے، جس کی وجہ سے ہم کافی پریشان ہیں، جبکہ بھابھی چار سال سے میکے میں ہیں، کیا ان چار سالوں میں نکاح ٹوٹ گیا ہے؟ اور کیا میری بھابھی دُوسرا نکاح کرسکتی ہیں؟

ج…… اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، نہ آپ کی بھابھی دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ عورت مسلمان عدالت سے رُجوع کرے، اپنے نکاح کا اور شوہر کی گمشدگی کا ثبوت

فہرست

شہادت سے پیش کرے، عدالت اس کو چار سال تک انتظار کرنے کی مہلت دے، اور اس عرصے میں عدالت اس کے شوہر کی تلاش کرائے، اگر اس عرصے میں اس کے شوہر کا پتہ نہ چل سکے تو عدالت اس کی موت کا فیصلہ کردے گی۔ اس فیصلے کے بعد عورت اپنے شوہر کی وفات کی عدّت (۱۳۰ دن) گزارے، عدّت ختم ہونے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

نوٹ:……عدالت اگر محسوس کرے کہ چار سال مزید انتظار کرنے کی ضرورت نہیں، تو اس سے کم مدّت بھی مقرّر کرسکتی ہے (یا حالات کے پیشِ نظر بغیر مزید انتظار کے بھی شوہر کی موت کا فیصلہ کرسکتی ہے)، بہرحال جب تک عدالت اس کے شوہر کی موت کا فیصلہ نہیں کردیتی، اور اس فیصلے کے بعد عورت ۱۳۰ دن کی عدّت نہیں گزار لیتی تب تک دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

اپنے شوہر کو قصداً بھائی کہنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا

س……کوئی شادی شدہ لڑکی، جس کے دو بچے بھی ہیں، اپنے شوہر کو سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر ''بھائی'' کہے اور یہ کہے کہ: ''میں طلاق چاہتی ہوں، اس سے میرا کوئی رشتہ نہیں ہے''، تو کیا نکاح باقی رہے گا؟ جبکہ لڑکی کسی بھی صورت میں اپنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

ج……لڑکی کے ان الفاظ سے تو طلاق نہیں ہوگی، جب تک کہ شوہر اس کو طلاق نہ دے، اگر وہ اپنے شوہر کے یہاں نہیں جانا چاہتی تو خلع لے سکتی ہے۔

دُوسرے کی بیوی کو اپنی ظاہر کیا تو نکاح پر کوئی اثر نہیں

س……منظور اور سلیم آپس میں دوست ہیں، دونوں سعودی عرب میں کافی عرصے سے مقیم ہیں، منظور کی بیوی کا اِقامہ نہیں ہے، اور سلیم کی بیوی کا اِقامہ ہے۔ سلیم اپنی بیوی کو مکہ مکرّمہ عمرہ کے لئے لے جانا چاہتا ہے، راستے میں پولیس چوکی کی وجہ سے منظور اپنے دوست سلیم کے پاس جاتا ہے کہ بھائی آپ کی بیوی کا اِقامہ ہے لہٰذا آپ، میں اور میری بیوی عمرہ کرنے کے لئے چلیں۔ سلیم، منظور کو مع اس کی بیوی کے اپنی گاڑی میں مکہ مکرّمہ لے جاتا ہے، راستے میں جب چوکی کے قریب پہنچتے ہیں تو منظور اپنی بیوی کو اِحرام کی حالت میں

فہرست

پردے کا حکم دیتا ہے، پولیس والا منظور کی بیوی کے متعلق کہتا ہے کہ اس کا اِقامہ کہاں ہے؟ تو سلیم چوکی پار کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ: ''یہ میری بیوی ہے''۔ اب مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ اصل میں بیوی تو تھی منظور کی، اب منظور کی بیوی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اِحرام کی حالت میں جو پردے کا حکم دیا گیا اس پر دَم بھی واجب ہوگا یا نہیں؟

ج…… اس سے نکاح پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا، البتہ جھوٹ کا گناہ ہوگا اور وہ بھی اِحرام کی حالت میں۔ اِحرام کی حالت میں عورت کو چہرے پر نقاب کا ڈالنا تو جائز نہیں مگر پردہ ضروری ہے، نامحرَم مردوں سے کپڑے سے یا کسی اور چیز سے اس طرح پردہ کرے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے، اور اگر عورت نے اِحرام کی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے منہ ڈھک لیا تو اس پر صدقہ لازم آتا ہے۔

۲۰ سال سے بیوی کے حقوق ادا نہ کرنے سے نکاح پر کچھ اثر نہیں ہوا

س…… میری ایک بیوی بھارت میں ہے، جبکہ میں پاکستان میں سکونت پذیر ہوں اور گزشتہ ۲۰ سالوں تک میں نے اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کئے، اب میری بیوی پاکستان آرہی ہے، کیا ہم میں میاں بیوی کا رشتہ موجود ہے کہ نہیں؟ آیا ہمارا نکاح قائم ہے کہ نہیں؟

ج…… اگر آپ نے طلاق نہیں دی تو نکاح قائم ہے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔

بیوی اگر شوہر کو کہے: ''تو مجھے کتے سے بُرا لگتا ہے'' تو نکاح پر کیا اثر ہوگا؟

س…… بیوی اگر شوہر کو کہے کہ: ''تو مجھے کتے سے بُرا لگتا ہے'' تو نکاح میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟

ج…… بیوی کے ایسے الفاظ بکنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لیکن وہ گناہگار ہوئی، ایسے الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے۔

جس عورت کے بیس بچے ہوجائیں کیا واقعی اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

س…… ہمارے یہاں کچھ عورتوں کا کہنا ہے کہ اگر کسی عورت کے بیس بچے ہوجائیں تو اس

کا اپنے شوہر سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا واقعی یہ شرعی مسئلہ ہے یا عورتوں کی من گھڑت باتیں ہیں؟ میں اکثر سن تو لیتی ہوں لیکن شرعی مسائل کی عدم واقفیت کی وجہ سے زیادہ بحث نہیں کرتی۔

ج......عورتوں کا یہ ڈھکوسلا قطعاً غلط اور بیہودہ ہے۔

چھوٹی بچی کو ہاتھ لگ جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

س......ایک شخص اپنی منکوحہ کے ساتھ سو رہا تھا کہ اس نے اپنا ہاتھ منکوحہ کے زیرِ ناف رکھا ہوا تھا، اسی دوران نیند آگئی اور رات کے کسی وقت زوجہ اُٹھ کر دُوسری چارپائی پر لیٹ گئی، اسی اثنا میں اس کی چھوٹی بیٹی جس کی عمر تین چار سال ہے وہ جاکر اس کے ساتھ لیٹ گئی، تو اس نے بیٹی کے زیرِ ناف ہاتھ رکھ دیا، لیکن ذرا اجنبیت محسوس ہوئی تو چونک کر اس نے دیکھا کہ بیٹی سوئی ہوئی تھی، اس نے ہاتھ ہٹالیا اور بڑا شرمندہ ہوا، اس پر بیوی حرام ہوگی یا حلال؟

ج......تین چار سال کی بچی کو ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ اس پر تو اتفاق ہے کہ پانچ سال تک کی بچی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نو سال یا اس سے زیادہ عمر کی لڑکی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگادینے سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے، ۵ سے ۹ سال کی بچی کے بارے میں اختلاف ہے، مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ (کذا فی البحر)

فہرست

شادی کے متفرّق مسائل

گھر سے دُور رہنے کی مدّت

س......ہم یہاں (دیارِ غیر میں) ایک سال کے عرصے سے ہیں، لیکن اسلام ہمیں بیوی سے دُور رہنے کی کتنی مدّت تک اجازت دیتا ہے؟

ج......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کے لئے یہ حکم نافذ فرمایا تھا کہ وہ چار مہینے سے زیادہ اپنے گھروں سے غیر حاضر نہ رہیں۔ جو لوگ کمائی کرنے کے لئے باہر ملکوں میں چلے

جاتے ہیں اور جوان بیویاں پیچھے چھوڑ جاتے ہیں وہ بڑی بے انصافی کرتے ہیں۔ اور پھر بعض ستم بالائے ستم یہ کرتے ہیں کہ اپنی بیویوں کو حکم دے جاتے ہیں کہ ان کے والدین کی اور بھائی بہنوں کی ''خدمت'' کرتی رہیں۔ وہ بے چاریاں دہرے عذاب میں مبتلا رہتی ہیں، شوہر کی جدائی اور اس کے گھر والوں کا توہین آمیز رویہ۔ اور بعض یہ ظلم بھی کرتے ہیں کہ باہر ملک جاکر وہاں ایک اور شادی رچالیتے ہیں، اس کا نتیجہ بسا اوقات ''خانہ بربادی'' نکلتا ہے اور بعض اوقات ''غلط روی''۔ اگر اس بے زبان کو یونہی ادّھر میں لٹکانا تھا تو اس کو قیدِ نکاح میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟

لڑکی کے نکاح کے لئے پیسے مانگنے والے والدین کے لئے شرعی حکم

س...... شریعت کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے کہ والدین لڑکی کے نکاح کے لئے لڑکے سے پیسے وصول کریں؟ جیسا کہ پاکستان کے بعض حصوں میں رواج ہے۔

ج...... اگر لڑکی کے والدین غریب ہوں اور نکاح میں اعانت کے طور پر لڑکے والے ان کی کچھ مدد کریں تو کوئی مضائقہ نہیں، ورنہ نکاح میں صرف مہر لینا جائز اور دُرست ہے، اس کے علاوہ کسی قسم کی رقم لینا دُرست نہیں۔ اور مہر یا زیورات وغیرہ کا چڑھاوا بھی عورت کی ملکیت میں ہوتا ہے، والدین کو اس کی وصولی کا حق نہیں، جب تک کہ لڑکی والدین کو ہبہ نہ کردے۔ باقی والدین کے لئے لڑکی کے عوض یا رشوت کے طور پر کچھ رقم لینا شریعت سے ثابت نہیں۔

فہرست

لڑکی والوں سے دُولہا کے جوڑے کے نام پر پیسے لینا

س...... فلاں علاقے سے جن لوگوں کا تعلق رہا ہے ان کے ہاں شادی پر ایک رسم (شرط) یہ ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں سے دُولہا کے جوڑے کے نام پر دو چار یا دس بیس ہزار روپے نقد لیتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ میں نے سنا ہے کہ حرام ہے۔

ج...... شریعت نے نکاح کی مد میں عورت کا خرچہ شوہر کے ذمہ لازم کیا ہے، لڑکی یا لڑکی والوں پر شوہر کے لئے کوئی چیز بھی لازم نہیں، اگر کوئی اپنی خواہش سے ہدیہ یا تحفہ ایک

دُوسرے کو دیتا ہے تو اس سے منع نہیں کیا۔ آپ نے جس رقم کا ذکر کیا ہے وہ ہدیہ یا تحفہ تو ہے نہیں، بلکہ بقول آپ کے شادی کی شرط ہے، اس لئے اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ایسی غیرشرعی رسمیں مختلف معاشروں میں مختلف ہیں، مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان تمام غیرشرعی رُسوم کو ختم کردیں۔

شادی میں ہندوانہ رُسوم جائز نہیں

س…… سالہا سال سے شادی بیاہ کے مواقع پر ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں ہندوانہ رسمیں نبھائی جاتی ہیں، انہی رسموں میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ لڑکی والے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مرد کو سونا پہننا حرام ہے، شادی پر سونے کی انگوٹھی لڑکے کو دیتے ہیں اور دُولہا کو وہ انگوٹھی پہننا ضروری ہوتی ہے، کیونکہ مرد کے ہاتھ کی اُنگلی میں صرف چاندی کی انگوٹھی اس بات کی نشانی سمجھی جاتی ہے کہ اس شخص کی منگنی ہوچکی ہے، اور شادی کے بعد یہ بتانے کے لئے کہ اب شادی بھی ہوچکی ہے دُولہا سونے کی انگوٹھی پہنے رہتا ہے۔ اس کے علاوہ دُولہا کے ہاتھوں میں مہندی بھی لگائی جاتی ہے۔ نصیحت کرنے پر جواب یہ ملتا ہے کہ: ''خوشی میں سب کچھ جائز ہوتا ہے!'' کیا واقعی خوشی میں سب جائز ہوتا ہے؟

ج…… شادی کی یہ ہندوانہ رسمیں جائز نہیں، بلکہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہیں۔ اور ''خوشی میں سب کچھ جائز ہے'' کا نظریہ تو بہت ہی جاہلانہ ہے، قطعی حرام کو حلال اور جائز کہنے سے کفر کا اندیشہ ہے۔ گویا شیطان صرف ہماری گنہگاری پر راضی نہیں بلکہ اس کی خواہش یہ ہے کہ مسلمان، گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھیں، دِین کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہ جانیں، تاکہ صرف گنہگار نہیں بلکہ کافر ہوکر مریں۔ مرد کو سونا پہننا اور مہندی لگانا نہ خوشی میں جائز ہے نہ غمی میں۔ ہم لوگ شادی بیاہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو بڑی جرأت سے توڑتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ ایسی شادی آخر کار خانہ بربادی بن جاتی ہے۔

شادی میں سہرا باندھنا

س…… چند دن قبل آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ: ''سہرا باندھنا ہندوانہ اور

فہرست

مشرکانہ رسم ہے“ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ یہ شرک کہاں سے ہوگیا؟ شرک تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور وہ فتویٰ لکھا لایا جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ ملکی ثقافت ہے۔ فتویٰ ارسالِ خدمت ہے۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ جو کام ہندو کریں وہ اگر رسم ہوتی تو وہ سامنے رکھ کر کھانا کھاتے ہیں تو کیا سامنے رکھ کر کھانا کھانا ہندوانہ رسم ہوگئی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ”مت کھڑے ہو، جیسا کہ یہودی کھڑے ہوتے ہیں“ تو کیا کھڑے ہونا یہودیوں کی رسم ہوگئی؟ سہرا تب ہندوانہ رسم کہلا سکتا ہے جب اسے ہندوؤں کی تقلید سمجھ کر پہنا جائے، نہ یہ کہ اپنے ملک کی ثقافت سمجھ کر۔ آپ اس بارے میں دُوسرے فریق کا فتویٰ سامنے رکھ کر جواب عنایت فرمائیں۔

ج...... آپ نے مولوی صاحب کا جو فتویٰ بھیجا ہے اس میں موصوف نے اس پر زور دیا ہے کہ: ”شادی بیاہ کے رسم ورواج، سہرابندی وغیرہ مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ ہے، جس کو قدیم زمانے سے مسلمان اپنے سینے سے لگائے چلے آتے ہیں“ مگر موصوف کا یہ فتویٰ اور ان کا اندازِ استدلال صحیح نہیں۔

اصل قصہ یہ ہے کہ یہ رسم ورواج ہندوؤں کے شعار تھے، جو لوگ ہندوؤں سے مسلمان ہوئے وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے بہت سے ہندوانہ طور وطریق پر عمل پیرا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم کے گھروں میں ان رسوم کو اختیار نہیں کیا گیا، اس لئے اس کو مسلمانوں کا ثقافتی ورثہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ زمانۂ قدیم سے ہندوؤں کا ثقافتی ورثہ ضرور ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرقوموں کی مخصوص تہذیب وثقافت اپنانے سے ہمیں منع فرمایا ہے:

”من تشبه بقوم فهو منهم.“ (مسندِ احمد ج:۲ ص:۵۰)

ترجمہ:...... ”جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔“

یہیں سے موصوف کی دلیل کا جواب بھی نکل آتا ہے، کہ ہندو سامنے رکھ کر کھاتے ہیں تو کیا یہ بھی ہندوانہ رسم ہے؟ جواب یہ ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر تو سبھی کھاتے ہیں، پیچھے رکھ کر کون کھاتا ہے؟ اس لئے یہ ہندوؤں کا خاص رواج نہ ہوا۔ ہاں! اگر کوئی ہندو

کسی مخصوص وضع سے کھاتے ہوں تو وہ وضع ضرور ہندوانہ رسم ہوگی، اور اُمتِ مسلمہ کے لئے اس کا اپنانا جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح کھڑے تو سبھی ہوتے ہیں، لہٰذا کھڑا ہونا تو یہودیانہ رسم نہ ہوئی، نہ اس کی ممانعت فرمائی گئی، البتہ یہودیوں کے کھڑے ہونے کی خاص وضع ضرور یہودیانہ ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی۔ فتاویٰ رشیدیہ سے جو مسئلہ نقل کیا گیا ہے اس کو ہمارے زیرِ بحث مسئلے سے کوئی تعلق نہیں، وہ مسئلہ تو فقہ کی ساری کتابوں میں لکھا ہے کہ چاندی کا گوٹا ٹھپّا مرد کو چار اُنگشت تک جائز ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔ موصوف کا یہ کہنا کہ: ''سہرا بھی انہی چیزوں سے بنتا ہے، جب یہ جائز ہیں تو سہرا بھی جائز ہے'' یہ ایسی ہی دلیل ہے جو ایک شخص نے پیش کی تھی کہ انگور اور منقیٰ بھی حلال، پانی بھی حلال، جب ان کے ملنے سے شراب بن جائے تو وہ بھی حلال ہونی چاہئے۔ گوٹا، ٹھپّا، کناری کے حلال ہونے سے یہ کیسے لازم آیا کہ ہندوؤں کی رسم بھی جائز ہے...؟

جس شادی میں ڈھول بجتا ہو اس میں شرکت کرنا

س...... ایک جگہ شادی ہے، اس میں ڈھول بجائے جاتے ہیں اور شادی والے کھانے کھلانے کا انتظام بھی کرتے ہیں، جس کو ''خیرات'' کا نام دیتے ہیں، کیا ڈھول کی وجہ سے یہ کھانا حرام ہوا؟ یا کھانا جائز ہے؟

ج...... جس دعوت میں گناہ کا کام ہو رہا ہو، اگر جانے سے پہلے اس کا علم ہوجائے تو ایسی دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں۔ جو کھانا حلال ہو وہ تو ڈھول سے حرام نہیں ہوتا، لیکن اس کھانے کے لئے جانا اور اس کھانے کا وہاں بیٹھ کر کھانا ضرور ناجائز ہوگا۔

عورت پر رُخصتی کے وقت قرآن کا سایہ کرنا

س...... آج کل اس اسلامی معاشرے میں چند نہایت ہی غلط اور ہندوانہ رسمیں موجود ہیں، افسوس اس وقت زیادہ ہوتا ہے جب کسی رسم کو اَجر و ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ مثلاً: لڑکی کی رُخصتی کے وقت اس کے سر پر قرآن کا سایہ کیا جاتا ہے، حالانکہ اس قرآن کے نیچے ہی لڑکی (دُلہن) ایسی حالت میں ہوتی ہے جو قرآنی آیات کی کھلم کھلا خلاف ورزی

اور پامالی کرتی ہے۔ یعنی بناؤ سنگھار کرکے غیرمحرَموں کی نظر کی زینت بن کر کیمرے کی تصویر بن رہی ہوتی ہے۔ اگر لڑکی کہتی ہے کہ یوں دُرست نہیں بلکہ باپردہ ہونا لازم ہے جو کہ اسی قرآن میں تحریر ہے جس کا سایہ کیا جاتا ہے، تو اسے قدامت پسند کہا جاتا ہے۔ اور اگر کہا جاتا ہے کہ پھر قرآن کا سایہ نہ کرو، تو اسے گمراہ کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کہ دُلہنوں کا یوں قرآن کے سایہ میں رُخصت ہونا، غیرمحرَموں کے سامنے کیسا ہے؟ قرآن کیا اسی لئے صرف نازل ہوا تھا کہ اس کا سایہ کریں، چاہے اپنے اعمال سے ان آیات کو اپنے قدموں تلے روندیں؟

ج…… دُلہن پر قرآنِ کریم کا سایہ کرنا محض ایک رسم ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، اور دُلہن کو سجاکر نامحرَموں کو دِکھانا حرام ہے، اور نامحرَموں کی محفل میں اس پر قرآنِ کریم کا سایہ کرنا قرآنِ کریم کے اَحکام کو پامال کرنا ہے، جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔

حاملہ عورت سے صحبت کرنا

س…… کیا ایک مرد اپنی بیوی سے جب وہ حاملہ ہو، صحبت کرسکتا ہے؟

ج…… شرعاً جائز ہے، لیکن بعض صورتوں میں طبّی طور پر مضر ہوتی ہے، اس کے لئے حکیم، ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے۔

دوعیدوں کے درمیان شادی

س…… کچھ بزرگ کہتے ہیں کہ دونوں عیدوں کے درمیان نکاح ٹھیک نہیں، اس لئے عیدالفطر سے پہلے اور عیدالاضحیٰ کے بعد شادی کرلینا چاہئے، اگر دونوں عیدوں کے درمیان نکاح کیا تو پھر شادی کامیاب نہیں رہتی۔

ج…… یہ ’’بزرگ‘‘ غلط کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی شوال میں ہوئی تھی، ان سے زیادہ کامیاب شادی کس کی ہوسکتی ہے…؟

کیا کسی مجبوری کی وجہ سے حمل کو ضائع کرنا جائز ہے؟

س…… کیا فرماتے ہیں علمائے دِین ومفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ ایک شادی

فہرست

شدہ عورت جبکہ اس کے بچے زیادہ ہوجاتے ہیں اور بچوں کی پرورِش عورت کے لئے ایک مسئلہ بن جاتا ہے، کیا ایسی عورت آپریشن کے ذریعہ یا کسی دوائی کے ذریعے حمل کو ضائع کرسکتی ہے؟ یا عورت مسلسل بیمار رہو یا کمزور ہو یا بوڑھی ہوجائے کیا ان صورتوں میں حمل کو ضائع کرسکتی ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

ج...... حمل جب چار مہینے کا ہوجائے، تو اس میں جان پڑجاتی ہے، اس کے بعد حمل کا ساقط کرنا حرام ہے، جس کی وجہ سے قتل کا گناہ ہوتا ہے۔ اس سے پہلے اگر کسی مجبوری کے تحت کیا جائے تو اگرچہ جائز ہے لیکن بغیر کسی شدید مجبوری کے مکروہ ہے۔

شادی کے ذریعہ مسلم نوجوانوں کو مرتد بنانے کا جال

س...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

۱:...... ایک بالغ نوجوان اپنی مرضی اور خوشی سے ایک نوجوان قادیانی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ بقول نوجوان کے لڑکی خفیہ طور پر مسلمان ہونے کا وعدہ کررہی ہے، اس انداز سے کہ لڑکی کے والدین اور خاندان والے اس کے مسلمان ہونے سے آگاہ نہ ہوں۔

۲:...... لڑکی کے ماں باپ نوجوان سے اپنے احمدی طریقۂ کار سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، بعد میں اسلامی اور شریعتِ محمدی کے مطابق بھی نکاح کرنے پر تیار ہیں (احمدی حضرات کے نکاح نامے کی فوٹواسٹیٹ برائے ملاحظہ منسلک ہے)۔

۳:...... مسلم نوجوان کا بھی اصرار ہے کہ لڑکی کے ماں باپ احمدی طریقے سے نکاح کرتے رہیں، ہم بعد میں اسلامی طریقے سے نکاح کرلیں گے۔

۴:...... ہر دو صورتوں میں کیا دونوں یا ایک، کون سا طریقِ کار شرعی حیثیت رکھتا ہے؟ اور کیا دونوں طریقوں پر نکاح جائز ہے؟ یا کون سا نکاح اوّل ہو اور کون سا بعد میں؟ کیا یہ طریقۂ کار شریعت میں جائز ہے؟

قادیانیوں کے نکاح نامے کے مرسلہ فوٹواسٹیٹ سے ظاہر ہے کہ قادیانی طریقۂ کار میں لڑکے کی طرف سے اس کے باپ کی شرکت لازمی ہے اور دو گواہ بھی ضروری ہیں، کیا لڑکے کے باپ اور گواہان نیز لڑکے کے بھائی بہن والدہ اور دیگر عزیز و اقارب کی

قادیانی طریقے پر نکاح میں شرکت کرنے والوں کی دِینی، ایمانی اور اسلامی حیثیت برقرار رہے گی؟ نیز آئندہ زندگی کا لائحہ عمل کیسے طے کیا جائے؟ باقی اولاد اور اَفرادِ خاندان کی بقیہ زندگی میں مذکورہ لوگوں سے بھی کاروباری اور معاشرتی زندگی کے تعلقات کس بنیاد پر استوار ہوں گے؟

تمام متعلقہ اُمور پر سیر حاصل شرعی تفصیلات سے آگاہ کیا جائے، کیا متعدّد نوجوانوں اور دیگر افرادِ خانہ کو "قادیانی چنگل" میں جانے سے بچانے کے لئے کوئی "حیلہ" کی شکل ہوسکتی ہے؟

ج...... سوالنامہ کے نمبر۲ میں ذکر کیا گیا ہے کہ: "لڑکی کے ماں باپ نوجوان لڑکے سے اپنے احمدی طریقے پر نکاح کرنا چاہتے ہیں"، اور نمبر۳ میں لکھا گیا ہے کہ: "مسلم نوجوان بھی احمدی طریقے پر تیار ہے" اور یہ کہ: "بعد میں اسلامی طریقے پر نکاح کرلیں گے۔"

اب دیکھنا یہ ہے کہ "احمدی طریقۂ نکاح" کیا ہے؟ آپ نے قادیانیوں کے نکاح کا فارم جو ساتھ بھیجا ہے، اس میں آٹھویں نمبر پر "تصدیق امیر یا پریذیڈنٹ" کے عنوان کے تحت یہ عبارت درج ہے:

"مسمّیٰ .... (یہاں دُولہا کا نام ہے) ....

پیدائشی احمدی ہے یا .... فلاں تاریخ سال سے احمدی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی جب کسی کو اپنی لڑکی دیتے ہیں تو پہلے لڑکے سے اس کے قادیانی ہونے کا اقرار کرواتے ہیں، اور ان کا امیر یا پریذیڈنٹ اس اَمر کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ لڑکا پیدائشی قادیانی ہے یا فلاں وقت سے قادیانی چلا آتا ہے۔ گویا کسی لڑکے کو قادیانیوں کا لڑکی دینا اس شرط پر ہے کہ لڑکا پیدائشی قادیانی ہو، یا فلاں وقت سے قادیانی چلا آتا ہو، اور قادیانیوں کے ذمہ دار اَفراد اس کے قادیانی ہونے کی باقاعدہ تصدیق کریں۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ قادیانیوں کا کسی مسلمان لڑکے کو لڑکی دینا دراصل اس کو قادیانی بنانے کی ایک چال ہے۔ یہ مسلم نوجوان جب قادیانیوں کا فارم پُر کرکے ان کے طریقے پر نکاح کرے گا تو آپ ہی بتائیے کہ اس کا ایمان کہاں رہا...؟

علاوہ ازیں چونکہ قادیانیوں کی تبلیغ پر پابندی ہے، اس لئے قادیانیوں نے ایک خفیہ اسکیم چلائی ہے کہ مسلم نوجوانوں کو لڑکیوں کے جال میں پھنسا کر قادیانی بناوٴ، اس لئے قادیانیوں کی لڑکی جب تک اعلانیہ مسلمان ہوکر اپنے قادیانی والدین اور عزیز و اقارب سے قطع تعلق نہیں کرلیتی کسی مسلم نوجوان کو اس کے جال میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ اور لڑکے کو، لڑکے کے والدین کو، اور دیگر عزیز و اقارب کو ایسے نکاح میں شرکت کرنا جائز نہیں جس کی وجہ سے ایمان ضائع ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو۔

اور قادیانی لڑکی کا یہ وعدہ کرنا کہ وہ نکاح کے بعد... یا نکاح سے پہلے ...خفیہ طور پر مسلمان ہوجائے گی، اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوجانے کا وعدہ کرنے کے باوجود ظاہری طور پر قادیانی ہی رہے گی، یہ بھی قادیانیوں کی ایک گہری چال اور سوچی سمجھی سازش ہے، جس کے ذریعہ وہ بھولے بھالے نوجوانوں کا شکار کرتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ نکاح کے بعد لڑکے کو تدریجاً قادیانی بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر وہ قادیانی بن جائے (جیسا کہ اکثر یہی ہوتا ہے) تو قادیانیوں کی مراد حاصل ہوئی، اور اگر لڑکا قادیانی نہ بنے تو قادیانیوں کی طرف سے اس کو انتقام کا نشانہ بنایا جاتا ہے، جس میں یہ لڑکی ان کی پوری پوری مدد کرتی ہے، اور لڑکے کو ایسے مخمصے میں پھنسا دیا جاتا ہے جس سے وہ ساری عمر نہ نکل سکے۔ میرے سامنے اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، اس لئے کسی مسلمان نوجوان کو قادیانی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہوکر اپنا ایمان ضائع نہیں کرنا چاہئے، اور لڑکی کے اس عیارانہ وعدے پر کہ ”وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوجائے گی“ قطعاً اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی ایک ساتھ شادی نہ کرنے کا مشورہ

س...... ”بہشتی زیور“ کے تمام مسائل صحیح ہیں، لیکن ”بہشتی زیور“ میں ایک جگہ پڑھا ہے کہ دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی ایک ساتھ نہیں کرنی چاہئے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اسلام میں دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی ایک ساتھ کرنا منع ہے؟

ج...... یہ شرعی حکم نہیں، ایک حکیمانہ مشورہ ہے، اور اس کی وجہ بھی وہیں لکھی ہے۔

غلطی سے بیویاں بدل جانے کا شرعی حکم

س......دو سگی بہنوں کی ایک ہی دن شادی ہوئی، ایک بہن کو اپنی سسرال حیدرآباد روانہ ہونا تھا، جبکہ دُوسری کو فیصل آباد جانا تھا، مگر غلطی سے حیدرآباد جانے والی دُلہن کو فیصل آباد اور فیصل آباد جانے والی دُلہن کو حیدرآباد روانہ کردیا گیا۔ گھر والوں کو غلطی کا احساس سہاگ رات گزر جانے کے بعد ہوا، یہ خبر چونکہ اخبارات میں بھی شائع ہوچکی ہے، چنانچہ اخبارات پڑھنے والے قارئین کی اکثریت اس مسئلے میں علمائے دِین کا فتویٰ جاننے کی خواہش مند ہے کہ اس مسئلے کے حل کی کیا صورت ہوگی؟ آیا ان دونوں دُلہنوں کا ان کے اصل شوہروں کے ساتھ پڑھایا جانے والا نکاح منسوخ ہوگیا یا وہ نکاح اپنی جگہ برقرار رہے گا؟ اور غیرمحرَم کے ساتھ غلطی سے ہم بستر ہونے کا کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ ازراہِ کرم فقہِ حنفی کے مطابق اس مسئلے کا حل بتاکر عوام الناس کی رہنمائی فرمائیں۔

ج......صورتِ مسئولہ سے متعلق چند مسائل ہیں:

۱:......دونوں بہنوں کا نکاح ان کے اصل شوہروں سے برقرار ہے، غلط رُخصتی کی وجہ سے اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۲:...... چونکہ دونوں نے اپنی بیوی سمجھ کر مقاربت کی ہے، اس لئے ان پر کوئی موٴاخذہ نہیں، فقہ کی اصطلاح میں اس کو ”وطی بالشبہ“ کہا جاتا ہے، جس پر ”جائز صحبت“ کے اَحکام مرتب ہوتے ہیں (جن کی تفصیل بعد کے نمبروں میں دی گئی ہے)۔

۳:......ہر لڑکے پر اس لڑکی کا مہر واجب ہوگیا جس سے غلطی کی بناپر مقاربت کی ہے، (اصل شوہروں کے ذمہ مہر بدستور واجب ہے)۔

۴:......دونوں بہنوں پر اس غلط رُخصتی کی وجہ سے عدّت واجب ہوگئی، عدّت پوری کرنے کے بعد وہ اصل شوہروں کے پاس چلی جائیں گی۔

۵:......اگر اس خلوَت کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوگیا تو وہ خلوَت کنندہ کا سمجھا جائے گا اور شرعاً اس کا نسب صحیح سمجھا جائے گا۔

یہ تو تھا مسئلے کا قانونی وفقہی حل۔ مگر حضرت اِمامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے

ایک بہت خوبصورت حل منقول ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے حاشیہ درمختار میں ''مبسوط'' سے نقل کیا ہے کہ: حضرت اِمامؒ کے زمانے میں یہی صورت پیش آئی تو آپ نے دونوں لڑکوں سے دریافت فرمایا کہ جس لڑکی سے تم نے خلوَت کی ہے، وہ تمھیں پسند ہے؟ دونوں نے ''ہاں'' میں جواب دیا، آپؒ نے فرمایا: دونوں اپنی اپنی منکوحہ کو طلاق دے دیں اور جس جس کے ساتھ خلوَت ہوئی ہے، اس سے ان کا فوری عقد کردیا جائے، عدّت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ یہی کیا گیا اور اہلِ علم نے حضرتِ اِمامؒ کی تدبیر کو بہت پسند فرمایا۔

غلطی سے بیویوں کا تبادلہ

س……زید اور بکر دونوں کی شادی ایک ہی گھر میں اکٹھی ہوئی، جب نکاح کرکے گھر آئے تو غلطی سے زید کی بیوی بکر کے پاس اور بکر کی بیوی زید کے پاس بھیج دی گئی، صحبت بھی ہوئی، اب کیا کریں؟ ان کو اپنی اپنی بیوی دے دیں یا ایسا ہی ٹھیک ہے؟ اس صورت میں نکاح وہی ہوگا یا دُوسرا؟

ج……زید اور بکر کی بیویاں وہی ہیں جن سے ان کا نکاح ہوا ہے، لہٰذا اپنے اپنے شوہروں کو واپس کی جائیں، دُوسری جگہ ان کی آبادی جائز نہیں، اور غلطی سے جو غلط جگہ آبادی ہوگئی اس پر تین حکم عائد ہوں گے:

۱:……زید اور بکر نے غلطی اور بے خبری میں جن لڑکیوں سے صحبت کی ہے وہ ان کو ''عقر'' یعنی مہر کی مقدار مال ادا کریں۔

۲:……ان دونوں لڑکیوں پر عدّت لازم ہے، عدّت گزار کر وہ اپنے شوہروں کے گھر آباد ہوں۔

۳:……اس غلط یکجائی کے نتیجے میں اگر اولاد ہوجائے تو وہ صحیح النسب کہلائے گی۔

اور اگر موجودہ حالت کو رکھنا ہی پسند کرتے ہوں تو زید اور بکر دونوں اپنی بیویوں کو (جن کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا) طلاق دے دیں اور ان کو آدھا آدھا مہر بھی ادا کردیں، طلاق کے بعد ہر لڑکے کا نکاح اس لڑکی سے کردیا جائے جس سے اس نے خلوَت کی تھی۔

لاعلمی میں بہن سے شادی

س...... ایک شخص نے لاعلمی میں اپنی سگی بہن نوشابہ سے شادی کر لی اور اس سے تین بچے ہوئے جس میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، کیونکہ ان کی بہن بچپن میں بچھڑ گئی تھی پھر ایک ایسا موڑ آیا کہ اس کی شادی اس کے سگے بھائی سے ہوگئی۔ چار سال تک تو ایک دُوسرے کو کوئی علم نہیں تھا کہ ہم دونوں سگے بہن بھائی ہیں، لیکن کسی بات پر یہ بات عزیزوں میں چلی تو پتا چلا کہ آپس میں دونوں بہن بھائی ہیں۔ آپ اس مسئلے کو حدیث اور قرآن پاک کی روشنی میں یہ بتائیں کہ وہ لڑکا اپنی بہن کو طلاق دے سکتا ہے یا ایسے ہی چھوڑ دے؟ مثلاً اگر لڑکا طلاق دے دے تو بچے اس کے رشتے کے اعتبار سے کیا ہوئے؟ اور وہ اپنی ولدیت کیا بتائیں گے؟ کیا وہ اپنی بہن کو گھر میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

ج...... لاعلمی کی وجہ سے جو کچھ ہوا، اس کا گناہ نہیں۔ علم ہوجانے کے بعد فوراً الگ ہوجائیں، طلاق کی ضرورت نہیں، البتہ علیحدگی کے بعد عدّت گزارنا ضروری ہے، اور لڑکی کا مہر بھی ''بھائی'' کے ذمہ واجب الادا ہے۔ بچوں کا نسب اپنے باپ سے صحیح ہے۔ بہن کو گھر میں رکھنے کا تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر یہ بھائی بہن آپس میں میاں بیوی کا کردار ادا کرچکے ہیں، اس لئے اکٹھے رہنے سے اندیشہ ہے کہ شیطان پھر ان کو گناہ میں مبتلا نہ کردے، اس لئے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ اس لڑکی کا عقد (عدّت کے بعد) دُوسری جگہ کردیں۔

غلط شادی سے اولاد بے قصور ہے

فہرست

س...... جو مسئلہ ماموں بھانجی کی شادی کے بارے میں آیا تھا، بدقسمتی سے یہ ماں باپ ہمارے ہیں، مجھ کو چند لوگوں سے معلوم ہوا اور چند رشتہ داروں نے بھی مجھ کو بتایا۔ جب یہ نکاح ہی نہیں تو ہم لوگ تو حرامی ہیں۔ لیکن مولانا صاحب! ہم بہن بھائیوں کا کیا قصور ہے؟ اب دُنیا والوں نے ہم بہن بھائیوں کو حرامی کہنا شروع کردیا ہے، ہم دُوسرا حرام نہیں کرسکتے، وہ خودکشی ہے، اور نہ ہی ماں اور باپ کو ختم کرسکتے ہیں یہ ایک گناہ ہے۔ اسلام ہم بہن بھائیوں کے لئے کیا کہتا ہے؟ اس دُنیا میں ہم لوگوں کا رہنے کا حق ہے یا نہیں؟ میں گھر

میں سب سے بڑا ہوں، خدا کے لئے اس کا حل بتایئے یا خودکشی کی اجازت دیجئے۔

ج…… آپ لوگوں کا کوئی قصور نہیں، اگر آپ نیک پاک زندگی بسر کریں تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ بھی اتنے ہی معزّز ہوں گے جتنا کوئی دُوسرا۔ خودکشی تو حرام ہے، یہ غلط راستہ اختیار کرکے آپ دُنیا و آخرت دونوں کی ذِلت اُٹھائیں گے۔ صحیح راستہ یہ ہے کہ آپ نیک بنیں، اِن شاء اللہ دُنیا کی بدنامی بھی جلد ختم ہوجائے گی۔ لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کو بُرے نام سے پکاریں۔ کسی مسلمان کو اس کے ناکردہ گناہ کی عار دِلانا بہت بڑا گناہ ہے۔

کیا ناجائز اولاد کو بھی سزا ہوگی؟

س…… اگر کوئی ناجائز بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سزا ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگی تو کیوں؟ اگر ہوگی تو کیوں؟ یعنی مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی اور عورت کے آپس میں ناجائز تعلقات ہیں اور اس آدمی سے عورت کا حمل ٹھہر جائے اور بعد میں وہ آدمی اس عورت سے شادی کرلے تو اس بچے کو سزا ہوگی یا نہیں؟

ج…… ناجائز بچے کی پیدائش میں اس کے والدین کا قصور ہے، خود اس کا قصور نہیں، اس لئے اگر وہ نیک اور متقی و پرہیزگار ہو تو والدین کے قصور کی بنا پر اس کو سزا نہیں ہوگی۔

دُولہا کا دُلہن کے آنچل پر نماز پڑھنا اور ایک دُوسرے کا جھوٹا کھانا

س…… میری شادی کو تقریباً تین سال ہونے کو ہیں، شادی کی پہلی رات مجھ سے دو ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جس کی چبھن میں آج تک دِل میں محسوس کرتا ہوں۔

پہلی غلطی یہ ہوئی کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ دو رکعت نمازِ شکرانہ جو کہ بیوی کا آنچل بچھاکر ادا کی جاتی ہے، نہ پڑھ سکا۔ یہ ہماری لاعلمی تھی اور نہ ہی میرے دوستوں اور عزیزوں نے بتایا تھا۔ بہرحال تقریباً شادی کے دو سال بعد مجھے اس بات کا علم ہوا تو ہم دونوں میاں بیوی نے اس نماز کی ادائیگی بالکل اسی طرح سے کی۔ نماز کے بعد اپنے ربّ العزّت سے خوب گڑگڑاکر معافی مانگی مگر دِل کی خلش دُور نہ ہوسکی۔

دوسری غلطی بھی لاعلمی کے باعث ہوئی، ہماری ایک دُور کی ممانی ہیں، جنھوں

نے ہمیں اس کا مشورہ دیا تھا کہ تم دونوں ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ ضرور پینا، ہم (میاں بیوی) نے ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ بھی پیا مگر جب میں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو پتا چلا کہ جو لوگ ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پیتے ہیں بھائی بھائی یا بھائی بہن کہلاتے ہیں۔

جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے دِل میں عجیب عجیب خیالات آتے ہیں، للہ قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ ہمارے ان افعال کا کفارہ کس طرح ادا ہو سکے گا؟ جناب کی مہربانی ہوگی۔

ج...... آپ سے دو غلطیاں نہیں ہوئیں بلکہ آپ کو دو غلط فہمیاں ہوئی ہیں، پہلی رات بیوی کا آنچل بچھا کر نماز پڑھنا نہ فرض ہے، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب، یہ محض لوگوں کی اپنی بنائی ہوئی بات ہے، لہٰذا آپ کی پریشانی بے وجہ ہے۔ آپ کے دوست کا یہ کہنا بھی غلط فہمی بلکہ جہالت ہے کہ میاں بیوی ایک دُوسرے کا جھوٹا کھاپی لینے سے بھائی بہن بن جاتے ہیں، یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں، لہٰذا آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔

ناپسندیدہ رشتہ منظور کرنے کے بعد لڑکی سے قطع تعلق صحیح نہیں

س...... لڑکی کا تعلق سادات برادری سے ہے، ایک دن اچانک گھر والوں کو اطلاع ملی کہ لڑکی غیر مرد کے ساتھ ''کورٹ میرج'' کرنا چاہتی ہے، اس پر لڑکی کے گھر والے بہت برہم ہوئے اور لڑکی کو ڈرایا دھمکایا، لڑکی نے فی الفور خاموشی اختیار کرلی، مگر گھر والے اس کے رویئے سے بہت خائف تھے کہ وہ راہِ فرار اختیار نہ کرلے، ان لوگوں نے اپنی عزّت بچانے کی خاطر اسی مرد سے اس کی شادی کردی جسے وہ پسند کرتی تھی۔ ماں نے اپنی بیٹی سے قطع تعلق کیا ہوا ہے اور باپ قطع تعلق کا قائل نہیں، اور خاندان کے بزرگوں نے بھی یہ کہہ رکھا ہے کہ اگر تم لوگوں نے اپنی بیٹی سے آمد و رفت قائم کیا تو خاندان والے تم لوگوں سے قطع تعلق کرلیں گے۔ لڑکی کی ماں اور خاندان والوں نے چند وجوہات کے باعث لڑکی سے تعلق ختم کر رکھا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱:......شادی والدین کی مرضی کے خلاف ہوئی۔

۲:......لڑکی نے غیر برادری میں شادی کرلی ہے، یعنی حسب نسب کا خیال نہیں رکھا۔

قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ شادی کے معاملات میں حسب نسب کا خیال رکھنا اور لڑکی کی ماں اور خاندان والوں کا لڑکی سے قطع تعلق کرلینا دُرست ہے؟

ج...... کسی ناگوار بات پر طبعی رنج ہونا تو انسانی فطرت ہے، اور اس رنجش کی وجہ سے باہمی اُلفت ومحبت کا نہ رہنا بھی ایک فطری امر ہے، اور اس پر شرعاً کوئی مؤاخذہ بھی نہیں، لیکن اس کی وجہ سے یکسر قطع تعلق کرلینا کہ نہ سلام ہو، نہ کلام، نہ شادی غمی میں شرکت، نہ بیماری میں عیادت، یہ شرعاً حرام ہے۔ لڑکی کا خود اپنا رشتہ تجویز کرلینا ناپسندیدہ فعل تھا، لیکن اب جبکہ یہ شادی خود والدین کے ہاتھوں ہوئی ہے اس کے بعد قطع تعلقات کی شرعاً کوئی گنجائش نہیں۔

شوہر کی موت کے بعد لڑکی پر سسرال والوں کا کوئی حق نہیں

س...... ہمارے ہاں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ عموماً شادی سے ایک دو سال پہلے نکاح پڑھ لیتے ہیں، اب سلسلہ یہ ہے کہ کیا اس عرصے کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے تو اب لڑکی آزاد ہوجائے گی اور جس جگہ بھی چاہے شادی کرسکتی ہے؟ حالانکہ لڑکے کے والدین اس کو پسند نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں دُوسرا بیٹا بھی ہے، ان کے والدین چاہتے ہیں کہ لڑکی کی شادی دُوسرے بیٹے سے کرائی جائے، کیا شوہر کے مرنے کے بعد لڑکی پر کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں یا نہیں؟

ج......شوہر کے انتقال کے بعد لڑکی کے ذمہ شوہر کی موت کی عدّت (ایک سو تیس دن) واجب ہے، عدّت کے بعد لڑکی خودمختار ہے کہ وہ عدّت کے بعد جہاں چاہے اپنا عقد کرے، سسرال والوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ اگر وہ خود دُوسرے بھائی سے شادی پر راضی ہو تو اس کا نکاح ہوسکتا ہے، مگر سسرال والے مجبور نہیں کرسکتے۔

نافرمان بیٹے سے لاتعلقی کا اعلان جائز ہے، لیکن عاق کرنا جائز نہیں

س......سائل کا ایک لڑکا جس کی عمر ۲۳ سال ہے، وہ سائل کے لئے وبالِ جان بنا ہوا ہے،

اور بچپن سے گھر سے بھاگنے کا عادی ہے۔ اللہ اور رسولؐ اور بزرگانِ دِین کا واسطہ دے کر اور ماں کی اور عزیزوں کی حمایت حاصل کر کے پھر نہ جانے کا عہد کر کے ''عہد'' سے منحرف ہوجاتا ہے۔ عزیزوں اور اس کی والدہ کے کہنے پر شادی کردی، تو پہلی بیوی کا زیور لے کر بھاگ گیا، پھر آیا، اور نہ جانے کا عہد کر کے بیوی کو لے کر چلا گیا۔ اب سسرال والوں نے اس کی بیوی کو روک لیا، سارا سامان اور زیور بھی رکھ لیا اور اسے نکال دیا۔ اب یہ اپنی ماں اور دُوسرے عزیزوں کو لے کر پھر سائل کے پاس آیا اور پھر وہی عہد کرتا ہے، سائل اب اس کی اور اس کی ماں کی بات ماننے سے انکاری ہے، اور اگر اس کی بیوی بھی ایسے ''بدعہد'' بیٹے کا ساتھ دینے سے باز نہ آئے تو وہ بیوی اور اس کے بیٹے سے لاتعلق ہونے اور لاتعلقی کا اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ شرعاً سائل کا یہ اقدام صحیح ہے یا نہیں؟ اور ایسے بدتمیز بیٹے کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟ تاکہ سائل گنہگار نہ ہو۔

ج...... اولاد کے جوان ہوجانے کے بعد اور ان کی شادی بیاہ کردینے کے بعد والدین کی ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے، اس لئے آپ کو حق ہے کہ لڑکے کو گھر نہ آنے دیں، اور اگر اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد ہوسکتی ہے تو لاتعلقی کا اعلان کرنے کا بھی مضائقہ نہیں، لیکن ''عاق'' کردینا اور اپنے بعد اس کو اپنی جائیداد سے محروم کردینا جائز نہیں۔ بیوی سے لاتعلق ہونے کے معنی طلاق کے ہیں، لڑکے کی وجہ سے اس کی والدہ کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔

فہرست

ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پینے سے بہن بھائی نہیں بنتے

س...... میرے دوست نے ایک لڑکی کو بہن بنایا اور اس نے قرآن اُٹھا کر کہا کہ یہ میری بہن ہے اور دونوں نے ایک دُوسرے کے منہ والا دُودھ بھی پیا۔ میں نے جہاں تک سنا ہے دُودھ پینے سے بہن بھائی بن جاتے ہیں، اب ان دونوں کی شادی ہوگئی ہے، آپ بتائیں کہ یہ شادی جائز ہے؟

ج...... جھوٹی بات پر محض قرآن اُٹھانے اور ایک دُوسرے کا جھوٹا دُودھ پینے سے بہن بھائی

نہیں بنا کرتے، اس لئے ان کی شادی صحیح ہے۔ جھوٹی بات پر قرآن اُٹھانا گناہِ کبیرہ ہے، اور یہ ایسی قسم ہے جو آدمی کے دِین و دُنیا کو تباہ کردیتی ہے، مسلمانوں کو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔

نوٹ:...... بہن بھائی کا مفہوم واضح ہے، یعنی جن کا باپ ایک ہو، یا ماں ایک ہو، یا والدین ایک ہوں۔ یہ ''نسبی بہن بھائی'' کہلاتے ہیں۔ اور جس لڑکے اور لڑکی نے اپنی شیرخوارگی کے زمانے میں ایک عورت کا دُودھ پیا ہو وہ ''رضاعی بہن بھائی'' کہلاتے ہیں، یہ دونوں قسم کے بہن بھائی ایک دُوسرے کے لئے حرام ہیں۔ ان کے علاوہ جو لوگ منہ بولے ''بھائی بہن'' بن جاتے ہیں یہ شرعاً جھوٹ ہے، اور ایسے نام نہاد ''بھائی بہن'' ایک دُوسرے پر حرام نہیں۔

کیا بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا کھا پی سکتی ہے؟

س...... کیا اسلام کے قانون کی رُو سے ایک بیوی اپنے شوہر کا جھوٹا دُودھ پی سکتی ہے یا اور کوئی دُوسری اشیاء کھا سکتی ہے؟

ج...... ضرور کھا پی سکتی ہے۔

حمل کے دوران نکاح کا حکم

س...... میری دوست کے شوہر نے بیوی کو طلاق دے دی، اس کے دو ماہ کا حمل تھا، آیا اس کو طلاق ہوگئی؟ اگر اس نے عدّت کے دن پورے کرلئے تو وہ حمل کے دوران نکاح کرسکتی ہے؟ جبکہ اس کا کوئی قریبی عزیز نہیں جو اس کو رکھ سکے، اس کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

ج...... حمل کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور ایسی عورت کی عدّت وضعِ حمل ہے، بچے کی ولادت تک وہ عدّت میں ہے، دُوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔ ولادت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، عدّت کے دوران اس کا نان نفقہ طلاق دہندہ کے ذمہ ہے۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

س......اسلام میں طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ یعنی طلاق کس طرح دی جاتی ہے؟

ج......طلاق دینے کے تین طریقے ہیں:

۱:......ایک یہ کہ بیوی ماہواری سے پاک ہو تو اس سے جنسی تعلق قائم کئے بغیر ایک ''رجعی طلاق'' دے، اور پھر اس سے رُجوع نہ کرے، یہاں تک کہ اس کی عدّت گزر جائے، اس صورت میں عدّت کے اندر اندر رُجوع کرنے کی گنجائش ہوگی، اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔ یہ طریقہ سب سے بہتر ہے۔

۲:......دُوسرا طریقہ یہ کہ الگ الگ تین طہروں میں تین طلاق دے، یہ صورت زیادہ بہتر نہیں، اور بغیر شرعی حلالہ کے آئندہ نکاح نہیں ہوسکے گا۔

۳:......تیسری صورت ''طلاقِ بدعت'' کی ہے، جس کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ بیوی کو ماہواری کی حالت میں طلاق دے یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں صحبت کرچکا ہو، یا ایک ہی لفظ سے، یا ایک ہی مجلس میں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے ڈالے، یہ ''طلاقِ بدعت'' کہلاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طریقے سے طلاق دینے والا گنہگار ہوتا ہے، مگر طلاق واقع ہوجاتی ہے، اگر ایک دی تو ایک واقع ہوئی، اگر دو طلاقیں دیں تو دو واقع ہوئیں، اور اگر اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہوگئیں، خواہ ایک لفظ میں دی ہو، یا ایک مجلس میں، یا ایک طہر میں۔

طلاق کس طرح دینی چاہئے؟

س...... ہمارے ملک میں جب سے عائلی قوانین نافذ ہوئے ہیں اس دور سے اب تک یہ

فہرست

ہوتا چلا آرہا ہے کہ جب تک خاوند اپنی بیوی کو تین دفعہ طلاق نہ دے اس وقت تک طلاق کو مؤثر نہیں سمجھا جاتا، یعنی ایک اور دو طلاق کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ جب بھی کوئی شخص طلاق دیتا ہے یا یونین کونسل کی طرف سے طلاق دِلوائی جاتی ہے تو تین طلاقیں دی جاتی ہیں اور تحریر میں بھی تین ہی لکھی جاتی ہیں، کیا یہی طریقہ دُرست ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو صحیح طریقہ بتلائیں۔

ج…… ایک ہی مرتبہ تین طلاق دینا بُرا ہے، اس سے میاں بیوی کا رشتہ یکسر ختم ہوجاتا ہے، رُجوع اور مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی، اور بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینا چاہے تو بیوی کے اَیام سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قریب نہ جائے اور اسے ایک ''رجعی طلاق'' دے دے، اس صورت میں جب تک عورت عدّت سے فارغ نہیں ہوجاتی، تب تک طلاق مؤثر نہیں ہوگی، بلکہ نکاح بدستور قائم رہے گا، اور عدّت کے اندر شوہر کو رُجوع کرنے کا حق ہوگا، اگر شوہر نے عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا تو عدّت کے ختم ہوتے ہی طلاق مؤثر ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر دونوں مصالحت کرنا چاہیں تو دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔

طلاق دینے کا کیا طریقہ ہے؟ اور عورت کو طلاق کے وقت کیا دینا چاہئے؟

س…… بیوی کو اگر طلاق دینی ہو تو زبانی کیسے دی جاتی ہے؟ اور اگر لکھ کر دینی ہو تو کیسے دی جاتی ہے؟ علاوہ ازیں طلاق کے وقت کتنی رقم دینی پڑتی ہے؟

ج…… طلاق خواہ زبانی دے یا تحریری طور پر، اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک ''رجعی طلاق'' دے دے اور پھر اس سے رُجوع نہ کرے، یہاں تک کہ اس کی عدّت گزر جائے۔ مطلقہ عورت سے اگر ''خلوت'' ہوچکی ہو تو اس کو اس کا مہر ادا کردینا ضروری ہے، مزید برآں اس کو ایک جوڑا حسبِ حیثیت دینا مستحب ہے، اور اگر ''خلوَت'' نہیں ہوئی تو آدھا مہر دینا لازم ہے۔

رُخصتی سے قبل طلاق

رُخصتی سے قبل ایک طلاق کا حکم

س...... کسی لڑکی کا نکاح ہوا ہو لیکن رُخصتی نہ ہوئی ہو، اگر لڑکا لڑکی کو صرف ایک بار کہہ دے ''طلاق دی''، اس بات کو چار ماہ سے زائد عرصہ ہوچکا ہو تو کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

ج...... ایسی حالت میں ایک دفعہ طلاق دینے سے ''طلاقِ بائن'' واقع ہوجاتی ہے، اور ایسی عورت کے لئے طلاق کی عدّت بھی نہیں، وہ لڑکی بلاتوقف دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اور فریقین کی رضامندی سے طلاق دینے والے سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

رُخصتی سے قبل ''تین طلاق دیتا ہوں'' کہنے کا حکم

س...... میرے ایک دوست کی شادی ہونے سے پہلے نکاح ہوا تھا، مگر اس کی شادی نہیں ہوئی، اس نے کسی کے کہنے پر طلاق دے دی ہے، اور اس لڑکی کے باپ کے پاس طلاق نامہ بھیج چکا۔ اگر وہ اسی لڑکی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کو حلالہ کرنا ہوگا، اور کچھ کہتے ہیں نہیں۔

ج...... اگر اس نے ایک طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے اور اگر یوں لکھا تھا کہ: ''میں تین طلاق دیتا ہوں'' تو شرعی حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

س...... میری منگنی ہوئی اور نکاح بھی ہوا تھا، جس کے بعد شادی نہیں ہوئی، تو اس دوران میں نے ایک کام کو نہ کرنے کا عہد کرلیا، اور اس میں، میں نے یہ جملے دہرائے کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو یعنی طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال کیا جس کے بعد میری شادی دو سال کے بعد ہوئی۔ لیکن میں نے ''بہشتی زیور'' میں مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا مسئلہ رُخصتی سے پہلے طلاق میں پڑھا، اس میں تھوڑی بہت گنجائش موجود تھی تو میں نے نکاح کی تجدید کرلی، مگر پھر بھی میرے دِل میں خلش ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ طلاقِ ثلاثہ واقع ہوئی ہو؟ براہِ

کرم قرآن وحدیث اور فقہِ حنفی کی رُو سے ہمیں جواب لکھ دیں تو نہایت مشکور ہوں گا۔

ج…… آپ نے جو صورت لکھی ہے اس میں ایک طلاق واقع ہوئی تھی، کیونکہ ”طلاق“ کا لفظ تین بار الگ الگ کہا تھا، لہٰذا ایک طلاق کے واقع ہوتے ہی بیوی ”بائنہ“ ہوگئی، دو طلاقیں لغو ہوگئیں، آپ نے دوبارہ نکاح کرلیا تو ٹھیک کیا۔

س…… میرا ایک لڑکی کے ساتھ نکاح ہوا، ابھی رُخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ کچھ اختلافات کے سبب میں نے لڑکی کو ایک دفعہ لکھ دیا کہ: ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔“ لڑکی نے حقِ زوجیت ادا نہیں کیا تھا، اب لڑکی والے کہتے ہیں چونکہ حقِ زوجیت ادا نہیں ہوا تھا اس لئے طلاق وارد ہوجاتی ہے، مگر طلاق دیتے وقت مجھے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ایسے حالات میں ایک دفعہ طلاق کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے، تو کیا طلاق وارد ہوگی یا نہیں؟

ج…… جب میاں بیوی کی ”خلوَت“ نہ ہوئی ہو، تو ایک طلاق سے بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے، اس طلاق کو واپس بھی نہیں لیا جاسکتا، خواہ مسئلے کا علم ہو یا نہ ہو، اب آپ کی بیوی آپ کے نکاح سے فارغ ہے، آدھا مہر دینا آپ پر لازم ہے، وہ لڑکی بغیر عدّت کے دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے اور اگر لڑکی اور لڑکی کے والدین راضی ہوں تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، اس نئے نکاح کا مہر الگ رکھنا ہوگا۔

س…… عام رواج کے مطابق والدین اپنی اولاد کا بحالتِ مجبوری بچپن میں نکاح کردیتے ہیں، جو والدین میں سے کوئی ایک قبول کرتا ہے، اس طرح لڑکی اور لڑکے کا نکاح ہوجاتا ہے، لیکن لڑکا اور لڑکی جوان ہوتے ہیں تو حالات ایسا رُخ اختیار کرتے ہیں کہ نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، اور لڑکا لڑکی کو طلاق دے دیتا ہے۔ ہمیں یہ پوچھنا ہے کہ نکاح کے بعد رُخصتی نہیں ہوئی اور طلاق ہوگئی، کیا دوبارہ اس سے نکاح ہوسکتا ہے یا نکاح نہیں ہوسکتا؟ کیا اس لڑکی سے اس لڑکے کی بول چال شریعت کے لحاظ سے جائز ہے یا کہ نہیں؟

ج…… اگر رُخصتی سے پہلے طلاق دی تھی تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، بشرطیکہ تین طلاقیں بیک لفظ نہ دی گئی ہوں۔ نکاح کے بغیر اس لڑکی سے بول چال دُرست نہیں، کیونکہ طلاق کے بعد وہ لڑکی ”اجنبی“ ہے۔

طلاقِ رجعی

طلاقِ رجعی کی تعریف

س......اسلام میں ''طلاقِ رجعی'' کی تعریف کی کیا صورت اور کیا حکم ہے؟

ج......''رجعی طلاق'' یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ صاف لفظوں میں طلاق دے دے اور اس کے ساتھ کوئی اور لفظ استعمال نہ کرے، جس کا مفہوم یہ ہو کہ وہ فوری طور پر نکاح کو ختم کر رہا ہے۔

''رجعی طلاق'' کا حکم یہ ہے کہ عدّت کے پورا ہونے تک بیوی بدستور شوہر کے نکاح میں رہتی ہے اور شوہر کو یہ حق رہتا ہے کہ وہ عدّت کے اندر جب چاہے بیوی سے رُجوع کرسکتا ہے۔ اور ''رُجوع'' کا مطلب یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی یا بیوی کو ہاتھ لگادے، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر عدّت گزر گئی اور اس نے اپنے قول یا فعل سے رُجوع نہیں کیا تو اَب دونوں میاں بیوی نہیں رہے، عورت دُوسری جگہ اپنا عقد کرسکتی ہے، اور اگر ان دونوں کے درمیان مصالحت ہوجائے تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ اور ''رُجوع'' کے بعد اگرچہ طلاق کا اثر ختم ہوجاتا ہے، لیکن جو طلاقیں دے چکا ہے وہ چونکہ اس نے استعمال کرلیں لہٰذا اب اس کو صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا۔ کیونکہ شوہر کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا گیا، اگر اس نے ایک ''رجعی طلاق'' دے دی تو اَب پیچھے اس کے پاس دو رہ گئیں، اور اگر دو ''رجعی طلاقیں'' دی تھیں تو اَب اس کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہی۔ اب اگر یہ شخص اپنی بیوی کو کسی وقت ایک طلاق دے دے گا تو بیوی حرام ہوجائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکے گا۔

کیا طلاقِ رجعی کے بعد رُجوع کے لئے نکاح ضروری ہے؟

س…… کیا طلاقِ رجعی میں نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں دُرست ہے؟

ج…… طلاقِ رجعی میں عدّت کے اندر نکاح دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں، صرف رُجوع کرلینا کافی ہے۔ اور عدّت ختم ہوجانے کے بعد دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح دُرست ہے۔

کیا ’’وہ میرے گھر سے چلی جائے‘‘ کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجاتی ہے؟

س…… دوبئی سے میں نے بیوی کے والدین کو خط لکھا ہے کہ: ’’میں آپ کی بیٹی کو طلاق دینا چاہتا ہوں، کچھ گھریلو ناچاقی کی وجہ سے، اور وہ میرے گھر سے چلی جائے، میں جب آؤں تو اس کی شکل نہ دیکھوں۔‘‘ آپ بتائیں کہ ایسے میں طلاق واقع ہوئی کہ نہیں؟

ج…… ان الفاظ سے طلاق ہوگئی، عدّت کے اندر اسی مرد سے نکاح ہوسکتا ہے۔

اگر ایک طلاق دی ہو تو عدّت کے اندر بغیر نکاح کے قربت جائز ہے

س…… میرے ایک دوست نے اپنی بیوی جو ناراض ہو، کو غصّے میں، میں مسمّٰی فلاں بن فلاں اپنی بیوی مسماۃ فلاں زوجہ فلاں دختر فلاں کو تحریری طور پر یہ الفاظ کہ: ’’میں تم کو ایک طلاق دیتا ہوں‘‘ لکھ کر بھیج دیئے۔ اب وہ بیوی سے دوبارہ ملاپ چاہتا ہے، شرعی طور پر وہ کیا کفارہ ادا کرے یا دوبارہ نکاح یا کیا کرنا چاہئے؟ جب اس نے یہ الفاظ لکھے دو تین دن کے بعد بیوی اس کے گھر آگئی، اب دونوں راضی ہیں لیکن ابھی تک جسمانی قرب حاصل نہیں کیا، اس لئے جلدی تفصیل لکھیں۔

ج…… اگر صرف ایک طلاق لکھی تھی تو کسی کفارے کی ضرورت نہیں، عدّت ختم ہونے تک نکاح باقی ہے، عدّت کے اندر دونوں میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیں تو طلاق غیرمؤثر ہوجائے گی۔

رجعی طلاق میں کب تک رُجوع کرسکتا ہے؟ اور رُجوع کا کیا طریقہ ہے؟

س…… رجعی طلاق میں رُجوع کرنے کی میعاد ایک ماہ ہے یا زیادہ؟ رُجوع کرنے سے مراد

وظیفۂ زوجیت ادا کرنا ضروری ہے؟ اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں اس قابل نہ ہوں تو کس طرح رُجوع کیا جائے؟

ج…… رجعی طلاق میں ''عدّت'' کے اندر رُجوع کرسکتا ہے اور ''عدّت'' کے لحاظ سے مطلقہ عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

۱:…… حاملہ، اس کی عدّت وضعِ حمل ہے۔ بچے، بچی کی پیدائش سے اس کی عدّت ختم ہوجائے گی، خواہ بچے کی پیدائش جلدی ہوجائے یا دیر سے۔

۲:…… دُوسری قسم وہ عورت جس کو ''اَیام'' آتے ہوں، اس کی عدّت تین حیض ہیں، جب طلاق کے بعد وہ تیسری مرتبہ پاک ہوجائے گی تو اس کی عدّت ختم ہوجائے گی۔

۳:…… تیسری قسم ان عورتوں کی ہے جو نہ حاملہ ہوں اور نہ ان کو اَیام آتے ہوں، ان کی ''عدّت'' تین ماہ ہے۔

رجعی طلاق میں اگر مرد اپنی بیوی سے رُجوع کرنا چاہے تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے رُجوع کرلیا، بس رُجوع ہوجائے گا۔ اور اگر زبان سے کچھ نہ کہا مگر میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا یا خواہش و رغبت سے اس کو ہاتھ لگایا تب بھی رُجوع ہوجائے گا۔

''میں نے تم کو عرصہ ایک ماہ کے لئے ایک طلاق دی'' کا حکم

س…… میرے بھائی نے اپنی بیوی کو نافرمانیوں سے تنگ آکر سرزنش کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ کہے کہ: ''میں نے تم کو عرصہ ایک ماہ کے لئے ایک طلاق دی، اب تم ایک مہینے کے بعد میرے نکاح میں واپس لوٹ سکوگے۔'' معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طلاق کی کیا نوعیت ہے؟ کیا ایک مہینے کے بعد بیوی خودبخود میرے بھائی کے نکاح میں داخل ہوجائے گی؟ اگر نہیں تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟

ج…… طلاق عارضی اور وقتی نہیں ہوتی، اس صورتِ مسئولہ میں ایک طلاق واقع ہوجائے گی، لیکن ایک مہینے کے بعد طلاق سے رُجوع ہوجائے گا، اس لئے بیوی بدستور نکاح میں رہے گی، مگر ایک طلاق ختم ہوچکی، اب وہ صرف دو طلاق کا مالک ہے۔

فہرست

طلاق لکھ کر رجسٹری کردینے سے ہی طلاق ہوجاتی ہے اگرچہ عورت کو نہ پہنچی ہو

س…… زید نے ایک گھرانے میں شادی کی، شادی کے تین ماہ بعد زید کی بیوی کے بھائی اسے زید کی غیرموجودگی میں اپنے گھر لے گئے، زید نے ایک طلاق لکھ کر رجسٹری کردی، لیکن زید کے ہمدردوں نے یہ رجسٹری منسوخ کرواکے زید کے گھر واپس بذریعہ ڈاک بھجوادی جو اَبھی تک زید کے پاس محفوظ ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس صورت میں کیا زید اپنی بیوی سے رُجوع کرسکتا ہے؟ جبکہ اس طلاق کا علم زید کی بیوی کو نہیں ہے کیونکہ رجسٹری اس تک پہنچی ہی نہیں۔

ج…… اگر رجسٹری میں ایک طلاق لکھی تھی تو لکھتے ہی ایک ''رجعی طلاق'' واقع ہوگئی، بیوی تک رجسٹری کا پہنچنا یا اس کو علم ہوجانا کوئی شرط نہیں، رجسٹری عورت تک پہنچے یا نہ پہنچے اور اس کو طلاق بھیجنے کا علم ہو یا نہ ہو، طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ مگر چونکہ مذکورہ صورت میں ایک رجعی طلاق ہوئی، لہٰذا عدّت کے اندر رُجوع ہوسکتا ہے، اور عدّت ختم ہونے کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

غصّے میں طلاق لکھ دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، کاغذ عورت کو دینا ضروری نہیں

س…… میرے ایک دوست نے غصّے کی حالت میں اپنے سسرال والوں کے سامنے اپنی بیوی کو ایک سادہ کاغذ پر لکھ کر دیا کہ: ''میں چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر تمہیں طلاق دیتا ہوں'' لیکن چونکہ میرے دوست کا اپنے سسر سے جھگڑا ہونے پر یہ واقعہ پیش آیا لہٰذا وہ کاغذ جس پر مندرجہ بالا عبارت لکھی ہوئی تھی وہ اس کی بیوی کے ماموں نے پکڑ کر پھاڑ دیا اور بعد میں دونوں فریقوں کو سمجھا کر دُوسرے دن ہی صلح کرادی، کیا مندرجہ بالا تحریر سے طلاق ہوگئی؟

ج…… اگر طلاق نامے کے الفاظ وہی تھے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں تو ان الفاظ سے ایک ''رجعی طلاق'' ہوئی اور چونکہ عدّت کے اندر مصالحت کرلی، اس لئے دونوں کا میاں

بیوی کی حیثیت سے رہنا صحیح ہے۔

کیا طلاق کے بعد میاں بیوی اجنبی ہوجاتے ہیں؟

س…… ہمارے ایک دوست نے ۲۲ ماہ قبل ایک طلاق دی تھی، اس کے دو ماہ بعد اس کی بیوی نے پردہ کرنا شروع کردیا، پھر ان کی بیوی نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی، کیا یہ دُرست ہے؟

ج……ایک طلاق دینے سے ایک طلاقِ رجعی واقع ہوجاتی ہے، عدّت کے اندر اندر شوہر رُجوع کرسکتا ہے، اور بغیر تجدیدِ نکاح کے میاں بیوی کا تعلق بحال ہوسکتا ہے، اور عدّت (جو کہ تین حیض ہے) گزرنے کے بعد نکاح ختم ہوجاتا ہے اور دونوں اجنبی بن جاتے ہیں، چونکہ دو مہینے میں عدّت پوری ہوسکتی ہے اس لئے اگر شوہر نے رُجوع نہیں کیا تھا اور عورت یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ان دو مہینوں میں وہ تین مرتبہ حیض سے فارغ ہوچکی ہے تو عورت کا دعویٰ لائقِ تسلیم ہے، اور دو مہینے کے بعد عورت کا پردہ کرنا بالکل صحیح تھا، اگر دونوں فریق رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح اب بھی ہوسکتا ہے۔

حاملہ عورت سے رجوع کس طرح کیا جائے؟

س…… میں نے اپنی پانچ ماہ کی حاملہ بیوی کو غصّے کی حالت میں طلاق دے دی، اور اَبھی تک رُجوع نہیں کیا ہے، اب جبکہ ولادت قریب ہے تو رُجوع کی کیا صورت ہوگی؟

ج……اگر رجعی طلاق دی تھی تو وضعِ حمل سے پہلے رُجوع ہوسکتا ہے، وضعِ حمل کے بعد عدّت ختم ہوجائے گی اس کے بعد رُجوع کا حق نہیں ہوگا۔ البتہ دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔ عدّت ختم ہونے سے پہلے رُجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ میں نے اپنی بیوی سے رُجوع کیا، یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا جائے، یا رُجوع کی نیت سے اس کو ہاتھ لگادیا جائے۔

ایک یا دو طلاق دینے سے مصالحت کی گنجائش رہتی ہے

س……ہم سنتے آئے ہیں کہ جب تک تین دفعہ طلاق نہیں دی جاتی، واقع نہیں ہوتی، مگر آپ نے دو دفعہ کو مکمل طلاق قرار دے دیا، کس طرح؟

ج……طلاق تو ایک بھی واقع ہوجاتی ہے، مگر ایک یا دو طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش ہوتی ہے، تین طلاق کے بعد رُجوع کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اس لئے عوام کا یہ سمجھنا کہ طلاق ہوتی ہی نہیں، جب تک کہ تین مرتبہ نہ دی جائے، بالکل غلط ہے۔ تین طلاق بیک وقت دینا جائز نہیں اور اگر کوئی دے ڈالے تو مصالحت کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے۔

نوٹ:……رُجوع کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں، یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق سے رُجوع کیا، یا میاں بیوی کے تعلقات قائم کرلیں۔ اس کے علاوہ بوس و کنار سے بھی رُجوع ثابت ہوجاتا ہے، اسی لئے طلاقِ رجعی میں دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی، جب تک عورت کی عدّت ختم نہ ہوجائے۔

کیا دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد کفارہ دے کر عورت کو اپنے گھر میں رکھ سکتا ہے؟

س……ایک شخص عاشق حسین نے اپنی بیوی کو دو مرتبہ طلاق دے دی، اب کچھ لوگ کہتے ہیں طلاق نہیں ہوئی، کیا اس کا کچھ کھانا بطور کفارہ دے کر بیوی کو گھر میں رکھ لے؟

ج……اگر صرف دو مرتبہ طلاق کا لفظ کہا تھا تو عدّت کے اندر رُجوع کرسکتا ہے اور عدّت گزرنے کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، کھانا وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب اگر تیسری بار طلاق دے گا تو دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوجائیں گے اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکے گا۔

زبانی طلاق دینے سے طلاق ہوجاتی ہے

س……میرے بہنوئی صاحب جو کہ ہمارے ساتھ ہی رہتے ہیں، انہوں نے ایک دن غصّے میں آکر میری بہن کو دو بار زبانی طلاق دی، آپ سے گزارش ہے کہ کیا اسلام کی رُو سے طلاق ہوگئی ہے کہ نہیں؟

ج……زبانی طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، لہٰذا آپ کی بہن کو دو طلاقیں ہوگئی ہیں، عدّت کے اندر رُجوع کرسکتے ہیں اور عدّت کے بعد دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ آئندہ

فہرست

اگر ایک طلاق اور دیں گے تو طلاقِ مغلّظہ ہوجائے گی اور بغیر حلالہ کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

کیا دو طلاق دینے والا شخص ساڑھے تین مہینے کے بعد عورت کو دوبارہ اپنے گھر بسا سکتا ہے؟

س...... ایک ہفت روزہ میں ایک صاحب مذہبی کالم لکھتے ہیں، جس میں وہ لوگوں کے مسائل کے جواب دیتے ہیں۔ راولپنڈی کی ایک خاتون نے ان سے دریافت کیا کہ اس خاتون کے شوہر نے انہیں دو مرتبہ طلاق دے دی جس کے بعد وہ اپنے میکے چلی گئیں، تقریباً ساڑھے تین ماہ بعد ان کے شوہر آکر انہیں لے گئے، لیکن انہوں نے ذہنی طور پر اپنے شوہر کو قبول نہ کیا۔ وہ اس وجہ سے پریشان تھیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ دو مرتبہ طلاق دینے سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟ یہی ان کے سوال پوچھنے کا مقصد تھا، جواب میں ان صاحب نے لکھا کہ: ''جس چیز کو ذہن قبول نہ کرے اس میں صلاح و مشورے کی گنجائش ہے۔'' حالانکہ میری معلومات جہاں تک ہیں، ان کے مطابق دو مرتبہ طلاق دینے سے طلاق ہو تو جاتی ہے لیکن اس میں صلح کی گنجائش بہرحال موجود ہے۔

ج...... اس مسئلہ کا صحیح جواب یہ ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ طلاق دینے سے طلاق تو ہوجاتی ہے، لیکن شوہر کو عدّت کے اندر اندر رُجوع کرلینے کا حق ہوتا ہے، اور عدّت ختم ہوجانے کے بعد تجدیدِ نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ان صاحبہ کے شوہر نے اگر عدّت کے اندر رُجوع کرلیا تھا تو نکاح قائم رہا، اور اگر رُجوع نہیں کیا تھا تو تجدیدِ نکاح کے بغیر دوبارہ اس شوہر کے گھر آباد ہونا جائز نہیں۔

فہرست

طلاقِ بائن

طلاقِ بائن کی تعریف

س...... طلاقِ بائن کی تعریف کیا ہے؟ اگر تین مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ کہا جائے کہ: ''تم سے میرا کوئی تعلق نہیں'' یا ''میں نے تم کو آزاد کردیا ہے'' تو کیا دوبارہ اسی عورت سے نکاح

ہوسکتا ہے؟

ج…… طلاق کی تین قسمیں ہیں: ''طلاقِ رجعی''، ''طلاقِ بائن'' اور ''طلاقِ مغلظہ''۔

''طلاقِ رجعی'' یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدّت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے، اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدّت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رُجوع کرلے، اگر اس نے عدّت کے اندر رُجوع کرلیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی، اور اگر اس نے عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہوجائے گی اور نکاح ختم ہوجائے گا، اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔ لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کرچکا ہے وہ ختم ہوگئیں، آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا، مثلاً: اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رُجوع کرلیا تھا تو اَب اس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہ گئیں، اور اگر دو طلاقیں دے کر رُجوع کرلیا تھا تو اَب صرف ایک باقی رہ گئی، اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔

''طلاقِ بائن'' یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ کے الفاظ) میں طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو، مثلاً یوں کہے کہ: ''تجھ کو سخت طلاق'' یا ''لمبی چوڑی طلاق''۔ طلاقِ بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رُجوع کا حق نہیں رہتا، البتہ عدّت کے اندر بھی اور عدّت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

''طلاقِ مغلّظہ'' یہ ہے کہ تین طلاق دے دے، اس صورت میں بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

شوہر کا یہ کہنا کہ ''میرا تم سے کوئی تعلق نہیں'' یہ طلاقِ کنایہ ہے، اس سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی، اور دُوسری اور تیسری دفعہ کہنا لغو ہوگا، اور ''میں نے تم کو آزاد کردیا'' کے الفاظ اُردو محاورے میں صریح طلاق کے ہیں، اس لئے یہ الفاظ اگر ایک یا دو بار کہے تو ''طلاقِ رجعی'' ہوگی اور اگر تین بار کہے تو ''طلاقِ مغلّظہ'' ہوگی۔

کیا ''آج سے تم میرے اُوپر حرام ہو'' کے الفاظ سے طلاق واقع ہوجائے گی؟

س…… کچھ دن ہوئے میری بیوی، والدہ صاحبہ سے لڑکر اپنے میکے چلی گئی اور اکثر وہ میری والدہ سے لڑکر میکے چلی جاتی ہے۔ اس دفعہ میں اسے لینے کے لئے گیا تو اس نے میری والدہ صاحبہ کو میرے سامنے گالیاں دیں تو میں نے وہاں پر اس کے والدین کے سامنے اس کو کہا کہ: ''آج سے تم میرے اُوپر حرام ہو''۔ آپ براہ کرم مجھے بتائیں کہ آیا اسے طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوگئی ہے تو ٹھیک، اور اگر نہیں ہوئی تو میں اسے طلاق دینا چاہتا ہوں، آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہ ۷ ماہ کی حاملہ بھی ہے۔

ج…… ''آج سے میرے اُوپر حرام ہے'' کے الفاظ سے ایک طلاقِ بائنہ ہوگئی، وضعِ حمل سے اس کی عدّت پوری ہوجائے گی۔ اس کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ اگر آپ کا غصہ اُتر جائے تو آپ سے بھی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، عدّت کے اندر بھی اور عدّت کے بعد بھی۔

اگر کسی نے کہا: ''تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ، میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا'' تو کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی؟

س…… کیا بار بار شوہر کے یہ کہنے سے کہ: ''تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ، میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا'' طلاق کا لفظ منہ سے ادا کرکے کہتے ہیں یعنی ''تم چلی جاؤ تو میں تم کو طلاق لکھ کر بھجوادُوں گا'' کیا طلاق ہوگئی؟

ج…… اگر شوہر طلاق کی نیت سے یہ کہے کہ: ''تم اپنی ماں کے گھر چلی جاؤ'' تو اس سے طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے، اس کے بعد بغیر تجدیدِ نکاح کے دوبارہ میاں بیوی کا تعلق رکھنا جائز نہیں رہتا۔ آپ کے شوہر نے جو الفاظ کہے ہیں ان سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی۔

''میں آزاد کرتا ہوں'' صریح طلاق کے الفاظ ہیں

س…… آج سے تقریباً دو سال قبل ہم میاں بیوی میں کچھ اختلاف ہوگیا تھا اور میں اپنے میکے پنڈی چلی گئی، وہاں میرے شوہر نے میرے والد کے پاس ایک خط لکھا جس میں ان کے

الفاظ یہ تھے: ''میں نے سوچا ہے کہ آج سے آپ کی بیٹی کو آزاد کرتا ہوں اور یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار اور ہوش وحواس میں کیا ہے۔'' اس کے بعد جب میں نے ان سے ملنا چاہا تو انہوں نے کہلوا دیا کہ آپ اب میرے لئے نامحرَم ہیں اور ملنا نہیں چاہتا۔ پھر خاندان کے بزرگوں نے انہیں سمجھانا چاہا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہوں، لیکن پھر سب لوگوں کے سمجھانے پر وہ کچھ سمجھ گئے اور ان ہی بزرگوں میں سے ایک مولوی صاحب نے میرے شوہر کو کہا کہ کیونکہ تم نے طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں، لہٰذا تم رُجوع کرسکتے ہو، جب سے اب تک ہم اکٹھے رہ رہے ہیں، اور ہماری چند ماہ کی ایک بچی بھی ہے۔

ج…… اُردو محاورے میں ''آزاد کرتا ہوں'' کے الفاظ صریح طلاق کے الفاظ ہیں، اس لئے مولوی صاحب کا یہ کہنا تو غلط ہے کہ طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کئے، البتہ چونکہ یہ لفظ صرف ایک بار استعمال کیا اس لئے ایک طلاق واقع ہوئی۔ اور شوہر کا یہ کہنا کہ: ''اب آپ نامحرَم ہیں'' اس بات کا قرینہ ہے کہ اس نے طلاقِ بائن مراد لی تھی، اس لئے نکاح دوبارہ ہونا چاہئے تھا، بہرحال بے علمی میں جو غلطی ہوچکی اس کی تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور فوراً دوبارہ نکاح کرلیں۔

''میں تم کو حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' کا حکم

س…… میں نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ: ''میں تم کو حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' تین بار، اس میں ایک بار ان ہی الفاظ کے درمیان طلاق کا لفظ استعمال کیا، کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی ہے؟ کیونکہ بیوی خود طلاق مانگ رہی تھی مگر میں دینا نہیں چاہتا تھا، اب آپ شریعت کی رُو سے بتائیے کہ طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟

ج…… ''حقِ زوجیت سے خارج کرتا ہوں'' کے الفاظ سے طلاقِ بائن واقع ہوگئی، دوبارہ نکاح کرلیا جائے۔

''تو میرے نکاح میں نہیں رہی'' کے الفاظ سے طلاق کا حکم

س…… میرے ایک دوست نے غصّے کی حالت میں اپنی زوجہ کو تین سے زائد مرتبہ کہا: ''تو

فہرست

میرے نکاح میں نہیں رہی'' کیا اَزرُوئے شریعت طلاق ہوگئی یا کچھ گنجائش ہے؟

ج…… ''تو میرے نکاح میں نہیں رہی'' یہ الفاظ طلاقِ کنایہ کے ہیں، اگر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس سے ایک ''طلاقِ بائنہ'' واقع ہوگئی، اور دُوسری تیسری مرتبہ کہنا لغو ہوگیا، اس لئے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

''یہ میری بیوی نہیں'' الفاظ طلاقِ کنایہ کے ہیں

س…… ایک دن میری بیوی سے لڑائی ہوگئی تو میں نے غصّے میں یہ کہہ دیا کہ: ''یہ میری بیوی نہیں ہے، میں اسے اپنی بیوی تسلیم نہیں کرتا'' میں نے لفظ ''طلاق'' کا استعمال نہیں کیا، آپ یہ بتائیں کہ کیا اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی یا مجھے کوئی کفارہ ادا کرنا ہے؟

ج…… یہ طلاقِ کنایہ کے الفاظ ہیں، ان سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوگئی، نکاح دوبارہ کرلیجئے۔

طلاقِ مغلّظہ

تین طلاقیں دینے والا اب کیا کرے؟

س…… ایسے کسی مسئلے کی نشاندہی فرمائیں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا گیا ہو کہ میں نے اپنی بیوی کو تیسری مرتبہ طلاق دے دی ہے، اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ مہربانی فرماکر حدیثِ مبارکہ مع ضروری حوالہ جات و روایات تحریر فرمائیں۔ واضح رہے کہ میرا استفسار اکٹھی، یکبارگی یا بیک مجلس تین یا زیادہ طلاقوں کے بارے میں نہیں ہے۔

ج…… اِمام بخاری رحمہ اللہ نے ''باب من اجاز طلاق الثلاث'' میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے رفاعہ قرظی کی بیوی کا واقعہ نقل کیا ہے، کہ رفاعہ نے اسے تین طلاقیں دے دی تھیں، اس نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کرلیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم سے شکایت کی کہ وہ عورت سے صحبت پر قادر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہو؟ (اس نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) یہ نہیں ہوگا، یہاں تک کہ دُوسرے شوہر سے صحبت نہ کرو:

"حدثنا سعید بن عفیر قال: حدثنی اللیث، حدثنی عقیل عن ابن شھاب قال: أخبرنی عروة بن الزبیر أن عائشة أخبرته أن امرأة رفاعة القرظی جاءت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! ان رفاعة القرظی طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعده عبدالرحمٰن بن الزبیر القرظی وانما معه مثل الھدبة، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لعلک تریدین أن ترجعی الی رفاعة، لا حتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلته." (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۹۱)

اسی قسم کا ایک واقعہ فاطمہ بنت قیس کا بھی صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ ان کے شوہر نے تیسری طلاق دے دی تھی۔

تین طلاق کے بعد رُجوع کا مسئلہ

س…… ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ہوجاتی ہیں، اور پھر سوائے حلالہ کے رُجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی، یہ حنفیہ کا مسلک ہے۔ لیکن اہلحدیث حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابورکانہ نے اُمِّ رکانہ کو تین طلاقیں دیں، جب آپ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے ان کو رُجوع کی اجازت دے دی۔

ج…… صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمۂ اَربعہ رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں خواہ ایک لفظ میں دی گئی ہوں یا ایک مجلس میں، وہ تین ہی ہوتی ہیں۔ ابورکانہ کا جو واقعہ آپ نے نقل کیا ہے اس میں بڑا اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ انہوں نے تین طلاقیں نہیں دی تھیں، بلکہ

''طلاقِ البتہ'' دی تھی۔ بہر حال جب دُوسری احادیث میں وضاحت موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دِین رحمہم اللہ بھی اس پر متفق ہیں تو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اہلحدیث حضرات کا فتویٰ صحیح نہیں، ان کو غلط فہمی ہوئی ہے، اس لئے جو شخص شریعت کے حلال و حرام کی پابندی کرنا چاہتا ہو اس کو اہلحدیث کے اس فتویٰ پر عمل کرنا حلال نہیں۔

حلالہ شرعی کی تشریح

س...... کیا حلالہ جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن پاک و حدیث کی رُو سے تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ میری والدہ کو میرے والد صاحب نے سوچ سمجھ کر ۳ بار لفظ ''طلاق'' دہرا کر طلاق دی، اور پھر حلالہ کر کے عدّت گزرنے کے بعد نکاح کروالیا۔ حلالہ کچھ اس طرح کیا کہ ایک شخص کو پوری تفصیل سے آگاہ کر کے نکاح کے بعد طلاق دینے پر آمادہ کیا، اس شخص نے نکاح کے دن بغیر ہم بستری کے اسی وقت دروازے کے قریب والدہ کے سامنے کھڑے ہو کر ۳ بار طلاق دے دی اور پھر عدّت گزرنے کے بعد ہمارے والد نے ہماری ماں سے دوبارہ نکاح کروالیا اور ایک ساتھ رہنے لگے۔ یہ حلالہ صحیح ہوا یا غلط؟ اس کی روشنی میں والدہ صاحبہ سے دوبارہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

ج...... قرآنِ کریم میں ارشاد ہے کہ اگر شوہر بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ عورت (عدّت کے بعد) دُوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرے، (اور نکاح کے بعد دُوسرا شوہر اس سے صحبت کرے، پھر مر جائے یا ازخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت گزر جائے، تب یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی، اور وہ اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا)، یہ ہے حلالہ شرعی۔

تین طلاق کے بعد عورت کا کسی سے اس شرط پر نکاح کر دینا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا، یہ شرط باطل ہے، اور حدیث میں ایسا حلالہ کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ تاہم ملعون ہونے کے باوجود اگر دُوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے دے تو عدّت کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی۔

اور اگر وہ صحبت کئے بغیر طلاق دے دے (جیسا کہ آپ نے اپنی والدہ کا قصہ لکھا ہے) تو عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

اور اگر دُوسرے مرد سے نکاح کرتے وقت یہ نہیں کہا گیا کہ وہ صحبت کے بعد طلاق دے دے گا، لیکن اس شخص کا اپنا خیال ہے کہ وہ اس عورت کو صحبت کے بعد فارغ کردے گا تو یہ صورت موجبِ لعنت نہیں۔ اسی طرح اگر عورت کی نیت یہ ہو کہ وہ دُوسرے شوہر سے طلاق حاصل کرکے پہلے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے لائق ہوجائے گی، تب بھی گناہ نہیں۔

تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے تعلق ختم ہوجاتا ہے

س…… تین طلاق کے بعد کیا ہمیشہ کے لئے تعلق ختم ہوجاتا ہے؟ یا کوئی شرعی طریقہ رُجوع ہے کہ نہیں؟

ج…… تین طلاق کے بعد نہ رُجوع کی گنجائش رہتی ہے، نہ دوبارہ نکاح کی، عدّت کے بعد عورت دُوسرے شوہر سے نکاح (صحیح) کرکے ہم بستری کرے، پھر دُوسرا شوہر مرجائے یا اَزخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت گزر جائے، تب پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، اس کے بغیر نہیں۔

''میں اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق رجعی دیتا ہوں'' کا حکم

س…… زید اپنی بیوی کو لینے سسرال جاتا ہے، وہاں چند ناخوشگوار باتوں کے بعد زید اپنے سسر کے ہاتھ میں تحریری طلاق دے دیتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''میں اپنی بیوی کو طلاق، طلاق، طلاق رجعی دیتا ہوں'' تو کیا یہ طلاقِ ثلاثہ واقع ہوگئی؟

ج…… جی ہاں! واقع ہوگئی، تین بار طلاق لکھنے کے بعد اس کے ساتھ ''رجعی'' کا لفظ لکھنا بے معنی اور مہمل ہے۔

تین بار طلاق کا کوئی کفارہ نہیں

س…… ایک شخص بے پناہ غصّے کی حالت میں اپنی بیوی کو یہ کہہ دے کہ: ''تم میری ماں بہن

کی جگہ ہو، میں نے تمہیں طلاق دی'' اور یہ جملہ وہ تین سے بھی زیادہ مرتبہ دہرائے تو یقیناً طلاق ہوجائے گی۔ آپ یہ فرمائیں کہ کیا وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے بغیر کسی کفارہ کے رہ سکتے ہیں؟

ج…… تین بار طلاق دینے سے طلاقِ مغلّظہ ہوجاتی ہے، اور دونوں میاں بیوی ایک دُوسرے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتے ہیں، اس کا کوئی کفارہ نہیں۔ بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے جس شخص کا واقعہ لکھا ہے انہیں چاہئے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں ورنہ ساری عمر بدکاری کا وبال ہوگا۔

کیا مطلقہ، بچوں کی خاطر اسی گھر میں رہ سکتی ہے؟

س…… میری ایک سہیلی ہے، اس کے شوہر نے ایک دن غصّے میں ایک تحریر لکھی، لیکن وہ بیوی کو نہیں دی بلکہ ان کے پاس ہی رہی، لیکن بیوی کی نظر اس پر پڑگئی، اور اس نے وہ تحریر پڑھ لی، اب آپ بتائیں کہ طلاق ہوئی کہ نہیں؟ تحریر یہ ہے: ''میں نے تین طلاق دیں قبول کریں'' اگر طلاق ہوجاتی ہے اور میاں بیوی آپس میں ازدواجی تعلق نہ رکھیں لیکن دُنیا اور بچوں کی وجہ سے ایک ہی جگہ رہیں تو یہ ممکن ہے یا نہیں؟ کیونکہ بچوں کے پاس ویسے بھی کوئی اور رشتہ دار خاتون کی ضرورت ہوگی تو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟

ج…… شوہر نے جب اپنی بیوی کے نام یہ تحریر لکھ دی تو تین طلاقیں واقع ہوگئیں، خواہ وہ پرچہ بیوی کو دیا ہو یا نہ دیا ہو، اب ان دونوں کی حیثیت اجنبی مرد و عورت کی ہے، عورت اپنے بچوں کے پاس تو رہ سکتی ہے مگر اس کی کیا ضمانت ہے کہ شیطان دونوں کو بہکا کر گناہ میں مبتلا نہیں کردے گا...؟ اس لئے دونوں کو الگ رہنا چاہئے۔

کیا تین طلاق کے بعد بچوں کی خاطر اسی گھر میں عورت رہ سکتی ہے؟

س…… مجھے شوہر نے طلاق دے دی ہے، جو اس طرح ہوئی کہ ایک دن گھریلو معاملے پر جھگڑا ہوا، انہوں نے مجھے مارا، پھر بلند آواز سے چیختے ہوئے کہا: ''میں نے تجھے طلاق دی، نکل جا میرے گھر سے۔'' محلے کے لوگ شور سن کر جمع ہوگئے تھے، انہیں سمجھانے لگے، مگر وہ

فہرست

نہیں مانے، پھر کہا: ''تجھے طلاق دی''۔ طلاق کے الفاظ اسی طرح دونوں بار تین مرتبہ سے بھی زیادہ دفعہ کہے۔ محلے والوں کے کہنے پر میں نے سارے حالات دارالعلوم لکھ کر بھیجے، جنھوں نے کہہ دیا کہ طلاق ہوگئی۔ میں اس واقعے کے بعد کئی ماہ تک وہیں الگ کمرے میں رہی، پھر جب مرد کی نیت خراب دیکھی تو وہاں سے اپنے عزیز کے گھر پنجاب چلی گئی۔ اور دو مہینے عدّت گزارنے کے بعد آئی تو وہ یہ کہہ کر کہ میرے سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا، بچوں کی خاطر چل کر رہ۔ میں بچوں کی ممتا میں مجبور ہوکر چلی گئی، کچھ دن تو وہ ٹھیک رہا پھر اس کا ارادہ بدلنے لگا، وہ کسی مولوی صاحب سے لکھوا کر بھی لایا کہ طلاق نہیں ہوئی، مگر میں نہیں مانی اور اس سے صاف کہہ دیا کہ میں اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گی، تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس پر وہ مختلف بہانوں سے جھگڑے کرنے لگا، ایک دن تنگ آکر میں نے اپنی جان ہی ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا، مگر بچ گئی۔ میں سخت مصیبت میں ہوں، محلے والوں کو طلاق کا پتا ہے، ان کے سامنے ہوئی، میں نے ان لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ بچوں کی خاطر رہ رہی ہوں، ان کے باپ سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے، میرے بچے بڑے ہیں، لیکن مذہب سے ناواقف ہیں۔ ان کا باپ ان کو ورغلاتا ہے، خدا کے خوف سے ڈرتی ہوں لہٰذا مجھے آپ بتائیں کہ تین مرتبہ کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے؟ میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ غصّے میں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ مرد بھی اب اسی طرح کی باتیں کرتا ہے کہ میں نے دِل سے نہیں کہا تھا، اور مجھے گمراہ کرتا ہے۔ ایک رشتہ دار نے کہا شریف عورتیں مرکر گھر سے نکلتی ہیں۔ میں آپ سے خدا اور اس کے رسولؐ کا حکم معلوم کرنا چاہتی ہوں، تفصیل سے بتائیں اللہ آپ کو اس کی جزا دے گا۔ میں خدا کی خوشنودی اور آخرت کی اچھائی چاہتی ہوں، میں مرنا گوارا کرلوں گی لیکن گناہ اور حرام کاری کی زندگی بسر نہیں کروں گی۔

ج...... آپ کو پکی طلاق ہوچکی ہے، اس شخص کا آپ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہا، اگر آپ کو عزّت وآبرو کا خطرہ ہے تو وہاں کی رہائش ترک کرکے کسی اور جگہ منتقل ہوجائیں، دارالعلوم کا فتویٰ بالکل صحیح ہے۔

”میں نے تم کو آزاد کیا اور میرے سے کوئی رشتہ تمہارا نہیں ہے“ تین دفعہ کہنے سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

س…… میری شادی کو چار سال ہوگئے ہیں، میرے شوہر نے مجھے تین مرتبہ یہ لفظ کہا کہ: ”میں نے تم کو آزاد کیا اور میرے سے کوئی رشتہ تمہارا نہیں ہے“، اور یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا، اب آپ مجھے بتائیں کہ میں اپنے شوہر کے نکاح میں ہوں یا نہیں؟

ج…… ”تم کو آزاد کیا“ کا لفظ تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور دونوں کا میاں بیوی کا رشتہ ختم ہوگیا۔

تین طلاق والے طلاق نامے سے عورت کو لاعلم رکھ کر اس کو ساتھ رکھنا بدکاری ہے

س…… میری بیوی نہایت بدزبان، بدتمیز اور نافرمان ہے، ایک دفعہ جب اس نے میری اور میرے والدین کی بہت زیادہ بےعزّتی کی تو میں نے غصّے میں آکر وکیل کے ذریعہ قانونی طور سے ایک طلاق نامہ تیار کروایا، جس میں، میں نے، وکیل نے اور دو گواہوں نے دستخط بھی کئے تھے اور جس میں صاف اور واضح طور سے درج تھا کہ: ”میں نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق دی اور آج سے میرا اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔“ اس کے بعد وہ طلاق نامہ میں چند ناگزیر حالات کی بنا پر اپنی بیوی کو نہ دے سکا اور آج تک وہ طلاق نامہ میرے پاس محفوظ ہے، جبکہ میں بادلِ نخواستہ اور مجبوراً بیوی کے ساتھ رہ بھی رہا ہوں اور حقوقِ زوجیت بھی ادا کر رہا ہوں۔ مہربانی فرماکر بتایئے کہ کیا طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اور کیا میں گناہِ کبیرہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا ہوں؟ اگر اس سلسلے میں کوئی کفارہ ادا کرنا چاہوں تو وہ کیا ہوسکتا ہے؟

ج…… جب بدزبان، بدتمیز اور نافرمان بیوی کو آپ نے تین طلاقیں لکھ دیں تو وہ آپ پر اسی لمحہ حرام ہوگئی، خواہ اس کو طلاق کا علم ہوا یا نہیں، اور تین طلاق کے بعد جو آپ اس سے جنسی ملاپ کرتے ہیں یہ خالص بدکاری ہے، اور گناہِ کبیرہ کیا ہوگا...؟ کفارہ یہ ہے کہ اس گناہ سے توبہ کریں اور اس کو فوراً اپنے سے علیحدہ کردیں، حلالہ شرعی کے بعد وہ آپ کے نکاح میں دوبارہ آسکتی ہے اس سے پہلے نہیں۔

تین طلاق کے بعد اگر تعلقات قائم رکھے تو اس دوران پیدا ہونے والی اولاد کی کیا حیثیت ہوگی؟

س…… میرے بڑے بیٹے نے اپنی منہ زور اور نافرمان بیوی کو تقریباً سات سال قبل دِلبرداشتہ ہوکر عدالت سے تحریری طور پر بمعرفت وکیل ڈاک سے رجسٹری ایک طلاق نامہ روانہ کیا جو اس کے بھائی نے وصول کیا۔ طلاق نامے کا مضمون انگریزی میں تحریر تھا، طلاق نامے میں میرے بیٹے نے اپنی منکوحہ بیوی کو تین دفعہ یعنی ''میں نے تمہیں طلاق دی'' لکھا۔ یہ طلاق میرے بیٹے نے بغیر کسی جبر و دباؤ اور غصّے کی حالت میں دی تھی، اس وقت اس کی بیوی تقریباً چھ ماہ کے حمل سے تھی، اس کی خوشدامن اور دیگر افرادِ خانہ کہتے ہیں کہ یہ طلاق حمل کے دوران نہیں ہوئی، مگر میں اور دیگر افراد کا کہنا ہے کہ قرآن وسنت کی رُو سے طلاق ہوگئی، مگر اس کے سسرال والے اس بات کو نہیں مانتے اور اس سے قطعی انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے سوال ہے کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور اس دوران یعنی تقریباً سات سال سے دونوں بطور میاں بیوی کے رہ رہے ہیں اور اس درمیان ان کی دو بچیاں پیدا ہوئیں تو یہ بچیاں کس زُمرے میں آتی ہیں؟ براہِ کرم شریعت کی رُو سے جواب عنایت فرمائیں۔

ج…… حمل کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور وضعِ حمل سے عدّت ختم ہوجاتی ہے۔ آپ کے بیٹے نے اپنی بیوی کو جو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہوچکی ہیں، اور وہ دونوں ایک دُوسرے پر قطعی حرام ہوچکے ہیں۔ اس کے بعد اگر وہ میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں تو وہ گناہ اور بدکاری کے مرتکب ہوئے ہیں، اور ان کے ہاں جو اولاد اس عرصے میں ہوئی اس کا نسب صحیح نہیں، اس کی حیثیت ''ناجائز اولاد'' کی سی ہے، ان کو چاہئے کہ فوراً علیحدگی اختیار کرلیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔

رُجوع کے بعد تیسری طلاق

س…… میری شادی ۹ سال پہلے ہوئی تھی، شادی کے ایک سال بعد پہلی بیٹی ہوئی، ایک دن گھر سے باہر جاتے ہوئے میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں'' یہ

الفاظ میں نے دو مرتبہ کہے، اس کے فوراً بعد ہم نے رُجوع کرلیا اور اس کے بعد ہمارے ہاں چار بیٹیاں اور ہوچکی ہیں۔ ایک مرتبہ پھر میں نے گھر سے باہر جاتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''تمہیں طلاق دیتا ہوں''۔ جنابِ عالی! اس کے بعد ہم نے ایک حافظ صاحب سے معلوم کیا کہ اس طرح طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ تو انہوں نے ہم سے یہی کہا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ ان دو طلاقوں کے بعد فوراً رُجوع کرلیا تھا اس لئے وہ مؤخر ہوگئی ہیں، اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج…… دو طلاقوں کے بعد آپ نے جو رُجوع کرلیا تھا وہ صحیح تھا، مگر شوہر کو صرف تین طلاقوں کا حق دیا گیا ہے، اس لئے ان دو طلاقوں سے رُجوع کرلینے کے بعد آپ کے پاس صرف ایک طلاق باقی رہ گئی تھی، جب آپ نے یہ تیسری طلاق بھی دے دی تو بیوی قطعی حرام ہوگئی، اب دوبارہ نکاح کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی، اس لئے اب حلالہ شرعی کے بغیر دونوں ایک دُوسرے کے لئے حلال نہیں ہوسکتے۔ عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ نکاح کرکے دُوسرے شوہر سے صحبت کرے، دُوسرا شوہر صحبت کے بعد فوت ہوجائے یا ازخود طلاق دے دے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے تب اگر وہ چاہے تو آپ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔

تین طلاقیں لکھ کر پھاڑ دینے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے

س…… عرض یہ ہے کہ میں نے شادی کی تھی، کچھ عرصے کے بعد میں نے کئی لوگوں کے کہنے پر بے وقوفی سے ایک پرچہ لکھا جس میں لکھا کہ: ''میری بیوی فلاں بنت فلاں مجھ پر تین طلاق ہے۔'' تین طلاق کا لفظ میں نے تین دفعہ لکھا، وہ پرچہ لکھوا کر پھاڑ دیا، پھر دُوسرا پرچہ بھی اسی نوعیت کا لکھا جس کو میں نے روانہ کردیا، لیکن ان کو ملا نہیں ہے۔ برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیل سے جواب دیں طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کس صورت میں رُجوع کیا جاسکتا ہے؟

ج…… تین طلاقیں ہوگئیں، اب رُجوع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نہ دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، یہاں تک کہ اس کا دُوسری جگہ نکاح ہو، وہاں آباد ہو، پھر طلاق ہو۔

کیا نصِ قرآنی کے خلاف حضرت عمرؓ نے تین نشستوں میں طلاق کے قانون کو ایک نشست میں تین طلاقیں ہوجانے میں بدل دیا؟

س...... مندرجہ ذیل تحریر میں نے ایک ہفت روزہ ''ملت'' اسلام آباد کے صفحہ:۱۴اور۱۵ سے نقل کی ہے، یہ ہفت روزہ ۱۶رستمبر ۱۹۷۹ء تک کا ہے۔ یہ سوال و جواب فقہِ حنفیہ کے ماہر دانشور ''ڈاکٹر مطلوب حسین'' سے کیا گیا ہے، ڈاکٹر صاحب کا سوال و جواب درج ذیل ہے:

''س:...... کیا نصِ قرآنی کے خلاف کسی کو قانون وضع کرنے کا حق نہیں؟

ج:...... حالات کے تقاضوں کے تحت ایسا کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً قرآن میں ''نصِ مبین'' موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں برق رفتار فتوحات کے نتیجے میں مصری، شامی اور ایرانی عورتیں عرب معاشرے کا حصہ بنیں اور عرب ان کے حسن سے متأثر ہوکر ان سے نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے تو ان مصری، شامی اور ایرانی عورتوں نے یہ شرط عائد کی کہ ہمارے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے اپنی سابقہ بیویوں کو طلاق دینی ہوگی۔ چنانچہ بہت سے عربوں نے ان عورتوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی بیویوں کو ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا شروع کردیں، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ایسا کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور وہ ان عورتوں سے شادی کرنے کے بعد دوبارہ اپنی پہلی بیویوں سے رُجوع کرلیتے۔ اس طرح ہر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے یہ حکم جاری کیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی نشست میں تین طلاقیں دیں تو یہ صحیح طلاق تصوّر ہوگی۔ بعد

کے فقہاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسی فیصلے کی بنا پر ایسی طلاق کو ''طلاقِ بدعی'' کے نام سے اپنی فقہ میں شامل کرلیا۔ لیکن آج کا معاشرہ اور دور وہ نہیں، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے، لہٰذا آج ایک ہی نشست میں دی گئی تین طلاقیں مؤثر نہیں ہوسکتیں، کیونکہ آج فتوحات کا نہیں بلکہ وہ دور ہے جس میں یہ نصِ قرآنی نازل ہوئی تھی۔''

اس ضمن میں آپ سے مندرجہ ذیل سوالات کا جواب چاہتا ہوں:

۱:...... کیا تاریخی حوالہ جات اس حقیقت کو ثابت کرتے ہیں جو ڈاکٹر صاحب نے اُوپر بیان کئے ہیں؟ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا واقعی ان ہی حالات میں یہ سخت فیصلہ نافذ کیا تھا؟

۲:...... اگر واقعی ایسا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب نے جو فیصلہ نکالا ہے، کیا وہ دُرست ہے؟ کیا آپ اس سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟

اس کے علاوہ ایک مسئلہ اور ہے، میں نے ایک حدیث پڑھی ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، اور پھر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے اقدام سے آگاہ کیا، جس پر سروَرِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور ان کو بیوی کی طرف لوٹا دیا اور تاکید کی کہ اگر طلاق دینا ہو تو پاکی میں دو۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حالتِ حیض میں طلاق مؤثر نہیں ہوتی۔ اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حالتِ حمل میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، اس ضمن میں وضاحت سے حقیقت بیان فرمادیں، شکریہ!

ج...... ڈاکٹر صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ لکھا، وہ واقعہ نہیں بلکہ من گھڑت افسانہ ہے۔ طلاق ایک نشست میں یا ایک لفظ میں بھی اگر تین بار دے دی جائے تو واقع ہوجاتی ہے، یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، اور اسی پر تمام فقہائے اُمت، جن کے قول کا اعتبار ہے، متفق ہیں کہ تین طلاقیں خواہ ایک نشست میں دی

گئی ہوں یا ایک لفظ میں، وہ تین ہی ہوں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی صحیح حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات ایک طلاق دینا چاہتے تھے، مگر تاکید کے لئے اس کو تین بار دہراتے تھے، گویا تین بار طلاق کے الفاظ دہرانے کی دو شکلیں تھیں، ایک یہ کہ ارادہ بھی تین ہی طلاق دینے کا کیا گیا ہو، اور دُوسری یہ کہ ارادہ تو ایک ہی طلاق دینے کا ہے مگر اس کو پختہ کرنے کے لئے تین بار لفظ دہرایا گیا ہو، (جس طرح نکاح کے ایجاب و قبول کے الفاظ بعض لوگ تین بار دہراتے ہیں)، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں پر امانت و دیانت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ کوئی شخص طلاق دیتے وقت تو تین طلاق کے ارادے سے تین بار الفاظ کہے، بعد میں یہ کہنے لگے کہ میں نے تو ایک ہی کا ارادہ کیا تھا۔ بعد میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کی دیانت اور امانت کا وہ معیار باقی نہیں رہا تو حکم فرمادیا کہ جو شخص طلاق کے الفاظ تین بار دہرائے گا، ہم ان کو تین ہی سمجھیں گے، اور آئندہ کسی کا یہ عذر قبول نہیں کریں گے کہ میں نے تو ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا تھا، تین کا نہیں۔

اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی نصِ قرآنی کو نہیں بدلا، اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ دیانت و امانت کا جو معیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا اب اس کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین کے تین ہی ہونے کا فیصلہ فرمایا تو ہمیں اس کی پابندی بدرجۂ اَولیٰ کرنی چاہئے۔

قرآنِ کریم کی کسی نصِ قطعی کو تبدیل کرنا کفر ہے، اور کوئی مؤمن اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔ رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ: ''قرآن میں ''نصِ مبین'' موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے'' اوّل تو یہ بات ہی خلافِ واقعہ ہے، قرآنِ کریم میں ''الطّلاق مرّتان'' فرماکر یہ بتایا گیا ہے کہ جس طلاق سے رُجوع کیا جاسکتا ہے وہ صرف دو مرتبہ ہوسکتی ہے، اگر اس کے بعد کوئی شخص تیسری طلاق دے ڈالے تو رُجوع کا حق نہ ہوگا، اور وہ مطلقہ اس کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ رہا یہ کہ دو یا

فہرست

تین مرتبہ کی طلاق ایک مجلس میں دی گئی یا متعدّد مجلسوں میں؟ قرآنِ کریم کے الفاظ دونوں صورتوں کو شامل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ: ''قرآن میں نصِ مبین موجود ہے کہ طلاق تین نشستوں میں دی جائے'' بالکل غلط اور مہمل بات ہے۔ ہاں! اگر ڈاکٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے سیاق اور طرزِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق الگ الگ وقفوں سے دینی چاہئے، تو ایک معقول بات ہوتی۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر دو یا تین طلاقیں ایک ساتھ دے دی جائیں تو قرآنِ کریم ان کو مؤثر نہیں سمجھتا یا ان کو ایک ہی طلاق قرار دیتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی ڈاکٹری کے زور میں ایک ظلم تو یہ کیا کہ ایک غلط مضمون کو قرآنِ کریم کی ''نصِ مبین'' سے منسوب کردیا، اور دُوسرا ظلم یہ کیا کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو قرآن کی ''نصِ مبین'' سے انحراف قرار دیا۔ ان دونوں مظالم پر تیسرا ظلم یہ ڈھایا کہ اس سے یہ خبیث عقیدہ کشید کرلیا کہ ہر شخص کو قرآن کی ''نصِ مبین'' کے بدل ڈالنے کا اختیار ہے۔ قرآنِ کریم نے: ''یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ'' کہہ کر اسی قماش کے لوگوں کا ماتم کیا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے بحالتِ حیض جس بیوی کو ایک طلاق دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رُجوع کا حکم فرمایا تھا، اور اس طلاق کو واقع شدہ قرار دیا تھا۔ چنانچہ فقہائے اُمت متفق ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، اور اگر رجعی طلاق دی ہو تو رُجوع کرلینا ضروری ہے، لیکن حیض میں دی گئی طلاق واقع ہوجائے گی، اس لئے یہ کہنا کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق مؤثر نہیں ہوتی، قانونِ شرعی سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسی طرح یہ سمجھنا کہ حالتِ حمل میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، عامیانہ جہالت ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں مطلقہ عورتوں کی عدّت بیان کی گئی ہے وہاں مطلقہ حاملہ کی عدّت وضعِ حمل بیان کی گئی ہے۔

خود طلاق نامہ لکھنے سے طلاق ہوگئی

س…… ایک شخص پندرہ روپے کے اسٹامپ پر اپنی بیوی کا تین بار نام تحریر کرکے تین بار

فہرست

''طلاق'' لفظ لکھ کر دُوسری شادی کرلیتا ہے، دُوسری شادی کے ورثاء کو طلاق نامے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی دیتا ہے، لیکن اصل طلاق نامہ جس پر بیوی کو طلاق دی گئی ہے نہیں دیتا، طلاق نامے پر اس کے اور گواہ کے دستخط ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تحریر کی رُو سے عورت کو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

ج…… جب اس نے خود طلاق نامہ لکھا ہے تو طلاق واقع ہونے میں کیا شک ہے…؟ تین طلاق کے بعد پہلی بیوی اس کے لئے حرام ہوگئی، وہ عدّت کے بعد جہاں چاہے نکاح کرسکتی ہے۔

شوہر نے طلاق دے دی تو ہوگئی، عورت کا قبول کرنا نہ کرنا، شرط نہیں

س…… میرے اور شوہر کے درمیان جھگڑا ہوا جو کہ تقریباً دو ماہ سے جاری تھا، لیکن اس دن طول پکڑ گیا اور نوبت مار پیٹ تک آئی، اور اسی دوران شوہر نے کہا: ''ایسی بیوی پر لعنت ہے اور میں نے تم کو طلاق دی'' یہ الفاظ انہوں نے دو مرتبہ بڑی آسانی سے ادا کئے، تیسری مرتبہ کہا تھا کہ پڑوسن نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، لیکن ہاتھ ہٹانے کے بعد تیسری مرتبہ پھر انہوں نے یہ الفاظ ادا کئے، اور میں حلفیہ طور پر یہ بیان لکھ رہی ہوں، اور جواب میں، میں نے کہا کہ: ''میں نے طلاق منظور کی''۔ اس کے بعد جب کچھ غصہ ٹھنڈا ہوا تو کچھ لوگوں نے میرے شوہر سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا؟ تو انہوں نے پہلے تو کہا کہ مجھ کو کچھ یاد نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا؟ لیکن بعد میں کہتے ہیں کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اگر تم چاہتی ہو تو میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد میں نے علمائے دِین و مفتی سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر عورت تین مرتبہ سن لے اور جواب میں ہاں کہہ دے تو طلاق ہوجاتی ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

ج…… شوہر اگر تین مرتبہ طلاق دے دے تو تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، خواہ عورت نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو، گویا عورت کا قبول کرنا یا نہ کرنا کوئی شرط نہیں۔ آپ کے شوہر نے چونکہ تین مرتبہ طلاق دے دی جسے آپ نے اپنے کانوں سے سنا اس لئے میاں بیوی کا تعلق ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا، نہ طلاق سے رُجوع ہوسکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح ہی کی گنجائش ہے،

عدّت کے بعد آپ جہاں چاہیں عقد کرسکتی ہیں۔

''میں نے تجھے طلاق دی'' کہنے سے طلاق ہوگئی، خواہ طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو

س...... میرے شوہر نے مجھ سے ۱۵ یا ۱۶ دفعہ یہ کہا کہ: ''میں نے تجھے طلاق دی''۔ کہتے ہیں: ''میں تمہیں ۱۰۰ دفعہ بھی کہوں تو طلاق نہیں ہوتی، جب تک دِل سے نہ دی جائے۔'' لیکن میرا دِل بہت ڈرتا ہے، میں سمجھ رہی ہوں کہ طلاق ہوگئی ہے خواہ دِل سے نہ بھی کہیں، یہ فقرہ کہہ دینے سے طلاق ہوجاتی ہے، جبکہ ہم ازدواجی زندگی بھی گزار رہے ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے کہ دوبارہ صحیح معنوں میں میاں بیوی کہلاسکیں؟

ج...... ''میں نے تمہیں طلاق دی'' کا لفظ اگر شوہر زبان سے نکال دے خواہ دِل میں طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو، تب بھی اس سے طلاق ہوجاتی ہے، اور اگر یہ فقرہ تین بار استعمال کیا جائے تو میاں بیوی ہمیشہ کے لئے ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوجاتے ہیں۔ شوہر ۱۵ یا ۱۶ بار آپ کو یہ لفظ کہہ چکے ہیں اس لئے آپ دونوں کے درمیان میاں بیوی کا تعلق نہیں رہا، فوراً علیحدگی اختیار کرلیجئے۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق ہوجاتی ہے

س...... میرے شوہر نے مجھے سخت غصّے میں لفظ ''میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی'' پھر دو تین جملے بُرا بھلا کہا، پھر کہا کہ: ''جا چلی جا اب میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔'' میرا شوہر بعد میں بھی کئی بار کہتا رہا کہ: ''طلاق دی'' وغیرہ۔ کبھی ایک بار، کبھی دو بار، تین بار یاد نہیں کہ کہا یا نہیں، کیونکہ ہر بار یہی کہا کہ تیسری بار کہا تو برباد ہوجائے گی، دو تین بار جب کہا جب میں ناپاک (حیض کی حالت میں) تھی، پھر بھول گئے یہ باتیں، لیکن میں شدید اذیت میں گرفتار ہوں کہ کیا کروں؟

ج...... آپ کے بیان کے مطابق شوہر طلاق کے الفاظ تین بار سے زائد استعمال کرچکا ہے، اس لئے اب مصالحت کی گنجائش نہیں، دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوچکے ہیں۔

آپ کے شوہر کو یہ غلط فہمی ہے کہ طلاق کے الفاظ بیک وقت تین بار کہے جائیں تو طلاق ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ یہ وہم غلط ہے، شریعت نے مرد کو کل تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، اب خواہ کوئی شخص یہ اختیار ایک ہی بار استعمال کرے یا متفرق طور پر کرے، جب تیسری طلاق دے گا تو بیوی حرام ہوجائے گی۔ اور آپ کا خیال ہے کہ حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی، یہ خیال بھی غلط ہے، حیض کی حالت میں طلاق دینا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی اس حالت میں طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہوجاتی ہے۔

طلاق غصے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے؟

س…… میرے شوہر غصے میں کئی بار لفظ "طلاق" کہہ چکے ہیں، مگر وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے، کہتے ہیں: "غصے میں طلاق نہیں ہوتی" جبکہ میں کہتی ہوں کہ طلاق ہر حال میں ہوجاتی ہے۔ میری شادی کو صرف دو سال ہوئے ہیں اس درمیان تقریباً ۲۰ بار لفظ "طلاق" کہہ چکے ہیں، ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دیتے ہیں اور پھر رُجوع بھی کرلیتے ہیں۔ غصے میں کہتے ہیں کہ: "میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، مگر پھر بھی تم بے غیرت بن کر میرے گھر میں رہتی ہو۔" پھر جب غصہ ختم ہوجاتا ہے تو کہتے ہیں: "تم اسی گھر میں رہوگی تم تو میری بیوی ہو اور ہمیشہ رہوگی۔"

ج…… جاہلیت کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ بدمزاج شوہر جب چاہتا طلاق دے دیتا اور پھر جب چاہتا رُجوع کرلیتا، سو بار طلاق دینے کے بعد بھی رُجوع کا حق سمجھتا، اسلام نے اس جاہلی دستور کو مٹادیا اور اس کی جگہ یہ قانون مقرّر کیا کہ شوہر کو دو بار طلاق کے بعد تو رُجوع کا حق ہے، لیکن تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی، شوہر کو رُجوع کا حق نہ ہوگا، سوائے اس صورت کے کہ اس مطلقہ عورت نے عدّت کے بعد کسی اور جگہ نکاح کرکے وظیفۂ زوجیت ادا کیا ہو، پھر وہ دُوسرا شوہر مرجائے یا طلاق دے دے تو اس کی عدّت ختم ہونے کے بعد عورت پہلے شوہر کے لئے حلال ہوگی۔ آپ کے شوہر نے پھر سے جاہلی دستور کو زندہ کردیا ہے، آپ اس کے لئے قطعی حرام ہوچکی ہیں، اس منحوس سے فوراً علیحدگی اختیار کرلیجئے۔ اس کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ: "غصے میں طلاق نہیں ہوتی" طلاق

غصّے میں نہیں تو کیا پیار میں دی جاتی ہے...؟

طلاق کے گواہ موجود ہوں تو قسم کا کچھ اعتبار نہیں

س...... میرے داماد نے میری لڑکی کو میرے اور میری بیوی اور گھر کے سارے افراد کے سامنے کئی مرتبہ طلاق دی ہے، بلکہ ہمارے محلے میں آکر انتہائی مشتعل انداز میں گالی گلوچ کے ساتھ اہلِ محلّہ سے مخاطب ہوکر کئی مرتبہ اس شخص نے کہا کہ: ''میں پورے ہوش وحواس کے ساتھ، محلّہ والوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، طلاق دی ہے، طلاق دی ہے۔'' اس وقت محلّہ والے بہت سارے موجود تھے، اب وہ اتنے گواہ ہونے کے باوجود اس دی گئی طلاق سے منحرف ہو رہا ہے اور بڑی بڑی قسمیں کھاتا ہے، یہاں تک کہ وہ قرآن شریف بھی اُٹھانے کو کہتا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے، اس تمام واقعے کو مدِنظر رکھتے ہوئے بتایئے کہ شریعت کے مطابق یہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

ج......طلاق کے گواہ موجود ہیں تو اس کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شرعاً طلاق ہوگئی۔

زبردستی طلاق

س...... میرے والدین نے مجھے بہت تنگ کیا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو، لیکن میں طلاق دینے پر رضامند نہیں تھا، کیونکہ میں اپنا گھر بسانا چاہتا تھا، لیکن میرے والد نے اور کچھ بڑوں نے مجھے مجبور کیا، لیکن میں نے پھر بھی کہا کہ میں طلاق نہیں دُوں گا، تو میرے والد نے ان آدمیوں کو کہا کہ اگر یہ لڑکا طلاق نہیں دیتا تو اسے جیل بھیج دو، میں غریب آدمی مجبور ہوگیا اور کچھ ڈر بھی گیا جس کی وجہ سے میں نے ''طلاق، طلاق، طلاق'' تین بار کہا، جبکہ میں نے نہ اپنی بیوی کا نام لیا اور نہ ہی اشارہ کیا صرف منہ سے تین بار مجبوری کی طلاق کہہ دیا۔ اور جب میں نے طلاق دی اس وقت میری بیوی حاملہ تھی، اب آپ سے گزارش ہے کہ مجھے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

ج...... چونکہ گفتگو آپ کی بیوی کی طلاق ہی کی ہو رہی تھی، اس لئے جب آپ نے ''طلاق، طلاق، طلاق'' کہا تو گو بیوی کا نام نہیں لیا مگر طلاق بیوی کی طرف ہی منسوب ہوگی، اور

چونکہ آپ نے دو صورتوں میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہوئے بطورِ خود طلاق دی ہے، اگرچہ والد کے اصرار پر دی ہے، لیکن دی ہے اپنے اختیار اور ارادے سے، اس لئے تین دفعہ طلاق واقع ہوگئی، آپ دونوں ایک دُوسرے کے لئے حرام ہوگئے، بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ والد صاحب سے کہئے کہ ان کی مراد تو پوری ہوگئی اب آپ کی شادی دُوسری جگہ کردیں۔

مختلف الفاظ استعمال کرنے سے کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

س…… ''میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، آج سے تو میرے اُوپر حرام ہے، میں تمہیں طلاق دے رہا ہوں، اب تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری بہن'' مذکورہ بالا چار جملے لکھ کر شوہر کسی بچے کے ہاتھ اپنی بیوی کو بھیج دیتا ہے، جبکہ اس کی بیوی پڑھی لکھی نہیں ہے اور اس کی بیوی پہلے سے حاملہ ہے اور خط لینے سے بھی انکار کرتی ہے، کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟ جبکہ مذکورہ بالا جملوں سے صاف ظاہر ہے کہ طلاق نامہ تحریر کرتے وقت اس کی نیت کیا تھی، شوہر اپنی تحریر پر قائم بھی ہے۔

ج……اس صورت میں پہلے تین فقروں سے تین طلاق واقع ہوگئیں اور چوتھا فقرہ لغو رہا۔

طلاق کے الفاظ تبدیل کردینے سے طلاق کا حکم

س…… ہمارے گاؤں میں ایک بہت ہی شریف اور نیک لڑکی ہے، جس کی شادی کو ابھی ایک سال بھی پورا نہیں ہوا، وہ حاملہ بھی ہے، کچھ دن پہلے اس کے میاں نے کسی معمولی سی بات پر اس کو ایک کاغذ پر لکھ دیا کہ: ''میں نے اپنی بیوی فلاں بنت فلاں کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔'' جب لڑکی نے اور اس کی ماں نے یہ پڑھا تو رونے لگیں تو اس لڑکے نے وہ کاغذ ان سے چھین کر اس پر الف الف بڑھا دیا یعنی ''اطلاق دی، اطلاق دی، اطلاق دی''، اس کے بعد وہ لڑکا کہنے لگا کہ میں نے مذاق کیا ہے طلاق نہیں دی۔ لڑکی کا والد کہتا ہے کہ حاملہ کو طلاق نہیں ہوسکتی۔ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں کہ اس مسئلے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اگر طلاق نہیں ہوئی تو وہ دونوں میاں بیوی بن کر ایک ساتھ رہیں، اگر طلاق ہوگئی ہے تو ان کو گنہگار ہونے سے منع کیا جائے۔

فہرست

ج......طلاق مذاق میں بھی ہوجاتی ہے اور حالتِ حمل میں بھی۔ اس لڑکی کو تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اب دونوں ایک دُوسرے پر ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر حرام ہوگئے ہیں، بغیر تحلیلِ شرعی کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

''تمہیں طلاق'' کا لفظ کہا، ''دیتا ہوں'' نہیں کہا، اس کا حکم

س...... اگر ایک آدمی اپنی بیوی کو ۲ طلاق دے دے پھر تیسری بار وہ ''میں تمہیں طلاق'' (وقفہ) دیتا ہوں نہیں کہتا۔ آیا طلاق ہوگئی یا نہیں یا اس کا کوئی کفارہ ہے؟

ج...... ''تمہیں طلاق'' کے الفاظ سے بھی طلاق ہوجاتی ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں تین طلاق واقع ہوگئیں۔

تین دفعہ طلاق دینے سے تین طلاقیں ہوجائیں گی

س......ایک مرد مسلمان نے اپنی مدخول بہا (جس سے صحبت کی ہو) مسلمان بیوی کو دو سے زائد مرتبہ کہا کہ: ''میں نے تجھے طلاق دی'' یا ''میں تجھ کو طلاق دیتا ہوں'' یا یوں کہے کہ: ''میں نے تجھ کو تین طلاق دی'' یا ''میں تجھ کو تین طلاق دیتا ہوں'' یا اسی قسم کی تحریر خود تحریر کرے یا تحریر کو سن کر اپنے دستخط یا نشانِ انگوٹھا ثبت کرے تو کیا صورتِ حال ہوگی؟ کیا بیوی پر ایک طلاق وارد ہوگی؟ کیا مرد رُجوع کرسکتا ہے؟ کیا مرد کو دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا؟ کیا بیوی رجعت سے انکار کرسکتی ہے؟ کیا بیوی مطلقاً حرام ہوگئی؟

ج...... جب اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو تین ہی ہوں گی، ''تین''، ''ایک'' تو نہیں ہوتے۔ تین طلاق کے بعد نہ رُجوع کی گنجائش رہتی ہے، نہ حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، بیوی حرمتِ مغلّظہ کے ساتھ حرام ہوگئی۔

طلاق نامے کی رجسٹری ملے یا نہ ملے یا ضائع ہوجائے، بہرحال جتنی طلاقیں لکھیں، واقع ہوگئیں

س......میری شادی میرے پھوپھی زاد کے ساتھ لندن میں ہوئی، ناچاقیوں کے بعد بات اتنی بڑھی کہ مجھے گھر سے نکلنے کے لئے کہا گیا اور کہا گیا کہ: ''ہم پھر تمہیں دوبارہ واپس گھر

میں بلالیں گے۔'' چنانچہ میں پاکستان آگئی لیکن ابھی چار پانچ ماہ بھی پاکستان میں آئے ہوئے نہ ہوئے تھے کہ لندن سے طلاق روانہ کردی گئی۔ اب میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اگر مرد طلاق بذریعہ رجسٹری بھیج دے اور وہ بھی باہوش وحواس اور بارضا ورغبت دی گئی ہو تو وہ عورت جس کو طلاق روانہ کی گئی ہو، اسے پڑھے بغیر پھاڑ دے یا وصول ہی نہ کرے تو کیا اس سے طلاق نہیں ہوتی؟ اور اگر عورت کو معلوم نہ بھی ہو کہ رجسٹری میں طلاق آئی ہے اور گھر کا دُوسرا فرد اسے پڑھ کر پھاڑ دے اور عورت کو مطلع نہ کرے کہ تمہیں طلاق بھیجی گئی ہے تو اس سلسلے میں بھی یہی پوچھنا ہے کہ کیا اس طرح طلاق واقع نہ ہوگی؟ میرے لئے پریشان کن مسئلہ یہ ہے کہ اب وہ لوگ اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ طلاق قانونی لحاظ سے مؤثر نہیں کہ نہ ہی اس سلسلے میں وہاں یعنی لندن کے قانون سے، اور نہ ہی یہاں کے کسی قانونی ذریعے سے یہ دی گئی ہے، اس لئے یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، اس لئے ہم سے رُجوع کرلیں جبکہ میں اس سلسلے میں تیار نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مولوی حضرات سے (لندن میں) بھی پوچھا ہے، وہ کہتے ہیں طلاق واقع نہیں ہوئی کہ یہ ایک دم سے تین لکھ دی گئی ہیں، جبکہ طلاق وقفے وقفے سے دی جائے تو واقع ہوتی ہے، ورنہ بے شک دن میں سو بار بھی مرد یہ کہہ دے کہ: ''میں فلاں کو طلاق دیتا ہوں'' تو وہ ایک ہی گنی جائے گی، یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا ایک بار ہی یا ایک ہی دن میں تین بار طلاق لکھ دینے یا کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی؟ ان لوگوں نے مجھے اس شک میں ڈال دیا ہے کہ جب تک علاقے کے کونسلر کو مطلع نہ کیا جائے طلاق واقع نہیں ہوتی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب طلاق دی جائے تو علاقے کے کونسلر کو اطلاع کرنا ضروری ہے، اس کے علاوہ اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ جب تک نکاح میں کونسلر صاحب موجود نہ ہوں تو نکاح بھی نہیں ہوتا۔ اگر میری طلاق غیرمؤثر ہے تو یہ کس طرح مؤثر ہوسکتی ہے؟ اس کا بھی تفصیلاً ذکر کردیں تو مہربانی ہوگی۔

ج...... شوہر کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اور بیوی طلاق نامے کی رجسٹری وصول کرے یا نہ کرے، اور وصول کرکے خواہ اس کو رکھے یا پھاڑ دے، طلاق ہر حال میں واقع ہوجائے گی، اس لئے یہ عام خیال کہ اگر بیوی طلاق

نامے کی رجسٹری وصول نہ کرے، یا وصول کر کے پھاڑ دے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، بالکل غلط ہے۔

ایوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کی نافذ کردہ ''شریعت'' جو (عائلی قوانین کے نام سے ہے) پاکستان میں نافذ ہے، اس کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا اور اس کی جانب سے مصالحت کی کوشش کا انتظار کرنا ضروری ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ایسی کوئی شرط نہیں، بلکہ جب شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوگئی، خواہ کونسلر صاحب کو اطلاع کی ہو یا نہ کی ہو۔

صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ اربعہؒ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، اور اس کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن ایوب خان کی ''شریعت'' میں جو پاکستان میں ''عائلی قوانین'' کے نام سے نافذ ہے، شوہر کو تین طلاق دینے کے بعد بھی مصالحت کا اختیار دیا گیا ہے۔ آپ کے شوہر نے آپ کو جو طلاق نامہ بھیجا ہے وہ میں نے پڑھا ہے اس میں ''طلاقِ مغلّظہ'' کا لفظ لکھا گیا ہے، اس طلاق نامے کے بعد میاں بیوی کا رشتہ قطعی طور پر ختم ہو چکا ہے، نہ مصالحت کی گنجائش ہے اور نہ دوبارہ نکاح کرنے کی۔ جن مولویوں نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ طلاق واقع نہیں ہوتی، ان کا فتویٰ بالکل غلط اور تمام ائمہ فقہاء کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل اور مردُود ہے، آپ اس فتویٰ کو ہرگز قبول نہ کریں ورنہ ساری عمر بدکاری کا گناہ ہوگا۔

کیا تین طلاق کے بعد دُوسرے شوہر سے شادی کرنا ظلم ہے؟

س...... ایک شخص بدکار، نشہ کرنے والا اور دیگر عیوب میں غرق ہے، اور اپنی بیوی کو جو نہایت پارسا، دِین دار اور نیک ہے، طلاق دیتا ہے۔ طلاق حالتِ نشہ میں نہیں دی تھی، بعد میں یہی شخص تائب ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی بیوی سے شادی کرلے، لیکن طلاق کے بعد جب تک وہ عورت کسی دُوسرے شخص کے نکاح میں نہ جائے وہ اپنے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی۔ مگر عورت کا عذر یہ ہے کہ غلطی خاوند کی تھی اور وہ اپنے پہلے شوہر کے علاوہ کسی دُوسرے شخص

سے نکاح اور نکاح کے بعد مباشرت کا تصوّر بھی نہیں کرسکتی۔ وہ کہتی ہے کہ اسلام میں بے گناہ پر کبھی ظلم نہیں جاری ہوسکتا ہے اور عورت کی غلطی نہیں ہے، لہٰذا اس کو کسی دُوسرے آدمی سے نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور وہ اپنے شوہر ہی سے نکاح چاہتی ہے۔ اسلام کی رُو سے انہیں مسئلے کا حل بتائیں، کیا عورت پر پہلے ظلم کے بعد اس کی مرضی کے خلاف دُوسرا نکاح لازم ہے؟ اجماع کیا ہے؟ اور حالات کے پیشِ نظر عورت کا یہ کہنا کہ میرے اُوپر ہی ظلم کیوں ہے اور کس قانون کی بنا پر؟ اور کیا قانون تبدیل نہیں ہوسکتا ہے؟

ج…… یہاں چند باتیں سمجھ لینا ضروری ہیں:

اوّل:…… یہ کہ تین طلاق کے بعد عورت طلاق دینے والے پر قطعی حرام ہوجاتی ہے، جب تک وہ دُوسری جگہ نکاحِ شرعی کرکے اپنے دُوسرے شوہر سے وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرے، اور وہ اپنی خوشی سے طلاق نہ دے اور اس کی عدّت گزر نہ جائے، یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی، نہ اس شرط کے بغیر ان دونوں کا دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، یہ قرآنِ کریم کا قطعی اور دوٹوک فیصلہ ہے، جس میں نہ کوئی استثناء رکھا گیا ہے اور نہ اس میں کسی ترمیم کی گنجائش ہے۔

دوم:……قرآنِ کریم کا فیصلہ عورت کو سزا نہیں، بلکہ اس مظلومہ کی حمایت میں اس کے طلاق دینے والے ظالم شوہر کو سزا ہے۔ گویا اس قانون کے ذریعہ اس شوہر کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزنش کی گئی ہے کہ اب تم اس شریف زادی کو اپنے گھر آباد کرنے کے اہل نہیں رہے ہو، بلکہ اب ہم اس کا عقد قانوناً دُوسری جگہ کرائیں گے اور تمہیں اس شریف زادی کو دوبارہ قیدِ نکاح میں لانے سے بھی محروم کردیا گیا ہے، جب تک کہ تمہیں عقل نہ آجائے کہ کسی شریف خاتون کو تین طلاق دینے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

سوم:……خالقِ فطرت کا ارشاد فرمودہ یہ قانون سراسر مظلوم عورت کی حمایت میں ہے، لیکن یہ عجیب وغریب عورت ہے کہ وہ ظالم کے ساتھ تو پیوند جوڑنا چاہتی ہے مگر خالقِ کائنات، جو خود اسی کی بھلائی کے لئے قانون وضع کررہا ہے اس کے قانون کو اپنے اُوپر ظلم تصوّر کرتی ہے۔ اور پھر ایک ایسا شخص جو شرابی ہے، ظالم ہے اور جس پر وہ ہمیشہ کے لئے

حرام ہوگئی ہے اس سے تو خدا تعالیٰ کی حد کو توڑ کر نکاح کرنے کی خواہش مند ہے اور اسے کسی نیک، پارسا، شریف النفس مسلمان کے ساتھ نکاح کرنے کا جو مشورہ دیا جارہا ہے، اسے اپنے حق میں ظلم تصوّر کرتی ہے۔ انصاف کیجئے! کہ اگر تین طلاق دینے والا ظالم ہے اور اس کو اس کی سزا ملنی چاہئے تو یہ بیگم صاحبہ جو اس ظالم سے تعلق قائم کرنے میں خدا کے اَحکام کو بھی ظلم تصوّر کرتی ہیں، اس ظالم سے کیا کم ظالم ہیں...؟ یہ سزا عورت کو نہیں بلکہ اس ظالم مرد کو دی گئی ہے جسے عورت اپنی حماقت سے اپنے حق میں ظلم تصوّر کرتی ہے۔ وہ اس ظالم سے دوبارہ نکاح کرنے پر کیوں بضد ہے؟ اسے چاہئے کہ کسی اور جگہ اپنا عقد کرکے شریفانہ زندگی بسر کرے اور اس ظالم کو عمر بھر منہ نہ لگائے۔

چہارم:...... یہاں یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ جس طرح زہر کھانے کا اثر موت ہے، زہر دینے والا ظالم ہے، مگر جب اس نے مہلک زہر دے دیا تو مظلوم کو موت کا منہ بہرحال دیکھنا ہوگا۔ اسی طرح تین طلاق کے زہر کا اثر حرمتِ مغلّظہ ہے، یعنی یہ خاتون دُوسری جگہ چاہے تو نکاح کرسکتی ہے (اس کو دُوسری جگہ نکاح کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا)، لیکن پہلے شوہر کے لئے وہ حلال نہیں رہی۔ اگر وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دُوسری جگہ عقد اور خانہ آبادی نہ ہو۔ پس جس طرح موت نتیجہ ہے زہرخوری کا، اسی طرح یہ حرمتِ مغلّظہ نتیجہ ہے تین طلاق کا۔ اگر یہ ظلم ہے تو یہ ظلم بھی تین طلاق دینے والے ہی کی طرف سے ہوا ہے کسی اور کی طرف سے نہیں۔ اگر عورت اسی ظالم کے گھر بخوشی رہنا چاہتی ہے تو اسے اس کے ظلم کا نتیجہ بھی بخوشی بھگتنا ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس قانون میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔

کیا شدید ضرورت کے وقت حنفی کا شافعی مسلک پر عمل جائز ہے؟

س...... اختر نے غیر کفو میں شادی کی، اس کی بیوی اپنے والدین کے گھر زیادہ رہتی تھی، اختر اس کی طرف رغبت بہت کرتا تھا، لیکن ایک دن بیوی کے غیر متوازن رویے سے تنگ آکر اس نے قسم کھائی کہ اگر اَب کی بار بغیر کسی خاص وجہ کے میں اپنے سسرال کے گھر بیوی سے ملنے گیا

تو مجھ پر میری بیوی تین دفعہ طلاق ہوگی۔ ایک ماہ اپنے کو روکے رکھا اپنے گھر میں، پھر خواہشِ نفس نے شدید تقاضا کیا، کچھ کتب دیکھیں معلوم ہوا اسے کہ طلاق سہ گانہ بیک نشست اُمت کے درمیان مختلف فیہ ہے، اجتہادی مسائل جو کتاب ہے مولوی جعفر شاہ ندوی صاحب کی، اس میں دیکھا کہ طلاقِ ثلاثہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۃ الرسول صدیقِ اکبرؓ کے دور میں ایک کا حکم رکھتی تھی، یعنی رجعی، اور عمرؓ فاروق کا مسلک سیاسی تھا، شرعی نہ تھا۔ یہ بات فتاویٰ رشیدیہ میں دیکھی۔ اور حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے نزدیک عند شدید ضرورت عمل حنفی کا شافعی مسلک پر جائز ہے، جن کے ہاں طلاقِ ثلاثہ رجعی ہے۔ ان وجوہات نے اس کی ہمت بندھائی، اور سسرال چلا گیا، تمتع کیا اپنی بیوی سے۔ اب آیا اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا کچھ گنجائش باقی ہے؟ عند ضرورت حنفی کا عمل اُوپر شافعی فقہ کے مسئلے میں رُجوع کی صورت میں اس کی عاقبت تو سلامت ہوگی، اگر نہیں تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

ج…… ''اجتہادی مسائل'' میں جعفر شاہ ندوی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ قطعاً غلط اور مہمل ہے۔ تین طلاقیں جو بیک وقت دی گئی ہوں وہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور چاروں اِماموں کے نزدیک تین ہی ہوتی ہیں، اس لئے یہاں اِمام شافعیؒ یا کسی اور اِمام کا اختلاف ہی نہیں کہ ان کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔ اختر کے دِل میں سسرال کے گھر جاکر بیوی سے ملنے کا شدید تقاضا پیدا ہوتا ہے اور اسے کوئی ''خاص وجہ'' وہاں جانے کی نظر نہیں آتی، وہ کتابیں دیکھنا شروع کرتا ہے تاکہ اسے ''بغیر کسی خاص وجہ کے'' وہاں جانے کا حیلہ مل جائے، اسے جعفر شاہ ندی کی کتاب میں یہ بات مل جاتی ہے کہ تین طلاقیں جو بیک وقت دی گئی ہوں وہ ایک ہی ہوتی ہیں، اس سے وہ یہ غلط نتیجہ اخذ کرلیتا ہے کہ اِمام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہوگا جو جعفر شاہ نے لکھا ہے، اور پھر وہ اس کے ساتھ ایک اُصول اور ملالیتا ہے کہ بوقتِ ضرورت حنفی کو اِمام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، ان تمام اُمور سے وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اگر میں ''کسی خاص وجہ کے بغیر'' بھی بیوی سے ملنے سسرال چلا جاؤں تو ایک ہی رجعی طلاق ہوگی، چنانچہ اس کی بنیاد پر وہ ''بغیر کسی خاص وجہ کے'' وہاں چلا جاتا ہے، اس لئے اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور بغیر شرعی حلالہ کے اب دونوں کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

فہرست

شوہر کو تحلیلِ شرعی سے نکاح کرنے کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا حق ہوگا

س…… ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، عدّت گزرنے کے بعد اس عورت نے دُوسری جگہ نکاح کرلیا، کچھ مدّت بعد دُوسرے شخص نے بھی مذکورہ خاتون کو طلاق دے دی، اب یہ خاتون دوبارہ پہلے شخص سے نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح کے بعد اس شخص کو زیادہ سے زیادہ کتنی طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا؟ جبکہ اس سے قبل تو یہ شخص اپنی تین طلاقوں کا حق استعمال کرچکا ہے۔

ج…… دُوسرے شوہر سے نکاح اور صحبت کرنے کے بعد جب اس عورت کو دُوسرے شوہر سے طلاق ہوگئی اور اس کی عدّت ختم ہونے کے بعد اس نے پہلے شوہر سے دوبارہ عقد کرلیا تو پہلا شوہر نئے سرے سے تین طلاقوں کا مالک ہوجائے گا، خواہ پہلے اس نے ایک یا دو طلاق دی ہو، یا تین طلاقیں دی ہوں، ہرصورت میں تحلیلِ شرعی کے بعد دوبارہ تین طلاقوں کا مالک ہوگا۔

فہرست

الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق

شیخ محمد زاہد الکوثری

مسئلہ طلاق میں دورِ حاضر کے متجدّدین کے شبہات اور ایک مصری علامہ کی طرف سے ان کا شافی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

طلاق کے مسائل میں بعض حلقوں کی جناب سے کج بحثی کے نمونے سامنے آتے رہتے ہیں، اس نوعیت کی غلط بحثیں ایک عرصہ پہلے مصر میں اُٹھائی گئی تھیں، جن کا شافی اور مسکت جواب وہاں کے محقق اہلِ علم کی جانب سے دیا گیا۔ چنانچہ ''نظام الطّلاق'' کے نام سے مصر کے قاضی احمد شاکر نے ایک رسالہ لکھا جس میں غلط روطبقے کی بھرپور نمائندگی کی گئی، اس کے جواب میں خلافتِ عثمانیہ کے آخری نائب شیخ الاسلام مولانا الشیخ محمد زاہد الکوثری نے ''الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا، جس میں اس قسم کے خودرو مجتہدین کی علمی بضاعت سے نقاب کشائی کی گئی اور کتاب وسنت سے طلاق کے اَحکام کو ثابت کیا گیا۔ بعض احباب کے اصرار پر اس کا ترجمہ ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے، اور اَب اسے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں شامل کیا جا رہا ہے، واللہ الموفق!

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، ولا عدوان الا علی الظالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الخلق محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین

یہ اَمر پوشیدہ نہیں کہ ائمہ متبوعین کے مذاہب، مخصوص حالات میں، مخصوص عدالتی مسائل میں، ایک دُوسرے سے مدد حاصل کرتے ہیں، اور جب کوئی ایسی ضرورت داعی ہو تو دُوسرے مذہب کے مسائل پر عمل کرنے کا دستور بھی فقہائے مذاہب نے ذکر کردیا ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ خواہشِ نفس کی تعمیل کے لئے اپنے مذہب سے یا تمام مذاہب سے بغاوت کی جائے اور اَحکامِ شرعیہ کے بجائے خودساختہ قوانین کو جاری کردیا جائے، جیسا کہ دورِ حاضر میں اسلامی ممالک کے متجدّدین نے یہی رَوِش اپنا رکھی ہے، وہ ہر نئی چیز کو للچائی ہوئی نظر سے، اور ہر قدیم کو نظرِ استخفاف سے دیکھنے کے عادی ہیں، حالانکہ ہر وہ اُمت جو اپنے موروثی مفاخر کی حفاظت و پاسبانی کے لئے مرمٹنے کا اہتمام نہیں کرتی وہ گویا اس اَمر کا اقرار کرتی ہے کہ وہ کوئی شرف و مجد نہیں رکھتی، اور اس کا دامن اپنے اسلاف کے مفاخر سے یکسر خالی ہے، چہ جائیکہ وہ اُمت جو دُوسری قوموں میں مدغم ہونے کی کوشش کر رہی ہو!

فقہِ اسلامی عروجِ اسلام کے دور میں صدیوں تک ہر زمان و مکاں کے لئے صلاحیت رکھتی تھی، پس یہ غیرمعقول بات ہوگی کہ یہ اس زمانے کے لئے صلاحیت نہ رکھتی ہو، جس میں کھلی آنکھوں سے قوانینِ مغرب میں خلل کا مشاہدہ کیا جارہا ہے، یہاں تک کہ ان قوانین کے فساد کی وجہ سے مغربی معاشرے انحلال اور زبوں حالی کا شکار ہیں۔

سب جانتے ہیں کہ جب عوام کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسے حیلے ایجاد کرلیتے ہیں جو عدالتی فیصلوں میں عدل پروری کا راستہ روک دیتے ہیں، لیکن بالغ نظر قاضی (جج صاحبان) ایسا نظام وضع کرنے سے عاجز نہیں جو عدل و انصاف کی پاسبانی کا

کفیل ہو، اور جس کو حیلہ گروں کے ہاتھ نہ چھو سکیں، خواہ وہ کسی زمان و مکاں میں ہو، اسی مدعا کو بیان کرتے ہوئے ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں: ''فیصلہ ایسا ناپ تول کر کرو کہ جو لوگوں کی صلاح کا ضامن ہو، اور جب وہ بگڑ جائیں تو استحسان سے کام لو۔'' اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے: ''لوگوں کے لئے اسی کے بقدر فیصلے رُونما ہوتے ہیں جس قدر انہوں نے جرائم ایجاد کرلئے ہوں۔''

پس جب کوئی اجتماعی مرض رُونما ہو، جیسے طلاق کو کھلونا بنانا، مثلاً ایک شخص بلاوجہ طلاق کی قسم کھالیتا ہے، دُوسرا شخص بے سبب جلد بازی سے تین طلاق اکٹھی دے ڈالتا ہے، تو اس بیماری کا علاج یہ نہیں کہ طلاق کو کھلونا بنانے کی راہ ہموار کرکے ان مریضوں کی ہم نوائی کی جائے، اور یہ کہہ کر ان کے نکاحوں کو شبہ و شبہ میں ڈال دیا جائے کہ: ''طلاق کی قسم کھانا کوئی چیز نہیں'' اور ''تین طلاق ایک ہوتی ہے، یا ایک بھی نہیں ہوتی'' اور اس پر بغیر دلیل و برہان کے فلاں کے قول اور فلاں کی رائے کے حوالے دیئے جائیں۔

یہ ہم نوائی ان مریضوں کی خیرخواہی نہیں، بلکہ یہ اس بیماری کے جان لیوا ہونے میں اضافہ کرے گی، اور ان کے شگاف کو رفو کرنا ناممکن ہوجائے گا، اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی عصمت کو کلمۃ اللہ کے ذریعہ حلال کرنے میں جو حکمت رکھی ہے، کہ کھیتی اور نسل میں برکت حاصل ہو، یہ حکمت باطل ہوجائے گی، اور بعض نام نہاد فقیہ اور خود رو مجتہد، جن کی آراء و خواہشات کو کسی جگہ قرار نہیں، ان کے کلمہ کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی جگہ حلت و حرمت کے معاملے میں نافذ کرنا لازم آئے گا۔

فہرست

اور یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ ان قطعی مسائل کے خلاف خروج و بغاوت کی جائے جو ائمہ متبوعین نے کتاب و سنت سے سمجھے ہیں، اور اس خروج و بغاوت کے لئے ایسے شاذ لوگوں کے اقوال کا سہارا لیا جائے جو ان سے غلط فکری کی بنا پر صادر ہوئے ہیں، یا ایسے لوگوں کی آراء پر اعتماد کیا جائے جو دِین و دیانت کے لحاظ سے ناقابلِ اعتماد ہیں، اور جو زمین میں فساد مچاتے ہیں، کیونکہ شیطان نے ان کے لئے ان کے بُرے اعمال کو آراستہ کر دِکھایا ہے۔

اسی ہم نوائی کی بدولت اسلامی قانون، اپنے نافرمان بیٹوں کے ہاتھوں، اپنے بہت سے ابواب میں عدالتوں سے بے دخل کیا جاچکا ہے، اس کا یہ سبب نہیں کہ اسلامی قانون ہر زمان و مکان کے لئے صلاحیت نہیں رکھتا، تاوقتیکہ اس کے ستونوں کو اُکھاڑ نہ دیا جائے، یا اس کے ہاتھ پاؤں نہ کاٹ دیئے جائیں۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ان ابنائے زمانہ میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ان کے دِل کو چین نصیب نہیں جب تک کہ شرع کے باقی ماندہ حصے کا بھی عدالتوں سے صفایا نہ کردیں، اور یہ کام لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے شرع ہی کے نام سے کیا جارہا ہے، جس سے اصل مدعا خواہش پرست مریضوں کی ہم نوائی اور مستشرقین کے شاگردوں (مستغربین) کی خواہشات کی پیروی ہے۔ جبکہ ہم ایسے دور کے آنے سے، جس میں کامل حقوق دِلانے کے دعوے کئے جارہے ہیں، یہ توقع رکھتے تھے کہ تمام جدید قوانین پر نظرِ ثانی کی جائے گی اور جن قوانین میں اصلاح کی ضرورت ہے، فقہِ اسلامی کی مدد سے ان میں اصلاح کی جائے گی، کیونکہ جس حکومت کے ہاتھ میں عالَمِ اسلام کی قیادت ہے اس کے لئے یہی شایانِ شان ہے اور ایسی حکومت سے بجا طور پر یہی توقع رہی ہے۔

رہا کتاب و سنت کو ایسے معنی پہنانا جن کے وہ متحمل نہیں، اور بظاہر کتاب و سنت سے استدلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے قوانین کی تائید کرنا جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، یہ دونوں باتیں سوائے کھلی تلبیس کے، اور سوائے ایسے دھوکے کے، جس کے پس پردہ مقاصدِ مذمومہ صاف جھلکتے ہوں، اور کچھ نہیں دیتے۔

جو لوگ مسلمانوں کو ان کے دِین کے بارے میں شک و شبہ میں ڈالنا چاہتے ہیں، وہ گھات میں ہیں، وہ ان نام نہاد فقیہوں کے کرتوتوں کے حوالے سے فقہِ اسلام کو بدنام کرنے میں فرصت کا کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتے، حالانکہ فقہِ اسلامی ایسے لوگوں سے اور ان کے اعمال سے بَری ہے۔ یہاں معاندینِ اسلام کے سازشی کردار کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ازہر کے ایک مستشرق اُستاذ نے ایک سال پہلے ”تاریخِ فقہِ اسلامی“ پر تین لیکچر دیئے تھے جن کے آخر میں وہ کہتا ہے:

''اسلامی شریعت اور رائج الوقت کے درمیان ایک اور تعلق ہے، جو شریعت کی گزشتہ تاریخ سے کلّی طور پر مخالف ہے، اور یہ تعلق تاریخِ شرع کے آخر دور میں پایا جاتا ہے، اور وہ ہے شرع کے کئی کئی رنگ بدلنے کا موجودہ دور، حوالے کے طور پر ہمارے لئے اسلامی قانون میں ان ترمیمات کا ذکر کردینا کافی ہے جو مصر میں ۱۹۲۰ء سے احوالِ شخصیّہ (پرسنل لا) میں کی گئیں۔''

جو شخص اس فقرے کا مدعا سمجھتا ہے اس کے لئے اس میں بڑی عبرت کا سامان ہے، یہ مستشرق یہ کہنا چاہتا ہے کہ دیکھ لو! تم وہی ہو جنھوں نے شریعت میں نئے اَحکام کا گھسیڑنا جائز قرار دے دیا ہے، یہ جدید اَحکام جو شرع کے لئے قطعاً غیرمانوس اور اجنبی ہیں دراصل مغرب سے درآمد کئے گئے ہیں، اگرچہ ان اَحکام کے اصل مأخذ کی پردہ داری کے لئے کچھ لوگوں کے اقوال کا حوالہ دیا جاتا ہے، ''آج سے کل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے''۔

''قیاس کن ازگلستان من بہار مرا''

اس سلسلے کی بہت سی اَلم ناک یادیں ہمارے ذہن میں محفوظ ہیں، مگر ان کے تذکرے سے تجدیدِ اَلم کے سوا اور کیا فائدہ؟ کچھ عرصہ ہوا کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ایک قاضی صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے، جس میں موصوف نے ایسی رائے پیش کی ہے جس کے نتیجے میں، اس ملک کی عدالتوں میں فقہِ متوارث کا جو بچا کھچا حصہ باقی ہے اور جو کتاب و سنت سے مأخوذ اور تمام فقہائے اُمت کے درمیان متفق علیہ چلا آتا ہے، اس کا بھی صفایا ہوجائے گا۔ میں نے اس کو ایک ایسے شخص کی جانب سے، جو اپنے آپ کو ''قاضیٔ شرع'' شمار کرتا ہے، بڑی بات سمجھا، پھر میں نے ان رسائل میں غور کیا جو شہر میں پھیلائے جارہے ہیں، اور جو پیغامِ ربانی کے طرز کے خلاف ہیں، اور میں نے اپنے دِل میں کہا کہ یہ رسالہ جو موصوف کے قلم و زبان اور فکر و جنان کے حوالے سے نکلا ہے، یہ کسی مجمع فقہی کی جانب سے نہیں، بلکہ کسی مستشرق کی محفلِ غربی کی جانب سے ہے، جس کا پودا یہودی ہاتھوں نے لگایا ہے، اور جس کی شاخیں وادیٔ نیل میں قبطیوں کی مدد سے پھل پھول رہی ہیں۔

دریں اثنا کہ میں اس قصے پر اس نقطۂ نظر سے غور کر رہا تھا، اور جن عبرتوں پر یہ مشتمل ہے، ان سے عبرت حاصل کر رہا تھا کہ قضا و قدر نے یہ رسالہ میرے مطالعے کے لئے بھجوادیا، میں نے اس کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ تجربہ خبر کی تصدیق کر رہا ہے۔

سب سے پہلے میری نظر رسالے کے نام ''نظام الطلاق'' پر پڑی جو رسالے کی لوح پر خطِ عجمی سے لکھا ہوا تھا، اور جو اس کے مشتملات کی عجمیت کا پتا دیتا تھا، اس نام پر قرآنِ کریم کی آیت سوار تھی جو اسے ''ہاویہ'' میں گرا رہی تھی، اس کا عملِ طالح اس کو درکِ اَسفل کی طرف کھینچ رہا تھا، جو کلماتِ سافلہ کا مقام ہے، دیکھنے والے کو اس منظر اور اس عنوان سے ایسا خیال ہو رہا تھا کہ گویا: ''ایک مغربی اُلو'' نے مسلمانوں کے آسمان کا حلقہ بنا رکھا ہے، وہ نہایت مکروہ آواز میں بول رہا ہے کہ:

> ''اے مسلمانو! تمہاری عدالتوں میں اَحکامِ شرعیہ کے نفاذ کا دور لد گیا، دیکھو یہ جدید وضع قانون، اَحکامِ شرع کی جگہ نافذ ہوگا۔''

سب جانتے ہیں کہ نظام اور قانون ان خودساختہ دساتیر کی اصطلاحات ہیں، جو اَحکامِ شرعیہ کی روشنی میں وضع نہیں کئے جاتے، یہ دونوں لفظ نہ کتاب و سنت میں وارد ہیں، اور نہ فقہائے اُمت ان کا استعمال کرتے ہیں، گویا مؤلف ''وضعی قوانین'' اور اَحکامِ شرعیہ کو ایک ہی وادی سے سمجھتے ہیں، جن اَحکام کو ہم ''شرعی'' کہتے ہیں اور جن کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ کتاب و سنت سے مأخوذ ہیں، فاضل مؤلف ان کو بھی قوانینِ وضعیہ کے طرز کی چیز سمجھتے ہیں، جو وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے۔

صدرِ اسلام سے موجودہ صدی تک تمام مسلمان اپنے تمام تر فقہی اختلافات کے باوجود تین طلاق بلفظ واحد کو قرآن و سنت کی رُو سے بینونت مغلظہ مانتے آئے ہیں، اچانک ایک ہواپرست بیک جنبشِ قلم اسے بینونت مغلظہ سے ایک رجعی طلاق میں تبدیل کرنا چاہتا ہے، جب یہ حالت ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ کل یہ ہواپرست یہاں تک جرأت کرے کہ اس حکم کے بالکلیہ لغو قرار دینے کا مطالبہ کرنے لگے، کیونکہ اس دور میں اَحکامِ شرعیہ سے مادر

پدرآزادی نے معاشرے کے افراد پر اپنی طنابیں کھینچ لی ہیں، اور ہر وہ شخص جو اپنی ماں کی زبان جانتا ہو اس کے دِل میں منصبِ اجتہاد پر فائز ہوکر لوگوں کے سامنے اچانک ایسی آراء پیش کرنے کی خواہش پیدا ہو رہی ہے جو اُمت کے مزاج کو یکسر درہم برہم کرڈالیں۔

رسالے کے نام کے بعد میں نے رسالے کے ابتدائیے کا مطالعہ کیا تو دیکھا کہ مؤلف اپنے رسالے کی تمہید میں اس پر فخر کر رہے ہیں کہ ان کے والد گرامی ...جنھوں نے عہدۂ قضا کی خاطر اپنا اصل مذہب چھوڑ کر حنفی مذہب اختیار کرلیا تھا... پہلے شخص تھے جنھوں نے مذہبِ حنفی کے مطابق فیصلے کرنے کے بجائے دُوسرے مذاہب کے مطابق فیصلے کرکے مذہب کے خلاف بغاوت کا راستہ اختیار کیا، حالانکہ ان کو اس باغیانہ تغییر و تبدیل کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ پیش آمدہ مشکل کو حل کرنے کے لئے وہ بڑی آسانی سے یہ مقدمہ کسی مالکی مذہب کے عالم کے سپرد کرسکتے تھے، (فاضل مؤلف اپنے والد کے جس کارنامے پر فخر کر رہے ہیں، غور کیجئے تو یہ لائقِ فخر نہیں، بلکہ لائقِ ماتم ہے، کہ ایک شخص مال و جاہ کی اندھی خواہش کی خاطر جھوٹ موٹ ایک مذہب کا لبادہ اوڑھ لے، اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ فقہ کے لئے سب سے خطرناک آفت وہ شخص ہے جس کو اہلِ فقہ کی طرح فقہ کا ذوق حاصل نہ ہو، مگر محض جاہ و مال کی خاطر کسی فقہی مکتبِ فکر سے منسلک ہوجائے)۔

مصنف کو اپنے والد کا یہ کارنامہ ذکر کرنے کے بعد کہ اس نے سب سے پہلے مذہب کے خلاف بغاوت کا آغاز کیا تھا، یہ خیال ہوا کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کا فارمولا پیش کرکے اپنے والد کی طرح بغاوت میں مقتدا بن جائے گا، لیکن اپنے والد کی طرح صرف مذہب کے خلاف بغاوت نہیں، بلکہ تمام فقہی مذاہب اور پوری اُمتِ مسلمہ کے خلاف بغاوت۔ اگر جناب مؤلف اس نکتے پر ذرا سا غور کرلیتے کہ: ''شاید لوگ ابھی مغرب پرستی میں اس حد تک نہ پہنچے ہوں کہ وہ ہر ہویٰ پرست کے کہنے پر فقہِ متوارث کو بالکلیہ خیرباد کہنے پر تیار ہوجائیں گے'' تو شاید انہیں اس تمہید سے شرم آتی۔

علاوہ ازیں شیر کے بچے کی شہادت اس کے باپ کے حق میں کیا قیمت رکھتی ہے؟ یہ بات کم از کم ان حضرات کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکتی جو عہدۂ قضا سے منسلک ہیں، اور

فہرست

یہ شیر... اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے... ابھی تک تاریخ کی نام وَر شخصیات میں داخل نہیں ہوا، اور اس کے سپرد صرف ازہر میں اس کی کارگزاری ہے، اور ازہر کی وکالت، قضائے سوڈان، مجلسِ تشریعی، اور محافلِ ماسونیہ۔ اور اس کے کارنامے صرف طبع زاد رسائل اور مقالات عمورات تک محدود ہیں اور بس۔ جیسا کہ شیر بچوں کے باپ کے کارناموں کی تحسین شیر کے بچوں کی نہیں بلکہ وہ بھی تاریخ کے سپرد ہے، عمرِ طویل کے بعد عمر کے اس دور میں بھی ان کا انجام بخیر ہوسکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان جرائم سے توبہ و اِنابت اختیار کریں، جن کا ارتکاب اس رسالے میں ان کے ہاتھوں نے کیا ہے، خصوصاً کتاب اللہ کی، سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور فقہائے اُمت کی مخالفت کا جرم، زائغین کی افترا پردازی کے باوجود، جیسا کہ آپ عنقریب سفیدۂ صبح کا ظہور مشاہدہ کریں گے۔

یا سبحان اللہ! اس کا کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ جمہور صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور جمہور فقہائے اَمصار قرن ہا قرن تک غلطی میں پڑے رہیں، اور یہ غلطی اس دن تک قائم رہتی ہے جس دن کہ مؤلف، ان کو لغتِ عربی کے اسرار و رموز سمجھانے کے لئے یہ رسالہ لکھ کر شائع کرتا ہے، چودہ سو سال کے طویل دور میں کسی بندۂ خدا کو یہ ہوش نہیں آتا کہ طلاق دیتے ہوئے تین کا لفظ ذکر کرنا صرف لغو ہی نہیں، بلکہ ناممکن اور محال ہے، پہلی مرتبہ اس یکتا مؤلف کو اس مسئلے میں حق کا انکشاف ہوتا ہے، اور یہ انکشاف مؤلف کی عربیتِ خالصہ کی بدولت ہوتا ہے جس کو... چشمِ بد دُور! وادیٔ نیل کے قبطیوں کے درمیان رہنے کے باوجود... عجمیت چھو تک نہیں گئی، اور اسباطِ بنی اسرائیل کی زبان سے اس میں ذرا بھی بگاڑ پیدا نہیں ہوا، نیز مؤلف کو یہ انکشاف اس کے بے مثال تفقّہ کی بنا پر ہوتا ہے، جس کی مثل علمائے اہلِ سنت میں سے کسی ایک سے بھی نقلِ صریح صحیح کے ساتھ منقول نہیں، اور کسی ایک مذہب میں بھی قبول نہیں کیا گیا، سوائے روافض اور اسماعیلیوں کے، جن میں عبیدیون بھی شامل ہیں، جو ائمہ کو خدا مانتے ہیں۔

پس حرام ہے! ہزار مرتبہ حرام...! اس شخص پر جو کتاب اللہ کی وجوہِ دلالت میں ایسی جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتا ہو، اور جو حدیث و فقہ اور اُصول میں ایسی ٹامک ٹوئیاں

مارتا ہو، (اس کے لئے حرام ہے) کہ فقہ و حدیث کے دقیق مسائل پر قلم اُٹھائے، یہ سمجھتے ہوئے کہ مصر و ہند کی چند ایسی مطبوعات کا جمع کرلینا، جو اَغلاط و تصحیفات سے پُر ہیں، اس کو اِجتہاد کی بلند چوٹی تک پہنچادے گا، بدوں اس کے کہ اس کو ایسی وہبی صلاحیتیں حاصل ہوں جو اس میدان میں گوئے سبقت لے جانے میں اس کی مدد کریں، اور بدوں اس کے کہ اس نے ان دونوں علوم کی تعلیم کسی ماہر اُستاذ سے پائی ہو جو باخبری اور کفایت کے ساتھ اس کی تربیت کرتا۔ قدیم زمانے میں کسی شاعر نے کہا ہے:

ما العلم مخزون کتب لدیک منها الکثیر

لا تحسبنک بهٰذا یومًا فقیهًا تصیر

فللدجاجة ریش لٰکنها لا تطیر

ترجمہ:۱:...... ''علم اس کا نام نہیں جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے، تیرے پاس ان میں سے بہت کتابیں ہیں۔

۲:...... ہرگز نہ سمجھنا کہ تم اس کے ذریعہ کسی دن فقیہ بن جاؤگے۔

۳:...... دیکھو! مرغی کے بھی پَر ہوتے ہیں، لیکن وہ اُڑتی نہیں۔''

اور شرع میں اہلِ علم سے الگ رائے رکھنا اور ایسی بات کہنا جو کسی نے نہ کہی ہو، یہ دونوں باتیں آدمی کی عقل میں خلل کا پتا دیتی ہیں، حافظ ابن ابی العوامؒ اپنی کتاب ''فضائل ابی حنیفہ واَصحابہ'' میں اپنی سند کے ساتھ اِمام زفر بن الہذیلؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

''میں کسی شخص سے صرف اس حد تک مناظرہ نہیں کرتا کہ وہ خاموش ہوجائے، بلکہ یہاں تک مناظرہ کرتا ہوں کہ وہ پاگل ہوجائے، عرض کیا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: ایسی بات کہنے لگے جو کسی نے نہیں کہی۔''

میں اپنا دِینی واجب سمجھتا ہوں کہ ان صاحب کو وصیت کروں ...بشرطیکہ

فہرست

سرگردانی نے اس میں اتنی عقل چھوڑی ہو کہ وہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو... کہ وہ فقہ و حدیث پر قلم نہ اُٹھایا کرے، کیونکہ اس کی تحریروں سے قطعی طور پر واضح ہوچکا ہے کہ یہ دونوں اس کا فن نہیں، اور عقل مند آدمی اس کام کو ترک کردیتا ہے جس کو ٹھیک طرح نہ جانتا ہو، عربی شاعر کہتا ہے:

خلق اللہ للحرب رجالًا ورجالًا لقصعة وثرید

ترجمہ:...... ''اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لئے پیدا کیا ہے کچھ
لوگوں کو، اور کچھ اور لوگوں کو پیالہ اور ثرید کے لئے۔''

ان دونوں علوم میں غلط روی خالص دِین میں غلط روی ہے، اور ان دونوں میں سرگردانی دُنیا و آخرت میں ہلاکت کا موجب ہے، مؤلف کے لئے یہی کافی ہے کہ عہدۂ قضا، جو مقدّر سے اس کے ہاتھ لگ گیا ہے، اسے سنبھالے رکھے، اور اس سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں ان سے توبہ واِنابت اختیار کرے۔

چونکہ مؤلف کے رسالے پر کسی نے گفتگو نہیں کی، اس لئے ہم اس رسالے کے بعض مقاماتِ زیغ پر کلام کریں گے، جس سے اِن شاء اللہ تعالیٰ واضح ہوجائے گا کہ ٹیلے کے پیچھے کیا ہے؟ اس سے جمہور کو خبردار کرنا مقصود ہے کہ وہ مؤلف کے کلام سے دھوکا نہ کھائیں، نیز مؤلفِ رسالہ کے اس دامِ فریب سے بچانا مقصود ہے کہ اس نے بے محل آیاتِ شریفہ درج کرکے ان کی غلط تأویلات کی ہیں جن کے مدخل و مخرج کا اسے علم نہیں، اسی طرح بے موقع احادیث نقل کی ہیں، مگر نہ تو مؤلف نے ان متون کے معانی کو سمجھا ہے، اور نہ وہ ان کی اسانید کے رجال سے واقف ہے، واقعہ یہ ہے کہ جس شخص نے فقہ وحدیث اور دیگر علوم کو محض کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل کیا ہو، کسی اُستاذ سے نہ سیکھا ہو، جو لغزش کے مواقع میں اس کی راہ نمائی کرے، اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

اور میں جن مسائل میں اس خودرو مجتہد کے ساتھ مناقشہ کروں گا ان میں بحول اللہ وقوّتہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کا قدم ٹکنے کی گنجائش نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ جو شخص حق سے ٹکر لیتا ہے اس کے پاس اصلاً کوئی دلیل و حجت نہیں ہوتی اور میں نے ان اوراق میں جو

کچھ لکھا ہے اس کو ''الاشفاق علیٰ اَحکام الطّلاق'' کے نام سے موسوم کرتا ہوں۔

واللہ سبحانہ ولی الهداية، وعليه الاعتماد فی البداية والنهاية وهو حسبی ونعم الوكيل!

۱:......کیا رجعی طلاق سے عقدِ نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۴-۱۵ پر لکھتے ہیں:

''عقود میں عام قاعدہ یہ ہے کہ عقد سے وہ تمام حقوق فریقین پر لازم ہوجاتے ہیں جن کا عقد کے ذریعہ ہر ایک نے التزام کیا ہو۔''

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اور طلاق خواہ رجعی ہو یا غیر رجعی، وہ عقدِ نکاح کو زائل کردیتی ہے، ابن السمعانی کہتے ہیں کہ: حق یہ ہے کہ قیاس اس بات کو مقتضی تھا کہ طلاق جب واقع ہو تو نکاح زائل ہوجائے، جیسا کہ عتق میں رقیت زائل ہوجاتی ہے، مگر چونکہ شرع نے نکاح میں رُجوع کا حق رکھا ہے اور عتق میں نہیں رکھا، اس بنا پر ان دونوں کے درمیان فرق ہوگیا۔''

مؤلفِ رسالہ اس قاعدے سے دو باتیں ثابت کرنا چاہتا ہے، ایک یہ کہ اگر شارع کی جانب سے اِذن نہ ہوتا تو مرد کا یک طرفہ طلاق دینا صحیح نہ ہوتا، چونکہ مرد کو طلاق دینے کا اختیار اِذنِ شارع پر موقوف ہے لہٰذا اس کی طلاق کا صحیح ہونا بھی اِذنِ شارع کے ساتھ مقید ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص شارع کی اجازت کے خلاف طلاق دے تو اس کی طلاق باطل ہوگی، کیونکہ وہ تقاضائے عقد کی بنا پر یک طرفہ طلاق کا اختیار نہیں رکھتا۔

دُوسری بات وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جب طلاقِ رجعی سے نکاح زائل ہوگیا تو عورت دُوسری اور تیسری طلاق کا محل نہ رہی خواہ وہ ابھی تک عدّت کے اندر ہو۔

مؤلف کے نظریے کی بنیاد انہی دو باتوں پر قائم ہے، لیکن جو شخص کتاب وسنت

فہرست

سے تمسّک کا مدعی ہو، اس کا نصوص کی موجودگی میں محض تخیل اور اَٹکل پچو قیاس آرائی پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھنا کتنی عجیب بات ہے؟ اور اگر مؤلف کا مقصود خالی فلسفہ آرائی ہے اور وہ بزعمِ خود تھوڑی دیر کے لئے ''اہلِ رائے'' کی صف میں شامل ہونے کا خواہش مند ہے تب بھی اس کے علم سے یہ بات تو اوجھل نہیں رہنی چاہئے کہ مسلمان محض طبعیتِ عقد کی بنا پر تو کسی بھی چیز کا مالک نہیں ہوتا، بلکہ اس لئے مالک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تصرفات کا اختیار دیا ہے، نیز اسے یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ عورت نکاح کے وقت مرد کے اس حق کو جانتی تھی کہ وہ جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، اور اس نے نکاح میں یہ شرط بھی نہیں رکھی کہ اس کا شوہر اگر فلاں فلاں کام کرے گا تو اسے اپنے نفس کا خیار ہوگا، بلکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود اس نے نکاح قبول کرلیا، تو گویا اس نے شوہر کے حقِ طلاق کا بھی التزام کرلیا۔ اب اگر اسے طلاق دی جارہی ہے تو اس کے التزام پر دی جارہی ہے، لہٰذا اس پر کوئی ایسی چیز لازم نہیں کی جارہی جس کا اس نے التزام نہیں کیا۔ اب غور فرمایئے کہ مؤلفِ رسالہ کے اس نظریے کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟ اور جب یہ نظریہ خود گرتی ہوئی دیوار پر قائم ہے تو اس پر مؤلف جن مسائل کا ہوائی قلعہ تعمیر کرنا چاہتا ہے وہ کب تعمیر ہوسکتا ہے...؟

یہی حال اس کے اس دعویٰ کا ہے کہ: ''رجعی طلاق سے نکاح زائل ہوجاتا ہے'' یہ قطعاً باطل رائے ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مخالف اور ائمۂ دین کے علم وتفقہ سے خارج ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ ....''

(البقرۃ:۲۲۸)

ترجمہ:...... ''اور ان کے شوہر حق رکھتے ہیں ان کے واپس لوٹانے کا عدّت کے اندر۔''

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے عدّت کے دوران مردوں کو ان کے شوہر ٹھہرایا ہے، اور انہیں اپنی بیویوں کو سابقہ حالت کی طرف لوٹانے کا حق دیا ہے، مگر اس ''خودساختہ مجتہد'' کا کہنا ہے کہ ان کے درمیان زوجیت کا تعلق باقی نہیں رہا۔ اور اگر وہ لفظ رَدّ سے تمسّک کا ارادہ کرے گا

تو اچانک اسے ایسے ردّ کا سامنا کرنا ہوگا جس سے وہ محسوس کرے گا کہ وہ ڈُوبتے ہوئے، تنکے کا سہارا لینا چاہتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ....‘‘

(البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ:......’’طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے، پھر یا تو روک لینا ہے معروف طریقے سے۔‘‘

پس روک رکھنے کے معنی یہی ہیں کہ جو چیز قائم اور موجود ہے اسے باقی رکھا جائے، یہ نہیں کہ جو چیز زائل ہوچکی ہے اسے دوبارہ حاصل کیا جائے، ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ طلاقِ رجعی کے بعد انقضائے عدّت تک نکاح باقی رہتا ہے۔ اسی طرح جو احادیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کے قصے میں مروی ہیں، وہ بھی ہمارے مدعا کی دلیل ہیں، خصوصاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مسندِ احمد میں، جس کے الفاظ یہ ہیں:

’’لیراجعها فانها امرأته.‘‘

ترجمہ:......’’وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔‘‘

اگر یہ روایت صحیح ہے، جیسا کہ مؤلفِ رسالہ کا دعویٰ ہے، تو یہ حدیث اس مسئلے میں نصِ صریح ہے کہ طلاقِ رجعی واقع ہونے کے بعد بھی وہ عورت اس کی بیوی ہے۔

اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اسے ازدواجی تعلق کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیا جائے، جبکہ رجعی طلاق کے بعد عورت کی حیثیت یہ ہوگئی تھی کہ اگر اس سے رُجوع نہ کیا جاتا تو انقضائے عدّت کے بعد وہ بائنہ ہوجاتی۔

صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ کی طرح ’’مراجعت‘‘ (طلاق سے رُجوع) کا لفظ اپنے ایک خاص شرعی معنی رکھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے آج تک مراد لئے جاتے رہے ہیں، جو شخص اس لفظ کے لغوی معنی کو لے کر خلطِ مبحث کرنا چاہتا ہے

فہرست

اس کی بات سراسر مہمل اور نامعقول ہے۔ جب مرد، عورت سے کوئی سی بات کرے تو عربی لغت میں اس کو بھی ''راجعھا'' بولتے ہیں، گویا مراجعت کا اطلاق مطلق بات چیت پر ہوتا ہے، لیکن مطلقہ رجعیہ سے اس کے شوہر کے رُجوع کرنے میں جو احادیث وارِد ہوئی ہیں، ان میں ''ازدواجی تعلقات کی طرف دوبارہ لوٹنے'' کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں لئے جاسکتے، لہٰذا اس میں کج بحثی کی کوئی گنجائش نہیں۔

علاوہ ازیں اگر مؤلف کے بقول رجعی طلاق کے بعد عقد باقی نہیں رہتا تو تجدیدِ عقد کے بغیر دوبارہ ازدواجی تعلقات استوار کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ تعلقات ناجائز اور غیرشرعی ہوں (حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے)، پھر کون نہیں جانتا کہ عدّت ختم ہونے تک نفقہ وسکنیٰ شوہر کے ذمہ واجب ہے، اور اگر اس دوران زوجین میں سے کوئی مرجائے تو دُوسرا اس کا وارث ہوگا، اور یہ کہ عورت چاہے نہ چاہے عدّت کے اندر مرد کو رُجوع کرنے کا حق ہے، یہ تمام اُمور اس بات کی دلیل ہیں کہ طلاقِ رجعی کے بعد بھی میاں بیوی کے درمیان عقدِ نکاح باقی رہتا ہے۔

رہا ابنِ سمعانی کا وہ قول جو مؤلفِ رسالہ نے نقل کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت، قیاس سے مانع نہ ہوتے تو قیاس کہتا تھا کہ نکاح باقی نہ رہے، آخر ایسا شخص کون ہے جو نصوصِ قطعیہ کے خلاف قیاس پر عمل کرنے کا قائل ہو، پھر جبکہ اسے مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان وجہِ فرق کا اقرار بھی ہو؟

پس اس مختصر سے بیان سے مؤلفِ رسالہ کے خودساختہ اُصول کی بنیاد منہدم ہوجاتی ہے اور اس پر جو اس نے ہوائی قلعے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا، وہ بھی دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ ان قطعی دلائل کے سامنے اس کے برخود غلط اَٹکل پچو جدلیات کی کیا قیمت ہے؟

۲:......طلاقِ مسنون اور غیرمسنون کی بحث

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۶ پر لکھتے ہیں:

''آیات واحادیث یہ نہیں بتاتیں کہ ایک طلاق مسنونہ

فہرست

ہوتی ہے اور ایک غیر مسنونہ، وہ تو یہ بتاتی ہیں کہ طلاق کی اجازت شارع نے مخصوص اوصاف اور خاص شرائط کے تحت دی ہے۔ پس جس شخص نے ان اوصاف وشرائط سے ہٹ کر طلاق دی تو اس نے اجازت کی حد سے تجاوز کیا، اور ایک ایسا کام کیا جس کا وہ مالک نہیں تھا، کیونکہ شارع کی طرف سے اس کی اجازت نہیں تھی، اس لئے وہ لغو ہوگی، پس ہم طلاق کو اسی وقت مؤثر کہہ سکتے ہیں جبکہ ان شرائط واوصاف کے مطابق دی جائے۔''

جس شخص کو کتبِ حدیث کی ورق گردانی کا اتفاق ہوا ہو اس کا ایسے دعوے کرنا عجیب سی بات ہے، حالانکہ اِمام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے کہ طلاقِ سنت کیا ہے؟ اسی طرح اِمام بخاریؒ نے ''الصحیح'' میں اور دیگر اصحابِ صحاح وسنن نے اور ہر گروہ کے فقہائے اُمت نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی ''المحلّٰی'' میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کے دلائل بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو شعیب بن رزیق اور عطا خراسانی نے حسن بصریؒ سے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو اس کے اَیامِ ماہواری میں طلاق دے دی تھی، بعدازاں انہوں نے دو طہروں میں دو مزید طلاقیں دینے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: ابن عمر! تجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا، تو نے سنت سے تجاوز کیا ہے، سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کرے، پھر ہر طہر پر طلاق دے۔'' پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سے رُجوع کرلوں، چنانچہ میں نے رُجوع کرلیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب وہ پاک ہوجائے تب تمہارا جی چاہے تو طلاق دے دینا، اور جی چاہے تو روک رکھنا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ اگر میں نے اسے

تین طلاق دے دی ہوتیں تو میرے لئے اس سے رُجوع کرنا حلال ہوتا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ وہ تجھ سے بائنہ ہوجاتی، اور گناہ بھی ہوتا۔“

یہ طبرانی کی روایت ہے، اور انہوں نے اس کی سند حسبِ ذیل نقل کی ہے:

”حدثنا علی بن سعید الرزای، حدثنا یحیٰی بن عثمان بن سعید بن کثیر الحمصی، حدثنا أبی، ثنا شعیب بن رزیق قال: حدثنا الحسن .... الخ.“

اور دارقطنی نے بطریق معلیٰ بن منصور اس کو روایت کیا ہے، محدث عبدالحقؒ نے اسے معلیٰ کی وجہ سے معلول ٹھہرانا چاہا، مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ ایک جماعت نے اس سے روایت لی ہے، اور ابنِ معین اور یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔

اور بیہقیؒ نے بطریق شعیب عن عطا الخراسانی اس کی تخریج کی ہے، اور خراسانی کے سوا اس میں اور کوئی علت ذکر نہیں کی۔ حالانکہ یہ صحیح مسلم اور سننِ اَربعہ کا راوی ہے، اور اس پر جو جرح کی گئی ہے کہ اسے اپنی بعض روایات میں وہم ہوجاتا ہے، یہ جرح متابع موجود ہونے کی وجہ سے زائل ہوجاتی ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں شعیب اس کا متابع موجود ہے۔

اور ابوبکر رازیؒ نے یہ حدیث: ”ابنِ قانع عن محمد بن شاذان عن معلیٰ“ کی سند سے روایت کی ہے، اور ابنِ قانع سے ابوبکر رازیؒ کا سماع اس کے اختلاط سے قطعاً پہلے تھا۔

اور شعیب اس روایت کو کبھی عطا خراسانی کے واسطے سے حسن بصریؒ سے روایت کرتا ہے اور کبھی بغیر واسطے کے، کیونکہ اس کی ملاقات ان دونوں سے ہوئی ہے، اور اس نے دونوں سے احادیث کا سماع کیا ہے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس نے عطا خراسانی کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہوگی، بعد ازاں بلاواسطہ حسنؒ سے اس لئے وہ کبھی عطا سے روایت کرتا ہے اور کبھی حسنؒ سے، ایسی صورت بہت سے راویوں کو پیش آتی ہے جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے ”جامع التحصیل لاحکام المراسیل“ میں ذکر کیا ہے۔

رہا شوکانی کا شعیب بن رزیق کی تضعیف کے درپے ہونا، تو یہ ابنِ حزم کی تقلید کی

فہرست

بنا پر ہے، اور وہ منہ زور ہے اور رجال سے بے خبر، جیسا کہ حافظ قطب الدین حلبی کی کتاب "القدح المعلی فی الکلام علٰی بعض احادیث المحلی" سے ظاہر ہے۔ اور شعیب کو دارقطنیؒ اور ابنِ حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور رزیق دمشقی (جیسا کہ بعض روایات میں واقع ہے) صحیح مسلم کے رجال میں سے ہے۔ اور علی بن سعید رازی کو ایک جماعت نے، جن میں ذہبیؒ بھی شامل ہیں، پُرعظمت الفاظ میں ذکر کیا ہے، اور ذہبیؒ نے حسن بصریؒ کے حضرت ابنِ عمرؓ سے سماع کی تصریح بھی کی ہے، حافظ ابوزرعہؒ سے دریافت کیا گیا کہ: حسنؒ کی ملاقات ابنِ عمرؓ سے ہوئی ہے؟ فرمایا: ہاں!

حاصل یہ کہ حدیث درجہ احتجاج سے ساقط نہیں، خواہ اس کے گرد شیاطین شذوذ کا کتنا ہی گھیرا ہو، اور اس باب کے دلائل باقی کتبِ حدیث سے قطع نظر صحاحِ ستہ میں بھی بہت کافی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص سنت کے خلاف طلاق دے اس کی طلاق مخالفتِ حکم کے باوجود واقع ہوجائے گی، کیونکہ نہی طاری، مشروعیتِ اصلیّہ کے منافی نہیں، جیسا کہ علمِ اُصول میں اس کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، مثلاً کوئی شخص مغصوبہ زمین میں نماز پڑھے یا اذانِ جمعہ کے وقت خرید و فروخت کرے (اگرچہ وہ گناہگار ہوگا لیکن نماز اور بیع صحیح ہی کہلائے گی)۔

طلاق نام ہے کہ مِلکِ نکاح کو زائل کرنے اور عورت کی آزادی پر سے پابندی اُٹھادینے کا (جو نکاح کی وجہ سے اس پر عائد تھی)۔ ابتدا میں عورت کی آزادی کو (بذریعہ نکاح) مقید کرنا متعدّد دِینی و دُنیوی مصالح کی بنا پر اس کی رضا پر موقوف رکھا گیا، لیکن مرد کو یہ حق دیا گیا کہ جب وہ دیکھے یہ مصالح، مفاسد میں تبدیل ہو رہے ہیں تو عورت پر سے پابندی اُٹھادے تاکہ عورت اپنی سابقہ حالت کی طرف لوٹ جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طلاق کتاب و سنت کی رُو سے مشروع الاصل ہے، البتہ شریعت مرد کو حکم دیتی ہے کہ وہ تین طلاقوں کا حق تین ایسے طہروں میں استعمال کرے جن میں میاں بیوی کے درمیان یکجائی نہ ہوئی ہو، اور مصلحت اس میں یہ ہے کہ یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں مرد کو عورت سے رغبت ہوتی ہے، اس وقت طلاق دینا اس اَمر کی دلیل ہوگی کہ میاں بیوی کے درمیان ذہنی

رابطہ واقعتاً ٹوٹ چکا ہے، اور ایسی حالت میں طلاق کی واقعی ضرورت موجود ہے۔ دُوسرے یہ کہ مرد تین طہروں میں متفرق طور پر طلاق دے گا تو اسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے گا اور طلاق سے اسے پشیمانی نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں حیض کی حالت میں طلاق دینے میں عورت کی عدّت خواہ مخواہ طول پکڑے گی (کیونکہ یہ حیض، جس میں طلاق دی گئی ہے، عدّت میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد جب اَیامِ ماہواری شروع ہوں گے اس وقت سے عدّت کا شمار شروع ہوگا)، لیکن یہ ساری چیزیں عارضی ہیں جو طلاق کی اصل مشروعیت میں خلل انداز نہیں ہوسکتیں، لہٰذا اگر کسی نے بحالتِ حیض تین طلاق دے دیں یا ایسے طہر میں طلاق دے دی جس میں میاں بیوی یکجا ہوچکے تھے تب بھی طلاق بہرحال واقع ہوجائے گی، اگرچہ بے ڈھنگی طلاق دینے پر وہ گناہگار بھی ہوگا، مگر اس عارض کی وجہ سے جو گناہ ہوا وہ طلاق کے مؤثر ہونے میں رُکاوٹ نہیں بن سکتا۔ اس کی مثال میں ظہار کو پیش کیا جاسکتا ہے، وہ اگرچہ نامعقول بات اور جھوٹ ہے (مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا) مگر اس کے باوجود اس کی یہ صفت اس کے اثر کے مرتب ہونے سے مانع نہیں۔ اور مسئلہ زیرِ بحث میں کتاب و سنت کی نص موجود ہونے کے بعد ہمیں قیاس سے کام لینے کی ضرورت نہیں، اس لئے ہم نے ظہار کو قیاس کے طور پر نہیں بلکہ نظیر کے طور پر پیش کیا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: ''تو نے سنت سے تجاوز کیا'' اس سے مراد یہ ہے کہ تو نے وہ طریقہ اختیار نہیں کیا جس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے۔ یہاں ''سنت'' سے وہ کام مراد نہیں جس پر ثواب دیا جائے، کیونکہ طلاق کوئی کارِ ثواب نہیں، اسی طرح ''طلاقِ بدعت'' میں بدعت سے مراد وہ چیز نہیں جو صدرِ اوّل کے بعد خلافِ سنت ایجاد کی گئی ہو، بلکہ اس سے مراد وہ طلاق ہے جو مأمور بہ طریقے کے خلاف ہو، کیونکہ حیض کے دوران طلاق دینے اور تین طلاقیں بیک بار دینے کے واقعات عہدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی پیش آئے تھے، جیسا کہ ہم آئندہ تین طلاق کی بحث میں نصوصِ احادیث سے اس کے دلائل ذکر کریں گے۔ اور جن لوگوں نے اس میں نزاع کیا ہے، ان کا نزاع صرف گناہ میں ہے، وقوعِ طلاق میں نہیں، اور تین طلاق بیک بار واقع ہونا

فہرست

اور حیض کی حالت میں طلاق کا واقع ہونا دونوں کی ایک ہی حیثیت ہے، جو شخص اُس میں یا اِس میں نزاع کرتا ہے اس کے ہاتھ میں کوئی دلیل کیا، شبہ دلیل بھی نہیں، جیسا کہ ہمارے ان دلائل سے واضح ہوگا جو ہم آئندہ دو بحثوں میں پیش کریں گے۔

اور اِمام طحاویؒ نے نماز سے خروج کی جو مثال پیش کی ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ عقد میں دخول اور اس سے خروج کے درمیان جو وجہِ فرق ہے وہ فقہ کے طالبِ علم کے ذہن نشین کراسکیں، ورنہ ان کا مقصد طلاق کو نماز پر قیاس کرنا نہیں، اور نہ کتاب وسنت کے نصوص کی موجودگی میں انہیں قیاس کی حاجت ہے، اس لئے مؤلفِ رسالہ کا یہ فقرہ بالکل بے معنی ہے کہ:

> ''اعتراض صحیح ہے اور جواب باطل ہے، کیونکہ یہ عقود کا عبادات پر قیاس ہے، حالانکہ عقد میں دُوسرے کا حق متعلق ہوتا ہے۔''

علاوہ ازیں اگر بالفرض اِمام طحاویؒ نے قیاس ہی کیا ہو تو آخر قیاس سے مانع کیا ہے؟ کیونکہ اس میں نکاح سے غیر مأمور بہ طریقے پر خروج کو نماز سے غیر مأمور بہ طریقے سے خروج پر قیاس کیا گیا ہے، اور طلاق خالص مرد کا حق ہے، عورت کا حق صرف مہر وغیرہ میں ہے، اس لئے صحتِ قیاس میں مؤلف کے مصنوعی خیال کے سوا کوئی مؤثر وجہِ فرق نہیں ہے۔

مؤلفِ رسالہ، آیتِ کریمہ: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' کے سببِ نزول میں حاکمؒ اور ترمذیؒ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''میرے نزدیک دونوں سندیں صحیح ہیں'' یہ فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ مؤلف صرف فقہ ہی میں نہیں بلکہ چشمِ بد دُور! حدیث میں بھی مرتبۂ اِجتہاد پر فائز ہوچکے ہیں، جبکہ متأخرین میں حافظ ابنِ حجرؒ جیسے حضرات کا بھی اس مرتبہ تک پہنچنا محلِ نظر ہے۔

میاں! تم ہو کون؟ کہ تم ''میرے نزدیک'' کے دعوے کرو...؟

آیت کے سببِ نزول کی بحث ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے، ورنہ ہم

دِکھاتے کہ ''میرے نزدیک صحیح ہے'' کیسے ہوتی ہے، نسأل اللہ السلامة!

۳:......حیض کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۲۴ پر لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی (یعنی حضرت ابنِ عمرؓ کے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دینے کی) روایات اور اس کے الفاظ کتبِ حدیث میں بہت سے ہیں، اور ان میں اس نکتے پر شدید اختلاف و اضطراب ہے کہ ابنِ عمرؓ نے حیض میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا یا نہیں؟ بلکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں...... لہٰذا ابوالزبیر کی اس روایت کو ترجیح دی جائے گی، جس میں ابنِ عمرؓ کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ: ''آپؐ نے میری بیوی واپس لوٹادی، اور اس کو کچھ نہیں سمجھا'' (فردھا علیّ ولم یرھا شیئًا)۔ یہ روایت اس لئے راجح ہے کہ یہ ظاہر قرآن اور قواعدِ صحیحہ کے موافق ہے، اور اس روایت کی تائید ابوالزبیر ہی کی دُوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جسے وہ حضرت جابرؓ سے سماعاً بایں الفاظ نقل کرتے ہیں:

''ابنِ عمرؓ سے کہو وہ اس سے رُجوع کرلے کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔''

یہ سند صحیح ہے اور ابن لہیعہ ثقہ ہے اور خشنی کی روایت محمد بن بشار سے یہ ہے: ''لا یعتد بذٰلک'' (اس کا اعتبار نہ کرے) اور یہ سند بہت ہی صحیح ہے، اور ابنِ وہب کی روایت میں جو آتا ہے کہ: ''وھی واحدة'' (اور یہ ایک طلاق شمار ہوگی) اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمرؓ نے حیض کے دوران دی تھی، حتیٰ کہ ابنِ حزم اور ابنِ قیم کو بھی اس دلیل سے گلوخلاصی کی صورت اس کے سوا نظر نہ آئی کہ وہ اس کے مدرج

ہونے کا دعویٰ کریں۔ حالانکہ صحیح اور واضح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر اس طلاق کی طرف راجع ہے جو ابنِ عمرؓ کو بعد میں دینی تھی، لہٰذا یہ فقرہ حیض کے دوران کی طلاق کے باطل ہونے پر دلیل ہے، اور ابوالزبیر کی روایت کا مؤید ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو ان کی مطلقہ فی الحیض سے رُجوع کرنے کا جو حکم فرمایا تھا اس میں مراجعت سے مراد لفظ کے معنی لغوی ہیں، اور مطلقہ رجعیہ سے رُجوع کرنے میں اس کا استعمال ایک نئی اصطلاح ہے، جو عصرِ نبوّت کے بعد ایجاد ہوئی۔'' (ص:۲۴ تا ۳۰ متفرقاً)

مؤلف نے صفحہ:۲۷ پر صاف صاف لکھا ہے کہ: ''حیض میں دی گئی طلاق صحیح نہیں، اور اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا'' مؤلف کا یہ قول روافض اور ان کے ہم مسلک لوگوں کی پیروی ہے، اور یہ ان صحیح احادیث سے تلاعب ہے جو صحیحین وغیرہ میں موجود ہیں اور جن کی صحت، ثقہ حفاظ کی شہادت سے ثابت ہے، یہ قول محض نفس پرستی پر مبنی ہے اور اہلِ نقد کی نظر میں ایک منکر (روایت) کو اس سے بدترین منکر کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش ہے۔ اور پھر ایسی احادیث میں اضطراب کا دعویٰ کرنا جن کو تمام اربابِ صحاح نے لیا ہے پرلے درجے کی بے حیائی ہے، اور ایسے مدعی کی عقل میں فتور اور اضطراب کی دلیل ہے۔ اِمام بخاریؒ نے ''صحیح'' میں حائضہ کو دی گئی طلاق کے صحیح ہونے پر باب باندھا ہے: ''باب اذا طلقت الحائض یعتد بذٰلک الطّلاق'' یعنی: ''جب حائضہ کو طلاق دی جائے تو اس طلاق کو صحیح شمار کیا جائے گا'' اِمام بخاریؒ اس مسئلے میں کسی کے اختلاف کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے، اور اس باب کے تحت ابنِ عمرؓ کے اپنی بیوی کا طلاق دینے کی حدیث درج کرتے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں: ''مرہ فلیراجعھا'' یعنی ''اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کرلے۔'' اِمام مسلمؒ بھی اس طلاق کے شمار کئے جانے کی تصریح کرتے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں: ''وحسبت لھا التطلیقة التی طلقھا'' یعنی: ''ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو اس

کے حیض کی حالت میں جو طلاق دی تھی اسے شمار کیا گیا۔'' اسی طرح مسندِ احمد میں حضرت حسنؒ کی حدیث جو خود حضرت ابنِ عمرؓ سے مروی ہے، اور جس کا ذکر مع سند کے پہلے آچکا ہے، وہ بھی اس اَمر کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو صحیح اور موٴثر قرار دیا گیا۔

صحیحین وغیرہ میں جو اَحادیث اس سلسلے میں مروی ہیں ان میں جو ''رُجوع کرنے'' کا لفظ آیا ہے، جو شخص اس پر سرسری نظر بھی ڈالے اسے ایک لمحے کے لئے بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ یہ لفظ طلاق وغیرہ کی طرح عہدِ نبوی میں ایک خاص اصطلاحی مفہوم رکھتا تھا، اور یہ کہ یہ اصطلاح دورِ نبوّت کے بعد قطعاً ایجاد نہیں ہوئی۔ احادیثِ طلاق میں ''ارتجاع''، ''رجعت'' اور ''مراجعت'' کے جتنے الفاظ وارِد ہیں ان کے شرعی معنی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی دینے کے بعد دوبارہ ازدواجی تعلقات قائم کرنا، بلکہ فقہائے اُمت کی عبارتوں میں اس قبیل کے جتنے الفاظ وارِد ہیں وہ لفظاً معنیً انہی الفاظ کے مطابق ہیں جو اَحادیث میں وارِد ہوئے ہیں۔ اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اس باب کی احادیث میں ''رُجوع'' کے لغوی معنی مراد لینا یکسر غلط ہے، ابنِ قیمؒ بھی اس دعویٰ کی جرأت نہیں کرسکے کہ یہاں ''رُجوع'' کے شرعی معنی مراد نہیں، کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث موجود تھیں جن میں شرعی معنی کے سوا اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے، انہوں نے اپنی ذات کو اس سے بالاتر سمجھا کہ وہ ایک ایسی مہمل بات کہہ ڈالیں جو حاملینِ حدیث کے نزدیک بھی ساقط الاعتبار ہو، چہ جائیکہ فقہاء اس پر کان نہ دھریں۔

شوکانی چونکہ زیغ میں سب سے آگے ہے، اور یہ بات کم ہی سمجھ پاتا ہے کہ فلاں بات کہنے سے اس کی ذِلت ورُسوائی ہوگی، اس لئے اس نے اپنے رسالہ طلاق میں یہ راستہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہیں سمجھا کہ یہاں ''رُجوع'' کے معنیٔ شرعی مراد نہیں ہیں، اور موٴلفِ رسالہ کو (شوکانی کی تقلید میں) یہ دعویٰ کرتے ہوئے یہ خیال نہیں رہا کہ اس سے اس کی دلیل کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے، اور یہ بھی دریافت کیا جاسکتا ہے کہ زمانۂ نبوّت کے بعد کس زمانے میں یہ نئی اصطلاح ایجاد ہوئی جس کا وہ مدعی ہے؟ موٴلفِ رسالہ، ابنِ حزم کی طرح بے دلیل دعوے ہانکنے میں جری ہے، اس نے ان صحیح احادیث کی طرف نظر اُٹھا کر

نہیں دیکھا جن میں طلاق بحالتِ حیض کو واقع شدہ شمار کیا گیا ہے، اور یہ اَحادیث ناقابلِ تردید فیصلہ کرتی ہیں کہ یہاں مراجعت سے قطعاً معنیٔ شرعی مراد ہیں۔

پس ان احادیث میں ''مطلقہ بحالتِ حیض'' سے رُجوع کرنے کا جو حکم وارِد ہوا ہے، تنہا وہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ حیض کی حالت میں جو طلاق دی جائے وہ بلاشک وشبہ واقع ہوجاتی ہے، پھر جبکہ صحیح احادیث میں یہ بھی وارِد ہے... جیسا کہ پہلے گزر چکا... کہ اس حالت میں دی گئی طلاق کو صحیح شمار کیا گیا، تو اَب بتایئے کہ اس مسئلے میں شک وتردّد کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ اور آیتِ کریمہ میں ''تراجع'' کا جو لفظ آیا ہے یہ اس صورت سے متعلق ہے جبکہ سابق میاں بیوی کے درمیان عقدِ جدید کی ضرورت ہو، اور یہ صورت ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور جس شخص نے ان احادیث کا، جو ابنِ عمرؓ کے واقعۂ طلاق میں وارِد ہوئی ہیں، احاطہ کیا ہو، بلکہ احادیث کی وہ تھوڑی سی تعداد، جو حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کی ہے، بالخصوص دارقطنیؒ کی حدیثِ شعبہ اور حدیثِ سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی، جس کے پیشِ نظر ہو، اسے یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا کہ ان احادیث میں مراجعت سے صرف معنیٔ شرعی مراد ہیں، یعنی طلاقِ رجعی کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا۔ اور الفاظ سے ان کی حقیقتِ شرعیہ ہی مراد ہوتی ہے، اِلَّا یہ کہ وہاں کوئی صارف موجود ہو، اور یہاں کوئی مانع موجود نہیں۔ ابنِ قیمؒ کو چونکہ یہ احادیث مستحضر تھیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوئے کہ محض ہٹ دھرمی سے معنیٔ شرعی کے مراد ہونے سے انکار کردیں، کیونکہ یہاں انکار کی مجال ہی نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے چاہا کہ شریعت میں مراجعت کے تین معنی ثابت کردیں: ۱:...نکاح، ۲:...جائز ہبہ کو واپس کردینا، ۳:...طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف لوٹنا، تاکہ وہ یہ کہہ سکیں کہ یہ لفظ مشترک ہے، اور مشترک میں احتمال ہوتا ہے، اور احتمال کی صورت میں استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ خیال نہیں رہا کہ یہاں مراجعت کی نسبت میاں بیوی کی طرف کی گئی ہے، مرد کی طرف بحیثیت رُجوع کنندہ کے، اور عورت کی طرف بحیثیت رُجوع کردہ شدہ کے، اس سے مراجعت کے معنی خودبخود

متعین ہوجاتے ہیں، یعنی طلاق کے بعد معاشرتِ زوجیت کی طرف عود کرنا، لہٰذا یہاں اشتراک ثابت کرکے استدلال پر اعتراض کرنا صحیح نہیں، علاوہ ازیں وہ یہ بھی بھول گئے کہ ہماری بحث لفظ ''مراجعت'' میں ہے جو ان احادیث میں وارِد ہوا ہے، نہ تو لفظ ''تراجع'' میں ہے جو قرآنِ کریم میں بہ معنی نکاح کے آیا ہے، اور نہ لفظ ''ارجاع'' میں ہے، جو جائز ہبہ کے واپس کرنے کی حدیث میں آیا ہے۔

ابنِ قیمؒ کے بعد شوکانی آئے، اور موصوف نے اپنے رسالے میں جو طلاقِ بدعی کے موضوع پر ہے، یہ مسلک اختیار کیا کہ ان احادیث میں ''مراجعت'' کے معنیٔ شرعی مراد ہونا مُسلّم نہیں، بایں خیال کہ معنیٔ لغوی، معنیٔ شرعی سے عام ہیں۔ شوکانی کے اس موقف کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو فضول کٹ حجتی میں ... جس کا موصوف نے عجمیوں کی کتابوں سے استفادہ کیا... ایک خاص ملکہ اور رُسوخ حاصل ہے۔ کیونکہ شوکانی نے عجمی کتابیں پڑھی تھیں، ابنِ قیمؒ نے نہیں، مگر شوکانی سے یہ بات اوجھل رہی کہ باتفاق اہلِ علم کتاب وسنت میں الفاظ کی حقیقتِ شرعیہ مراد ہوا کرتی ہے، اور لفظ ''مراجعت'' کی حقیقتِ شرعیہ کو تسلیم کرلینے کے بعد اس کے مراد ہونے کو تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے بعد وہ تحریف وتحریف میں اور آگے بڑھے اور محض ہٹ دھرمی کی بنا پر ''نیل الاوطار'' میں لفظ ''مراجعت'' کے معنیٔ شرعی سے ہی انکار کرڈالا۔ ان کا خیال تھا کہ جو اَحادیث کہ معنیٔ شرعی میں نص ہیں، اور جن کو شوکانی نے ابنِ حجرؒ کی فتح الباری سے نقل کیا ہے، اگر ان کو غلط سلط نقل کرکے ان کے معنی بگاڑ دیئے جائیں تو کمزور علم کے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی ہے، اور ایسا کوئی آئے گا جو ان کی خیانت فی النقل کا پردہ چاک کرے، ذرا شوکانی سے پوچھو کہ اس نے فتح الباری سے ابنِ حجرؒ کا یہ قول کیوں نقل نہیں کیا:

''اور دارقطنی میں بروایت شعبہ عن انس بن سیرین عن ابنِ عمر اس قصے میں یہ الفاظ ہیں:

''حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ طلاق شمار ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں!'' اس حدیث کے شعبہ

فہرست

تک تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور دارقطنی میں بروایت سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی (ابنِ معین وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے) عن عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابنِ عمر یہ واقعہ منقول ہے کہ ایک شخص نے ابنِ عمرؓ سے عرض کیا کہ: میں نے اپنی بیوی کو ''البتہ'' (قطعی طلاق، یعنی تین) طلاق دے دی، جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی، ابنِ عمرؓ نے فرمایا کہ: ''تو نے اپنے ربّ کی نافرمانی کی، اور تیری بیوی تجھ سے الگ ہوگئی''، وہ شخص بولا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ابنِ عمرؓ کو اپنی بیوی سے رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا، فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو اس طلاق کے ساتھ رُجوع کرنے کا حکم دیا تھا جو اس کے لئے ابھی باقی تھی، اور تو نے تو کچھ باقی ہی نہیں چھوڑا جس کے ذریعہ تو اپنی بیوی سے رُجوع کرسکتا (یعنی ابنِ عمرؓ نے تو ایک رجعی طلاق دی تھی، اور دو طلاقیں ابھی باقی تھیں، اس لئے وہ رُجوع کرسکتے تھے، مگر تو نے تین دے ڈالیں، تو کیسے رُجوع کرسکتا ہے؟)۔'' اور اس سیاق میں رَدّ ہے اس شخص پر جو ابنِ عمرؓ کے قصے میں ''رجعت'' کو معنیٔ لغوی پر محمول کرتا ہے۔''

اور یہ ساری بحث تو اس وقت ہے جبکہ یہ تسلیم کرلیا جائے کہ لفظ ''رجعت'' کے ایک ایسے معنیٔ لغوی بھی ہیں جو اَحادیثِ ابنِ عمرؓ میں مراد لئے جاسکتے ہیں، لیکن جس شخص نے کتبِ لغت کا مطالعہ کیا ہو اس پر واضح ہوگا کہ لفظ ''مراجعت'' کے لغوی معنی ہر اس صورت میں متحقق ہیں، جبکہ مرد، عورت سے کسی معاملے میں بات چیت کرے، اور یہ عام معنی ان احادیث میں قطعاً مراد نہیں لئے جاسکتے، اِلَّا یہ کہ شوکانی اس لفظ کو کوئی جدید معنی پہنادیں، جو کتاب و سنت، اجماعِ فقہائے ملت اور لغت کے علی الرغم شوکانی کی من گھڑت رائے کے موافق ہوں۔

فہرست

اس تقریر سے واضح ہوا کہ قصۂ ابنِ عمرؓ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: ''اس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رُجوع کرلے'' از خود معنیٔ شرعی پر نص ہے، اس کے لئے دارقطنی کی تخریج کردہ روایات کی بھی حاجت نہیں۔

رہا ابنِ حزم کا ''المحلّٰی'' میں یہ کہنا کہ:

''بعض لوگوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کو اپنی بیوی سے رُجوع کا جو حکم فرمایا تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس طلاق کو شمار کیا گیا۔ ہم جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا یہ ارشاد تمہارے زعم کی دلیل نہیں، کیونکہ ابنِ عمرؓ نے جب اسے حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو بلاشبہ اس سے اجتناب بھی کیا ہوگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی علیحدگی کو ترک کردیں اور اس کی پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں۔''

اس کی ''پہلی حالت'' سے ابنِ حزم کی مراد اگر طلاق سے پہلے کی حالت ہے، تب تو ابنِ حزم کی طرف سے یہ اقرار ہے کہ یہ جملہ طلاق کے واقع ہونے کی دلیل ہے، اور اگر ''پہلی حالت'' سے مراد اجتناب سے پہلے کی حالت ہے، تو یہ لفظ کے نہ لغوی معنی ہیں، نہ شرعی۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ معنی مجازی ہوں، جو اطلاق وتقیید کی مناسبت سے معنیٔ شرعی سے اخذ کئے گئے ہیں، لیکن معنیٔ مجازی مراد لینے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جو معنیٔ حقیقی سے مراد لینے سے مانع ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہاں وہ کون سا قرینہ ہے جو حقیقتِ شرعیہ سے مانع ہے؟ اس بیان کے بعد مؤلفِ رسالہ کی بات کو جس وادی میں چاہو پھینک دو۔

اور ابوداؤد میں ابوالزبیر کی روایت کا یہ لفظ مجمل ہے کہ: "فردھا علیّ ولم یرھا شیئًا"، ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجھ پر لوٹا دیا اور اس کو کچھ نہیں سمجھا'' یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوئی، بلکہ ''واپس لوٹانے'' کے لفظ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ طلاق بینونت میں قطعاً مؤثر نہیں تھی، ''ردّ'' اور ''امساک'' کے الفاظ اس رُجوع میں

فہرست

استعمال ہوتے ہیں جو طلاقِ رجعی کے بعد ہو۔

اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس لفظ سے طلاق کا واقع ہونا کسی درجے میں مفہوم ہوتا ہے تو سنئے! اِمام ابوداوٴدؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”تمام احادیث اس کے خلاف ہیں۔“ یعنی تمام احادیث بتاتی ہیں کہ ابنِ عمرؓ پر ایک طلاق شمار کی گئی۔ اِمام بخاریؒ نے اس کو صراحتاً روایت کیا ہے اور اسی طرح اِمام مسلمؒ نے بھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور بہت سے حضرات نے ذکر کیا ہے کہ اِمام احمدؒ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ طلاقِ بدعی واقع نہیں ہوتی، آپؒ نے اس پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ: یہ رافضیوں کا مذہب ہے۔

اور ابوالزبیر محمد بن مسلم مکی کو ان سب موٴلفین نے جنھوں نے مدلّسین پر کتابیں لکھی ہیں، مدلّس راویوں کی فہرست میں جگہ دی ہے، پس جن کے نزدیک مدلّسین کی روایت مطلقاً مردود ہے ان کے نزدیک تو اس کی روایت مردود ہوگی، اور جو لوگ مدلّس کی روایت کو کچھ شرائط سے قبول کرتے ہیں وہ اس کی روایت بھی شرائط کے ساتھ ہی قبول کرسکتے ہیں، مگر وہ شرائط یہاں مفقود ہیں، لہٰذا یہ روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔

ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ: یہ بات ابوالزبیر کے سوا کسی نے نہیں کہی، اس حدیث کو ایک بہت بڑی جماعت نے روایت کیا ہے، مگر اس بات کو کوئی بھی نقل نہیں کرتا۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ: ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی ”منکر“ روایت نقل نہیں کی۔ اب اگر ابوالزبیر مدلّس نہ بھی ہوتا، صرف صحیحین وغیرہ میں حدیثِ ابنِ عمرؓ کے راویوں کی روایت اس کے خلاف ہوتی تب بھی اس کی روایت ”منکر“ ہی شمار ہوتی، چہ جائیکہ وہ مشہور مدلّس ہے۔

رہی وہ روایت جس کو ابنِ حزم نے بطریق محمد بن عبدالسلام الخشنی (شوکانی کے رسالے میں خود اس کے اپنے قلم سے اس راوی کی نسبت ”الخشنی“ کے بجائے ”الحبی“ لکھی ہے، اس سے علمِ رجال میں شوکانی کا مبلغ علم معلوم ہوسکتا ہے) عن محمد بن بشار عن عبدالوہاب الثقفی عن عبیداللہ عن نافع عن ابنِ عمرؓ نقل کی ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کی حالت میں طلاق دے دی ہو، فرمایا کہ اس کو شمار نہیں کیا جائے گا، ابنِ حجرؒ تخریج رافعی میں فرماتے ہیں کہ: ”اس کا مطلب یہ ہے کہ اس

نے سنت کے خلاف کیا، یہ مطلب نہیں کہ وہ طلاق ہی شمار نہیں ہوگی‘‘ علاوہ ازیں بندار اگرچہ صحیح کے راویوں میں سے ہے، لیکن یہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی روایتوں کو چھانٹ کرلیا جاتا ہے، مطلقاً قبول نہیں کیا جاتا، اس لئے کہ وہ حدیث کی چوری اور کذب وغیرہ کے ساتھ متہم ہے، اور بہت سے ناقدین نے اس میں کلام کیا ہے، بعض اصحابِ صحاح کے نزدیک اس کی عدالت راجح ثابت ہوئی اس لئے انہوں نے اس کی صرف وہ احادیث روایت کیں جو ’’نکارت‘‘ سے سالم تھیں۔ اِمام بخاریؒ اس سے بکثرت روایت کرتے ہیں مگر انہوں نے بھی اس کی زیر بحث حدیث نہیں لی۔ الخشنی اگرچہ ثقہ ہے، مگر احادیث کی چھان پھٹک میں اِمام بخاریؒ جیسا نہیں۔

اور یہ دعویٰ بے حد مضحکہ خیز ہے کہ مسندِ احمد کی روایت، جو ابنِ لہیعہ عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے مروی ہے، وہ ابوالزبیر کی روایت کی مؤید ہے۔ اس لئے کہ مسندِ احمد متفرد راویوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر اہلِ نقد کے نزدیک ان کتبِ احادیث میں سے نہیں جن میں صرف صحیح احادیث درج کرنے کا التزام کیا گیا ہو۔ ابنِ حجرؒ نے اس کی روایت کا دائرہ وسیع ہونے سے قبل، جو اس کا دفاع کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے ہے کہ اس سے موضوع احادیث کی نفی کی جائے، خواہ اس کی روایت کسی اور راوی کے خلاف بھی نہ ہو۔ جیسا کہ حافظ ابوسعید العلائی نے ’’جامع التحصیل‘‘ میں ذکر کیا ہے، اور زیر بحث روایت بطریق لیث نہیں، اور مسندِ احمد جیسی ضخیم کتاب اس بات سے محفوظ نہیں رہ سکتی کہ اس کے متفرد راویوں کے قلتِ ضبط کی بنا پر عنعنہ کی جگہ سماع اور تحدیث کو ذکر کردیا گیا ہو، ایسی صورت میں اس قسم کی روایت کی صحت ان لوگوں کے نزدیک کیسے ثابت ہوسکتی ہے جو روایت کی چھان پھٹک کے فن سے ناواقف ہیں؟

اور اگر روایت کی صحت کو فرض بھی کرلیا جائے تب بھی اس کو حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے عدمِ وقوع کے لئے مؤید ماننا ممکن نہیں، جیسا کہ ہمارے نام نہاد مجتہد نے سمجھا ہے، کیونکہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

’’لیراجعھا فانھا امرأتہٗ۔‘‘

فہرست

ترجمہ:...... ''وہ اس سے رُجوع کرلے، کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے۔''

یہ لفظ حالتِ حیض کی طلاق کے وقوع اور انقضائے عدّت تک زوجیت کے باقی رہنے کی دلیل ہے، جیسا کہ جمہور فقہائے اُمت اس کے قائل ہیں، کیونکہ مراجعت صرف طلاقِ رجعی کے بعد ہوتی ہے، اور ارشادِ نبوی: ''کیونکہ وہ اس کی بیوی ہے'' ان دونوں کے درمیان تعلقِ زوجیت کی بقا کی تصریح ہے، بلکہ یہ روایت، دُوسری روایت کے اجمال کی تفسیر کرتی ہے کہ ''کوئی چیز نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ طلاق بحالتِ حیض ایسی چیز نہیں جس سے بینونت (علیحدگی) واقع ہوجائے جب تک کہ عدّت باقی ہے، اس تفسیر کے بعد ابوالزبیر کی روایت بھی دُوسرے راویوں کی روایت کے موافق ہوجاتی ہے۔

اور جو روایت ابنِ حزم نے بطریق ہمام بن یحییٰ عن قتادۃ عن خلاس عن عمرو ذکر کی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اس کے حیض میں طلاق دے دے، فرمایا کہ اس کو کچھ نہیں سمجھا جائے گا، اس پر پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ ہمام کے حافظے میں نقص تھا۔ دُوسرے، قتادہ مدلّس ہیں اور وہ ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے مفہوم میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کو یوں نہیں سمجھا جائے گا کہ اس نے سنت کے موافق طلاق دی ہے، جیسا کہ بعض کے نزدیک طلاق کو جمع کرنا خلافِ سنت نہیں۔ دُوسرا احتمال یہ ہے کہ اس طلاق کو طلاق ہی نہیں سمجھا جائے گا، مگر صحابہؓ میں جو اِجماع جاری تھا وہ پہلے احتمال کا مؤید ہے۔ اور خلاس ان لوگوں میں نہیں جو مسائل میں شذوذ کے ساتھ معروف ہوں اور ابنِ عبدالبرؒ کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کی ضمیریں اس حیض کی طرف راجع ہیں جس میں طلاق دی گئی، مطلب یہ ہے کہ اس حیض کو عورت کی عدّت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور مؤلفِ رسالہ نے ابوالزبیر کی ''منکر'' روایت کی تائید کے لئے جامع ابنِ وہب کی مندرجہ ذیل روایت جو حضرت عمرؓ سے مروی ہے، پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ عمرؓ کے بارے میں فرمایا:

”اس سے کہو کہ وہ اس سے رُجوع کرلے، پھر اسے روک رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہوجائے، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہوجائے، اب اس کے بعد اگر چاہے تو اسے روک رکھے، اور اگر چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ ہے وہ عدّت کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت کو طلاق دینے کا حکم فرمایا ہے، اور یہ ایک طلاق ہوگی۔“

یہ مؤلف کا فکری اختلال ہے، اور آگ سے بچ کر گرم پتھروں میں پناہ لینے کی کوشش ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ”وھی واحدۃ“ (اور یہ ایک طلاق ہوچکی) زیرِ بحث مسئلے میں نصِ صریح ہے، جس سے جمہور کے دلائل میں مزید ایک دلیل کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ ابنِ حزم اور ابنِ قیمؒ اس سے جان چھڑانے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کوشش کرچکے ہیں وہ یہ کہ اس میں ”مدرج“ ہونے کا احتمال ہے، حالانکہ یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔ لیکن ہمارے خود ساختہ مجتہد صاحب نے اس ارشادِ نبوی سے جان چھڑانے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس سے اس کے خیال میں حدیث کا مفہوم اُلٹ کر اس کی دلیل بن جاتا ہے، اور وہ یہ کہ: ”وھی واحدۃ“ کی ضمیر کو مناسبتِ قرب کی بنا پر اس طلاق کی طرف راجع کیا جائے جو ”وان شاء طلق“ سے مفہوم ہوتی ہے، (مطلب یہ کہ حیض میں جو طلاق دی گئی اس سے تو رُجوع کرلے، یہ حیض گزر جائے، پھر اس کے بعد دُوسرا حیض گزر جائے، اب جو طلاق دی جائے گی اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ ایک ہوگی)۔

فرض کرلیجئے کہ ضمیر اسی کی طرف راجع ہے، اس سے قطع نظر کہ اس صورت میں یہ جملہ خالی از فائدہ ہوگا، اور اس سے بھی قطع نظر کہ جس طلاق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دے رہے تھے اس سے کلام کو پھیرنا لازم آتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے ابوالزبیر کی روایت کی کوئی ادنیٰ تائید کہاں سے نکلتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جو بات نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو بحالتِ حیض طلاق دی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عمرؓ کی زبانی حکم دیا کہ اس سے رُجوع کرلیں، آئندہ ان کو اختیار ہوگا، خواہ اس کو روک رکھیں یا طلاق دے دیں، اور یہ طلاق، جس کا وقوع اور عدمِ وقوع ابھی معلوم نہیں، ایک شمار ہوگی۔

اب یہ طلاق جس کا وقوع خارج میں ابھی نامعلوم ہے اس کے بارے میں آخر کون کہتا ہے کہ وہ تین ہوں گی، جب وہ خارج میں واقع اور متحقق ہوگی تو قطعاً ایک ہی ہوگی، لیکن اس کا ایک ہونا کیا اس بات کے منافی ہے کہ اس سے قبل بھی عورت پر حقیقتاً طلاق ہوچکی ہے، جیسا کہ حدیث کے لفظ "اس سے رُجوع کرلے" سے خود معلوم ہوتا ہے۔

غالباً جناب مؤلف وسعتِ علوم، خصوصاً خالص عربی لغت میں اس مقام پر فائز ہوچکے ہیں کہ انہیں نہ تو اہلِ علم سے سیکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ اس کے مصادر تلاش کرنے کی حاجت ہے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک جو واقعہ کہ وقوع پذیر ہوچکا ہے، اور جو چیز کہ اس کا وقوع محض فرض کیا جارہا ہے، یہ دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ یہ صرف موصوف ہی کی دریافت ہے کہ جس کو عدد کہا جاتا ہے وہ کبھی باعتبار اس کی ذات کے عدد ہوتا ہے، کبھی باعتبار اس کے مرتبہ کے، اور کبھی باعتبار اس کے آئندہ عدد بن جانے کے۔ حالانکہ یہ سب عجمی اعتبارات ہیں جو عربیت میں داخل کئے گئے، اس لئے اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ اب اگر "وھی واحدۃ" میں ضمیر طلاقِ مفروض کی طرف راجع ہو تو اس جملے کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ پہلی طلاق ہے، پس اس سے ابنِ حزم، ابنِ قیمؒ اور جمہور کے خلاف حجت قائم ہوجائے گی؟ کیا اس قسم کے خودساختہ مجتہدوں کو یہ مشورہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ: برخوردار! تم ابھی بچے ہو، ایک طرف ہو رہو، کہیں ہجوم تمہیں روند نہ ڈالے۔

اور ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی، جیسا کہ لیث کی روایت میں ہے، نیز ابنِ سیرینؒ کی روایت میں بھی، جس پر خود مؤلف اعتماد کرتا ہے، اور اس بات کو احمقانہ قرار دیتا ہے جو بعض لوگوں سے بیس سال تک سنتا اور اسے صحیح سمجھتا رہا کہ ابنِ عمرؓ نے اس حالت میں تین طلاقیں دی تھیں۔ امام مسلمؒ نے لیث اور ابنِ سیرین کی دونوں روایتیں اپنی صحیح میں تخریج کی ہیں۔

علاوہ ازیں طلاق بحالتِ حیض کو باطل قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ طلاق عورت کے ہاتھ میں دے دی جائے، کیونکہ حیض اور طہر کا علم عورت ہی کی جانب سے ہوسکتا ہے، پس جب کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور عورت نے کہہ دیا کہ وہ تو حیض کی حالت میں تھی تو آدمی بار بار طلاق دیتا رہے گا یہاں تک کہ وہ اعتراف کرے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، یا آدمی تھک ہار کر رہ جائے اور غیرشرعی طور پر اسے گھر میں ڈالے رکھے، حالانکہ اسے علم ہے کہ وہ تین طہروں میں الگ الگ تین طلاقیں دے چکا ہے، اور اس سے جو مفاسد لازم آتے ہیں وہ کسی فہیم آدمی پر مخفی نہیں، اس بحث میں مؤلف کے من گھڑت نظریات کی تردید کے لئے غالباً اسی قدر بیان کافی ہے۔

۴:......ایک لفظ سے تین طلاق دینے کا حکم

مؤلف لکھتے ہیں:

> ''عام لوگوں کا خیال ہے اور یہی بات ان جمہور علماء کے اقوال سے مفہوم ہوتی ہے جنھوں نے اس بحث سے تعرض کیا ہے کہ تین طلاق سے مراد یہ ہے کہ کوئی اپنی بیوی سے کہے کہ: ''تجھے تین طلاق'' وہ سمجھتے ہیں کہ متقدمین کے درمیان تین طلاقوں کے وقوع یا عدمِ وقوع میں جو اختلاف تھا وہ بس اسی لفظ میں یا اس کے ہم معنی الفاظ میں تھا، بلکہ یہ لوگ ان تمام احادیث و اخبار کو، جن میں تین طلاقوں کا ذکر آیا ہے، اسی پر محمول کرتے ہیں، حالانکہ یہ محض غلط اور عربی وضع کو تبدیل کرنا اور لفظ کے صحیح اور قابلِ فہم استعمال کے بجائے ایک باطل اور ناقابلِ فہم استعمال کی طرف عدول کرنا ہے۔ پھر یہ لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے اور انہوں نے لفظ ''البتۃ'' سے تین طلاق واقع کردیں، جبکہ طلاق دہندہ نے تین کی نیت کی ہو۔ حالانکہ ''تجھے تین طلاق'' کا لفظ ہی محال ہے، یہ نہ صرف الفاظ کا کھیل ہے، بلکہ عقول و افکار سے کھیلنا ہے۔ یہ بات قطعاً غیرمعقول ہے کہ بلفظ

واحد تین طلاق دینے کا مسئلہ ائمہ تابعین اور ان کے مابعد کے درمیان محلِ اختلاف رہا ہو، جبکہ صحابہؓ اُسے پہچانتے تک نہ تھے، اور ان میں سے کسی نے اس کو لوگوں پر نافذ نہیں کیا، کیونکہ وہ اہلِ لغت تھے، اور فطرتِ سلیمہ کی بنا پر لغت میں محقق تھے۔ انہوں نے صرف ایسی تین طلاقوں کو نافذ قرار دیا جو تکرار کے ساتھ ہوں، اور یہ بات مجھے بیس سال پہلے معلوم ہوئی، اور میں نے اس میں تحقیق کی، اور اب میں اس میں اپنے تمام پیشرو بحث کرنے والوں سے اختلاف کرتا ہوں اور یہ قرار دیتا ہوں کہ کسی شخص کے ''تجھے تین طلاق'' جیسے الفاظ کہنے سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے، الفاظ کے معنی پر دلالت کے اعتبار سے بھی، اور بداہتِ عقل کے اعتبار سے بھی۔ اور اس فقرے میں ''تین'' کا لفظ انشاء اور ایقاع میں عقلاً محال اور لغت کے لحاظ سے باطل ہے، اس لئے یہ محض لغو ہے۔ جس جملے میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اس میں کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا، اور میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا تین طلاق کے مسئلے میں جو اختلاف ہے وہ صرف اس صورت میں ہے جبکہ تین طلاقیں یکے بعد دیگرے دی گئی ہوں، اور عقود، معنوی حقائق ہیں جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ ان کو الفاظ کے ذریعے وجود میں لایا جائے۔ پس ''تجھے طلاق'' کے لفظ سے ایک حقیقتِ معنویہ وجود میں آتی ہے اور وہ ہے طلاق۔ اور جب اس لفظ سے طلاق واقع ہوگئی تو اس کے بعد ''تین'' کا لفظ بولنا محض لغو ہوگا۔ جیسا کہ ''میں نے فروخت کیا'' کے بعد کوئی بیع کی ایجاد و انشاء کے قصد سے ''تین'' کا لفظ بولے تو یہ محض لغو ہوگا، اور یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے یہ بالکل بدیہی ہے، ایک ایسا شخص جس نے معنی میں غور و فکر اور تحقیق

فہرست

وتدقیق سے کام لیا ہو بشرطِ انصاف اس میں چوں چرا نہیں کرسکتا۔‘‘

(ص:۴۴ تا ۴۹ متفرقاً)

یہ وہ نکتہ ہے جو مؤلف نے تین طلاق کے بارے میں اپنے رسالے میں کئی جگہ لکھا ہے، اور اگر تم ان تمام باتوں کو دلیل وحجت کا مطالبہ کئے بغیر قبول نہیں کروگے تو مؤلف کی بارگاہ میں ’’غیر منصف‘‘ ٹھہروگے۔

فقہ اور اسلام کی زبوں حالی کا ماتم کرو کہ دِین کے معاملے میں ایسا بر خود غلط آدمی ایسی جسارت سے بات کرتا ہے، اور وہ بھی اس پاکیزہ ملک میں جو عالَمِ اسلام کا قبلۂ علم ہے، اس کے باوجود اس کی گوش مالی نہیں کی جاتی۔

مؤلف تین طلاق کے مسئلے میں صحابہؓ وتابعینؒ کے درمیان اختلاف کا تخیل پیش کرتا ہے، جبکہ اس کے نہاں خانۂ خیال کے سوا اس اختلاف کا کوئی وجود نہیں، اور نہ ’’تجھے تین طلاق‘‘ کے لفظ سے طلاق دینا صحابہؓ وتابعینؒ کے لئے کوئی غیر معروف چیز تھی، بلکہ اس کو صحابہؓ بھی جانتے تھے، اور تابعینؒ بھی، اور عرب بھی۔ ہاں! اس سے اگر جاہل ہے تو ہمارا یہ خود رو مجتہد۔ اور اس کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ اسے بیس سال قبل معلوم ہوا تھا، بتاتا ہے کہ عقلی اختلال بچپن ہی سے اس کے شاملِ حال تھا، اس سلسلے میں خبر وانشاء اور طلبی وغیر طلبی کے درمیان کسی نے فرق نہیں کیا، بلکہ فقہائے اُمت نے ’’تجھے تین طلاق‘‘ کے لفظ کو بینونتِ کبریٰ میں نص شمار کیا ہے، بخلاف لفظ ’’البتۃ‘‘ کے، جس کے بارے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول مشہور ہے (کہ اس سے تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے)، اور فقہاء نے ’’البتۃ‘‘ جیسے الفاظ میں جو کہا ہے کہ: ’’اگر اس سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوجاتی ہیں‘‘ وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ تین طلاقیں بیک بار واقع ہوسکتی ہیں۔

ہمارے قول کے دلائلِ ظاہرہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے بیہقی نے سنن میں اور طبرانی وغیرہ نے بروایت ابراہیم بن عبدالاعلیٰ سوید بن غفلہ سے تخریج کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ عائشہ بنت فضل، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب ان سے بیعتِ خلافت ہوئی تو اس بی بی نے انہیں مبارک باد دی، حضرت حسنؓ نے فرمایا:

’’تم امیرالمؤمنین (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کے قتل پر اظہارِ مسرت کرتی ہو؟ تجھے تین طلاق۔‘‘ اور اسے دس ہزار کا عطیہ (متعہ) دے کر فارغ کردیا۔ اس کے بعد فرمایا: ’’اگر میں نے اپنا نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات نہ سنی ہوتی ... یا یہ فرمایا کہ: اگر میں نے اپنے والد ماجد سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہ سنی ہوتی ... کہ آپؐ نے فرمایا: ’’جب آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں، خواہ الگ الگ طہروں میں دی ہوں، یا تین طلاقیں مبہم دی ہوں تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں رہتی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے‘‘ تو میں اس سے رُجوع کرلیتا۔‘‘ حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ اپنی کتاب ’’بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة‘‘ میں اس حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ: ’’جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: ’’تجھے تین طلاق‘‘ تو یہ تین ہی شمار ہوں گی۔‘‘ اس کو ابونعیمؒ نے روایت کیا ہے۔

اِمام محمد بن حسن ’’کتاب الآثار‘‘ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابراہیم بن یزید نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے بارے میں، جو ایک طلاق دے کر تین کی یا تین طلاق دے کر ایک کی نیت کرے، فرمایا کہ: ’’اگر اس نے ایک طلاق کہی تو ایک ہوگی اور اس کی نیت کا کچھ اعتبار نہیں، اور اگر تین طلاق کہی تھیں تو تین واقع ہوں گی، اور اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔‘‘ اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ’’ہم اسی کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔‘‘

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا، جیسا کہ مؤطا میں ہے کہ: ’’طلاق ایک ہزار ہوتی تب بھی ’’البتہ‘‘ کا لفظ ان میں سے کچھ نہ چھوڑتا۔ جس نے ’’البتہ‘‘ طلاق دے دی اس نے آخری نشانے پر تیر پھینک دیا۔‘‘ یہ ان کی رائے لفظ ’’البتہ‘‘ کے بارے میں ہے چہ جائیکہ ’’تین طلاق‘‘ کا لفظ ہو۔

اِمام شافعیؒ ’’کتاب الاُم‘‘ (ج:۵ ص:۲۴۷) میں فرماتے ہیں کہ: ’’اگر کسی نے

فہرست

اپنی کسی بیوی کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: ''تجھے تین طلاق'' اور پھر اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے بارے میں کہا کہ یہ مراد تھی، تو اسی پر طلاق واقع ہوگی۔''

عربی شاعر کہتا ہے: ''واُمّ عمرو طالق ثلاثا'' (اُمِّ عمرو کو تین طلاق) یہ شاعر اپنے حریف سے مقابلہ کر رہا تھا، اسے ''ثا'' کا کوئی اور قافیہ نہیں ملا، تو اس نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے یہی مصرعہ جڑ دیا۔

ایک اور عربی شاعر کہتا ہے:

وأنت طالق والطّلاق عزيمة

ثلاث ومن يخرق أعق وأظلم

فبيني بها ان كنتِ غير رفيقة

وما لأمرئ بعد الثلاث تندم

ترجمہ:...... ''اور تجھے تین طلاق، اور طلاق کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں، اور جو موافقت نہ کرے وہ سب سے بڑا ظالم اور قطع تعلق کرنے والا ہے، لہٰذا اگر تو رفاقت نہیں چاہتی تو تین طلاق لے کر الگ ہوجا، اور تین کے بعد تو آدمی کے لئے اظہارِ ندامت کا موقع بھی نہیں رہتا۔''

اِمام محمد بن حسنؒ سے اِمام کسائیؒ نے اس شعر کا مطلب اور حکم دریافت کیا تھا، آپؒ نے جو جواب دیا اِمام کسائیؒ نے اسے بے حد پسند فرمایا، جیسا کہ شمس الائمہ سرخسیؒ کی ''المبسوط'' میں ہے، اور نحویوں نے اس شعر کے وجوہِ اعراب پر طویل کلام کیا ہے۔

کسی ہوسناک کا یہ مقدور نہیں کہ وہ ائمہ نحو و عربیت کے کسی اِمام سے کوئی ایسی بات نقل کرسکے جو تین طلاق بلفظ واحد دینے کے منافی ہو۔ سیبویہؒ کی ''الکتاب''، ابوعلی فارسی کی ''ایضاح''، ابنِ جنی کی ''خصائص''، ابنِ یعیش کی ''شرح مفصل'' اور ابوحیان کی ''ارتشاف'' وغیرہ اُمہاتِ کتب لو اور جتنا چاہو انہیں چھان مارو، مگر تمہیں ان میں ایک لفظ بھی ہمارے دعویٰ کے خلاف نہیں ملے گا۔ ارے خودرو مجتہد! تو یہ دعویٰ کیسے کرتا ہے کہ ''تین طلاق بلفظ

فہرست

واحد کو نہ صحابہؓ جانتے تھے، نہ تابعینؒ، نہ فقہاء، نہ عرب۔ ان کے یہاں تین طلاق دینے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ طلاق کا لفظ تین بار دہرا دیا جائے‘‘ یہ سب صحابہؓ و تابعینؒ، تبع تابعینؒ، فقہائے دِین، عرب اور علومِ عربیہ پر افترا ہے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ اسے نواسۂ رسول حضرت حسن رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں وہ بھی جانتے تھے، ان کے والد اور ان کے نانا (علیہم السلام) بھی جانتے تھے، اس کو حضرت عمر اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جانتے تھے، ابراہیم نخعیؒ جانتے تھے، جن کے بارے میں اِمام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ: ’’ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم نہیں چھوڑا، نہ حسن بصری، نہ ابنِ سیرین، نہ اہلِ بصرہ میں، نہ اہلِ کوفہ میں، اور نہ اہلِ حجاز اور شام میں۔‘‘ اور جن کے بارے میں ابنِ عبدالبرؒ نے ’’التمہید‘‘ میں ان کی مرسل احادیث کے حجت ہونے کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ دید ہے۔

اور اس کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی جانتے تھے، اور عمر بن عبدالعزیزؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں، اور اس کو اِمام ابوحنیفہؒ جانتے تھے، وہ اِمامِ یکتا جو علومِ عربیہ کی گود میں پلا اور پھلا پھولا، اس کو اِمام محمد بن حسنؒ جانتے تھے، جن کے بارے میں موافق و مخالف متفق اللفظ ہیں کہ وہ عربیت میں حجت تھے، اس کو اِمام شافعیؒ جانتے تھے، وہ اِمام قرشی جو ائمہ کے درمیان یکتا تھے، ان دونوں سے پہلے عالم دارالہجرت اِمام مالکؒ بھی اس کو جانتے تھے، اس کو یہ عربی شاعر اور وہ عربی شاعر بھی جانتا تھا، کیا اس بیان کے بعد مؤلف کی پیشانی ندامت سے عرق آلود ہوگی؟ اور اس کے یقین میں کوئی تبدیلی واقع ہوگی...؟

اور انشاء میں عدد کو لغو قرار دینا شاید ایک خواب تھا جو مؤلف نے دیکھا اور وہ اس پر اَحکام کی بنیاد رکھنے لگا، اور عدد کو لغو ٹھہرانے کی بات اگر مؤلف کو حاذق اُصولیّین کے ایک گروہ کے اس قول سے سوجھی ہے کہ ’’عدد کا مفہوم نہیں ہوتا‘‘ اور اس سے مؤلف نے یہ سمجھ لیا ہو کہ جس کا مفہوم نہیں ہوتا وہ لغو ہوتی ہے، تو یہ ایک ایسا انکشاف ہے جس میں کوئی شخص موصوف کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس قسم کی سوجھ سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

ہبہ کرنے والا، عاریت دینے والا، طلاق دہندہ، بیع کنندہ اور آزاد کرنے والا یہ سب لوگ انشاء میں جتنے عدد چاہیں واقع کرسکتے ہیں، مثلاً: ہبہ کرنے والا کہتا ہے کہ: ’’میں

نے یہ غلام فلاں شخص کو ہبہ کردیئے'' تو یہ ہبہ سارے غلاموں پر واقع ہوگا۔ طلاق دینے والا اپنی چاروں بیویوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ: ''تم کو طلاق'' تو ان میں سے ہر ایک پر طلاق واقع ہوجائے گی، جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے کیا تھا۔ بائع یا عاریت دینے والا یا غلاموں کو آزاد کرنے والا کہتا ہے کہ: ''میں نے یہ مکان فروخت کئے''، ''میں نے یہ مکاں فلاں کو عاریت پر دیئے''، ''میں نے ان غلاموں کو آزاد کردیا'' ان میں سے ہر ایک کے لئے لفظِ واحد کافی ہے، تکرارِ لفظ کی حاجت نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ مصدر جس کو یہ انشائی افعال متضمن ہیں اگر ہم مفعولِ مطلق کے ذریعے اس کا افادہ کرنا چاہتے تو ایسا عدد ذکر کرنا پڑتا جو ان غلاموں کی، ان عورتوں کی اور ان مکانوں کی تعداد کے مطابق ہوتا، مگر ان مثالوں میں مفعول کو ذکر کرنے کے بعد مفعولِ مطلق عددی کے ذکر کی حاجت نہیں رہی۔ اور مرد کا اپنی بیوی کی تین طلاق کا مالک ہونا اسے صرف شرع سے حاصل ہوا ہے، کسی خاص لغت سے اس کا کوئی علاقہ نہیں، بلکہ ساری لغات اس میں برابر ہیں۔ لہٰذا مؤلفِ رسالہ کا یہ کہنا کہ: ''أنت طالق ثلاثًا، کے لفظ سے طلاق دینا ازرُوئے لغت باطل ہے، اور جو لوگ اس لفظ کو بولتے ہیں یہ ان کے کلام میں محض عجمیت کی وجہ سے داخل ہوا'' یہ ایک بے معنی اور بے مقصد بات ہے، یہ بات اس صورت میں بامعنی ہوسکتی تھی اگر مسلمانوں کی شرع کے خلاف عجمیوں کی شرع میں آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا مجاز ہوتا، حالانکہ مسلمانوں کی شرع نے ہی آدمی کو تین طلاقوں کا اختیار دیا ہے، خواہ بیک وقت دے یا متفرق کرکے، ہماری بحث شرعِ اسلام کے سوا کسی اور شرع میں نہیں ہے، نہ مسلمان بھائیوں کی طلاق کے سوا کسی اور مذہب وملت کے لوگوں کی طلاق کے بارے میں گفتگو ہے، خواہ وہ کسی عنصر سے ہوں۔

پس مسلمان جب اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو یا تو خلافِ سنت تین طلاق بلفظ واحد طہر میں یا حیض میں دے گا، یا سنت کے مطابق تین طلاقیں تین الگ الگ طہروں میں دے گا۔ طلاق خواہ کسی لغت میں ہو، عربی میں ہو، یا فارسی میں، ہندی میں ہو یا حبشی زبان میں، ان لغات کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ بہرحال جب آدمی طلاق دینا چاہے تو پہلے ایک یا دو یا تین کا ارادہ کرے گا، پھر ایسا لفظ ذکر کرے گا جو اس کی مراد کو ادا کرسکے، لہٰذا وہی طلاق

فہرست

واقع ہوجائے گی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے، خواہ ایک کا، خواہ دو کا، خواہ تین کا، پس انشاء کا لفظ اس کے ارادے کے مطابق ہوا۔

اور انشاء میں عدد کے لغو ہونے کا دعویٰ ان دعاوی میں سے ہے جن کی اولاد بے نسب ہے، کیونکہ پہلے واضح ہوچکا ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو مفعولِ مطلق عددی کو فعل کے بعد ذکر کیا جاسکتا ہے، اور اس میں خبر و انشاء اور طلبی و غیرطلبی کا کوئی فرق نہیں ہے، نہ لغت کے اعتبار سے، نہ نحو کے لحاظ سے، کیونکہ اس میں اختیار صرف شرع کے سپرد ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

اور جہاں نص موجود ہو وہاں قیاس کے گھوڑے دوڑانا ایک احمقانہ حرکت ہے۔ علاوہ ازیں تسبیح و تحمید، تہلیل و تکبیر اور تلاوت و صلوٰۃ وغیرہ عبادات ہیں، جن میں اجر بقدرِ مشقت ہے، اور اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت میں عدد تاکید کے لئے ہے، اور یہ منصوص تعداد کے ادا کرنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے، بخلاف ہمارے زیرِ بحث مسئلے کے کہ طلاق نہ تو عبادت ہے، نہ اس میں عدد تاکید کے لئے ہے کہ اسے اِس پر یا اُس پر قیاس کیا جائے۔ دیکھئے! ایک عدد وہ ہے جس کے اقل پر اکتفا کیا جاسکتا ہے (مثلاً: طلاق)، اور ایک وہ ہے جس میں اقل پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا (مثلاً: اقرارِ زنا، حلف، لعان اور قسامت)، آخر اوّل الذکر کو مؤخر الذکر پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ اور وجہ فرق کے باوجود قیاس کرنا اور بھی احمقانہ بات ہے۔

محمود بن لبید کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے، اس کے بارے میں مؤلف لکھتے ہیں: ''میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ رکانہ ہی تھے''، ارے میاں! ہمیں اپنے ''غالب گمان'' سے معاف رکھو، جب تمہارا یقین بھی سراسر غلط ہے، تو ''غالب گمان'' کا کیا پوچھنا؟ اور محمود بن لبید کی حدیث برتقدیرِ صحت، اہلِ استنباط کے نزدیک کسی طرح بھی عدمِ وقوع پر دلالت نہیں کرتی، البتہ گناہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس میں بھی اِمام شافعیؒ اور ابنِ حزم کی رائے مختلف ہے، مگر ہم گناہ ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں نہیں پڑنا

چاہتے، بلکہ ابوبکر بن عربی نے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر تین طلاقیں نافذ کردی تھیں، اور توسع فی الروایات میں ابنِ عربی کا جو پایہ ہے وہ اہلِ علم کو معلوم ہے، اور حافظ ابنِ حجرؒ کو ہر چیز میں ہر قسم کے اقوال نقل کردینے کا عجیب شغف ہے، وہ ایک کتاب میں تحقیق قلم بند کرتے ہیں اور دُوسری کتاب میں کلام کو بے تحقیق چھوڑ جاتے ہیں، اور یہ ان کی کتابوں کا عیب شمار کیا گیا ہے، محمود بن لبید کے بارے میں ان کے اقوال کا اختلاف بھی اسی قبیل سے ہے، تحقیق یہ ہے کہ محمود بن لبید کو سماع حاصل نہیں، جیسا کہ فتح الباری میں ہے، اور یہ کتاب ان کی پسندیدہ کتابوں میں ہے، بخلاف اصابہ کے، اور اصابہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مسند کے بعض نسخوں کی نقل ہے اور مسند ہر چیز میں محلِ اعتماد نہیں، جبکہ ابن المذہب اور قطیعی جیسے حضرات اس کی روایت میں منفرد ہوں۔

اور رکانہ کے تین طلاق دینے میں ابنِ اسحاق کی جو روایت مسند میں ہے اس پر بحث آگے آئے گی، اور جب سند سامنے موجود ہے تو ضیاء کی تصحیح کیا کام دے سکتی ہے؟ ضیاء تو حدیث خضر جیسی روایات کی بھی تصحیح کرجاتے ہیں، بعض غلوّ پسند حضرات مسندِ احمد میں جو کچھ بھی ہے سب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور ہم ''خصائص مسند'' کی تعلیقات میں حافظ ابنِ طولونؒ سے اس نظریے کی غلطی نقل کرچکے ہیں، لہٰذا ان لوگوں کو تو رہنے دو اور حدیثِ رکانہ پر آئندہ بحث میں گفتگو کا انتظار کرو۔

اور ''تین طلاقیں بہ لفظِ واحد واقع ہوجاتی ہیں'' اس کی ایک دلیل حدیثِ لعان ہے، جس کی تخریج صحیح بخاری میں ہوئی ہے: ''عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے مجلسِ لعان میں کہا کہ: یا رسول اللہ! اگر میں اس کو اپنے پاس رکھوں تو گویا میں نے اس پر جھوٹی تہمت لگائی، پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے ہی اس کو تین طلاق دے دیں۔'' اور کسی روایت میں یہ نہیں آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نکیر فرمائی ہو، پس یہ تین طلاق بیک لفظ واقع ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ لوگ تین طلاق کا بلفظِ واحد واقع ہونا سمجھتے رہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح نہ فرمائیں، اگر یہ سمجھنا صحیح نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اصلاح ضرور فرماتے۔ اس حدیث سے

تمام اُمت نے یہی سمجھا ہے (کہ تین طلاقیں بلفظِ واحد واقع ہو جاتی ہیں) حتیٰ کہ ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، وہ لکھتے ہیں: ''عویمرؓ نے اس عورت کو یہ سمجھ کر طلاق دی کہ وہ ان کی بیوی ہے، اگر تین طلاق بیک وقت واقع نہیں ہوسکتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ضرور نکیر فرماتے۔'' اور اِمام بخاریؒ نے بھی اس حدیث سے وہی سمجھا ہے جو پوری اُمت نے سمجھا، چنانچہ انہوں نے ''باب من اجاز طلاق الثلاث'' کے تحت پہلے یہی حدیث نقل کی ہے، اس کے بعد ''حدیثِ عسیلہ'' اور پھر حضرت عائشہؓ کی حدیث اس شخص کے بارے میں جو تین طلاقیں دے۔ ''جواز'' سے ان کی مراد یہ ہے کہ تین طلاق جمع کرنے میں گناہ نہیں، جیسا کہ اِمام شافعیؒ اور ابنِ حزم کی رائے ہے۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تین طلاق بیک وقت واقع کرنے میں گناہ ہے، جیسا کہ ابنِ عبدالبرؒ نے ''الاستذکار'' میں خوب تفصیل سے لکھا ہے، اور ہم یہاں اس مسئلے کی تحقیق کے درپے نہیں۔ اِمام بخاریؒ کا یہ مطلب نہیں کہ تین طلاق کے بہ لفظِ واحد واقع ہونے میں کوئی اختلاف ہے، اس لئے یہ مفہوم اِمام بخاریؒ کے الفاظ کے خلاف ہونے کے علاوہ حق کے بھی خلاف ہے، اس لئے کہ تین طلاقوں کا بیک وقت واقع ہوجانا ان تمام حضرات کا متفق علیہ مسئلہ ہے جن کا قول لائقِ اعتبار ہے، جیسا کہ ابن التین نے کہا ہے۔ اختلاف اگر نقل کیا گیا ہے تو صرف کسی غلط رو سے، یا ایسے شخص سے جس کا اختلاف کسی شمار میں نہیں۔ ابنِ حجرؒ کو یہاں بھول ہوئی ہے، اس لئے انہوں نے اِمام بخاریؒ کے الفاظ کا اس مفہوم کو شامل ہونا بھی تجویز کیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ انہوں نے ابنِ مغیث جیسے لوگوں پر اعتماد کرلیا، حالانکہ کسی محدث کے لئے ایسے شخص پر اعتماد کرنا صحیح نہیں، جب تک کہ قابلِ اعتماد راویوں کی سند سے اختلاف نقل نہ کیا جائے، اس بحث کا اس کے موقع پر انتظار کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، فقہائے صحابہؓ سے، تابعینؒ سے اور بعد کے حضرات سے بہت احادیث منقول ہیں، جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دے دی، کسی نے سو طلاق دیں، کسی نے ننانوے، کسی نے آٹھ، کسی نے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں، وغیرہ وغیرہ۔ یہ روایات مؤطا اِمام مالکؒ، مصنف ابنِ ابی شیبہؒ اور

سننِ بیہقیؒ وغیرہ میں مروی ہیں۔ یہ تمام احادیث اس مسئلے کی دلیل ہیں کہ ''تین طلاق بلفظِ واحد'' واقع ہوجاتی ہیں، کیونکہ یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ صحابہ کرامؓ میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہو جو یہ نہ جانتا ہو کہ طلاق کی تعداد صرف تین تک ہے، یہاں تک کہ وہ یکے بعد دیگرے ہزار، سو، یا ننانوے مرتبہ طلاق دیتا چلا جائے، اور اس طویل مدّت میں فقہائے صحابہؓ میں سے کوئی بھی اسے یہ نہ بتائے کہ بندۂ خدا! طلاق کی آخری حد بس تین ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اس فروگزاشت کا تصوّر بھی محال ہے، لہٰذا یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ طلاق دیتے وقت طلاق دہندگان کے الفاظ تھے، یعنی ایک شخص کہتا: ''تجھے ہزار طلاق''، دُوسرا کہتا: ''تجھے سو طلاقیں''، تیسرا کہتا: ''تجھے ننانوے طلاقیں'' ان تمام الفاظ سے طلاق دینے والوں کا مقصد ایسی طلاق واقع کرنا تھا جس سے بینونتِ کبریٰ حاصل ہوجائے، اور یہ ایسی کھلی بات ہے کہ اس میں کسی طرح بھی شغب کی گنجائش نہیں۔

یحییٰ لیثی اِمام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تین طلاقیں اس پر واقع ہوگئیں اور ستانوے طلاقوں کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق بنایا۔ ''التمہید'' میں ابنِ عبدالبرؒ نے اس کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابنِ حزم بھی بطریق عبدالرزّاق، عن سفیان الثوری، سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے زید بن وہب نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس نے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی تھیں، حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت فرمایا کہ: کیا واقعی تو نے طلاق دی ہے؟ وہ بولا کہ: میں تو ہنسی مذاق کرتا تھا۔ آپ نے اس پر دُرّہ اُٹھایا اور فرمایا: ''تجھ کو ان میں سے تین کافی تھیں۔'' سننِ بیہقی میں بھی بطریق شعبہ اس کی مثل روایت ہے۔

نیز ابن حزم بطریق وکیع، عن جعفر بن برقان، معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو

فہرست

ایک ہزار طلاق دی ہے، فرمایا: ”وہ تین طلاق کے ساتھ تجھ سے بائنہ ہوگئی۔“

نیز بطریق عبدالرزّاق عن الثوری، عن عمرو بن مرة عن سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے جس نے ہزار طلاق دی تھی، فرمایا: ”تین طلاق اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں، باقی طلاقیں تجھ پر جھوٹ لکھی جائیں گی، جن کے ساتھ تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنایا۔“ سننِ بیہقی میں بھی اس کی مثل ہے۔

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے اس شخص کو جس نے ہزار طلاق دی تھیں، فرمایا: ”تین طلاقیں اسے تجھ پر حرام کردیتی ہیں.....الخ“ اس کی مثل سننِ بیہقی میں بھی ہے۔

طبرانی حضرت عبادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں، جس نے ہزار طلاقیں دیں، فرمایا کہ: ”تین کا تو اسے حق حاصل ہے، باقی ۹۹۷ عدوان اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس پر گرفت فرمائیں اور چاہیں تو معاف کردیں۔“

مسندِ عبدالرزّاق میں جد عبادہ سے اس کی مثل روایت ہے، مگر عبدالرزّاق کی روایت میں علل ہیں۔

بیہقی بطریق شعبہ، عن ابی نجیح، عن مجاہد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

> ”تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے بائنہ ہوگئی، تو نے اللہ سے خوف نہیں کیا، کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردیتا۔ اس کے بعد آپؓ نے یہ آیت پڑھی:
> یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔“ (الطّلاق:۱)

نیز بیہقی بطریق شعبہ، عن الاعمش، عن مسروق، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؓ نے اس شخص سے، جس نے سو طلاقیں دے دی تھیں، فرمایا: ”وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور باقی طلاقیں عدوان ہیں۔“

ابنِ حزم بطریق عبدالرزّاق، عن معمر، عن الاعمش، عن ابراہیم، عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دی تھیں، آپؓ نے اس سے فرمایا کہ: ''وہ تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی، باقی طلاقیں عدوان ہیں۔''

نیز ابنِ حزم بطریق وکیع، عن اسماعیل ابن ابی خالد، اِمام شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی شریحؒ سے کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، شریحؒ نے فرمایا کہ: ''وہ تجھ سے تین کے ساتھ بائنہ ہوگئی اور ستانوے طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔'' حضرت علی، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے بہ سندِ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے لفظ ''حرام'' اور لفظ ''البتہ'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے ''تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں'' جیسا کہ ابنِ حزم کی المحلّٰی اور باجیؒ کی ''المنتقیٰ'' اور دیگر کتب میں ہے، اور یہ تین طلاقوں کو بلفظِ واحد جمع کرنا ہے۔

بیہقی، مسلمہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص جہالت سے تین طلاقیں دے دے انہیں سنت کی طرف لوٹایا جائے گا، اور وہ تین طلاقوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں اور آپؓ لوگوں سے اس بات کو روایت کرتے ہیں، فرمایا: ''خدا کی پناہ! یہ ہمارا قول نہیں، بلکہ جس نے تین طلاقیں دیں وہ تین ہی ہوں گی۔''

مجموع فقہی (مسندِ زید) میں زید بن علی عن ابیہ عن جدہ کی سند سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ: قریش کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین کے ساتھ اس سے بائنہ ہوگئی، اور ستانوے طلاقیں اس کی گردن میں معصیت ہیں۔''

اِمام مالکؒ، اِمام شافعیؒ اور اِمام بیہقیؒ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک طلاق عورت کو بائنہ کردیتی ہے، تین طلاقیں اسے حرام کردیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔'' اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس بدوی شخص کے بارے میں جس نے دُخول سے قبل اپنی بیوی کو

تین طلاقیں دے دی تھیں ایسا ہی فرمایا، اور اس کی مثل حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

عبدالرزّاق اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ایک شخص نے ننانوے طلاقیں دیں، آپؓ نے فرمایا: ''تین طلاقیں عورت کو بائنہ کردیں گی اور باقی عدوان ہے۔''

اِمام محمد بن حسنؒ ''کتاب الآثار'' میں فرماتے ہیں کہ: ہم کو اِمام ابوحنیفہؒ نے خبر دی بروایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی حسن عن عمرو بن دینار عن عطاء کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، فرمایا: ''ایک شخص جاکر گندگی میں لت پت ہوجاتا ہے، پھر ہمارے پاس آجاتا ہے، جا! تو نے اپنے رَبّ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی، وہ اب تیرے لئے حلال نہیں یہاں تک کہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔'' اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ''ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا اور عام علماء کا قول ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔''

نیز اِمام محمد بن حسنؒ بروایت اِمام ابوحنیفہؒ عن حمادؒ، حضرت ابراہیم نخعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: جس شخص نے ایک طلاق دی، مگر اس کی نیت تین طلاق کی تھی، یا تین طلاقیں دیں مگر نیت ایک کی تھی، فرمایا کہ: ''اگر اس نے ایک کا لفظ کہا تو ایک طلاق ہوگی، اس کی نیت کوئی چیز نہیں، اور اگر تین کا لفظ کہا تو تین ہوں گی، اور اس کی نیت کوئی چیز نہیں۔'' اِمام محمدؒ فرماتے ہیں: ''ہم ان سب کو لیتے ہیں اور یہی اِمام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔''

حسین بن علی کرابیسی ''ادب القضا'' میں بطریق علی بن عبداللہ (ابن المدینی) عن عبدالرزّاق عن معمر بن طاؤس سے حضرت طاؤس (تابعی) کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ: جو شخص تمہیں طاؤس کے بارے میں یہ بتائے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کی روایت کرتے تھے، اسے جھوٹا سمجھو۔

ابنِ جریج کہتے ہیں کہ: میں نے عطاءؒ (تابعی) سے کہا کہ: آپ نے ابنِ عباسؓ سے یہ بات سنی ہے کہ بِکر (یعنی وہ عورت جس کی شادی کے بعد ابھی خانہ آبادی نہ ہوئی ہو)

کی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں؟ فرمایا: ''مجھے تو ان کی یہ بات نہیں پہنچی'' اور عطاءؒ، ابنِ عباسؓ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

ابوبکر جصاص رازیؒ اَحکام القرآن میں آیات و احادیث اور اقوالِ سلف سے تین طلاق کے وقوع کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پس کتاب و سنت اور اجماعِ سلف تین طلاق بیک وقت کے وقوع کو ثابت کرتے ہیں، اس طرح طلاق دینا معصیت ہے۔''

ابوالولید الباجیؒ ''المنتقیٰ'' میں فرماتے ہیں: ''پس جو شخص بیک لفظ تین طلاقیں دے گا اس کی تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جماعتِ فقہاء بھی اسی کی قائل ہے، اور ہمارے قول کی دلیل اِجماعِ صحابہؓ ہے، کیونکہ یہ مسئلہ ابنِ عمر، عمران بن حصین، عبداللہ بن مسعود، ابنِ عباس، ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں۔''

ابوبکر بن عربیؒ تین طلاق کے نافذ کرنے کے بارے میں ابنِ عباسؓ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے، پس اس کو اِجماع پر کیسے مقدم کیا جاسکتا ہے؟ اور اس کے معارض محمود بن لبید کی حدیث موجود ہے، جس میں یہ تصریح ہے کہ ایک شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ نہیں فرمایا، بلکہ نافذ کیا۔'' غالباً ان کی مراد نسائی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہے، اور ابوبکر بن عربیؒ حافظ ہیں اور بہت ہی وسیع الروایات ہیں۔ یا ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رَدّ کیا ہوتا تو حدیث میں اس کا ذکر ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر غضب ناک ہونا بھی تین طلاق کے وقوع کی دلیل ہے، اور ابنِ عربیؒ کی مراد کے لئے کافی ہے۔ حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے ''التمہید'' اور ''الاستذکار'' میں اس مسئلے کے دلائل نقل کرنے اور اس پر اِجماع ثابت کرنے میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔

اور شیخ ابنِ ہمامؒ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

> ''فقہائے صحابہؓ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں، مثلاً: خلفائے راشدین، عبادلہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے سوا فقہائے صحابہؓ قلیل ہیں، اور باقی

فہرست

حضرات انہی سے رُجوع کرتے اور انہی سے فتویٰ دریافت کیا کرتے تھے، اور ہم ان میں سے اکثر کی نقل صریح ثابت کرچکے ہیں کہ وہ تین طلاق کے وقوع کے قائل تھے، اور ان کا مخالف کوئی ظاہر نہیں ہوا۔ اب حق کے بعد باطل کے سوا کیا رہ جاتا ہے؟ اسی بنا پر ہم نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم یہ فیصلہ دے کہ تین طلاق بلفظِ واحد ایک ہوگی تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں اِجتہاد کی گنجائش نہیں، لہٰذا یہ مخالفت ہے اختلاف نہیں۔ اور حضرت انسؓ کی یہ روایت کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں، اِمام طحاویؒ وغیرہ نے ذکر کی ہے۔''

جس شخص نے کتاب و سنت، اقوالِ سلف اور اَحوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جمہور کے دلائل کا احاطہ کیا ہو وہ اس مسئلے میں، نیز فقہائے صحابہؓ کی تعداد کے بارے میں ابنِ ہمامؒ کے کلام کی قوّت کا صحیح اندازہ کرسکتا ہے، اگرچہ ابنِ حزم نے ''اَحکام'' میں ان کی تعداد بڑھانے کی بہت کوشش کی ہے، چنانچہ انہوں نے ہر اس صحابی کو جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے بھی منقول تھے، فقہائے صحابہؓ کی صف میں شامل کردیا۔ اس سے ابنِ حزم کا مقصد صحابہ کرامؓ کا اِجلال و تعظیم نہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اجماعی مسائل میں جمہور کا یہ کہہ کر توڑ کرسکیں کہ ان سب کی نقل پیش کرو۔ حالانکہ ہر وہ شخص جس سے فقہ کے ایک دو مسئلے یا سنت میں ایک دو حدیثیں مروی ہوں، اسے مجتہدین میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ صحابیت کے اعتبار سے صحابہ کرامؓ کا مرتبہ بہت عظیم القدر ہے، اور اس کی کچھ تفصیل آئندہ آئے گی۔

اور جو شخص کسی چیز پر اِجماع ثابت کرنے کے لئے ان ایک لاکھ صحابہؓ کے ایک ایک فرد کی نقل کو شرط ٹھہراتا ہے جو وصالِ نبوی کے وقت موجود تھے، وہ خیال کے سمندر میں غرق ہے، اور وہ حجیتِ اجماع میں جمہور کا توڑ کرنے میں ابنِ حزم سے بازی لے گیا ہے، ایسا شخص خواہ حنبلی ہونے کا مدعی ہو مگر وہ مسلمانوں کے راستے کے بجائے کسی اور راہ پر چل رہا ہے۔

حنابلہ میں حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ بچپن ہی سے ابنِ قیمؒ اور ان کے شیخ (ابنِ تیمیہؒ) کے سب سے بڑے متبع تھے، بعد ازاں ان پر بہت سے مسائل میں ان دونوں کی گمراہی واضح ہوئی، اور موصوف نے ایک کتاب میں جس کا نام "بیان مشکل الأحادیث الواردة فی ان الطّلاق الثلاث واحدة" رکھا، اس مسئلے میں ان دونوں کے قول کو رَدّ کیا، اور یہ بات ان لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہونی چاہئے جو اَحادیث کے مداخل ومخارج کو جانے بغیر ان دونوں کی کج بحثی (تشغیب) سے دھوکا کھاتے ہیں، حافظ ابنِ رجبؒ اس کتاب میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرماتے ہیں:

"جاننا چاہئے کہ صحابہؓ، تابعینؒ اور ان ائمہ سلف سے، جن کا قول حرام وحلال کے فتویٰ میں لائقِ اعتبار ہے، کوئی صریح چیز ثابت نہیں کہ تین طلاقیں دُخول کے بعد ایک شمار ہوں گی، جبکہ ایک لفظ سے دی گئی ہوں، اور اِمام اعمشؒ سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک بڈھا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے کہ: "جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا" لوگوں کی اس کے پاس ڈار لگی ہوئی تھی، آتے تھے اور اس سے یہ حدیث سنتے تھے، میں بھی اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ: تم نے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے سنا ہے؟ بولا: میں نے ان سے سنا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو ان کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ میں نے کہا: آپ نے حضرت علیؓ سے یہ بات کہاں سنی ہے؟ بولا: میں تجھے اپنی کتاب نکال کر دِکھاتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے اپنی کتاب نکالی اس میں لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جو میں نے علی بن ابی طالبؓ سے سنی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: جب آدمی اپنی بیوی کو

فہرست

تین طلاقیں ایک مجلس میں دے ڈالے تو اس سے بائنہ ہوجائے گی، اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔''

میں نے کہا: تیرا ناس ہوجائے! تحریر کچھ اور ہے، اور تو بیان کچھ اور کرتا ہے۔ بولا: صحیح تو یہی ہے، لیکن یہ لوگ مجھ سے یہی چاہتے ہیں۔''

اس کے بعد ابنِ رجبؒ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث سند کے ساتھ نقل کی، جو پہلے گزرچکی ہے، اور کہا کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

اور حافظ جمال الدین بن عبدالہادی الحنبلیؒ نے اپنی کتاب ''السیر الحاث الیٰ علم الطّلاق الثلاث'' میں اس مسئلے پر ابنِ رجبؒ کی مذکورہ بالا کتاب سے بہت عمدہ نقول جمع کردیئے ہیں، اس کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں موجود ہے، جو ''المجامیع'' کے شعبے میں ۹۹ کے تحت درج ہے۔

جمال بن عبدالہادی اس کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، یہی صحیح مذہب ہے، اور ایسی مطلقہ، مرد کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دُوسری جگہ نکاح کرے۔ اِمام احمدؒ کے مذہب کی اکثر کتابوں مثلاً: خرقی، المقنع، المحرر، الہدایہ وغیرہ میں اسی قول کو جزم کے ساتھ لیا گیا ہے۔ اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (اِمام احمد بن حنبلؒ) سے کہا کہ: ابنِ عباسؓ کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تین طلاق ایک ہوتی تھی، آپ اس کو کس چیز کے ساتھ رَدّ کرتے ہیں؟ فرمایا: ''لوگوں کی ابنِ عباسؓ سے اس روایت کے ساتھ کہ وہ تین ہوتی ہیں۔'' اور ''فروع'' میں اسی قول کو مقدّم کیا ہے، اور ''المغنی'' میں بھی اسی پر جزم کیا ہے، اور اکثر

حضرات نے تو اس قول کے علاوہ کوئی قول ذکر ہی نہیں کیا۔‘‘

اور ابنِ عبدالہادی کی عبارت میں ’’اکثر کتب اصحاب احمد‘‘ کا جو لفظ ہے وہ احمد بن تیمیہ کے بعد کے متأخرین، مثلاً: بنو مفلح اور مرداوی کے اعتبار سے ہے، ان لوگوں نے ابنِ تیمیہؒ سے دھوکا کھایا ہے، اس لئے ان کا قول اِمام احمدؒ کے مذہب میں ایک قول شمار نہیں ہوگا۔ ’’الفروع‘‘ کا مصنف بھی بنی مفلح کے انہی لوگوں سے ہے جنھوں نے ابنِ تیمیہؒ سے فریب کھایا۔

اِمام ترمذیؒ کے اُستاذ اسحاق بن منصورؒ نے بھی اپنے رسالہ ’’مسائل عن احمد‘‘ میں ... جو ظاہریہ دمشق میں فقہِ حنابلہ کے تحت نمبر: ۸۳ پر درج ہے ... اسی کی مثل ذکر کیا ہے جو اثرم نے ذکر کیا ہے۔ بلکہ اِمام احمد بن حنبلؒ اس مسئلے کی مخالفت کو خروج از سنت سمجھتے تھے، چنانچہ انہوں نے سنت کے بارے میں جو خط مسدد بن مسرہد کو لکھا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

> ’’اور جس نے تین طلاقیں ایک لفظ میں دیں اس نے جہالت کا کام کیا، اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی، اور وہ اس کے لئے کبھی حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دُوسری جگہ نکاح کرے۔‘‘

اِمام احمدؒ کا یہ جواب قاضی ابوالحسین بن ابی یعلیٰ الحنبلی نے ’’طبقاتِ حنابلہ‘‘ میں مسدد بن مسرہد کے تذکرے میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کی سند ایسی ہے جس پر حنابلہ اعتماد کرتے ہیں۔ اِمام احمدؒ نے اس مسئلے کو سنت میں سے اس لئے شمار کیا کہ روافض، مسلمانوں کے نکاحوں سے کھیلنے کے لئے اس مسئلے کی مخالفت کرتے تھے۔

اِمام کبیر ابوالوفاء بن عقیل الحنبلیؒ کے ’’التذکرہ‘‘ میں ہے: ’’اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا: ’’تجھے تین طلاق مگر دو‘‘ تو تین ہی واقع ہوں گی، کیونکہ یہ اکثر کا استثناء ہے، لہٰذا استثناء صحیح نہیں۔‘‘

اور ابوالبرکات مجد الدین عبدالسلام بن تیمیہؒ الحرانی الحنبلیؒ مؤلف ’’منتقی الاخبار‘‘ (حافظ ابنِ تیمیہؒ کے دادا) اپنی کتاب ’’المحرر‘‘ میں لکھتے ہیں:

''اور اگر اس کو (ایک طلاق دے کر) بغیر مراجعت کے دو طلاقیں دیں یا تین، ایک لفظ میں یا الگ الگ لفظوں میں، ایک طہر میں یا الگ الگ طہروں میں تو یہ واقع ہوجائیں گی، اور یہ طریق بھی سنت کے موافق ہے۔ اِمام احمدؒ کی ایک روایت ہے کہ یہ بدعت ہے، اور ایک روایت ہے کہ ایک طہر میں تین طلاقیں جمع کرنا بدعت ہے، اور تین الگ الگ طہروں میں دینا سنت ہے۔''

اور احمد بن تیمیہؒ اپنے اس دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خفیہ طور پر فتویٰ دیا کرتا تھے کہ تین طلاقوں کو ایک کی طرف رَدّ کیا جائے گا۔ حالانکہ ان کی اپنی کتاب ''المحرر'' کی تصریح آپ کے سامنے ہے، اور ہم ابنِ تیمیہؒ کے دادا کو اس بات سے بَری سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں جو تصریح کریں چھپ کر اس کے خلاف بات کریں۔ یہ حالت تو منافقین اور زنادقہ کی ہوا کرتی ہے، اور ہمیں ابنِ تیمیہؒ کی نقل میں بکثرت جھوٹ کا تجربہ ہوا ہے، پس جب وہ اپنے دادا کے بارے میں یہ کھلا سفید جھوٹ بول سکتے ہیں تو دُوسروں کے بارے میں ان کو جھوٹ بولنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔

اور اس مسئلے میں شافعیہ کا مذہب آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن ہے، ابوالحسن السبکیؒ، کمال زملکانیؒ، ابنِ جہبلؒ، ابنِ فرکانؒ، عز بن جماعہ اور تقی حصنی وغیرہ نے اس مسئلے میں اور دیگر مسائل میں ابنِ تیمیہؒ کے رَدّ میں تألیفات کی ہیں جو آج بھی اہلِ علم کے ہاتھ میں ہیں۔

فہرست

اور ابنِ حزم ظاہری کو مسائل میں شذوذ پر فریفتہ ہونے کے باوجود یہ گنجائش نہ ہوئی کہ اس مسئلے میں جمہور کے راستے پر نہ چلیں، بلکہ انہوں نے بلفظِ واحد تین طلاق کے وقوع پر دلائل قائم کرنے میں بڑے توسع سے کام لیا ہے، اس پر اطلاع واجب ہے، تاکہ ان برخود غلط مدعیوں کے زیغ کا اندازہ ہوسکے جو اس کے خلاف کا زعم رکھتے ہیں۔

اس مفصل بیان سے اس مسئلے میں صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہ پوری اُمت کا قول واضح ہوگیا، صحابہؓ و تابعینؒ کا بھی، اور دیگر حضرات کا بھی، اور جو اَحادیث ہم نے ذکر کی ہیں وہ تین

طلاق بلفظِ واحد کے وقوع میں کسی قائل کے قول کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتیں۔

اور کتاب اللہ کی دلالت اس مسئلے پر ظاہر ہے، جو مشاغبہ (کج بحثی) کو قبول نہیں کرتی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: "فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" (پس ان کو طلاق دو ان کی عدّت سے قبل) اللہ تعالیٰ نے عدّت سے آگے طلاق دینے کا حکم فرمایا، مگر یہ نہیں فرمایا کہ غیر عدّت میں طلاق دی جائے تو باطل ہوگی، بلکہ طرزِ خطاب غیر عدّت کی طلاق کے وقوع پر دلالت کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ." (الطّلاق:۲)

ترجمہ:... "اور یہ اللہ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرے اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔"

پس اگر غیر عدّت میں دی گئی طلاق واقع نہ ہوتی (بلکہ لغو اور کالعدم ہوتی) تو غیر عدّت میں طلاق دینے سے وہ ظالم نہ ہوتا، نیز اس پر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے:

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا." (الطّلاق:۲)

ترجمہ:... "اور جو ڈرے اللہ سے بنادے گا اللہ اس کے نکلنے کا راستہ۔"

اس کا مطلب ... واللہ اعلم... یہ ہے کہ جب طلاق اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دے اور طلاق الگ الگ طہروں میں دے، اس صورت میں اگر طلاق واقع کرنے کے بعد اسے پشیمانی ہو تو اس کے لئے اپنی واقع کردہ طلاق سے مخرج کی صورت موجود ہے، اور وہ ہے رجعت۔ حضرت عمر، ابنِ مسعود اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہم نے آیت کا یہی مطلب سمجھا ہے، قرآنِ کریم کے فہم و ادراک میں ان کی مثل کون ہے؟

اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: "اگر لوگ طلاق کی مقرّر کردہ حد کو ملحوظ رکھیں تو کوئی شخص جس نے بیوی کو طلاق دی ہو، نادم نہ ہوا کرے۔" یہ ارشاد بھی اسی طرف اشارہ ہے، اور اسرارِ تنزیل کے سمجھنے میں باب مدینۃ العلم کی مثل کون ہے؟

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' بھی دلالت کرتا ہے کہ دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے، جبکہ ''مَرَّتَان'' کے لفظ کو دو پر محمول کیا جائے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی: ''نُؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ'' میں ہے۔ اور قرآنِ کریم کی آیات ایک دُوسرے کی تفسیر کرتی ہیں، اور اِمام بخاریؒ نے آیت کے معنی اسی طرح سمجھے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس آیت کو ''باب من اجاز طلاق الثلاث'' کے تحت ذکر کیا ہے، اسی طرح ابنِ حزم نے بھی یہی سمجھا ہے، اور علامہ کرمانیؒ نے اس کی تائید کی ہے، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں پایا جاتا ہے جو دو اور تین طلاق کے وقوع کی صحت میں فرق کرتا ہو، اور اسی کی طرف شافعیہ کا میلان ہے۔ اور ابنِ حجرؒ کا فقہ تکلف ہے، انہیں لغت میں توسع حاصل نہیں، اور نظر اور لغت کے باب میں ان کا قول کرمانی کے قول کے سامنے کوئی چیز نہیں، اور جب اس لفظ ''مَرَّتَانِ'' کو اس پر محمول کرو کہ یہ ''تثانی مکرره'' کے قبیل سے ہے (یعنی ''مَرَّتَانِ'' کا مفہوم یہ ہے کہ طلاق دو مرتبہ الگ الگ الفاظ میں دی جانی چاہئے)، تو یہ لفظ تین طلاق کے وقوع کی صحت پر بھی دلالت کرے گا، جبکہ وہ بہ تکرارِ لفظ ہوں، خواہ حیض میں ہوں، یا طہر میں، یا چند طہروں میں، یا ایک مجلس میں، یا چند مجالس میں، پس جب طلاق طہر میں یا حیض میں بہ تکرارِ لفظ صحیح ہے تو طہر میں یا حیض میں بلفظِ واحد بھی صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا کوئی شخص نہیں جو اِس میں اور اُس میں فرق کرتا ہو، نزاع کرنے والوں کا نزاع صرف اس صورت میں ہے جبکہ طلاق متفرق طہروں میں نہ دی گئی ہو، اور یہ ظاہر ہے۔

اور شوکانی نے چاہا کہ اس کے تثانیٔ مکرّرہ کے قبیل سے ہونے کے ساتھ تمسّک کریں جیسا کہ زمخشری کہتے ہیں، اور ان کو خیال ہوا کہ (زمخشری) اس قول کے ساتھ اس مسئلے میں اپنے مذہب سے دُور چلے گئے ہیں، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ شوکانی کو ایسی جگہ کہاں سے مل سکتی ہے؟ جس کے ذریعہ وہ اس آیت سے تمسّک کریں، آیت تو اس طرح ہے جس طرح کہ ہم شرح کرچکے ہیں، لیکن ڈُوبتا ہوا آدمی ہر تنکے کا سہارا لیا کرتا ہے۔

اور یہ گفتگو تو اس صورت میں ہے جبکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ آیت قصر پر دلالت کرتی ہے، اور یہ بھی فرض کرلیا جائے طلاق سے مراد طلاقِ شرعی ہے جس کے خلاف دی گئی

فہرست

طلاق لغو ہوتی ہے، جیسا کہ شوکانی کا خیال ہے، پھر جبکہ یہ دونوں باتیں بھی ناقابلِ تسلیم ہوں تو شوکانی کا تمسّک کیسے صحیح ہوگا؟ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ ایک طلاقِ رجعی، طلاقِ شرعی شمار ہوتی ہے اور انقضائے عدّت کے بعد اس سے بینونت واقع ہوجاتی ہے، باوجودیکہ وہ ''طلاق بعد از طلاق'' نہیں۔

اور اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ نے جمہور کے قول پر کتاب اللہ کی دلالت کو اس سے زیادہ تفصیل سے لکھا ہے، جو شخص مزید بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ ''اَحکام القرآن'' کی مراجعت کرے۔

اور آیاتِ شریفہ طرزِ خطاب میں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ متفرّق طہروں میں طلاق دینے کا حکم طلاق دہندگان کی دُنیوی مصلحت پر مبنی ہے، اور وہ مصلحت ہے ان کو طلاق میں ایسی جلد بازی سے بچانا، جس کا نتیجہ ندامت ہو۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مخصوص حالات کی بنا پر طلاق دینے والے کو ندامت نہیں ہوتی، پس ''غیرعدّت میں دی گئی طلاق'' سے ندامت منفک ہوسکتی ہے، کیونکہ جو شخص الگ الگ طہروں میں طلاق دے، کبھی اس کو بھی ندامت ہوتی ہے، اور کبھی خاص حالات کی بنا پر ایسے شخص کو بھی ندامت نہیں ہوتی جس نے حیض میں طلاق دی ہو، یا ایسے طہر میں جس میں مقاربت ہوچکی ہو، پس ندامت طلاق مذکور کے ساتھ پائی تو جاتی ہے، مگر اس کے لئے وصف لازم نہیں ہے، تاکہ یہاں حکم اس کی ضد کی تحریم کو مفید ہو، جیسا کہ بعض لوگ اس کے قائل ہیں۔ اس تقریر سے شوکانی کے اس کلام کی قیمت معلوم ہوجاتی ہے جو اس نے اس موقع پر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ آیاتِ شریفہ نسق خطاب کے لحاظ سے اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ'' دونوں تفسیروں پر، نیز وہ احادیث جو پہلے گزر چکی ہیں، یہ سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ غیرعدّت میں دی گئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، مگر گناہ کے ساتھ۔ پس یہ بات قیاس سے مستغنی کردیتی ہے، کیونکہ موردِ نص میں قیاس کی حاجت نہیں۔

اور یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ: ''ظہار، قولِ منکر اور زُور ہے، اس کے باوجود اس پر حکم مرتب ہوجاتا ہے'' یہ محض نظیر کے طور پر ہے، قیاس کے طور پر نہیں۔ اور چونکہ شوکانی نے

فہرست

یہ سمجھا کہ اس کا ذکر قیاس کے طور پر کیا جارہا ہے اس لئے موصوف نے فوراً یہ کہہ کر مشاغبہ شروع کردیا کہ: ''یہ قیاس غلط ہے، کیونکہ حرام چیزوں کی بیع اور محرمات سے نکاح کرنا بھی قولِ منکر اور زُور ہے، لیکن وہ باطل ہے اس پر اس کا اثر مرتب نہیں ہوگا، لہٰذا قیاس صحیح نہیں۔'' مگر یہ بات شوکانی کی نظر سے اوجھل رہی کہ بیع اور نکاح کی مثال میں وجہ فرق بالکل ظاہر اور کھلی ہے، کیونکہ یہ دونوں ابتدائی عقد ہیں، کسی عقدِ قائم پر طاری نہیں ہوتے، بخلاف طلاق اور ظہار کے، کہ وہ دونوں ایک ایسے عقد پر جو پہلے سے قائم ہے، طاری ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر بالفرض یہاں قیاس کی ضرورت ہو تو طلاق کو ظہار پر قیاس کرنا شوکانی کے علی الرغم صحیح ہے، تعجب تو اس پر ہے کہ شوکانی اس قسم کے بے مقصد مشاغبوں سے اُکتاتے نہیں۔

یہاں ایک اور دقیق بات کی طرف بھی اشارہ ضروری ہے، اور وہ یہ کہ اِمام طحاویؒ اکثر و بیشتر اَبواب کے تحت احادیث پر، جو اخبارِ آحاد ہیں، بحث کرنے کے بعد ''وجہ نظر'' بھی ذکر کیا کرتے ہیں، کہ ''نظر'' یہاں فلاں فلاں بات کا تقاضا کرتی ہے۔ بعض لوگ جو حقیقتِ حال سے بے خبر ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ موصوف زیرِ بحث مسئلے میں قیاس کو پیش کر رہے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، دراصل اہلِ عراق کا قاعدہ یہ ہے کہ کتاب و سنت سے ان کے یہاں جو اُصول منقح ہوکر سامنے آتے ہیں وہ احادیث آحاد کو ان پر پیش کیا کرتے ہیں، اگر کوئی خبرِ واحد ان اُصولِ شرعیہ کے خلاف ہو تو وہ اسے ''شاذ'' اور نظائر سے خارج قرار دے کر اس میں توقف سے کام لیتے ہیں، اور اس میں مزید غور و فکر کرتے ہیں، تا آنکہ مزید دلائل ان کے سامنے آجائیں۔ پس اِمام طحاویؒ کا ''وجہ نظر'' کو پیش کرنا دراصل اس قاعدے کی تطبیق کے لئے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ اُصول ان کے نزدیک بہت ہی دقیق ہے، اس لئے ان کی تطبیق بھی آسان نہیں، بلکہ اس کے لئے اِمام طحاویؒ جیسے دقیق النظر اور وسیع العلم مجتہد کی ضرورت ہے، اس لئے اِمام طحاویؒ کی کتابیں اس قسم کے اُصول و قواعد کے لئے، جن کو ضعیف متأخرین نے چھوڑ دیا ہے، بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ اِمام طحاویؒ اِجتہادِ مطلق کے مرتبے پر فائز ہیں، اگرچہ انہوں نے اِمام ابوحنیفہؒ سے انتساب کو نہیں چھوڑا۔ اور اِمام طحاویؒ کا یہ قول کہ: ''عقود میں شروع ہونا تو صحیح نہیں، مگر اسی طریقے سے

جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، بخلاف ان اُمور کے جو عقودِ قائمہ پر طاری ہوں‘‘ یہ من جملہ انہی اُصول کے ہے جن پر خبرِ واحد کو پیش کیا جاتا ہے، اور خروج من الصلوٰۃ کا ذکر بطور نظیر کے ہے، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔ حاصل یہ کہ اِمام طحاویؒ جو ’’وجوہِ نظر‘‘ ذکر کرتے ہیں وہ موردِ نص میں قیاس کی خاطر نہیں، بلکہ اپنے اُصول کے مطابق کسی حدیث کی تصحیح یا ایک حدیث کی دُوسری حدیث پر ترجیح کی خاطر ذکر کرتے ہیں، اگرچہ ان کی ذکر کردہ نظر میں قیاس بھی صحیح ہوتا ہے۔

بہرحال کتاب و سنت اور فقہائے اُمت تین طلاق کے مسئلے میں پوری طرح متفق ہیں، پس جو شخص ان سب سے نکل جائے وہ قریب قریب اسلام ہی سے نکلنے والا ہوگا، اِلَّا یہ کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور اس مسئلے میں جہلِ بسیط رکھتا ہو تو اس کو تو بیدار کرنا ممکن ہے، بخلاف اس شخص کے جس کا جہل مرکب یا مکعب ہو، کہ یا تو صرف اپنے جہل سے جاہل و بےخبر ہو (یہ تو جہلِ مرکب ہوا)، یا اپنے جہلِ مرکب کے ساتھ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس مسئلے کو، جو اس کے لئے جہلِ مرکب کے ساتھ مجہول ہے، اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ جانتا ہے، (یہ جہلِ مکعب ہے)، ایسے شخص کو راہِ راست پر لانا ممکن نہیں، واللہ سبحانہ ھو الھادی!

۵:......تین طلاق کے بارے میں حدیثِ ابنِ عباسؓ پر بحث

یہ دعویٰ کرنے کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو طلاق دہندگان پر نافذ کرنا بطورِ سزا تھا، حکمِ شرعی کے طور پر نہیں تھا، مؤلفِ رسالہ صفحہ:۸۰-۸۱ پر لکھتے ہیں:

> ’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے یہ سزا لوگوں کو طلاق کو کھلونا بنانے سے روکنے کے لئے تھی، اور یہ محض وقتی سزا تھی، پھر معاملہ اور زیادہ اُلجھ گیا، اور لوگ اندھادُھند طلاق کو کھلونا بنانے لگے، اور اکثر صحابہؓ اس موقع پر موجود تھے، اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو دیکھ رہے تھے جس کو انہوں نے برقرار رکھا تھا، اور وہ، اکثر حضرات کی رائے کے مطابق خروج سے بچنے کے لئے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت سے ڈرتے تھے، اور ان میں سے بعض حضرات سمجھتے تھے کہ یہ حکم محض زجر وتعزیر کی خاطر ہے، پس کبھی تین طلاق کے نفاذ کا فتویٰ دیتے تھے، اور کبھی عدمِ نفاذ کا۔ اور اس اعتبار سے کہ آخری دو طلاقیں عدّت میں باطل ہیں، واقع نہیں ہوتیں، جیسا کہ ابنِ عباسؓ سے دونوں طرح کے فتوے ثابت ہیں۔

اس کے بعد تابعینؒ کا دور آیا تو انہوں نے بھی اختلاف کیا، ان میں سے بہت سے حضرات پر فتویٰ کے بارے میں وارِد شدہ روایات کی حقیقت اوجھل ہوگئی، زبانوں میں عجمیت داخل ہوچکی تھی، اور انہوں نے روایات عربی طریقے پر سنی تھیں کہ: ''فلاں نے تین طلاقیں دیں'' اس لئے جو لوگ عربیت کا صحیح ذوق نہیں رکھتے تھے اور جو انشاء اور خبر کے درمیان فرق پر غور نہیں کرسکتے تھے، انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ تین طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص طلاق دینے کے ارادے سے اپنی بیوی کو یوں کہے کہ: تجھے تین طلاق۔

اور حدیثِ عمرؓ کو تکرار فی المجلس پر محمول کرنا، جبکہ قبل ازیں تکرار کو تاکید پر محمول کیا جاتا تھا (جیسا کہ نووی اور قرطبی کی رائے ہے) ناقابلِ اعتبار تأویل ہے، جس کو حدیثِ ابنِ عباسؓ جو رکانہؓ کے بارے میں وارِد ہے ساقط قرار دیتی ہے (یہ حدیث مسندِ احمد میں ہے، اور ابھی آپ دیکھیں گے کہ یہ روایت خود ہی ساقط ہے، کسی دُوسری چیز کو کیا ساقط کرے گی)، اور ابنِ حجرؒ کہتے ہیں کہ: یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے، یہ اس تأویل کو قبول نہیں کرتی جو دُوسری احادیث میں جاری ہوسکتی ہے (یہ حدیث ابنِ حجرؒ کے نزدیک معلول ہے، جیسا کہ ''التلخیص الحبیر'' میں ہے، پس اس کا محتملِ تأویل نہ ہونا کیا فائدہ دیتا ہے؟)۔''

میں کہتا ہوں کہ مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس خودرو مجتہد کے کلام میں آخر ایک بات بھی ایسی کیوں نہیں ملتی جس کو کسی درجے میں بھی صحیح اور دُرست کہہ سکیں؟ شاید حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کو رُسوا کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے جو پوری اُمت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنا ناممکن ہے، اور وہ حکیم و خبیر ہے!

یا سبحان اللہ! کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کے بارے میں یہ تصوّر کیا جاسکتا ہے وہ لوگوں کو ما ثبت فی الشرع کے خلاف پر مجبور کریں؟ اور کیا صحابہؓ کے بارے میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈَر کر ان کی ہاں میں ہاں ملادیں؟ حالانکہ ان میں ایسے حضرات بھی موجود تھے جو کج رو کی کجی کو اپنی تلواروں سے سیدھا کردیتے تھے۔ مؤلفِ رسالہ نے جو کچھ کہا ہے یہ خالص رافضی وساوس اور رافضیت کے جراثیم ہیں، اہلِ فساد ان جراثیم کو چکنے چپڑے الفاظ کے پردے میں چھپانا چاہتے ہیں۔

کوئی کج رو کسی ایک صحابی سے ایک بھی صحیح روایت پیش نہیں کرسکتا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہو کہ تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں، اس کو زیادہ سے زیادہ کوئی چیز مل سکتی ہے تو وہ اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ رجبؒ نے اعمشؒ سے نقل کیا ہے، اور جس کا ذکر گزشتہ سطور میں آچکا ہے۔

یا ابوالصہبا کی روایت کے قبیل سے ہوگی جس کی عللِ قادحہ کو اہلِ علم طشت از بام کرچکے ہیں، اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ اس روایت کو اس احتمال پر محمول کیا جائے جس کے اہلِ زیغ قائل ہیں، اس کی بحث عنقریب آتی ہے۔

یا ابوالزبیر کی اس منکر روایت کے قبیل سے ہوگی جس کے منکر ہونے کے دلائل اُوپر گزر چکے ہیں، یا طلاقِ رکانہؓ کی بعض روایات کے قبیل سے ہوگی جن کا غلط ہونا عنقریب آتا ہے، یا اس قبیل سے ہوگی جس کو ابنِ سیرینؒ بیس برس تک ایسے لوگوں سے سنتے رہے جن کو وہ سچا سمجھتے تھے، بعد میں اس کے خلاف نکلا، جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ یا ابنِ مغیث جیسے ساقط الاعتبار شخص کی نقل کے قبیل سے ہوگی۔

پس کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں جانتے تھے کہ لوگوں کو خلافِ شرع پر مجبور کرنا

فہرست

حرام اور بدترین حرام ہے اور شریعت سے خروج ہے؟ اور کیسا بُرا خروج؟ چلئے فرض کرلیجئے! کہ انہوں نے لوگوں کو مجبور کیا تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ ترکِ رجعت یا منعِ تزوّج پر مجبور کرنے کی قیمت نکاح وطلاق پر مجبور کرنے سے زیادہ تو نہیں ہوگی؟ اکثر اہلِ علم کے نزدیک جبراً نکاح کا ایجاب وقبول کرانے سے نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح جبراً طلاق کے الفاظ کہلانے سے طلاق نہیں ہوتی، اس صورت میں کیا ان طلاق دینے والوں کو یہ استطاعت نہیں تھی کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کے بغیر اپنی مطلقہ عورت سے رُجوع کرلیں؟ یا (بعد از عدّت) نکاح کرلیں؟ آخر ایسا کون ہے جو لوگوں کو ایسی چیزوں سے روک دے جن کے وہ مالک ہیں؟ یہاں تک کہ انساب میں گڑبڑ ہوجائے، اور شرور کے تمام دروازے چوپٹ کھل جائیں۔

اور ابنِ قیمؒ کو خیال ہوا کہ وہ اپنے کلامِ فاسد پر یہ کہہ کر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ عمل اس تعزیر کے قبیل سے تھا جو ان کے لئے مشروع تھی، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص تعزیر کے طور پر ایک شرعی حکم کے اِلغا کا اقدام کرے؟ اور ایسے نام نہاد تعزیری حکم کا اس تعزیر سے کیا جوڑ جو شریعت میں معروف ہے اور جس کے فقہائے اُمت قائل ہیں؟ ابنِ قیمؒ اس مسئلے پر طول طویل کلام کرنے کے باوجود اس کی ایک بھی نظیر تو پیش نہیں کرسکے، بلکہ اس دروازے کا کھولنا درحقیقت پوری شریعت کو اس قسم کے حیلوں بہانوں سے معطل کردینے کا دروازہ کھولنا ہے، جیسا کہ طوفی حنبلی نے مصالحِ مرسلہ کی آڑ میں اسی قسم کا دروازہ کھولنے میں درازنفسی سے کام لیا ہے، پس اس قسم کی توجیہ درحقیقت ایک گندی تہمت ہے، حضرت عمرؓ پر بھی، ان جمہور صحابہؓ پر بھی جنھوں نے حضرت عمرؓ کی اس مسئلے میں موافقت کی، اور خود شریعتِ مطہرہ پر بھی۔ چنانچہ یہ بات اس شخص پر مخفی نہیں جس نے اس مسئلے کی گہرائی میں اُتر کر دیکھا ہو، اور جس نے اس کے تمام اطراف و جوانب کی پوری چھان بین کی ہو، محض شاذ اقوال کی تقلید پر اکتفا نہ کیا ہو، یا بحث کے محض کسی ایک گوشے کو نہ لے اُڑا ہو۔

اور حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ نے اپنی مذکورہ بالا کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے فیصلوں کے بارے میں ایک نفیس فائدہ ذکر کیا ہے، میرے لئے ممکن نہیں کہ اس کی طرف اشارہ کئے بغیر اسے چھوڑ جاؤں، وہ لکھتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلے کئے وہ دو قسم کے ہیں، ایک یہ کہ اس مسئلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی فیصلہ سرے سے صادر نہ ہوا ہو، اور اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے میں غور کرنے کے لئے صحابہؓ کو جمع کیا، ان سے مشورہ فرمایا، اور صحابہؓ نے اس مسئلے پر ان کے ساتھ اِجماع کیا، یہ صورت تو ایسی ہے کہ کسی کے لئے اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہی حق ہے۔ جیسے عمرتین کے بارے میں آپ کا فیصلہ، اور جیسے اس شخص کے بارے میں فیصلہ جس نے اِحرام کی حالت میں بیوی سے صحبت کر کے حج کو فاسد کرلیا تھا کہ وہ اس اِحرام کے مناسک کو پورا کرے، اور اس کے ذمہ قضا اور دَم لازم ہے، اور اس قسم کے اور بہت سے مسائل۔

اور دُوسری صورت یہ کہ صحابہؓ نے اس مسئلے میں حضرت عمرؓ کے فیصلے پر اِجماع نہیں کیا، بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی اس مسئلے میں ان کے اقوال مختلف رہے، ایسے مسئلے میں اختلاف کی گنجائش ہے، جیسے دادا کے ساتھ بھائیوں کی میراث کا مسئلہ۔

اور دُوسری قسم وہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ، حضرت عمرؓ کے فیصلے کے خلاف مروی ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں:

اوّل: یہ کہ اس میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کی طرف رُجوع کرلیا ہو، ایسے مسئلے میں حضرت عمرؓ کے پہلے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

فہرست

دوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس مسئلے میں دو حکم مروی ہوں، ان میں سے ایک حضرت عمرؓ کے فیصلے کے موافق ہو، اس صورت میں جس فیصلے پر حضرت عمرؓ نے عمل کیا وہ دُوسرے کے لئے ناسخ ہوگا۔

سوم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنسِ عبادات میں متعدّد انواع کی رُخصت دی ہو، پس حضرت عمرؓ ان انواع میں افضل اور اَصلح کو لوگوں کے لئے اختیار کرلیں، اور لوگوں سے اس کی پابندی کرائیں۔ پس جس صورت کو حضرت عمرؓ نے اختیار فرمایا ہو اس کو چھوڑ کر کسی دُوسری صورت پر عمل کرنا ممنوع نہیں۔

چہارم: یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کسی علت پر مبنی تھا، وہ علت باقی نہ رہی تو حکم بھی باقی نہ رہا، جیسے مؤلفۃ القلوب، یا کوئی ایسا مانع پایا گیا جس نے اس حکم پر عمل کرنے سے روک دیا۔''

اور صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں کہ زیرِ بحث مسئلہ ان انواع واقسام میں کس قسم کی طرف راجع ہے۔

چنانچہ اب ہم حدیثِ ابنِ عباسؓ پر، جس میں حضرت عمرؓ کے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا ذکر ہے، اور حدیثِ رکانہؓ پر بحث کرتے ہیں، تاکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائے کہ کسی کج رو شخص کے لئے ان دونوں حدیثوں سے تمسّک کی گنجائش نہیں، بلکہ ان دونوں سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

رہی ابنِ عباسؓ کی حدیث، جس کے گرد یہ شذوذ پسند گنگناتے نظر آتے ہیں، اس اُمید پر کہ ان کو اس حدیث میں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جو ان کو اُمت کے خلاف بغاوت کے لئے کچھ سہارے کا کام دے سکے گی، اس حدیث کا متن یہ ہے:

''ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور

حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاق ایک تھی، پس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلد بازی سے کام لیا، جس میں ان کے لئے سوچ بچار کی گنجائش تھی، پس اگر ہم ان تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیں (تو بہتر ہو)، چنانچہ آپ نے ان پر تین طلاق کو نافذ قرار دے دیا۔''

اور ایک دُوسری روایت میں حضرت طاؤسؒ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

''ابو الصہبا نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ: اپنی عجیب و غریب باتوں میں سے کچھ لائیے! کیا تین طلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ایک نہیں تھی؟ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ: ہاں! یہی تھا، پھر جب حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگوں نے پے در پے طلاق دینی شروع کی تو حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو ان پر نافذ کردیا۔''

اور ایک روایت میں طاؤسؒ سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

''ابوالصہبا نے ابنِ عباسؓ سے کہا کہ: کیا آپ کو علم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے تین سالوں میں تین طلاق صرف ایک ٹھہرائی جاتی تھی؟ ابنِ عباسؓ نے کہا: ہاں!''

ان تینوں احادیث کی تخریج امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

لیکن مستدرک حاکم میں ''یــــردون'' کا جو لفظ ہے (یعنی تین طلاقوں کو ایک کی طرف لوٹایا جاتا تھا) تو یہ عبداللہ بن مؤمل کی روایت سے ہے، جس کو ابنِ معین، ابوحاتم اور ابنِ عدی نے ضعیف کہا ہے، ابوداؤدؒ اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں، اور ابنِ ابی ملیکہ کے الفاظ حدیث میں انقطاع کے الفاظ ہیں، اور اگر حاکم میں تشیع نہ ہوتا تو وہ مستدرک میں اس حدیث کی تخریج سے انکار کردیتے، چنانچہ شیعوں میں کتنے ہی ایسے اشخاص ہیں جو روافض

کی تلبیسات کے اوران کے مذہب شیعہ کا لبادہ اوڑھنے سے دھوکا کھاجاتے ہیں، بغیر اس کے کہ جانیں کہ اس قسم کے مسائل سے شیعوں کا اصل مدعا کیا ہے۔

اب ہمیں سب سے پہلے ”طـلاق الثـلاث“ کے لفظ پر غور کرنا چاہئے کہ آیا ”الثلاث“ پر لامِ استغراق داخل ہے اور ”تین طلاق“ سے ہر قسم کی تین طلاقیں مراد ہیں؟ یا تین طلاقوں کی کوئی خاص معہود قسم مراد ہے؟ چنانچہ (پہلی شق تو باطل ہے، کیونکہ) یہاں ہر قسم کی تین طلاق مراد لینا ممکن نہیں، کیونکہ تین طلاق کی ایک صورت یہ ہے کہ تین طلاقیں الگ الگ طہروں میں دی جائیں، ایسی تین طلاقوں کا ایک ہونا ممکن نہیں، خواہ یہ طلاق کی تعداد کو تین تک محدود کئے جانے سے قبل ہو، یا اس کے بعد، کیونکہ جب تک طلاق کو تین تک محدود نہیں کیا گیا تھا لوگ جتنی چاہیں طلاق دے سکتے تھے، اور تین کے ایک ہونے کا کوئی اعتبار نہیں تھا، لہٰذا طلاق کو تین تک محدود قرار دینے سے پہلے تین کے ایک ہونے کے کوئی معنی نہیں تھے، اور اس کے بعد بھی تین کے ایک ہونے کا تصوّر نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد: ”اَلطَّـلَاقُ مَرَّتَانِ ....“ اس اَمر میں نص ہے کہ طلاق کی تعداد، جس کے بعد مراجعت صحیح ہے، صرف دو ہیں، تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر کے لئے حلال نہیں رہے گی یہاں تک کہ وہ دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ پس اس آیتِ شریفہ کے نزول کے بعد تین کو ایک قرار دینا کیسے ممکن ہوگا؟

الغرض! اس حدیث میں تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں مراد نہیں ہوسکتیں جو الگ الگ طہروں میں دی گئی ہوں، لہٰذا صرف ایک ہی احتمال باقی رہا کہ تین طلاقوں سے مراد ایسی تین طلاقیں ہیں جو ایسے الگ الگ طہروں میں نہ دی گئی ہوں، جن میں صحبت نہ ہوئی ہو، اور اس احتمال کی صرف دو صورتیں ہیں، یا تو یہ تین طلاقیں بیک لفظ دی جائیں گی، یا الگ الگ الفاظ سے، اگر الگ الگ الفاظ سے پے در پے واقع کی جائیں تو اس مطلقہ کے ساتھ شوہر کی خلوَت ہوچکی ہوگی یا نہیں، اگر خلوَت نہیں ہوئی تھی تو وہ پہلے لفظ سے بائنہ ہوجائے گی، دُوسری اور تیسری طلاق کا محل ہی نہیں رہے گی۔ اور جس صورت میں کہ عورت کے ساتھ شوہر کی خلوَت ہوچکی ہو، پس اگر طلاق دینے والے کی نیت ایک طلاق کی

فہرست

تھی اور اس نے دُوسرا اور تیسرا لفظ محض تاکید کے طور پر استعمال کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا۔

اور جس صورت میں کہ تین طلاق بالفاظِ غیرمتعاقبہ یا بلفظِ واحد واقع کی گئی ہوں تو اس کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں:

ایک یہ کہ آج جو تین طلاق بلفظِ واحد دینے کا رواج ہے، دورِ نبوی، دورِ صدیقی اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں اس کا رواج نہیں تھا، بلکہ ان مقدس اَدوار میں اس کے بجائے ایک طلاق دینے کا رواج تھا، لوگ ان زمانوں میں سنت طلاق کی رعایت کرتے ہوئے تین الگ الگ طہروں میں طلاق دیا کرتے تھے، بعد کے زمانے میں لوگ پے درپے اکٹھی طلاقیں دینے لگے، کبھی حیض کی حالت میں، کبھی ایک ہی طہر میں بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ۔

دُوسرا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح تین طلاق دینے کا آج رواج ہے کہ لوگ بلفظِ واحد یا بالفاظِ متعاقبہ ایک طہر میں یا حیض کی حالت میں طلاق دیا کرتے ہیں، یہی رواج ان تین مقدس زمانوں میں بھی تھا، لیکن ان زمانوں میں ایسی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا، تو کیا ہم اس معاملے میں ان حضرات کی مخالفت کریں؟ اور ہم ان کو تین طلاقیں شمار کریں جبکہ وہ حضرات ان تین کو ایک شمار کرتے تھے؟

الغرض! سبر و تقسیم کے بعد جو آخری دو احتمال نکلتے ہیں ان میں سے پہلے احتمال کے خلاف کوئی ایسی چیز نہیں جو اس کو غلط قرار دے، اس کے برعکس دُوسرے احتمال کے غلط ہونے کے قوی دلائل موجود ہیں، مثلاً:

۱:...... اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ اس کے خلاف ہے، (جو اس احتمال کے باطل اور مردود ہونے کی دلیل ہے)، چنانچہ نقاد نے کتنی ہی احادیث کو اس بنا پر ناقابلِ عمل قرار دیا ہے کہ ان کی روایت کرنے والے صحابہؓ کا فتویٰ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ ابنِ رجبؒ نے شرح علل ترمذی میں اس کو شرح و بسط سے لکھا ہے، یہی مذہب ہے یحییٰ بن معینؒ کا، یحییٰ بن سعید القطانؒ کا، احمد بن حنبلؒ کا اور ابن المدینیؒ کا۔

فہرست

اگرچہ بعض اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ راوی کی روایت کا اعتبار ہے، اس کی رائے کا اعتبار نہیں، لیکن یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حدیث اپنے مفہوم میں نص ہو کہ اس میں دُوسرا احتمال نہ ہو، یا اگر مفہوم قطعی نہیں تو کم سے کم راجح احتمال ہو، مرجوح نہ ہو، لیکن جو احتمال کہ محض فرضی اور مصنوعی ہو اس رائے کے مطابق بھی وہ کیسے لائقِ شمار ہو سکتا ہے؟ اور جس شخص نے علم مصطلح الحدیث میں صرف متأخرین کی کتابوں تک اپنی نظر کو محدود رکھا ہو اس نے اپنی بصارت پر اپنی نظر کے اُفق کی پٹی باندھ رکھی ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فتویٰ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ تین طلاق بلفظِ واحد سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ بحث میں ابنِ عباسؓ سے اس کی روایت حضرت عطاء، حضرت عمرو بن دینار، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد رحمہم اللہ اور دیگر حضرات کے حوالے سے بلکہ خود طاؤس کے حوالے سے بھی گزر چکی ہے۔

۲:...... اس روایت کے نقل کرنے میں طاؤس منفرد ہیں، اور ان کی یہ روایت دیگر حضرات کی روایت کے خلاف ہے، اور یہ ایسا شذوذ (شاذ ہونا) ہے جس کی وجہ سے روایت مردود ہو جاتی ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا وجہ سے مردود ہو جاتی ہے۔

۳:...... کرابیسی کے حوالے سے اُوپر گزر چکا ہے کہ ابنِ طاؤس جو اپنے والد سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں انہوں نے اس شخص کو جھوٹا قرار دیا ہے جو ان کے باپ (طاؤس) کی طرف یہ بات منسوب کرے کہ وہ تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل تھے۔

۴:...... اس روایت کے یہ الفاظ کہ: ''ابو الصہبا نے کہا'' یہ انقطاع کے الفاظ ہیں، (یعنی معلوم نہیں کہ طاؤس نے خود ابو الصہبا سے یہ بات سنی یا نہیں؟) اور صحیح مسلم میں بعض احادیث منقطع موجود ہیں۔

۵:...... نیز ابو الصہبا سے اگر ابنِ عباسؓ کا مولیٰ مراد ہے تو وہ ضعیف ہے، جیسا کہ اِمام نسائیؒ نے ذکر کیا ہے، اور اگر کوئی دُوسرا ہے تو مجہول ہے۔

۶:...... نیز حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں: ''ھات من ھناتک''، یعنی ابو الصہبا نے ابنِ عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: ''لائیے! اپنی قابلِ نفرت اور بُری

فہرست

باتوں میں سے کچھ سنائیے!'' حضرت ابنِ عباسؓ کی جلالتِ قدر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے درجے کا کوئی صحابی بھی ان کو ایسے الفاظ سے مخاطب نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ ان کا غلام ایسی گستاخانہ گفتگو کرے، اور حضرت ابنِ عباسؓ اس کے ان گستاخانہ خطاب کی تردید بھی نہ کریں۔

۷:......اور بریں تقدیر کہ ابنِ عباسؓ نے اس کو بغیر تردید کے جواب دیا (تو گویا اس حدیث کا قابلِ نفرت اور بُری باتوں میں سے ہونا تسلیم کرلیا) اندریں صورت یہ روایت خود انہی کے اقرار و تسلیم کے مطابق قبیح اور مردود باتوں میں سے ہوئی، (پھر اس کو استدلال میں پیش کرنے کے کیا معنی؟) اور حضرت ابنِ عباسؓ کی رُخصتوں کا حکم سلف و خلف کے درمیان مشہور ہے، اور اِمام مسلمؒ کی عادت یہ ہے کہ وہ تمام طرقِ حدیث کو ایک ہی جگہ جمع کردیتے ہیں، تاکہ حدیث پر حکم لگانا آسان ہو، اور یہ حدیث کے مرتبے کی تعریف و تشخیص کا ایک عجیب و غریب طریقہ ہے۔

۸:......اس حدیث کا اگر زیرِ بحث مفہوم لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ...نعوذ باللہ... حضرت عمرؓ نے محض اپنی رائے سے شریعت سے خروج اختیار کیا، اور حضرت عمرؓ کی عزّت و عظمت اس سے بالاتر ہے کہ ایسی بات ان کی جانب منسوب کی جائے۔

۹:......نیز اس سے جمہور صحابہؓ پر یہ تہمت عائد ہوتی ہے کہ وہ...نعوذ باللہ...اپنے تنازعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم بنانے کے بجائے رائے کو حَکَم ٹھہراتے تھے، اور یہ ایک ایسی شناعت و قباحت ہے جس کو صحابہؓ کے بارے میں روافض کے سوا کوئی گوارا نہیں کرسکتا، اور اہلِ تحقیق کے نزدیک اس شذوذ کا مصدر روافض ہیں۔

۱۰:......اور یہ سمجھنا کہ: ''حضرت عمرؓ کا یہ عمل سیاسی تھا، جس کو بطور تعزیر اختیار کرنے کی حضرت عمرؓ کے لئے گنجائش تھی'' یہ نری تہمت ہے، جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پاک ہے۔ آخر ایسا کون ہوگا جو سیاست کے طور پر شریعت کے خلاف بغاوت کو جائز رکھے؟

پس یہ ''عشرہ کاملہ'' (پوری دس وجوہ) آخری دو احتمالوں میں سے دُوسرے

احتمال کے باطل ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں، لہٰذا بر تقدیرِ صحتِ حدیث پہلا احتمال متعین ہے،[1] اور میں "ذیول طبقات الحفاظ" کی تعلیقات میں بھی اس حدیث کے علل کو ذکر کر چکا ہوں، جو یہاں کے بیان کے قریب قریب ہے۔

علاوہ ازیں تین کو ایک کہنا (نصاریٰ کا قول ہے) مسلمانوں کے مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں:

جعلوا الثلاثة واحدًا، لو انصفوا
لم یجعلوا العدد الکثیر قلیلًا

ترجمہ:...... "انہوں نے تین کو ایک بنادیا، اگر وہ انصاف کرتے تو عددِ کثیر کو قلیل نہ بناتے۔"

حافظ ابنِ رجبؒ اپنی مذکور الصدر کتاب میں ابنِ عباسؓ کی اس حدیث پر گفتگو شروع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پس اس حدیث کے بارے میں ائمۂ اسلام کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک امام احمدؒ اور ان کے موافقین کا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے، کیونکہ یہ روایت شاذ ہے، طاؤس اس کے نقل کرنے میں متفرد ہیں، اور ان کا کوئی متابع موجود نہیں، کوئی راویٔ حدیث خواہ بذاتِ خود ثقہ ہو، لیکن ثقہ راویوں کے خلاف اس کا کسی حدیث کے نقل کرنے میں متفرد ہونا حدیث میں ایک ایسی علت ہے جو اس کے قبول کرنے میں توقف کو واجب کردیتی ہے، اور جس کی وجہ سے روایت شاذ یا منکر بن جاتی

---

(۱) اور میں نے احتمالِ نسخ سے تعرض کیا، کیونکہ یہ احتمال بہت ہی کمزور ہے، امام شافعیؒ اور ان کی پیروی کرنے والوں نے اس احتمال سے محض ارخائے عنان کی خاطر تعرض کیا ہے، تاکہ کمزور سے کمزور احتمال کو بھی باطل ثابت کر کے اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کا راستہ ہر طرف سے بند کردیا جائے، اور اس (احتمالِ نسخ) میں کلام طویل اور شاخ در شاخ ہے۔

ہے، جبکہ وہ کسی دُوسرے صحیح طریق سے مروی نہ ہو۔ اور یہ طریقہ ہے متقدمین ائمہ حدیث کا، جیسے اِمام احمدؒ، یحییٰ بن معینؒ، یحییٰ بن قطانؒ، علی بن المدینیؒ وغیرہ۔ اور زیرِ بحث حدیث ایسی ہے کہ اس کو طاؤس کے سوا حضرت ابنِ عباسؓ سے کوئی بھی روایت نہیں کرتا، ابنِ منصور کی روایت میں ہے (ہم اس روایت کی طرف سابق میں اشارہ کرچکے ہیں) کہ: اِمام احمدؒ نے فرمایا:

''ابنِ عباسؓ کے تمام شاگرد طاؤس کے خلاف روایت کرتے ہیں۔''

(ہم اس کی مثل اثرم) سے بھی اُوپر نقل کرچکے ہیں، اور جوزجانی (صاحب الجرح) کہتے ہیں: یہ حدیث شاذ ہے، میں نے زمانۂ قدیم میں اس کی بہت تتبع تلاش کی، لیکن مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔''

اس کے بعد ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں:

''اور جب اُمت کسی حدیث کے مطابق عمل نہ کرنے پر اِجماع کرلے تو اس کو ساقط اور متروک العمل قرار دینا واجب ہے، اِمام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ شخص علم میں اِمام نہیں ہوسکتا جو شاذ علم کو بیان کرے۔'' اِمام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ حضرات (یعنی سلف صالحین) احادیثِ غریبہ سے کراہت کیا کرتے تھے۔'' یزید بن ابی حبیب کہتے ہیں کہ: ''جب تم کوئی حدیث سنو تو اس کو تلاش کرو، جس طرح گم شدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے، اگر پہچانی جائے تو ٹھیک، ورنہ اس کو چھوڑ دو۔'' اِمام مالکؒ سے مروی ہے کہ: ''بدتر علم غریب ہے، اور سب سے بہتر علم ظاہر ہے، جس کو عام لوگ روایت کرتے ہیں۔'' اور اس باب میں سلف کے بہت سے ارشاد

مروی ہیں۔‘‘(۱)

اس کے بعد ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں:

’’حضرت ابنِ عباسؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان سے صحیح اسانید کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے خلاف اکٹھی تین طلاق کے لازم ہونے کا فتویٰ دیا، اور اِمام احمدؒ اور اِمام شافعیؒ نے اسی علت کی وجہ سے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، جیسا کہ ابنِ قدامہؒ نے ’’المغنی‘‘ میں ذکر کیا ہے، اور تنہا یہی ایک علت ہوتی تو اس حدیث کے ساقط ہونے کے لئے کافی تھی، چہ جائیکہ اس کے ساتھ یہ علت بھی شامل ہو کہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے اور اِجماعِ اُمت کے خلاف ہے۔ اور قاضی اسماعیل ’’اَحکام القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس اپنے فضل وصلاح کے باوجود بہت سی منکر اشیاء روایت کیا کرتے ہیں، من جملہ ان کے ایک یہ حدیث ہے، اور اَیوب سے مروی ہے کہ وہ طاؤس کی کثرتِ خطا سے تعجب کیا کرتے تھے اور ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں طاؤس نے شذوذ اختیار کیا ہے۔‘‘

پھر ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں کہ:

’’علمائے اہلِ مکہ ان شاذ اقوال کی وجہ سے طاؤس پر نکیر کیا کرتے تھے جن کے نقل کرنے میں وہ متفرد ہوں۔‘‘

اور کرابیسی ’’ادب القضا‘‘ میں لکھتے ہیں کہ: طاؤس، ابنِ عباسؓ سے بہت سے اخبارِ منکرہ نقل کرتے ہیں، اور ہماری رائے یہ ہے... واللہ اعلم... کہ یہ منکر خبریں انہوں نے

---

(۱) ابراہیم بن ابی عبلہ فرماتے ہیں کہ: ’’جس نے ’’شاذ علم‘‘ اُٹھایا اس نے بہت بڑا شر اُٹھالیا۔‘‘ اور شعبہؒ کہتے ہیں کہ: ’’تمہارے سامنے شاذ حدیث کو صرف شاذ آدمی (یعنی ضعیف اور غیر معروف آدمی) ہی بیان کرے گا۔‘‘ یہ اقوال ابنِ رجبؒ نے ’’شرح علل ترمذی‘‘ میں ذکر کئے ہیں۔

فہرست

عکرمہ سے لی ہیں، اور سعید بن مسیّب، عطاء اور تابعین کی ایک جماعت عکرمہ سے پرہیز کرتی ہے۔ عکرمہ، طاؤس کے پاس گئے تھے، طاؤس نے عکرمہ سے وہ کچھ لیا ہے جن کو عموماً وہ ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔'' ابوالحسن السبکیؒ کہتے ہیں کہ: ''پس ان روایات کی ذمہ داری عکرمہ پر ہے، طاؤس پر نہیں۔''

اور ابنِ طاؤس سے کرابیسی کی روایت ہم پہلے نقل کرچکے ہیں کہ: ''ان کے باپ طاؤس کی طرف یہ جو کچھ منسوب کیا گیا ہے، وہ سب جھوٹ ہے۔''

یہ گفتگو تو مسلکِ اوّل سے متعلق تھی۔ (۱)

اور دُوسرے مسلک کے بارے میں ابنِ رجبؒ ہی لکھتے ہیں:

''اور یہ مسلک ہے ابنِ راہویہ کا اور ان کے پیروکاروں کا، اور وہ ہے معنیٔ حدیث پر کلام کرنا، اور وہ یہ کہ حدیث کو غیر مدخول بہا پر محمول کیا جائے، اس کو ابنِ منصور نے اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے۔ اور الحوفی نے الجامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ابوبکر الاثرم نے اپنی سنن میں اس پر باب باندھا ہے، اور ابوبکر الخلال نے بھی اس پر دلالت کی ہے، اور سننِ ابوداؤد میں بروایت حماد بن زید عن ایوب عن غیر واحد عن طاؤس عن ابنِ عباس یہ حدیث اس طرح نقل کی ہے کہ:

(۱) اور ابنِ قیمؒ نے جو نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ طلاق کے بارے میں اپنے فعل پر نادم ہوئے یہ ایک خود تراشیدہ جھوٹی کہانی ہے، اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک واقع ہے، جس کے بارے میں ابنِ معینؒ فرماتے ہیں کہ: ''وہ صرف اپنے باپ پر جھوٹ باندھنے پر راضی نہیں ہوا، یہاں تک کہ اس نے صحابہؓ پر بھی جھوٹ باندھا، اور اس کی ''کتاب الدیات'' اس لائق ہے کہ اس کو دفن کردیا جائے۔''

لطیفہ:...... خالد کی خاء پر نقطہ تھا، نوکِ قلم پر روشنائی زیادہ لگ گئی تو یہ نقطہ حا کی طرف بہہ گیا، جس سے زاویہ حادہ بن گیا، دیکھنے والے نے تصحیف کرکے اس کو ''مجالد بن یزید'' پڑھا، حالانکہ اس خالد کا مجالد نامی کوئی بھائی قطعاً تھا ہی نہیں، اور خالد کے باپ یزید نے حضرت عمرؓ کا زمانہ قطعاً نہیں پایا۔

''آدمی جب اپنی بیوی کو تین طلاق دُخول سے پہلے دیتا تو اس کو ایک ٹھہراتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں، پھر جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ پے در پے طلاق دینے لگے ہیں تو فرمایا کہ ان کو ان پر نافذ کردو۔''

اور اَیوب اِمام کبیر ہیں، پس اگر کہا جائے کہ وہ روایت تو مطلق تھی تو ہم کہیں گے کہ ہم دونوں دلیلوں کو جمع کرکے یہ کہیں گے کہ وہ روایت بھی قبل الدخول پر محمول ہے۔''

یہاں تک مسلکِ ثانی میں ابنِ رجبؒ کا کلام تھا۔

اور شوکانی نے اپنے رسالہ ''تین طلاق'' میں (ابوداوٴد کی مندرجہ بالا) اس روایت کو (جس میں طلاق قبل الدخول کا ذکر ہے) بعض افرادِ عام کی تنصیص کے قبیل سے ٹھہرانے کا قصد کیا ہے، حالانکہ ہم ذکر کرچکے ہیں کہ ''الثلاث'' میں لام کو استغراق پر محمول کرنا صحیح نہیں، لہٰذا یہ روایت اس قبیل سے نہیں ہوگی۔ اور شوکانی کا یہ کلام محض اس لئے کہ ان کو بہرحال بولتے رہنا ہے، خواہ بات کا نفع ہو یا نہ ہو، بالکل ایسی ہی حالت جس کا ذکر اِمام زفرؒ نے فرمایا تھا (کہ میں مخالف کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے اسے صرف خاموش ہوجانے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ مناظرہ کرتا رہتا ہوں یہاں تک کہ وہ پاگل ہوجائے، اور پاگل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی مجنونانہ باتیں کرنے لگے جو کبھی کسی نے نہیں کیں)۔

پھر شوکانی کہتے ہیں کہ: طلاق قبل الدخول نادر ہے، پس لوگ کیسے پے در پے طلاقیں دینے لگے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ غصہ ہوگئے؟ میں کہتا ہوں کہ جو چیز ایک شہر میں یا ایک زمانے میں نادر شمار ہوتی ہے وہ بسا اوقات دُوسرے زمانے میں اور دُوسرے شہر میں نادر نہیں، بلکہ کثیر الوقوع ہوتی ہے، اس لئے شوکانی کا یہ اعتراض بے محل ہے، علاوہ ازیں شوکانی یہ چاہتے ہیں کہ سنن ابوداوٴد میں روایت شدہ صحیح حدیث کے حکم کو محض رائے سے

باطل کردیں، (پس یہ درحقیقت انکارِ حدیث کے جراثیم ہیں)، غالباً اس قدر وضاحت اس بات کو بتانے کے لئے کافی ہے کہ ان لوگوں کے لئے حدیثِ ابنِ عباسؓ سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔

اب لیجئے حدیثِ رکانہ! جس سے یہ لوگ تمسک کرنا چاہتے ہیں، یہ وہ حدیث ہے جسے اِمام احمدؒ نے مسند میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

''حدیث بیان کی ہم سے سعد بن ابراہیم نے، کہا: خبر دی ہم کو میرے والد نے، محمد بن اسحاق سے، کہا: حدیث بیان کی مجھ سے داوٴد بن حصین نے عکرمہ سے، اس نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے فرمایا:

رکانہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دی تھیں، پھر ان کو اس پر شدید غم ہوا، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ: تم نے کیسے طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے تین طلاقیں ایک ہی مجلس میں دے دیں۔ فرمایا: یہ تو ایک ہوئی، لہٰذا تم اگر چاہو تو اس سے رُجوع کرلو، چنانچہ رکانہ نے اس سے رُجوع کرلیا۔''

اور مجھے بے حد تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں تین طلاق ''أنتِ طالق ثلاثًا'' کے لفظ سے ہوتی ہی نہیں تھی، وہ اس حدیث سے تین کو ایک کی طرف رَدّ کرنے پر استدلال کیسے کرنا چاہتا ہے؟ پس جو تین طلاق کہ مجلسِ واحد میں ''أنتِ طالق ثلاثًا'' کے الفاظ سے نہ تو لامحالہ تکرارِ لفظ کے ساتھ ہوگی، اور تکرار کی صورت میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس نے تاکید کا ارادہ کیا ہو، دُوسرے یہ کہ تین طلاق واقع کرنے کا قصد کیا ہو، پس جب معلوم ہوا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا تو دیانۃً اس کا قول قبول کیا جائے گا، اور اس کا یہ کہنا کہ میں نے تین طلاق دیں، اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے طلاق کا لفظ تین بار دہرایا، اور ہوسکتا ہے کہ راوی نے حدیث کو مختصر کرکے

فہرست

روایت بامعنی کردی ہو۔

علاوہ ازیں یہ حدیث منکر ہے، جیسا کہ اِمام جصاصؒ اور ابنِ ہمامؒ فرماتے ہیں، کیونکہ یہ پختہ کار ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے، نیز یہ حدیث معلول بھی ہے، جیسا کہ ابنِ حجرؒ نے ''تخریج احادیث رافعی'' (التلخیص الحبیر) میں ذکر کیا ہے، تخریج میں ابنِ حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں:

''حدیث:...... رکانہ بن عبد یزید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پس کہا کہ: ''میں نے اپنی بیوی سہمیہ کو ''البتۃ'' طلاق دے دی ہے، اور اللہ کی قسم! کہ میں نے ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیوی مجھ کو لوٹا دی۔'' اس حدیث کو اِمام شافعیؒ، ابوداوٗدؒ، ترمذیؒ اور ابنِ ماجہؒ نے تخریج کیا ہے۔ اور انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا یہ رکانہ تک مسند ہے یا مرسل؟ ابوداوٗد ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اور اِمام بخاریؒ نے اس کو اضطراب کی وجہ سے معلول کہا ہے، ابنِ عبدالبرؒ نے تمہید میں کہا ہے کہ محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اور اس باب میں ابنِ عباسؓ سے بھی روایت ہے (یعنی بلفظِ ثلاث، جیسا کہ ہم نے اُوپر پوری روایت نقل کردی ہے) اس کو اِمام احمدؒ نے اور حاکمؒ نے روایت کیا ہے، اور یہ معلول ہے۔''

بلکہ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں ان حضرات کی رائے کی تصویب کی ہے کہ (ابنِ عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں) تین کا لفظ بعض راویوں کا تبدیل کیا ہوا لفظ ہے، کیونکہ ''البتۃ'' کے لفظ سے تین طلاق واقع کرنا شائع تھا، (اس لئے راوی نے ''البتۃ'' کو تین سمجھ کر تین طلاق کا لفظ نقل کردیا) اور اہلِ علم کے اقوال ''طلاقِ بتہ'' کے بارے میں مشہور ہیں۔

اب ہم مسندِ احمد میں (مذکورہ بالا) حدیث محمد بن اسحاق پر کلام کرتے ہیں تاکہ اس کے منکر اور معلول ہونے کے وجوہ ظاہر ہوجائیں۔

رہا محمد بن اسحاق! تو اِمام مالکؒ اور ہشام بن عروہؒ وغیرہ نے طویل و عریض الفاظ میں اس کو کذّاب کہا ہے، یہ صاحب ضعفا سے تدلیس کرتے تھے، اور بیان کئے بغیر اہلِ کتاب کی کتابوں سے نقل کرتے تھے اور بتاتے نہیں تھے کہ یہ اہلِ کتاب کی روایت ہے، اس پر قدر کی بھی تہمت ہے، اور لوگوں کی حدیث کو اپنی حدیث میں داخل کردینے کا بھی اس پر اِلزام ہے، یہ ایسا شخص نہیں جس کا قول صفات میں قبول کیا جائے، اور نہ اَحادیثِ اَحکام میں اس کی روایت معتبر ہے، خواہ وہ سماع کی تصریح کرے، جبکہ اس کی روایت کے خلاف روایات پے در پے وارِد ہوں، اور جس نے اس کی روایت کو قوی کہا ہے تو صرف مغازی میں قوی کہا ہے۔

اس حدیث کی سند میں دُوسرا راوی داؤد بن حصین ہے، جو خارجیوں کے مذہب کے داعیوں میں سے تھا، اور اگر اِمام مالکؒ نے اس سے روایت نہ کی ہوتی تو اس کی حدیث ترک کردی جاتی، جیسا کہ ابوحاتم نے کہا ہے، اور ابنِ مدینیؒ کہتے ہیں کہ داؤد بن حصین جس روایت کو عکرمہ سے نقل کرے، وہ منکر ہے، اور اہلِ جرح و تعدیل کا کلام اس کے بارے میں طویل الذیل ہے، جن حضرات نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے تو صرف اس صورت میں قبول کیا جبکہ وہ نکارت سے خالی ہو، پس اس کی روایت ثقہ ثبت راویوں کے خلاف کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

اور تیسرا راوی عکرمہ ہے، جس پر بہت سی بدعات کی تہمت ہے، اور سعید ابنِ مسیّب اور عطاء جیسے حضرات اس سے اجتناب کرتے تھے، پس حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت کرنے والے ثقہ راویوں کے خلاف اس کا قول کیسے قبول کیا جائے گا؟ پس جس نے اس روایت کو ''منکر'' کہا اس نے بہت ہی صحیح کہا ہے۔ اور اِمام احمدؒ سے اس قسم کے متن کی تحسین ایسی سند کے ساتھ صحیح نہیں، حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ: طاؤس کی روایت حضرت ابنِ عباسؓ سے تین طلاق کے بارے میں شاذ اور مردود ہے، جیسا کہ ہم اسحاق بن منصور اور ابوبکر اثرم کے حوالے سے قبل ازیں نقل کرچکے ہیں۔

ابنِ ہمامؒ لکھتے ہیں کہ: صحیح تر وہ روایت ہے جس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ نے

نقل کیا ہے کہ: رکانہ نے اپنی بیوی کو ”بتہ“ طلاق دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے حلف لیا کہ اس نے صرف ایک کا ارادہ کیا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت اس کو واپس کرادی، اس نے دُوسری طلاق حضرت عمرؓ کے زمانے میں اور تیسری حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دی۔

اور اسی کی مثل مسندِ شافعی میں ہے، چنانچہ ابوداؤد کی سند میں نافع بن عجیر بن عبدیزید ہے، پس نافع کو ابنِ حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، اگرچہ نافع کو بعض ایسے لوگوں نے مجہول کہا ہے جن کی رجال سے ناواقفیت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے والد کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ کبار تابعین میں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی جرح منقول نہیں۔ اور اِمام شافعیؒ کی سند میں عبداللہ بن علی بن سائب بن عبید بن عبدیزید ابورکانہ واقع ہے، جس کو اِمام شافعیؒ نے ثقہ کہا ہے۔ رہے عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ، جس کو ابنِ حزم ذکر کرتے ہیں، ان کی ابنِ حبان نے توثیق کی ہے۔ علاوہ ازیں تابعین میں یہی کافی ہے کہ ان کو جرح کے ساتھ ذکر نہ کیا گیا ہو، تاکہ وہ جہالتِ وصفی سے نکل جائیں، صحیحین میں اس نوعیت کے بہت سے رجال ہیں، جیسا کہ الذہبیؒ نے یہ کہتے ہوئے اعتماد کیا ہے کہ آدمی کی اولاد اور اس کے گھر کے لوگ اس کے حالات سے زیادہ واقف ہوا کرتے ہیں۔

حافظ ابنِ رجبؒ نے ابنِ جریج کی وہ حدیث ذکر کی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ: مجھے خبر دی ہے ابورافع مولیٰ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بعض نے عکرمہ سے انہوں نے ابنِ عباسؓ سے (اس سند سے مسند کی روایت کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے) اس روایت کو ذکر کرکے حافظ ابنِ رجبؒ لکھتے ہیں کہ:

”اس کی سند میں مجہول راوی ہے، اور جس شخص کا نام نہیں لیا گیا وہ محمد بن عبداللہ بن ابی رافع ہے، جو ضعیف الحدیث ہے، اور اس کی احادیث منکر ہیں، اور کہا گیا ہے کہ وہ متروک ہے، لہٰذا یہ حدیث ساقط ہے، اور محمد بن ثور الصنعانی کی روایت میں ہے کہ رکانہ نے کہا: میں نے اس کو طلاق دے دی، اس میں ”ثلاثا“ کا لفظ ذکر

نہیں کیا، اور محمد بن ثور ثقہ ہیں، بڑے درجے کے آدمی ہیں، نیز اس کے معارض وہ روایت بھی ہے جو رکانہ کی اولاد سے مروی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو ''بتہ'' طلاق دی تھی۔''

اس سے ابنِ قیمؒ کے کلام کا فساد معلوم ہوجاتا ہے جو انہوں نے اس حدیث پر کیا ہے، جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں ''البتۃ'' کی روایت صحیح ہو اس سے جمہور کے دلائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، اور جس صورت میں کہ حدیثِ رکانہ میں اضطراب ہو، جیسا کہ اِمام ترمذیؒ نے اِمام بخاریؒ سے نقل کیا ہے، اور اِمام احمدؒ نے اس کے تمام طرق کو ضعیف قرار دیا ہے، اور ابنِ عبدالبرؒ نے بھی اس کی تضعیف میں اِمام احمدؒ کی پیروی کی ہے، اس صورت میں حدیثِ رکانہ کے الفاظ میں کسی لفظ سے بھی استدلال ساقط ہوجاتا ہے۔ اس حدیث کے اضطرابات میں سے ایک یہ ہے کہ کبھی روایت کرتے ہیں کہ طلاق دینے والا ابورکانہ تھا، اور کبھی یہ کہ رکانہ کا باپ نہیں بلکہ خود رکانہ تھا، اس اضطراب کو یوں دفع کیا جاسکتا ہے کہ یہ اضطراب تین کی روایت میں ہے، ''البتۃ'' کی روایت میں نہیں، ''البتۃ'' کی روایت متن و سند کے اعتبار سے علل سے خالی ہے، اور اگر فرض کرلیا جائے کہ اس میں بھی علت ہے تو (یہ روایت ساقط الاعتبار ہوگی اور) باقی دلائل بغیر معارض کے باقی رہیں گے۔

اور ابنِ رجبؒ کہتے ہیں:

''ہم اُمت میں سے کسی کو نہیں جانتے جس نے اس مسئلے میں مخالفت کی ہو، نہ ظاہری مخالفت، نہ حکم کے اعتبار سے، نہ فیصلے کے لحاظ سے، نہ علم کے طور پر، نہ فتویٰ کے طور پر۔ اور یہ مخالفت نہیں واقع ہوئی مگر بہت ہی کم افراد کی جانب سے، ان لوگوں پر بھی ان کے ہم عصر حضرات نے آخری درجے کی نکیر کی، ان میں سے اکثر لوگ اس مسئلے کو مخفی رکھتے تھے، اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ کے دِین کے اخفاء پر اِجماعِ اُمت کیسے ہوسکتا ہے، جس دِین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست

کے ذریعہ نازل فرمایا؟ اور اس شخص کے اجتہاد کی پیروی کیسے جائز ہوسکتی ہے جو اپنی رائے سے اس کی مخالفت کرتا ہو؟ اس کا اعتقاد ہرگز جائز نہیں۔“

اُمید ہے کہ اس بیان سے واضح ہوگیا ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاق کو نافذ کرنا حکمِ شرعی تھا، جس کی مدد پر کتاب وسنت موجود ہیں، اور جو اِجماعِ فقہائے صحابہؓ کے مقارن ہے، تابعینؒ اور ان سے بعد کے حضرات کا اِجماع مزید براں ہے، اور یہ حکمِ شرعی کے مقابلے میں تعزیری سزا نہیں تھی۔ پس جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاق کو نافذ کرنے سے خروج کرتا ہے وہ ان تمام چیزوں سے خروج کرتا ہے۔

۶:......طلاق کو شرط پر معلق کرنا اور طلاق کی قسم اُٹھانا

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۱۴ پر لکھتے ہیں:

”اور طلاقِ معلق کی سب صورتیں غیرصحیح ہیں، اور طلاقِ معلق واقع نہیں ہوتی۔“

صفحہ:۸۳ پر لکھتے ہیں:

”اور اس سلسلے میں ان کے معاملے کو بادشاہوں اور اُمراء کی خواہشات نے ...خصوصاً بیعت کے معاملے میں... قوی کردیا۔“

جناب مؤلف کا طلاقِ معلق کی دونوں صورتوں کو باطل قرار دینا اور صدرِ اوّل کے فقہاء پر یہ تہمت لگانا کہ وہ بیعت کے حلف میں ملوک واُمراء کی خواہشات کی تکمیل کیا کرتے تھے، اس شخص کے نزدیک بڑی جرأت و بے باکی ہے جس نے اس مسئلے میں فقہاء کے نصوص کا مطالعہ کیا ہو، اور جو ان فقہائے اُمت کے حالات سے واقفیت رکھتا ہو کہ وہ حق کی راہ میں کس طرح مرمٹ گئے تھے۔

میرا خیال تھا کہ ابوالحسن السبکیؒ کا رسالہ ”الدرۃ المضیۃ“ اور اس کے ساتھ چند اور رسائل جو کچھ سالوں سے شائع ہوچکے ہیں ان کے مطالعے کے بعد ان لوگوں کو بھی اس مسئلۂ تعلیق میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہے گی جن کو فقہی مذاہب کی مبسوط کتابوں کی ورق

فہرست

گردانی کا موقع نہیں ملتا، جناب مصنف کو غالباً اس کے مطالعے کا اتفاق نہیں ہوا، یا پھر انہوں نے جان بوجھ کر کٹ حجتی کا راستہ پسند کیا ہے۔

فقہائے اُمت صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا مذہب یہ ہے کہ طلاق کو جب کسی شرط پر معلق کیا جائے تو شرط کے پائے جانے کی صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے، خواہ شرط، حلف کے قبیل سے ہو، کہ ترغیب کا یا منع کا یا تصدیق کا فائدہ دے، یا اس قبیل سے نہ ہو، کہ ان میں سے کسی چیز کا فائدہ نہ دے، ان تمام اکابر کے خلاف ابنِ تیمیہؒ کا قول ہے کہ جو تعلیق کہ از قبیل حلف ہو اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی، بلکہ حلف ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ لازم آتا ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو ابنِ تیمیہؒ سے پہلے کسی نے نہیں کہی۔ تعلیق کی ان دونوں قسموں میں روافض بھی صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مخالف ہیں اور بعض ظاہریہ نے ...جن میں ابنِ حزم بھی شامل ہیں... اس مسئلے میں روافض کی پیروی کی ہے۔ اور ان سب سے پہلے جو اجماع منعقد ہوچکا ہے وہ ان کے خلاف حجت ہے۔ اور جن حضرات نے اس مسئلے پر اجماع نقل کیا ہے وہ یہ ہیں: اِمام شافعیؒ، ابوعبیدؒ، ابوثورؒ، ابنِ جریرؒ، ابنِ منذرؒ، محمد بن نصر مروزیؒ، ابنِ عبدالبرؒ (التمہید اور الاستذکار میں)، فقیہ ابنِ رُشدؒ (المقدمات میں)، اور ابوالولید الباجیؒ (المنتقیٰ) میں۔

حدیث وآثار کی وسعتِ علم میں ان حضرات کا وہ مرتبہ ہے کہ ان میں سے ایک بزرگ اگر چھینکیں تو ان کی چھینک سے شوکانی، محمد بن اسماعیل الامیر اور قنوجی جیسے دسیوں آدمی جھڑیں گے، تنہا محمد بن نصر مروزیؒ کے بارے میں ابنِ حزم کہتے ہیں:

> ''اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی کوئی حدیث ایسی نہیں جو محمد بن نصر کے پاس نہ ہو تو اس شخص کا دعویٰ صحیح ہوگا۔''

اور یہ حضرات اِجماع کے نقل کرنے میں امین ہیں، اور صحیح بخاری میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ طلاقِ معلق واقع ہوجاتی ہے، چنانچہ نافع کہتے ہیں کہ: ایک شخص نے یوں طلاق دی کہ اگر وہ نکلی تو اسے قطعی طلاق، حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: ''اگر

فہرست

نکلی تو اس سے بائنہ ہوجائے گی، نہ نکلی تو کچھ نہیں''۔ ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ اسی زیرِ بحث مسئلے میں ہے، ابنِ عمرؓ کے علم اور فتویٰ میں ان کے محتاط ہونے میں کون شک کرسکتا ہے؟ اور کسی ایک صحابی کا نام بھی نہیں لیا جاسکتا کہ جس نے اس فتویٰ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہو، یا اس پر نکیر فرمائی ہو۔

اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے طلاق کی قسم کے بارے میں ایک فیصلہ ایسا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاقِ معلق واقع ہوجاتی ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ آپؓ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا جس نے طلاق کا حلف اُٹھایا تھا، اور اس حلف کو وہ پورا نہیں کرسکا تھا۔ لوگوں نے مطالبہ کیا کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کا فیصلہ کیا جائے، آپؓ مقدمہ کی پوری رُوداد سن کر اس نتیجے پر پہنچے کہ اس بے چارے سے جبراً حلف لیا گیا ہے، چنانچہ آپؓ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے اس کو پیس ڈالا'' (یعنی مجبور کرکے حلف لیا)۔ پس اکراہ کی بنا پر آپؓ نے اس کی بیوی اسے واپس دِلادی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکراہ کی صورت نہ ہوتی تو آپؓ کی رائے بھی یہی تھی کہ طلاق واقع ہوگئی۔ اور فیصلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا کون ہے؟ ابنِ حزم نے اس فیصلے کو صحیح صورت سے ہٹانے کے لئے تکلف کیا ہے اور محض خواہشِ نفس کی بنا پر اسے اس کے ظاہر سے نکالنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ ان کا قول حضرت شریحؒ کے فیصلے کے بارے میں بھی اسی قبیل سے ہے۔ (۱)

اور سننِ بیہقی میں بہ سندِ صحیح حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ: ''اگر اس نے فلاں کام کیا تو اسے طلاق'' بیوی نے وہ کام کرلیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''یہ ایک طلاق ہوئی''، یہ وہی ابنِ مسعودؓ ہیں جنھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم سے بھری ہوئی پٹاری کہتے تھے، صحیح فتویٰ دینے میں ان جیسا کون ہے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی تعلیق مروی ہے اور حضرت زبیر رضی

(۱) راوی کے الفاظ میں: ''لم یرہ حنثا'' (آپؓ نے اسے قسم کا ٹوٹنا نہیں سمجھا) یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ حلف اُٹھانے والے نے جو عمل کیا، اگر آپؓ اسے قسم کا ٹوٹنا سمجھتے تو تعلیق کے بموجب طلاق کے وقوع کا فیصلہ فرماتے۔ (مصنف)

اللہ عنہ سے بھی۔ اور آثار اس بارے میں بہت ہیں، اور کتاب اللہ میں حلف توڑنے پر لعنت کی گئی ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

''ہر ایک قسم خواہ وہ کتنی ہی بڑی ہو، بشرطیکہ طلاق یا عتاق کی قسم نہ ہو، تو اس میں قسم کا کفارہ ہے۔''

اس اثر کو ابنِ عبدالبرؒ نے ''التمهید'' اور ''الاستذکار'' میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے، مگر احمد بن تیمیہؒ نے اس کو نقل کرتے ہوئے استثناء (یعنی ''لیس فیها طلاق ولا عتاق'' کے الفاظ) کو حذف کردیا اور بقول ابوالحسن السبکیؒ یہ ان کی خیانت فی النقل ہے۔ یہ تھا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا دور، جس میں طلاقِ معلق کے وقوع کے سوا کوئی فتویٰ منقول نہیں۔

اب تابعین کو لیجئے! تابعینؒ میں ائمہ علم معدود اور معروف ہیں، اور ان سب نے قسم کے پورا نہ ہونے کی صورت میں وقوعِ طلاق کا فتویٰ دیا۔ ابوالحسن السبکیؒ ''الدرۃ المضیۃ'' میں... جس سے ہم نے اس بحث کا بیشتر حصہ ملخص کیا ہے... فرماتے ہیں: جامع عبدالرزّاق، مصنف ابنِ ابی شیبہ، سننِ سعید بن منصور اور سننِ بیہقی جیسی صحیح اور معروف کتابوں سے ہم ائمہ اجتہاد تابعینؒ کے فتاویٰ صحیح اسانید کے ساتھ نقل کرچکے ہیں کہ حلف بالطّلاق کے بعد قسم ٹوٹنے کی صورت میں انہوں نے طلاق کے وقوع کا فتویٰ دیا، کفارے کا فیصلہ نہیں دیا۔ ان ائمہ اجتہاد تابعین کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سعید بن مسیّب، حسن بصری، عطاء، شعبی، شریح، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، قتادہ، زہری، ابومخلد، مدینہ کے فقہائے سبعہ، یعنی: عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، خارجہ بن زید، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سالم بن عبداللہ، سلیمان بن یسار، اور ان فقہائے سبعہ کا جب کسی مسئلے پر اجماع ہو تو ان کا قول دُوسروں پر مقدّم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابنِ مسعودؓ کے بلند پایہ شاگردانِ رشید یعنی: علقمہ بن قیس، اسود، مسروق، عبیدہ السلمانی، ابووائل، شقیق بن سلمہ، طارق بن شہاب، زر بن حبیش، ان کے علاوہ دیگر تابعین، مثلاً: ابنِ شبرمہ، ابوعمرو الشیبانی، ابو الاحوص، زید بن وہب، حکم بن عتیبہ، عمر بن عبدالعزیز، خلاس بن عمرو، یہ سب وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ طلاقِ معلق کے وقوع پر نقل کئے گئے ہیں، اور ان کا اس مسئلے میں کوئی

فہرست

اختلاف نہیں۔ بتائیے! ان کے علاوہ علمائے تابعین اور کون ہیں؟ پس یہ ہے صحابہؓ وتابعینؒ کا دور، وہ سب کے سب وقوع کے قائل ہیں، ان میں سے ایک بھی اس کا قائل نہیں کہ صرف کفارہ کافی ہے۔

اب ان دونوں زمانوں کے بعد والے حضرات کو لیجئے ان کے مذاہب مشہور و معروف ہیں، اور وہ سب اس قول کی صحت کی شہادت دیتے ہیں، مثلاً: اِمام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابوعبیدؒ، ابوثورؒ، ابن المنذرؒ، ابنِ جریرؒ، ان میں سے کسی کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں۔ اور ابنِ تیمیہؒ کو کسی تابعی کی طرف عدمِ وقوع کا فتویٰ منسوب کرنے کی قدرت نہ ہوئی، البتہ ابنِ حزم کی پیروی میں انہوں نے طاؤس کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، مگر ابنِ حزم خود طاؤس سے اس کی روایت کرنے میں غلطی پر ہیں، اور ان کی پیروی کرنے والا ان سے بڑھ کر غلطی پر ہے۔ طاؤس کا فتویٰ ''مکرہ'' کے بارے میں ہے، جیسا کہ خود مصنف عبدالرزّاق سے ظاہر ہوتا ہے، اور اسی کی طرف ابنِ حزم اس روایت کو منسوب کرتے ہیں، اور سننِ سعید اور مصنف عبدالرزّاق وغیرہ میں طاؤس کا یہ فتویٰ بہ سندِ صحیح موجود ہے کہ ایسی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

بعد کے دور میں بعض ظاہریہ کی اس مسئلے میں مخالفت اس اِجماع کی رُو سے باطل ہے جو ان سے پہلے صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں منعقد ہوچکا تھا۔ اِجماع ایسا نہیں جس کی تصویر کشی ابنِ حزم اقوالِ صحابہ سے پھسل پھسل کر کرنا چاہتے ہیں، جبکہ صحابہؓ ہی ہم تک دِین کے منتقل کرنے میں امین ہیں۔ علاوہ ازیں ظاہریہ، جو قیاس کی نفی کرتے ہیں، اہلِ تحقیق کے نزدیک ان کا کلام اجماع میں لائقِ شمار نہیں، اگرچہ ہر گری پڑی چیز کو اُٹھانے والا کوئی نہ کوئی مل ہی جاتا ہے۔

ابوبکر جصاص رازیؒ اپنے ''اُصول'' میں لکھتے ہیں:

> ''ان لوگوں کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں جو شریعت کے اُصول کو نہیں جانتے، اور قیاس کے طرق اور اجتہاد کے وجوہ کے قائل نہیں، مثلاً: داؤد اصبہانی اور کرابیسی اور ان کی مثل دُوسرے کم فہم

فہرست

اور ناواقف لوگ، اس لئے کہ انہوں نے چند احادیث ضرور لکھیں مگر ان کو وجوہ نظر اور فروع وحوادث کو اُصول کی طرف لوٹانے کی معرفت حاصل نہیں تھی۔ ان کی حیثیت اس عامی شخص کی سی ہے جس کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ وہ حوادث کو ان کے اُصول پر مبنی کرنے سے ناواقف ہیں۔ اور داوٴد عقلی دلائل کی یکسر نفی کرتے تھے، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ: آسمانوں اور زمین میں اور خود ہماری ذات میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی توحید پر دلائل نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو صرف "خبر" کے ذریعہ پہچانا ہے۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے صحیح ہونے کی پہچان، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور مسیلمہ کذّاب وغیرہ جھوٹے مدعیانِ نبوّت کے درمیان فرق اور ان جھوٹوں کے جھوٹ کے علم کا ذریعہ بھی عقل اور ان معجزات، نشانات اور دلائل میں غور کرنا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت حاصل ہوجائے، پس جس شخص کی مقدارِ عقل اور مبلغ علم یہ ہو، اسے علماء میں شمار کرنا کیسے جائز ہے؟ اور اس کی مخالفت کا کیا اعتبار ہے؟ اور وہ اس کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا، کیونکہ یہ قول کہ: "میں اللہ تعالیٰ کو دلائل سے نہیں پہچانتا" اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ اللہ کو نہیں پہچانتا۔ پس وہ عامی سے بھی زیادہ ناواقف اور چوپائے سے بھی زیادہ ساقط ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کا قول اپنے زمانے کے لوگوں کے خلاف بھی لائقِ اعتبار نہیں، چہ جائیکہ متقدمین کے خلاف لائقِ اعتبار ہوتا۔ نیز ہم کہتے ہیں کہ: ہر وہ شخص جو اُصولِ سمع، طرقِ اجتہاد اور قیاسِ فقہی

کے طرق کو نہیں جانتا اس کی مخالفت کا اعتبار نہیں، خواہ علومِ عقلیہ میں وہ کتنا ہی بلند پایہ ہو، ایسے شخص کی حیثیت بھی عامی کی سی ہے، جس کی مخالفت کسی شمار میں نہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ جصاصؒ کو اہلِ علم کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے اس کم فہم جماعت کی حالت کو خوب ظاہر کردیا، اگرچہ ان کے بارے میں کچھ سختی کا لہجہ بھی اختیار کیا۔ جصاصؒ ان لوگوں کی حالت کو دُوسروں سے زیادہ جانتے تھے، کیونکہ ان کے اِمام کا زمانہ جصاصؒ کے قریب تھا، اور ان کے بڑے بڑے داعیوں کے تو وہ ہم عصر تھے، اور ان کی یہ دُرشتی اس بنا پر ہے کہ اللہ کے دِین کو جاہلوں کے ہاتھ کا کھلونا بنتے دیکھ کر آدمی کو غیرت آنی چاہئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ’’قولِ بلیغ‘‘ کا حکم فرمایا ہے، اور جو شخص ان کے حق میں تساہل سے کام لیتا ہے وہ ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا، ہاں! دِین کو نقصان ضرور پہنچاتا ہے۔

اِمام الحرمینؒ نے بھی اس شدّت میں جصاصؒ کی پیروی کی ہے، اور جس شخص کا یہ خیال ہے کہ اِمام الحرمینؒ کا قول ابنِ حزم اور ان کے متبعین کے بارے میں ہے وہ تاریخ سے بے خبر ہے، کیونکہ اِمام الحرمینؒ کے زمانے میں ابنِ حزم کا مذہب مشرق میں نہیں پھیلا تھا کہ ’’ظاہریہ‘‘ کے نام سے اس پر گفتگو کرتے۔

البتہ جس شخص نے ابنِ حزم کے رَدّ میں درازنفسی سے کام لیا ہے وہ ابوبکر بن عربیؒ ہیں، چنانچہ وہ ’’العواصم والقواصم‘‘ (ج:۲ ص:۶۷-۹۱) میں ظاہریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’یہ ایک کم فہم گروہ ہے، جو پھلانگ کر ایسے مرتبے پر جا پہنچا جس کا وہ مستحق نہیں تھا، اور یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جس کو خود بھی نہیں سمجھتے، یہ بات انہوں نے اپنے خارجی بھائیوں سے حاصل کی ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ صفین میں تحکیم کو قبول کرلیا تو انہوں نے کہا تھا: ’’لَاحکم اِلَّا للہ‘‘ بات سچی تھی مگر

ان کا مدعا باطل تھا۔

میں نے اپنے سفر کے دوران جو پہلی بدعت دیکھی وہ باطنیت کی تحریک تھی، جب لوٹ کر آیا تو دیکھا کہ "ظاہریت" نے مغرب کو بھر رکھا ہے، ایک کم فہم شخص جو اشبیلیہ کے کسی گاؤں میں رہتا تھا، ابنِ حزم کے نام سے معروف تھا، اس نے نشو ونما اِمام شافعیؒ کے مذہب سے متعلق ہوکر پائی، بعد ازاں "داوٴد" کی طرف اپنی نسبت کرنے لگا، اس کے بعد سب کو اُتار پھینکا، اور بذاتِ خود مستقل ہوگیا۔ اس نے خیال کیا کہ وہ اُمت کا اِمام ہے، وہی رکھتا اور اُٹھاتا ہے، وہی حکم کرتا اور قانون بناتا ہے، اور وہ اللہ کے دِین کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو دِین میں نہیں، اور لوگوں کو علماء سے متنفر کرنے اور ان پر طعن و تشنیع کی خاطر علماء کے ایسے اقوال نقل کرتا ہے جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے۔"

اس کے بعد ابن العربیؒ نے ابنِ حزم کی بہت سی رُسوا کون باتیں ذکر کی ہیں، جن میں اربابِ بصیرت کے لئے عبرت ہے، اور وسعتِ علم، متانتِ دِین اور امانت فی النقل میں ابوبکر بن العربیؒ کا جو مرتبہ ہے اس سے اناڑی جاہل ہی ناواقف ہوں گے۔

اور حافظ ابوالعباس احمد بن ابی الحجاج یوسف اللبلی الاندلسی اپنی "فہرست" میں ابنِ حزم کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ یہ شخص حافظ ہے، مگر جب اپنی محفوظات کو سمجھنے میں مشغول ہوا تو ان کے سمجھنے کی اسے توفیق نہیں ہوئی، کیونکہ جو چیز بھی اس کے خیال میں آجائے وہ اسی کا قائل ہوجاتا ہے۔ میرے اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ کوئی معمولی عقل وفہم کا آدمی بھی ابنِ حزم کے اس قول کا قائل نہیں ہوسکتا کہ: قدرتِ قدیمہ محال کے ساتھ بھی متعلق ہوجاتی ہے۔"

ابنِ حزم مسکین نے ''الفصل'' میں ''تعلق قدرت بالمحال'' کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایسی شناعت ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی شناعت کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، حافظ اللبلی نے اس کا اپنی فہرست میں بڑا واضح رَدّ کیا ہے، اس کے بعد وہ لکھتے ہیں:

''ظنِ غالب یہ ہے کہ ابنِ حزم سے جو یہ کفرِ عظیم صادر ہوا اس سلسلے میں جو اقوال ہذیان، اَٹکل پچو اور بہتان کے قبیل سے اس کے قلم سے نکلے ان کا ثبوت بقائمی ہوش و حواس اور بسلامتیٔ عقل و صحتِ فہم اس سے نہیں ہوا، بسا اوقات اس پر ایسے اخلاط کا غلبہ ہوجاتا تھا جس کے علاج سے سقراط و بقراط بھی عاجز تھے، ایسی حالت میں اس سے یہ حماقتیں اور ہذیانات صادر ہوتے تھے۔''

جنونک مجنون ولست بواحد
طبیبًا یداوی من جنون جنون

ترجمہ:...... ''تیرا جنون بھی مجنون ہے، اور تجھے ایسا طبیب میسر نہیں جو جنون کے جنون کا علاج کرسکے۔''

بعد ازاں اللبلی نے بڑی تفصیل سے اِمام اشعریؒ اور ان اصحاب کے بارے میں ابنِ حزم کے اقوال کا رَدّ کیا ہے، اور بہت سے اہلِ علم نے تصریح کی ہے کہ ابنِ حزم کا نسبی تعلق اشبیلیہ کے دیہات کے ان فارسی گنواروں (اعلاج) سے تھا جو بنواُمیہ کا تقرّب حاصل کرنے کے لئے ان کے موالی کی طرف منسوب ہوگئے تھے، اور جو شخص اپنے نسب کے بارے میں بھی سچ نہ بولتا ہو اس سے کسی اور بات میں سچ بولنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ ابنِ حزم کو جس شخص نے علم میں اس کی حد پر ٹھہرایا وہ ابوالولید الباجیؒ ہیں، جنھوں نے ابنِ حزم سے معروف مناظرے کئے۔ ابنِ حزم کے رَدّ میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں ابوبکر ابن العربیؒ کی ''النواہی عن الدواہی'' بہت اہم کتاب ہے، یہ ان کتابوں میں سے ہے جو چند سال قبل مغرب کی طرف منتقل ہوئیں، نیز اس سلسلے کی چند کتابیں یہ ہیں:

ابوبکر ابن العربیؒ کی ''الغرة فی الردّ علی الدرة''، ابوالحسین محمد بن زرقون

الاشبیلی کی ''المعلی فی الردّ علی المحلی'' اور حافظ قطب الدین حلبی کی ''القدح المعلی فی الکلام علٰی بعض أحادیث المحلی''۔

۷:......کیا بدعی طلاق کا واقع ہونا صحابہؓ و تابعین کے درمیان اختلافی مسئلہ تھا؟

مؤلفِ رسالہ لکھتے ہیں:

''بدعی طلاق اور بیک وقت تین طلاق کے واقع ہونے یا نہ ہونے میں صحابہ کرامؓ کے دور سے لے کر ہر زمانے میں اختلاف رہا ہے، ائمہ اہلِ بیت ایسی طلاق کے واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔

اور علمائے مصلحین مجتہدین ہر زمانے میں صحیح اور راجح قول کے مطابق فتویٰ دیتے رہے ہیں کہ طلاقِ بدعی باطل ہے اور یہ کہ تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض حضرات تو کھل کر حق کا اظہار کرتے اور علی الاعلان فتویٰ دیتے تھے، اور بعض حضرات عوام اور سیاست دانوں سے ڈر کر ان کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، یہاں تک کہ عظیم الشان مجدّد ...... احمد بن تیمیہؒ اور ان کے جرأت مند شاگرد ابنِ قیمؒ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستے میں جبر و تشدّد پر صبر کیا، اور وہ سب زبانِ حال سے کہہ رہے تھے:

''مجھے پروا نہیں، جبکہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جاؤں، کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر کس پہلو پر میرا قتل ہوگا۔''

اور ہمارے دور تک بہت سے علماء نے اس مسئلے میں ان کی پیروی کی۔'' (ص:۸۸،۸۹)

میں کہتا ہوں کہ حیض میں دی گئی طلاق کا صحیح شمار کیا جانا ان احادیث میں مصرّح ہے جو پہلے گزر چکی ہیں، اور ابوالزبیر کی روایت کا وہ اضافہ ''منکر'' ہے جس کے دامن میں خوارج و روافض کے چیلے پناہ لینا چاہتے ہیں، اِمام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ: ''تمام راویوں کی

فہرست

احادیث ابوالزبیر کے خلاف ہیں۔“ اور ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ: ”یہ روایت منکر ہے، ابوالزبیر کے سوا کوئی اس کو نقل نہیں کرتا، اور ابوالزبیر ان روایات میں بھی حجت نہیں جن میں اس کا کوئی ہم مثل اس کے خلاف روایت کرے، پس جب اس سے ثقہ تر راوی اس کے خلاف روایت کر رہے ہوں اس وقت وہ کیسے حجت ہوسکتا ہے؟“ اور ”التمہید“ کی جانب جو متابعات منسوب ہیں وہ باطل اسانید کے ساتھ ردّی قسم کے لوگوں سے مروی ہیں، اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ ایسے شخص نہیں جو متناقض بات کریں۔ اِمام خطابیؒ کہتے ہیں کہ: ”اہلِ حدیث نے کہا ہے کہ ابوالزبیر نے اس سے بڑھ کر کوئی منکر روایت نہیں کی۔“ اِمام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ: ”یہ روایت غلط ہے۔“ پس ایسی روایت جو ان سب حضرات کے نزدیک ”منکر“ ہے، اس سے تمسّک کرنا ان کے لئے کیسے ممکن ہوگا؟

علاوہ ازیں اس روایت میں وارِد شدہ اضافہ ”اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں سمجھا“ کو اگر صحیح بھی فرض کرلیا جائے تب بھی ان کے دعوے پر دلالت کرنے سے بمراحل بعید ہے، کیونکہ اس کی وہ صحیح توجیہات ہوسکتی ہیں جو اِمام شافعیؒ، اِمام خطابیؒ اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ نے کی ہیں، اور جن کو اپنے موقع پر ذکر کیا جاچکا ہے، کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص طلاق کا لفظ ادا کرے گا، اس کی آواز فضا میں محفوظ ہوجائے گی، اس لئے اس کے الفاظ تو ایک موجود شئ ہے، اس کی نفی بلحاظ صفت ہی کے ہوسکتی ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے، اور شوکانی کا یہ کہنا کہ: ”یہ نص ہے“ اس اَمر کی دلیل ہے کہ وہ بات کہنے کے لئے سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اور جس شخص نے ہماری سابق و لاحق تقریر کا احاطہ کیا ہوا سے ایک لحظہ کے لئے بھی تردّد نہیں ہوگا کہ مؤلفِ رسالہ کا قول یکسر باطل ہے، لیکن چند حضرات کی نسبت، جن کے اختلاف کی طرف مؤلف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، دوبارہ گفتگو کرنا نامناسب نہ ہوگا، تاکہ جھوٹ کو اس کے گھر تک پہنچایا جاسکے۔

”طلاق خواہ طہر میں دی گئی ہو یا حیض میں، اور ایک دی گئی ہو یا دو تین، وہ بہر صورت واقع ہوجاتی ہے، فرق اگر ہے تو گناہ ہونے یا نہ ہونے کا ہے۔“

یہ فتویٰ ہم مندرجہ ذیل حضرات سے روایت کرچکے ہیں:

فہرست

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سننِ سعید بن منصور میں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے محلّٰی ابنِ حزم میں، حضرت علی اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما سے سننِ بیہقی میں، حضرت ابنِ عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن زبیر، حضرت عائشہ اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہم سے موٴطا امام مالک وغیرہ میں، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے سننِ بیہقی میں، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے منتقیٰ للباجیؒ اور فتح القدیر لابن الہمامؒ میں، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے معانی الآثار طحاوی میں، وغیرہ وغیرہ۔ اور کسی صحابی سے ان کے خلاف فتویٰ منقول نہیں ہے۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں: ''بدعی طلاق کے واقع نہ ہونے کا قول خوارج اور روافض کا ہے۔'' ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں: ''اس مسئلے میں صرف اہلِ بدعت اور اہلِ ہویٰ خلاف کرتے ہیں۔'' اور ابنِ حجرؒ فتح الباری میں تین طلاق پر بحث کرنے کے بعد اس کے اخیر میں لکھتے ہیں: ''پس جو شخص اس اجماع کے بعد اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اجماع کو پسِ پشت ڈالتا ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف کھڑا کیا جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔'' گویا حافظؒ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مدخول بہا پر اکٹھی تین طلاق کا واقع ہونا تحریمِ متعہ کی طرح اجماعی مسئلہ ہے، اور حافظؒ کا یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی رائے میں یہاں کوئی لائقِ اعتبار اختلاف نہیں، ورنہ وہ اپنی تحقیق کے خاتمے پر اس مسئلے میں اجماع کا دعویٰ نہ کرسکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے اس سے پہلے ابن التین کے اس قول پر کہ: ''وقوع میں اختلاف نہیں، اختلاف ہے تو صرف گناہ میں ہے'' جو یہ اعتراض کیا تھا کہ: ''وقوع میں اختلاف ابنِ مغیث نے الوثائق میں حضرت علی، ابنِ مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، اور اسے محمد بن وضاح کی طرف منسوب کیا ہے...... اور ابن المنذر نے اسے ابنِ عباس کے شاگردوں مثلاً: عطاء، طاوٴس اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے'' ابنِ حجرؒ کا یہ اعتراض صرف صورۃً ہے، ورنہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان چار صحابہ کرامؓ سے اور ابنِ عباسؓ کے ان تین شاگردوں سے کوئی ایسی چیز ثابت نہیں جو مسلکِ جمہور (یعنی مدخول بہا پر اکٹھی تین طلاقوں کے واقع ہونے) کے منافی ہو، اور اگر حافظ کو اپنی کتاب میں تمام اقوال کے جمع

کرنے کی رغبتِ شدیدہ نہ ہوتی تو وہ اپنے آپ کو اس کی اجازت نہ دیتے کہ اس قسم کی ردّی نقول کا ڈھیر لگائیں، اور جب کوئی عالم اپنی ذات کو اتنی بلندی بھی عطا نہ کرسکے کہ وہ ابنِ مغیث ایسے آدمی سے بغیر کسی قید اور لگام کے ہر رُطب و یابس کو نقل کرتا جائے تو قبل اس کے کہ وہ اہلِ علم پر اپنی کثرتِ اطلاع کا رُعب ڈالے وہ اپنے چہرے کو سیاہ کرتا ہے، بلکہ وہ اپنے آپ کو اس بات کے لئے پیش کرتا ہے کہ اسے ''حاطبِ لیل'' شمار کیا جائے۔ ابنِ حجرؒ سے پہلے ابنِ مغیث کا یہ قول اُبیّ، شرح مسلم میں نقل کرچکے ہیں، لیکن طرر بن عات کے واسطے سے، اور طرر بن عات، مالکیہ کے نزدیک ضعف میں معروف ہے، پس یہ ان روایات کے بودا ہونے پر بمنزلہ نص کے ہے، اور اس بحث سے متعلق اُبیّ اور ابنِ حجرؒ سے قبل ابنِ فرح نے ''جامع اَحکام القرآن'' میں ''وثائق ابنِ مغیث'' سے براہِ راست ایک صفحے کے قریب نقل کیا، اور ابنِ قیمؒ اور ان کے متبعین نے اسی کتاب سے یہ جھوٹی روایات نقل کیں۔ اور ابنِ فرح کی یہ کتاب ''جامع اَحکام القرآن'' اس اَمر میں بطورِ خاص ممتاز ہے کہ اس میں ایسی کتابوں سے بکثرت نقول لی گئی ہیں جو آج کل متداول نہیں، مگر دِقتِ نظر، عمدگیٔ بحث اور علم میں تصرف اس کے نیک مؤلف کا فن نہیں، زیادہ سے زیادہ جو کچھ وہ کرتا ہے وہ ہے ایک طرح کی سختی کے ساتھ، یا یوں کہئے کہ ایک طرح کے تعصب کے ساتھ اپنے مذہب سے تمسّک کرنا، اور اس ''جامع اَحکام القرآن'' میں، نیز اُبیّ کی شرح مسلم میں اس بحث میں وارِد شدہ اعلام میں بھی تصحیف ہوئی ہے۔

رہا ابنِ مغیث، تو اس کا نام ابوجعفر احمد بن محمد بن مغیث طلیطلی ہے، ۴۵۹ھ میں ۵۳ برس کی عمر میں اس کی وفات ہوئی، وہ نہ امانت فی النقل میں معروف ہے، اور نہ اپنے تفقہات میں فہم کی عمدگی سے متصف ہے، اور شاذ رائے کی تعلیل میں اس کا یہ قول کہ: ''تین کہنے کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ اس نے خبر دی ہے.....'' اس اَمر کی دلیل ہے کہ اسے فہم وفقہ کا شمہ بھی نصیب نہیں، وہ ہر بدکردار مفتی کا کردار ادا کرتا ہے اور اس نے یہ روایات بغیر سند کے محمد بن وضاح کی جانب منسوب کی ہیں، جبکہ ان دونوں کے مابین طویل فاصلہ ہے۔ آخر اس میں ابنِ مغیث ایسے لوگوں پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اندلس کے اہلِ علم

ناقدین کے درمیان ابنِ مغیث جہل اور سقوطِ علمی میں ضرب المثل ہونے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، پھر آخر صحابہ کرامؓ سے بغیر سند کے نقل کرنے کے سلسلے میں اس جیسا آدمی لائقِ ذکر کیسے ہوسکتا ہے؟

ابوبکر ابن العربیؒ نے ''العواصم والقواصم'' میں اس اَمر کا نقشہ کھینچا ہے کہ مغرب میں کس طرح مبتدعہ نے فقہاء کا منصب سنبھال لیا، یہاں تک کہ لوگوں نے جاہلوں کو اپنا سردار بنالیا، انہوں نے بغیر علم کے فتوے دیئے، پس خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی کیا، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تعلیم کس طرح بگڑ گئی، ان اُمور کی تشریح کے بعد وہ لکھتے ہیں:

> ''پھر کہا جاتا ہے کہ فلاں طلیطلی نے یہ کہا ہے، فلاں مجریطی کا یہ قول ہے، ابنِ مغیث نے یہ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی آواز کی فریادرسی نہ کرے، اور نہ اس کی اُمید پوری کرے، پس وہ پچھلے پاؤں لوٹے اور ہمیشہ پیچھے ہی کو لوٹتا جائے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کے ذریعہ احسان نہ فرمایا ہوتا جو دیارِ علم تک پہنچا اور وہاں سے علم کا مغز اور خلاصہ لے کر آیا (جیسے کہ ''الاصیلی'' اور ''الباجی'' پس انہوں نے ان مردہ قلوب پر علم کے آبِ حیات کے چھینٹے دیئے، اور گندہ دہن قوم کے انفاس کو معطر کیا) تو دِین مٹ چکا تھا۔''

اور بعض مالکی اکابر کے سامنے وہ روایات ذکر کی گئیں جن کو لوگ ابنِ مغیث سے نقل کرتے ہیں تو فرمایا کہ: میں نے عمر بھر کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی، لیکن جو شخص اس مسئلے میں جمہور کی مخالفت کرتا ہے، مراد ابنِ مغیث تھا، میں اس کو ذبح کرنے کی رائے رکھتا ہوں۔

صحابہ کرامؓ سے قابلِ اعتماد نقل کے مواضع صرف صحاحِ ستہ اور باقی سنن، جوامع، مسانید، معاجم اور مصنفات وغیرہ ہیں، جن میں کوئی قول سند کے بغیر نقل نہیں کیا جاتا، ان کتابوں میں زیرِ بحث مسئلے میں جمہور کے خلاف کوئی روایت ان صحابہ کرامؓ سے کہاں مروی ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ سے بہ سندِ صحیح منقول ہے کہ ایک شخص نے ہزار طلاقیں دی تھیں، آپؓ نے اس سے فرمایا: ''تین طلاقیں اس کو تجھ پر حرام کردیتی ہیں'' یہ

روایت بیہقی نے سنن میں اور ابنِ حزم نے محلّٰی میں وکیع، عن الاعمش، عن حبیب بن ابی ثابت عن علیؓ کی سند سے ذکر کی ہے۔ جیسا کہ ان کا یہی فتویٰ ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں نقل کیا ہے جس نے تین مبہم طلاقیں دی تھیں، یہ روایت بہ سندِ صحیح وارِد ہے، جیسا کہ ابنِ رجبؒ نے کہا ہے۔ نیز ''حرام'' اور ''البتۃ'' کے بارے میں ان کا فتویٰ متعدّد طرق سے مروی ہے کہ ان الفاظ سے تین طلاقیں واقع ہوتی ہیں، اور جن لوگوں نے اس کے خلاف آپؓ کی طرف منسوب کیا ہے وہ صرف اس مقصد کے لئے منسوب کیا ہے کہ اس کے ذریعہ طلاق کے مسئلے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے۔ اور جو روایت ابنِ رجبؒ نے اعمشؒ سے نقل کی ہے، جو پہلے گزر چکی ہے، اس میں عبرت ہے، اسی طرح حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بہ نقلِ صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے یہی فتویٰ دیا، جیسا کہ مصنف عبدالرزّاق اور سننِ بیہقی وغیرہ میں ہے، اور یہ سب پہلے گزر چکا ہے، اور فقہائے عراق اور عترت طاہرہ جو حضرت زید بن علی کے اصحاب ہیں، وہ اہلِ علم میں سب سے زیادہ ان دونوں اکابر (یعنی حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ) کے متبع ہیں، ان دونوں فریقوں کا مذہب ان دونوں بزرگوں کے مطابق ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں اپنی کلبیہ بیوی کے بارے میں جو کچھ کیا تھا، اس کے خلاف ان سے کہاں ثابت ہے؟ ابنِ ہمامؒ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس بیوی کو مرض الوفات میں تین طلاقیں دے دی تھیں، اس واقعہ کی روایات یہ ہیں:

۱:...... بروایت حماد بن سلمہ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ۔ (المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۰)

۲:......عبدالرزّاق عن ابنِ جریج عن ابنِ ابی ملیکہ عن ابن الزبیر۔

۳:......ابوعبید عن یحییٰ بن سعید القطان عن ابنِ جریج عن ابن الزبیر۔
(المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۳)

۴:...... معلّٰی بن منصور عن الحجاج بن ارطاۃ عن ابن ابی ملیکہ عن ابن الزبیر۔
(المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۲۹)

اور ابن ارطاۃ نے یہاں نہ شذوذ اختیار کیا ہے نہ کسی راوی کی مخالفت کی ہے، بلکہ لفظ ''ثلاثا'' میں اس کا متابع موجود ہے، اور اِمام مسلمؒ اس سے متابع کے ساتھ روایت کرتے ہیں، اور یہ آئندہ بحث کے قبیل سے نہیں۔

اور موٴطا وغیرہ میں جو یہ واقعہ لفظ ''البتۃ'' اور اس کی مثل کے ساتھ منقول ہے وہ بھی ان تصریحات کی بنا پر تین طلاق پر محمول ہے، اور اگر طرقِ صحیحہ کے ساتھ تین طلاق کی تصریح نہ آتی تو لفظ ''البتۃ'' کی روایت میں احتمال تھا کہ اس سے تین طلاق مراد ہوں، اور یہ بھی احتمال تھا کہ تین میں سے آخری طلاق مراد ہو۔ جیسا کہ اِمام ربیعہ نے یہ ذکر کرنے کے بعد کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ یہ طلاق عورت کے مطالبے پر دی گئی تھی، یہی رائے قائم کی ہے، لیکن چونکہ طلاق دہندہ کے قصد میں ان دونوں احتمالوں کو جمع کرنا ممکن نہیں تھا، کیونکہ دونوں آپس میں متنافی ہیں، اس لئے اس کو اقل پر محمول کرنا ضروری تھا، اور وہ ہے تین میں سے آخری طلاق ہونا، چنانچہ اِمام نافع نے بطور رائے کے، نہ کہ روایت کے، یہی کیا۔ اس تأویل کی ضرورت ان دونوں بزرگوں کو اس بنا پر پیش آئی کہ ان کو وہ تصریحات نہیں پہنچی تھیں جو ہم نے ذکر کی ہیں، اور اسی سے وہ خلل ظاہر ہوجاتا ہے جو زرقانی اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے کلام میں ہے۔

اور اگر ہم فرض کرلیں کہ حضرت نافع کا قول بطور روایت ہے تو نافع نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ نافع کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی جبکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انتقال ۳۲ھ میں ہوا، تو ان کی یہ مقطوع روایت کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟ اور یہ روایت کہ انہوں نے تین طلاق دی تھیں وہ ایسے رجال سے ثابت ہے جو پہاڑ کی مانند ہیں، جیسا کہ ابھی گزر چکا، اور کوئی عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی طرف وہ بات سند کے ساتھ منسوب نہیں کرتا جو جمہور صحابہؓ کے مسلک یعنی تین طلاق کے وقوع کے خلاف ہو، حتیٰ کہ جو حضرات یہ رائے رکھتے ہیں کہ تین طلاق بیک وقت دینے میں کوئی گناہ نہیں وہ ابنِ عوفؓ

کے اسی فعل سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ ابنِ ہمامؒ کی فتح القدیر میں ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ٹھیک وہی مسلک ہے جو جمہور صحابہؓ کا ہے، کہ تین طلاق کا بیک وقت واقع کرنا صحیح ہے۔

رہے حضرت زبیرؓ! تو ان کا مسلک جمہور صحابہؓ کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ان کے صاحب زادے حضرت عبداللہؓ ان کو ساری دُنیا سے زیادہ جانتے ہیں اور ان سے جب یہ مسئلہ دریافت کیا گیا کہ آیا باکرہ کو تین طلاق دینا صحیح ہے؟ تو سائل سے فرمایا: ہمارا اس میں کوئی قول نہیں، ابنِ عباسؓ اور ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ، ان سے دریافت کرو، پھر آکر ہمیں بھی بتاؤ۔ ان دونوں حضرات نے جواب دیا کہ ایک طلاق اس کو بائن کردے گی اور تین طلاق اسے حرام کردیں گی، یہاں تک کہ وہ کسی دُوسرے شوہر سے نکاح کرے۔ یہ واقعہ مؤطا اِمام مالک میں "طلاق البکر" کے زیرِ عنوان مذکور ہے۔ اب اگر ابنِ زبیرؓ کو اپنے والد کا یہ فتویٰ معلوم تھا کہ مدخول بہا کو دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں تو اس موقع پر وہ اس علم کا اظہار کرنے سے گریز نہ کرتے، کیونکہ جب مدخول بہا کا حکم یہ ہے کہ تو غیر مدخول بہا کا بدرجہ اَولیٰ یہی حکم ہوگا، اور غیر مدخول بہا کی طلاق میں اہلِ علم کا اختلاف معروف ہے۔

اور محمد بن وضاح اندلسی کی طرف جو اس مسئلے میں شذوذ منسوب کیا جاتا ہے اگر یہ نسبت صحیح بھی ہو تو اس کی آخر کیا قیمت ہے؟ یہ وہی صاحب ہیں جن کے بارے میں حافظ ابوالولید بن الفرضی کہتے ہیں کہ: "وہ فقہ و عربیت سے جاہل تھا، بہت سی صحیح احادیث کی نفی کرتا تھا۔" پس ایسا شخص بمنزلہ عامی کے ہے، خواہ اس کی روایت بکثرت ہو، اور اس طلیطلی اور اس مجریطی جیسے مہمل لوگوں کی رائے میں مشغول ہونا اس شخص کا کام ہے جس کے پاس کوئی اور کام نہ ہو، اس لئے ہم ہر حکایت کردہ رائے کی تردید میں مشغول نہیں ہونا چاہتے، اور اِمام نخعیؒ کی جانب جو روایت منسوب کی جاتی ہے اس کا جھوٹ ہونا پہلے گزر چکا ہے، اور محمد بن مقاتل رازی اس شذوذ سے اہلِ علم میں سب سے بعید تر ہے۔

اور ابنِ حجرؒ نے ابن المنذرؒ کی جانب جو منسوب کیا ہے کہ انہوں نے یہ مسئلہ عطاء،

طاؤس اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے، تو یہ کھلا ہوا سہو ہے، اس لئے کہ ان تینوں اکابر کا یہ فتویٰ غیر مدخول بہا کے بارے میں ہے، جیسا کہ منتقیٰ للباجیؒ (ج:۴ ص:۸۳) اور محلّٰی ابنِ حزم (ج:۱۰ ص:۱۷۵) میں ہے، اور ہماری بحث غیر مدخول بہا کے بارے میں نہیں، اور سننِ سعید بن منصور میں بروایت ابنِ عیینہ عن عمرو بن دینار، عطا اور جابر بن زید سے مروی ہے کہ: ''جب غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہوگی'' لیکن مدخول بہا کو تین طلاق بیک وقت دینے میں ان کا قول ٹھیک ٹھیک جمہور کے مطابق ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ تین طلاق کے بیک وقت واقع ہونے کا فتویٰ ہم حضرت ابنِ عباسؓ سے بروایت عطا و عمرو بن دینار، اِمام محمد بن حسن الشیبانی کی کتاب الآثار اور اسحٰق بن منصور کے ''مسائل'' میں روایت کرچکے ہیں، جیسا کہ ہم کرابیسی کے حوالے سے یہ بھی نقل کرچکے ہیں کہ طاؤس کے صاحب زادے نے اس کی تکذیب کی ہے کہ ان کے والد (طاؤس) تین طلاق کے ایک ہونے کے قائل تھے۔ پھر ابن المنذرؒ خود ہی اس مسئلہ کو ''اجماع'' پر مرتب کردہ اپنی کتاب میں، مسائلِ اجماع میں شمار کرتے ہیں، اب یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اس مسئلے میں اختلاف بھی نقل کریں؟ اور ہم قارئینِ کرام کو عقیلی اور مسلمہ بن القاسم اندلسی کا قول ابن المنذرؒ کے بارے میں یاد دِلانا پسند نہیں کرتے، کیونکہ مسئلہ بالکل واضح اور روشن ہے، اور دائرۂ بحث کو مزید پھیلانے سے مستغنی ہے۔

اور ابنِ حجرؒ نے اپنے بعض شاگردوں کی فرمائش پر فتح الباری میں تین طلاق کے مسئلے میں کسی حد تک وسیع بحث ضرور کی ہے، مگر انہیں بحث و تمحیص کا حق ادا کرنے میں نشاط نہیں ہوا، جس کا اس کے مثل سے انتظار کیا جاتا تھا، بلکہ ان کے کلام میں کئی گوشوں میں خلل نمایاں ہوتا ہے، اور وہ اس میں معذور ہیں، کیونکہ ایسی بحث جس میں ایک مدّت سے مشاغبہ پردازوں کا مشاغبہ جاری ہو، ایک خاص نشاط کے وقت میں اس موضوع پر مستقل تألیف کی فرصت کا متقاضی ہے، اور ان کے کلام میں جو خلل واقع ہوا ہے ہم اس کی طرف اشارہ کرچکے ہیں، لیکن آخرِ بحث میں ان کا یہ فقرہ کافی ہے:

''پس اس اجماع کے بعد جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے

فہرست

وہ اجماع کو پسِ پشت ڈالتا ہے، اور جمہور اس پر ہیں کہ اتفاق کے بعد جو اختلاف کھڑا کیا جائے وہ لائقِ اعتبار نہیں۔‘‘

پس انہوں نے ٹھیک ٹھیک تحریمِ متعہ کی طرح اس مسئلے کو بھی اجماعی شمار کیا ہے، اس لئے ان کے نتیجۂ بحث نے ان کے گزشتہ خلل کی اصلاح کر دی ہے۔

اور عجیب بات ہے کہ مؤلفِ رسالہ صفحہ:۹۱ پر لکھتے ہیں:

’’ان کو (ابنِ حجرؒ کو) حکم کیا گیا کہ ابنِ تیمیہؒ اور ان کے انصار کے رَدّ میں لکھیں، اور یہ اشارہ ایک زبردست سیاسی سازش کی بنا پر تھا، اس لئے انہیں حکم کی اطاعت کرتے ہی بنی، چنانچہ وہ خاتمۂ بحث میں لکھتے ہیں: اور میں نے اس موضوع میں بعض حضرات کی فرمائش پر درازنفسی سے کام لیا ہے، واللہ المستعان۔‘‘

گویا مؤلفِ رسالہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حافظؒ اس مسئلے میں دُوسری جانب مائل تھے، مگر وہ اپنے مسلک کے اظہار سے خائف تھے، اور مؤلف کی رائے میں حافظؒ کی قیمت یہ تھی کہ وہ اپنے فتووں اور فیصلوں میں حکام کے اَحکام کی تعمیل کیا کرتے تھے، اور ان کی ہم نوائی کیا کرتے تھے ...نعوذ باللہ... اور یہ بیک وقت حافظؒ کے حق میں بھی اور اس دور کے حکام کے حق میں سوءِ ادب بھی ہے اور تاریخ سے ناواقفیت بھی۔ حالانکہ ابنِ حجرؒ سے ایک مدّت پہلے ابنِ تیمیہؒ کے افکار کی قبر علمائے اہلِ حق کے ہاتھوں کھودی جاچکی تھی، اور ابنِ حجرؒ وہی ہیں جنھوں نے کتاب ’’الردّ الوافر‘‘ کی تقریظ بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی مرضی کے مطابق لکھی، اور حکام قضاء و افتاء کے معاملات میں مداخلت نہیں کیا کرتے تھے، پس جس زمانے میں ابنِ حجرؒ تألیف میں مشغول تھے اس دور کے حکام کی رَوِش کا اگر مؤلف نے مطالعہ کیا ہوتا تو اسے اپنی کہانت کی غلطی کا اندازہ اور اپنی اُلٹی رائے کا درجہ معلوم ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عافیت میں رکھیں۔ اور ابنِ حجرؒ کو ایک بار نہیں بلکہ بہت مرتبہ اس کا اتفاق ہوا کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کی فرمائش پر تألیف کی، یا کسی مسئلے کی تشریح میں وسیع بحث کی، اور ایسے مواقع پر وہ لکھا کرتے ہیں: ’’میں نے بعض احباب کی التماس پر تألیف کی، یا

فہرست

شرح لکھی‘‘، جیسا کہ ان لوگوں پر یہ بات مخفی نہیں جنھوں نے ابنِ حجرؒ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اگر یہ حکم کسی حاکم کی طرف سے ہوتا تو اس دور کی عام رَوِش کے مطابق یہ لکھا جاتا: ’’میں نے اس مسئلے میں توسع کیا بوجہ اس شخصیت کے حکم کے، جس کی طاعت غنیمت ہے، اور جس کا اشارہ حکمِ قطعی ہے‘‘ وغیرہ۔

اور ابنِ اسحاق اور ابنِ ارطاۃ کی رائے معتد بہ آراء میں سے نہیں، کیونکہ ابنِ اسحاق ائمہ فقہ میں سے نہیں، وہ ایک اخباری آدمی ہے جس کا قول مغازی میں شرائط کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے، اور اس کے بارے میں اہلِ نقد کے اقوال پہلے گزر چکے ہیں، علاوہ ازیں جو لفظ اس کی جانب منسوب کیا گیا وہ اس رائے میں صریح نہیں جو اس کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

رہا ابنِ ارطاۃ! تو اس کے بارے میں عبداللہ بن ادریس کا کہنا یہ ہے کہ: ’’میں اسے دیکھا کرتا تھا کہ وہ بیٹھا جوئیں مار رہا ہے، پھر وہ المہدی کے پاس گیا، واپس آیا تو لدے ہوئے چالیس اُونٹ ساتھ تھے۔‘‘ جیسا کہ کامل ابنِ عدی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بصرہ کے قاضیوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے رشوت لی، المہدی کے دور میں منصبِ قضا پر فائز ہونے کے بعد وہ بہت امیر ہوگیا تھا، جبکہ اس سے قبل اسے فاقہ کاٹ کھاتا تھا، اور اس کے پاس عجیب کبر اور سرگردانی تھی، وہ داوٴد طائی کے طرز پر سرگرداں تھا، ضعفاء سے تدلیس کیا کرتا تھا، اہلِ جرح کا کلام اس کے بارے میں بہت ہے، ایسے شخص کی روایت اس وقت ہی قبول کی جاسکتی ہے جبکہ ثقہ ثبت راویوں کے خلاف نہ ہو، اور قبول بھی مقارن اور متابع کے ساتھ کی جاتی ہے۔

یہ تو اس کی روایت کا حال تھا، اب رہی اس کی رائے، تو رائے کے لائق شمار ہونے کے لئے جو شروط مقرّر ہیں ان کے مطابق اس کی رائے کسی شمار کے لائق نہیں، علاوہ ازیں جو قول اس سے منسوب کیا جاتا ہے وہ مجمل ہے، اور جس رائے کو اس سے منسوب کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اس میں صریح نہیں، بہت ممکن ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ تین طلاق ایسی چیز نہیں جو سنت کے مطابق ہو، بہرحال ابنِ اسحاق سے یا ابنِ ارطاۃ سے اس

فہرست

مسئلے میں کوئی صریح لفظ منقول نہیں۔

علاوہ ازیں ابنِ حزم ''المحلّٰی'' میں حجاج بن ارطاۃ کے طریق سے بہت سی روایات ذکر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں: ''یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے'' بلکہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''حجاج بن ارطاۃ ہالک ساقط ہے، اس کی روایت لے کر وہی شخص اعتراض کرسکتا ہے جو پرلے درجے کا جاہل ہو، یا کھلے بندوں باطل کا پرستار، جو اس کے ذریعہ جھگڑا کرکے حق کو مٹانا چاہتا ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے نہایت بعید ہے، جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے عیب، جہل اور قلتِ ورع کے اظہار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا، ونعوذ باللہ من الضّلال!''

اب دیکھئے! ایک طرف تو ہمارے مؤلف صاحب ابنِ حزم پر لٹو ہیں، اور دُوسری طرف وہ اسی ابنِ ارطاۃ کو ان فقہائے مجتہدین کی صف میں شامل کرتے ہیں، جن کے قول پر اعتماد کیا جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں نے ان حضرات کے علاوہ بھی بعض اور لوگوں کا نام ذکر کیا ہے، جن کی طرف اسی قسم کا قول منسوب کیا گیا ہے، مگر یہ نسبت بغیر سند کے جھوٹ ہے، اور بعض نے ان کے نقل کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے، لیکن جو بات بلاسند نقل کی گئی ہو، ہم اس کی تردید سے بے نیاز ہیں۔

اور اجماع کا مطلب یہ نہیں کہ اُمت میں کوئی بھی ایسا شخص نہ پایا جائے جس نے غلطی نہ کی ہو، اور ایسی بات نہ کہی ہو جو جمہور کے خلاف ہو، بلکہ اجماع سے ان مجتہدین کا اجماع مراد ہے جن کی اِمامت فی الفقہ اور اِمامت فی الدین مُسلّم ہے۔ رہے منکرینِ قیاس! تو وہ اہلِ استنباط ہی میں سے نہیں کہ ان کی مخالفت کو لائقِ شمار ٹھہرایا جائے۔ اس لئے مسائلِ اِجماعیہ میں محققین کے نزدیک ظاہریہ کی کوئی حیثیت نہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ باقی رہے روافض اور اِمامیہ میں سے وہ لوگ جو روافض کے فریب خوردہ ہیں، ان کی مخالفت کا بھی کوئی اعتبار نہیں، اجماع پر بحث کرتے ہوئے ہم اس کی کچھ مزید تفصیل آئندہ ذکر کریں

گے۔اور جو شیعہ، کہ حضرت جعفر بن محمد الصادقؒ کی پیروی کے مدعی ہیں، تین طلاق بلفظِ واحد کے سلسلے میں ان کے خلاف خود اس اِمامِ جلیل کا قول حجت ہے، جس کو ہم سننِ بیہقی کے حوالے سے پہلے نقل کر چکے ہیں، اور جو شخص جمہور اہلِ بیت کی طرف اس کے خلاف منسوب کرتا ہے وہ دروغ باف گنہگار ہے، اور جو کتابیں عترتِ طاہرہ کے مذہب میں مدوّن کی گئی ہیں، اگر انہی سے نقل کرنا ضروری ہو تو لیجئے: "الروض النضير فی شرح المجموع الفقهی الکبير" موجود ہے، اور وہ "النجم الحلی" جیسے لوگوں کی کتابوں سے زیادہ لائقِ اعتماد ہے، بوجہ اس عظیم فرق کے جو ان کی اور ان کی کتابوں کے درمیان ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے، اور جس شخص کا سینہ اس کلام کو قبول کرنے کے لئے فراخ ہو، جو "منهج المقال"، "روضات الجنات" اور "الاستقصا" میں جمہور کے رجال پر کیا گیا ہے، تو جو چاہے ان سے نقل کرتا رہے، اہلِ سنت کو اس کی نقل کی کیا پروا ہے! اور منقول میں کلام تو فرع ہے رجال میں کلام کی، والله سبحانه هو الهادی!

الروض النضیر ج:۴ ص:۱۳۷ میں ہے کہ:

> "تین طلاق بلفظِ واحد کا واقع ہونا جمہور اہلِ بیت کا مذہب ہے، جیسا کہ محمد بن منصور نے "الامالی" میں اپنی سندوں کے ساتھ اہلِ بیت سے نقل کیا ہے، اور "الجامع الکافی" میں حسن بن یحییٰ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے، علی علیہ السلام سے، علی بن حسین سے، زید بن علی سے، محمد بن علی باقر سے، محمد بن عمر بن علی سے، جعفر بن محمد سے، عبداللہ بن حسن سے، محمد بن عبداللہ سے اور اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چیدہ حضرات سے اس مسئلے کو روایت کر چکے ہیں۔ حسن نے مزید کہا کہ: آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اِجماع کیا ہے کہ جو شخص ایک لفظ میں تین طلاق دے اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی، خواہ شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا نہیں، اور بحر میں یہی مذہب

ابنِ عباس، ابنِ عمر، عائشہ، ابوہریرہ، علی کرّم اللہ وجہہ، ناصر، مؤید، یحییٰ، مالک اور بعض اِمامیہ سے نقل کیا ہے۔‘‘

لہٰذا اس بیانِ صریح کے بعد اہلِ بیت کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ وہ تین طلاق کے واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے۔ اور اگر مؤلفِ رسالہ یہ چاہتے ہیں کہ اسماعیلی مذہب کو اس کی قبر سے اُکھاڑ کر مصر میں دوبارہ کھڑا کردیں تو ہمیں اس کے ساتھ مناقشہ کی ضرورت نہیں۔ اور ابنِ تیمیہؒ اور ان کی جرأت مند شاگرد ابنِ قیمؒ کے بارے میں مؤلف کا یہ کہنا کہ انہوں نے اس مسئلے کا اعلان کرکے جہاد فی سبیل اللہ کیا، یہ ایسی بات ہے کہ ہم اسے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے، اگر مؤلفِ رسالہ نے ان کی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش نہ کیا ہوتا، لہٰذا نامناسب نہ ہوگا اگر ان دونوں صاحبوں کی بعض لائقِ گرفت باتوں کی طرف اشارہ کردیا جائے (یہاں مصنف نے حافظ ابنِ تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ، شوکانی، محمد بن اسماعیل الوزیر اور نواب صدیق حسن خان پر شدید تنقید کی ہے، جسے ترجمے میں حذف کردیا گیا)۔

۸:......وہ اجماع جس کے علمائے اُصول قائل ہیں

مؤلفِ رسالہ صفحہ:۱۰۰ پر لکھتے ہیں:

’’جس اجماع کا دعویٰ اہلِ اُصول کرتے ہیں اس کی حقیقت ایک خیال کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

اور صفحہ:۸۸ پر لکھتے ہیں:

’’خود اجماع کی کسی مقبول تعریف پر علماء کی رائے متفق نہیں ہوسکی، اور یہ کہ اس سے استدلال کیسے کیا جائے اور کب کیا جائے؟‘‘

یہ بات کسی ایسے شخص سے صادر نہیں ہوسکتی جو اپنی کہی ہوئی بات کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مؤلف کی یہ بات اگر کسی چیز پر دلالت کرتی ہے تو صرف اس بات پر کہ اس نے اُصولِ فقہ نہیں پڑھا، حتیٰ کہ ’’مرآۃ الاصول‘‘ اور ’’تحریر الاصول‘‘ جیسی کتابیں بھی کسی ماہر سے نہیں پڑھیں، کتاب بزدوی اور اس کے شروح کی تو کیا بات ہے؟ اور نہ اس نے بدر زرکشی کی ’’بحر‘‘ اور الاتقانی کی ’’الشامل‘‘ ہی کا مطالعہ کیا ہے، کجا کہ اسے دبوسی کی

فہرست

''تقویم''، سمرقندی کی ''میزان'' اور ابوبکر رازی کی ''فصول'' کے مطالعے کا اتفاق ہوا ہو۔ اور وہ نہ الباجی کی ''فصول'' پر مطلع ہے، نہ ابوبکر ابن العربی کی ''محصول'' پر، بلکہ اس نے قرافی کی ''تنقیح'' دیکھی ہے، نہ اِمام شافعی کا ''الرسالہ''، نہ ابنِ جوینی کی ''برہان''، نہ ابنِ سمعانی کی ''قواطع''، نہ غزالی کی ''مستصفیٰ''، نہ ابوالخطاب کی ''تمہید''، نہ موفق کی ''روضہ''، نہ طوفی ''مختصر روضہ''، نہ قاضی عبدالجبار کی ''عمد''، اور نہ ابوالحسین بصری کی ''المعتمد''، بلکہ اس نے اس خطیر علم کے حصول میں صرف شوکانی اور قنوجی کے رسالوں کی ورق گردانی پر اکتفا کیا ہے، جبکہ یہ دونوں صاحب دورِ اخیر میں مسائل میں خبط در خبط کے اُستاذ تھے۔ اور لطف یہ کہ ایسا شخص اِجماع کے بارے میں اپنی قائم کردہ رائے کے لئے اَحکام ابنِ حزم پر اپنی تعلیقات کا حوالہ دیتا ہے، اگر اس بہادر مؤلف نے اس علم کی کوئی کتاب پڑھی ہوتی تو اسے معلوم ہوجاتا کہ جو شخص اپنے لنگڑے پاؤں تلے ان کتابوں کو روندتا ہے اسے یہ حق حاصل نہیں کہ اندھی اُونٹنی کی طرح اُلٹے سیدھے پاؤں رکھے۔

کیا اس مدعی کو معلوم نہیں کہ اجماع کی حجیت پر تمام فقہائے اُمت متفق ہیں اور انہوں نے اس کو کتاب وسنت کے بعد تیسری دلیلِ شرعی شمار کیا ہے؟ حتیٰ کہ ظاہریہ، فقہ سے بُعد کے باوجود، اجماعِ صحابہؓ کی حجیت کے معترف ہیں، اور اسی بنا پر ابنِ حزم کو اکٹھی تین طلاق کے وقوع سے انکار کی مجال نہ ہوسکی، بلکہ انہوں نے اس مسئلے میں جمہور کی پیروی کی، بلکہ بہت سے علماء نے یہ تک کہا ہے کہ اجماعِ اُمت کا مخالف کافر ہے، یہاں تک کہ مفتی کے لئے یہ شرط ٹھہرائی گئی ہے کہ وہ کسی ایسے قول پر فتویٰ نہ دے جو علمائے متقدمین کے اقوال کے خلاف ہو، اسی بنا پر اہلِ علم کو مصنف ابنِ ابی شیبہؒ اور اجماع ابن المنذرؒ ایسی کتابوں سے خاص اعتنا رہا، جن سے صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کے درمیان مسائل میں اتفاق واختلاف کے مواقع واضح ہوسکیں، رضی اللہ عنہم۔

اور دلیل سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ اُمت خطا سے محفوظ ہے، اور لوگوں پر شاہدِ عدل ہے، شاعر کہتا ہے کہ:

ترجمہ:...... ''یہ حضرات اہلِ اعتدال ہیں، مخلوق ان کے

قول کو پسند کرتی ہے، جب کوئی رات پیچیدہ مسئلہ لے کر آئے۔“

اور یہ کہ یہ اُمت، خیرِ اُمت ہے، جو لوگوں کے لئے کھڑی کی گئی، اس اُمت کے لوگ معروف کا حکم کرتے ہیں اور ”منکر“ سے روکتے ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص ان کا پیرو ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرنے والوں کے راستے کا پیرو ہے، اور جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ سبیل المؤمنین سے ہٹ کر چلتا اور علمائے دِین سے مقابلہ کرتا ہے۔

نہ جانے ذہن وفکر میں یہ خود رائی کہاں سے آئی؟ اور اس زمانے کے نام نہاد فقہاء کے ذہنوں میں یہ مہلک زہر کیسے پھیل گیا؟

اپنے دور کے شیخ الفقہاء شیخ محمد بخیت مطیعیؒ، جن کی وفات ۸۳ برس کی عمر میں ۲۱ر رجب ۱۳۵۴ھ کو بعد از عصر ہوئی۔ ان کی وفات سے تھوڑی مدّت پہلے ان کے مکان پر مجھے ایک عالم سے ملاقات کا اتفاق ہوا، اُستاذِ کبیر شیخ محمد بخیتؒ ابھی نیچے تشریف نہیں لائے تھے، ان صاحب سے گفتگو تین طلاق بلفظِ واحد کی طرف چل نکلی، میں نے وہ صحیح احادیث پڑھنا شروع کیں جو اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں، اور یہ بھی بتایا کہ اس کے خلاف کسی صحابی کا قول ثابت نہیں۔ ان عالم صاحب نے طاؤس کی حدیث ذکر کی، میں اس کی عللِ معروفہ ذکر کرنے لگا، وہ صاحب بولے: آپ تو اس مسئلے میں ”اجماع“ سے استدلال کر رہے ہیں، حالانکہ اجماع کی حجیت، اس کے امکان، اس کے وقوع، اس کے علم کے امکان اور اس کی نقل کے امکان میں بحث ہے۔ میں نے عرض کیا کہ: میں جانتا ہوں کہ یہ بات حرف بحرف کس نے کہی ہے؟ لیکن میں اجماع کے بارے میں اپنے مخاطب کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے ساتھ گفتگو کرسکوں۔ ان صاحب کا رنگ بدل گیا، بولے: ہمارا اِمام کتاب اللہ ہے اور وہ ہمیں اس کے ماسوا سب چیزوں سے مستغنی کردیتی ہے، یہ کہہ کر وہ ارشادِ خداوندی: ”اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ“ پڑھنے لگے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! آپ اس آیت سے اپنے دعوے پر استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اِمام بخاریؒ نے اسی آیت سے تین طلاق کے جمع کرنے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ ”مَرَّتَان“ کا لفظ دو کے ہم معنی اعتبار کیا جاتا ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: ”نُؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ“ میں یہ لفظ اثنین (دو) کے ہم معنی

ہے، اسی طرح ابنِ حزم نے اور بخاری کے بہت سے شارحین نے، مثلاً کرمانی وغیرہ، جن کو عربیت میں یدِطولیٰ حاصل ہے، بھی یہی سمجھا ہے، اور جب دو طلاقوں کا جمع کرنا صحیح ہے تو تین کا جمع کرنا بھی صحیح ہوگا، کیونکہ دونوں کے درمیان کوئی وجہ فرق موجود نہیں، لیکن آنجناب ان حضرات کے مدعا کے بالکل اُلٹ دعویٰ پر اس آیت کو دلیل ٹھہرا رہے ہیں، کیا خیال ہے! یہ حضرات ذوقِ عربی میں آنجناب سے بھی فروتر تھے؟

میری یہ تقریر سن کر وہ صاحب بگڑ گئے، اور فرمانے لگے: آیت یہ بتاتی ہے کہ طلاق معتبر عندالشرع وہی ہے جس کو یکے بعد دیگرے واقع کیا گیا ہو۔ میں نے عرض کیا: غالباً آپ، شوکانی کی طرح الطّلاق کے لام کو استغراق پر محمول فرما رہے ہیں اور ''معتبر عند الشرع'' کی قید مقدّر مان رہے ہیں، تاکہ آپ ''طلاقِ معتبر'' کا حصر اس میں کرسکیں، لیکن ذرا یہ تو فرمایئے کہ جس طلاق کے بعد طلاق نہ دی گئی ہو اس کے بارے میں جناب کی رائے کیا ہے؟ کیا وہ ''طلاقِ معتبر عندالشرع'' نہیں ہوگی جس سے اختتامِ عدّت کے بعد عقدِ نکاح ختم ہوجاتا ہے؟ اور اگر یہ طلاق بھی عندالشرع معتبر ہے تو طلاقِ معتبر کا ''مرّتین'' میں حصر کیسے ہوا؟

اس پر وہ بہت مضطرب ہوئے، میں نے کہا: جب ہم یہ فرض کرلیں کہ ''مَرَّتَان'' کا لفظ دُوسرے معنی (یعنی دو مرتبہ) پر محمول ہے تو آیت کا مفہوم بس یہ ہوگا کہ طلاق کا واقع کرنا یکے بعد دیگرے ہونا چاہئے، مگر یہاں کوئی ایسی بات نہیں جو طلاق کے لئے طہر کی قید لگائے، گویا جس شخص نے یکے بعد دیگرے تین بار لفظ طلاق کا اعادہ کیا تو صرف تکرار سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، خواہ طلاق طہر میں دی گئی ہو یا حیض میں، اور یہ نہ تو آپ کو مقصود ہے، اور نہ آپ کے نزدیک پسندیدہ ہے، اور اگر آپ اس مسئلے میں آثارِ صحابہؓ سے استدلال کریں گے تو بحث جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں لوٹ آئے گی، اور کتاب اللہ کے ماسوا سے آپ کو استغناء نہ ہوسکے گا۔

ہماری اس گفتگو کے دوران حضرت الاستاذ الکبیر (شیخ محمد بخیت مطیعیؒ) تشریف لے آئے تو ہم نے گفتگو یہیں روک دی، کیونکہ اندیشہ تھا کہ وہ بحث میں حصہ لیں گے اور

فہرست

انہیں بے جا تعب ہو گا، اس لئے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھا کہ ان کی موجودگی میں ایسی بحث ہو اور وہ اس میں مشارکت نہ فرمائیں۔

جو لوگ آج کل اپنے آپ کو فقہ کی طرف منسوب کرتے ہیں، وہ مسائل میں کھلے کھلے خبط کے باوجود جماعت کی مخالفت کی جرأت کیسے کرتے ہیں؟ میں نے اس مسئلے پر طویل مدّت تک غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا بنیادی سبب (علة العلل) یہ ہے کہ یہ مدعیانِ فقہ اپنی شخصیت آپ سے آپ بنانے کا قصد رکھتے تھے، وہ... ازہر میں نظامِ تعلیم قائم ہونے سے پہلے... جس سبق میں چاہتے جا بیٹھتے، اور جس کتاب کو چاہتے چھوڑ دیتے تھے، اور ازہر کے نظام کے بعد علوم کا جو نصاب مقرّر ہوا ہے اس کی باضابطہ تحصیل میں ان سے رخنہ رہ جاتا تھا، جس کی وجہ سے ان کی عقل و فکر میں بھی خلل رہ جاتا تھا، پس جب یہ حضرات اپنی خام علمی اور ناپختہ ذہنی کے باوجود ایسی غلط سلط کتابیں پڑھتے ہیں جنھیں ناشرین ایک خاص مشن کے لئے علم کے نام پر شائع کرتے ہیں اور جن کا زیغ اوّلِ وہلہ میں ظاہر نہیں ہوتا، تو ان کتابوں کے مطالعے سے اگر ان کا ذہن و فکر انتشار و اضطراب اور اختلال کا شکار ہو جائے تو کچھ بھی تعجب نہیں، اس لئے یہ حضرات ان نئی نئی تحریکوں کا سب سے پہلا شکار ثابت ہوتے ہیں جو مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے جاری کی جاتی ہیں، کیونکہ ان میں نہ تو اس قدر دیانت و تقویٰ موجود ہوتا ہے جو انہیں ایسی چیز میں داخل ہونے سے باز رکھے جس کا ان کو علم نہیں، اور نہ وہ اتنے علمی سامان سے مسلح ہوتے ہیں جو انہیں جہل کی ہمرکابی سے بچا سکے، بلکہ یہ حضرات محض عربی دانی کے بل بوتے پر اپنے آپ کو علماء سمجھ لیتے ہیں، بغیر اس کے کہ ان کی علمی شخصیت، تعلیمِ فقہ کے کسی دقیق نظام کی نگرانی میں مکمل ہوئی ہو، حالانکہ جو شخص اپنے آپ کو عالم شمار کرتا ہے اس پر واجب ہے کہ ہر آواز دینے والے کے پیچھے چل نکلنے کے لئے عامیانہ مظاہرے کی سطح سے اپنے آپ کو بلند رکھے، جیسا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے، پس جو شخص علم کا مدعی ہو اس کے لئے یہ ردّی حالت بڑی عار کی بات ہے!

پس جو شخص اُصولیین کے اجماع کے بارے میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے، وہ ہر

فہرست

چیز سے پہلے تفقہ کا محتاج ہے کہ ان مباحث میں مشغول ہونے سے پہلے اُصول وفروع کی کچھ کتابیں علمائے محققین سے پڑھے، تاکہ فصولِ ابوبکر رازیؒ وغیرہ میں اس علم کے جو دقائق ذکر کئے گئے ہیں انہیں سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرسکے، اور جو بات کہنا چاہئے سمجھ کر کہہ سکے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ مؤلفِ رسالہ اجماع کے مسئلے میں ابنِ رُشد فلسفی کے کلام کی تعریف وتوصیف کرتا ہے، لیکن ابنِ رُشد کے اس قول کی موافقت نہیں کرتا:

> ''بخلاف اس اجماع کے جو عملیات میں رُونما ہوا، کیونکہ سب لوگ ان مسائل کا افشاء تمام لوگوں کے سامنے یکساں ضروری سمجھتے تھے، اور عملیات میں حصولِ اجماع کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ وہ مسئلہ عام طور پر پھیل گیا ہو مگر اس مسئلے میں کسی کا اختلاف ہم تک نقل ہوکر نہ پہنچے، کیونکہ عملیات میں حصولِ اجماع کے لئے یہ بات کافی ہے، البتہ علمی مسائل کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔''

بلکہ مؤلفِ رسالہ ابنِ رُشد کے اس متین کلام کی تردید کئے بغیر اسے پسِ پشت پھینک دیتا ہے اور ابنِ رُشد الحفید اگرچہ علم بالآثار میں اس مرتبے کا نہیں کہ مسائلِ فقہ اور ان کے اَدِلّہ کا معاملہ اس کی عدالت میں پیش کیا جاسکے، جیسا کہ مؤلفِ رسالہ نے صفحہ:۸۴ پر کیا ہے، یہاں تک کہ وہ ''بدایۃ المجتہد'' میں خود اپنے اِمام کا مذہب نقل کرنے میں بھی بسا اوقات غلطی کرجاتا ہے، چہ جائیکہ دُوسرے مذاہب؟ لیکن اِجماع کے مسئلے میں اس کا کلام نہایت قوی ہے، جو اہلِ شان کی تحقیق کے موافق ہے۔

رہا محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی کا قول! تو وہ فقہاء کے فہم سے بعید ہے، یہ صاحب اپنی کتابوں میں مقبلی، محمد بن اسماعیل الامیر اور شوکانی وغیرہ اپنے چیلوں کی بہ نسبت نرم لہجہ ہیں، لیکن اس نرمی کے باوصف ان کی کتابیں زہرِ قاتل کی حامل ہیں، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقہِ عترت کو یمن میں مشوّش کیا، ان کا کلام بھی اجماع کو حجیت سے ساقط کرنے کی طرف مشیر ہے، اگرچہ انہوں نے ایسی تصریح نہیں کی جیسی کہ شوکانی نے تین طلاق والے رسالے میں کی ہے، چنانچہ اس نے کہا ہے:

فہرست

''حق یہ ہے کہ اجماع حجت نہیں، بلکہ اس کا وقوع ہی نہیں، بلکہ اس کا امکان ہی نہیں، بلکہ اس کے علم ہی کا امکان نہیں، اس کی نقل کا بھی امکان نہیں۔''

پس جو شخص... کتاب و سنت کے علی الرغم... اس بات کا بھی قائل نہ ہو کہ شریعت میں مرد کو محدود تعداد میں عورتوں کے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ اس نے اپنی کتاب ''وبل الغمام'' میں ''نیل الاوطار'' کے خلاف لکھا ہے... اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ''تذکرۃ الراشد'' ص:۴۷۹ میں اس کی قرار واقعی تغلیط کی ہے... وہ مسلمانوں کے اجماع کے بارے میں جو جی میں آئے کہتا رہے، اور جو شخص ائمہ متبوعین اور ان کے علوم کو پسِ پشت ڈال کر ایسے شخص کی پیروی کرے، اس کی حالت اس سے بھی بدتر اور گمراہ تر ہے۔

ان لوگوں کی یہ افسوس ناک حالت مجھے اس بات سے مانع نہیں ہوسکتی کہ اجماع سے متعلق چند فوائد کی طرف اشارہ کردوں، ممکن ہے کہ یہ بات قارئینِ کرام کے لئے اس اَمر کی جانب داعی ہو کہ وہ اس کے صافی چشموں سے مزید سیرابی حاصل کریں۔

اہلِ علم جب ''اجماع'' کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے انہی اہلِ علم حضرات کا ''اجماع'' مراد ہوتا ہے جن کا مرتبۂ اِجتہاد پر فائز ہونا اہلِ علم کے نزدیک مُسلَّم ہو، اسی کے ساتھ ان کے اندر ایسی پرہیزگاری بھی ہو جو انہیں محارم اللہ سے باز رکھ سکے، تاکہ ایسے شخص کو ''شہداء علی الناس'' کے زُمرے میں شمار کیا جاسکے۔ پس جس شخص کا رُتبہ اِجتہاد کو پہنچا ہوا ہونا اہلِ علم کے نزدیک مُسلّم نہ ہو، وہ اس سے خارج ہے کہ اجماع میں اس کے کلام کا اعتبار کیا جائے، خواہ وہ نیک اور پرہیزگار لوگوں میں سے ہو۔ اسی طرح جس شخص کا فسق یا عقائدِ اہلِ سنت سے اس کا خروج ثابت ہو اس کے کلام کے ''اجماع'' میں لائقِ اعتبار ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ وہ ''شہداء علی الناس'' کے مرتبے سے ساقط ہے۔ علاوہ ازیں مبتدعین... خوارج وغیرہ... ثقات اہلِ سنت کے تمام طبقات کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، پس اس کا تصوّر کیسے کیا جاسکتا ہے کہ انہیں اس قدر علم بالآثار حاصل ہو جو انہیں درجۂ اِجتہاد کا اہل بنادے؟

فہرست

پھر وہ مجتہد جو باعتراف علماء شروطِ اجتہاد کا جامع ہو اس پر کم از کم جو چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی دلیل پیش کرے، اور جس چیز کو وہ حق سمجھتا ہے تعلیم وتدوین کے ذرائع سے جمہور کے سامنے کھل کر بات کرے، جبکہ وہ اپنی رائے میں اہلِ علم کو کسی مسئلے میں غلطی پر دیکھے، یہ نہیں کہ وہ اظہارِ حق سے زبان بند کرکے اپنے گھر میں چھپ کر بیٹھا رہے، یا مسلمانوں کی آبادی سے دُور کہیں پہاڑ کی چوٹی میں گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ اس لئے کہ جو شخص اظہارِ حق سے خاموش ہو وہ گونگا شیطان ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو توڑنے والا ہے، اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے وہ اپنی ہی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے، پس وہ محض اسی بات کی بنا پر ان فاسقوں کی صف میں شامل ہوجاتا ہے جو قبولِ شہادت کے مرتبے سے ساقط ہیں، چہ جائیکہ وہ مرتبۂ اجتہاد تک پہنچ جائے۔

اور اگر تمام طبقات میں علمائے اسلام کے علمی نشاط پر نظر کی جائے، کہ انہوں نے کس طرح ان تمام لوگوں کے حالات کو مدوّن کیا جن کا کوئی علمی مرتبہ تھا؟ اور علوم کی کتابت وتألیف میں ان کے درمیان کس طرح مسابقت جاری تھی؟ اور مسلمانوں کی دِینی اور دُنیاوی ضرورتوں کے لئے جس قدر علم کا پھیلانا لازم تھا وہ انہوں نے کس تندہی سے پھیلایا؟ اور تبلیغ شاہد للغائب کے حکم کا انہوں نے کس طرح امتثال کیا؟ اور حق کے اظہار و بیان کا جو عہد انہوں نے کیا تھا اسے کیسے پورا کیا؟ ان تمام اُمور پر نظر کرتے ہوئے یہ بات اس اُمت کے حق میں عادۃً محال ہے کہ ہر زمانے میں علماء کی ایسی جماعت موجود نہ رہی ہو جو یہ نہ جانتے ہوں کہ اس زمانے کے مجتہد کون ہیں جو اس مرتبۂ عالیہ پر فائز ہیں، اور جو اپنے فرضِ منصبی کو ادا کررہے ہیں؟

پس جب کسی قرن میں ایک ایسی رائے، جس کے جمہور فقہاء قائل ہوں، چاروں طرف شائع ہو، اور اس رائے کی مخالفت میں کسی فقیہ کی رائے اہلِ علم کے سامنے نہ آئے تو ایک عاقل کو اس بات میں شک نہیں ہوسکتا کہ یہ رائے اجماعی ہے۔ یہی اجماع ہے جس پر ائمہ اہلِ اُصول اعتماد کرتے ہیں، اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے گرد یہ غوغا آرائی اثرانداز نہیں ہوسکتی کہ: ''اجماع کی حجیت میں بھی کلام ہے، اور اس کے امکان میں بھی

امکان، اوراس کے امکان کے وقوع میں بھی، اوراس کے علم کے امکان میں بھی، اوراس کی نقل کے امکان میں بھی'' جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اجماع کے یہ معنی نہیں کہ ہر مسئلے میں کئی کئی جلدیں مرتب کی جائیں، جو ان لاکھ صحابہ کے ناموں پر مشتمل ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت موجود تھے، اور پھر ہر صحابی سے اس میں روایتیں درج کی جائیں، نہیں! بلکہ کسی مسئلے پر اجماع منعقد ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے کہ مجتہدین صحابہ سے ... جن کی تحقیقی تعداد صرف بیس کے قریب ہے ... اس مسئلے میں صحیح روایت موجود ہو، ان فقہائے صحابہؓ میں سے کسی سے اس مسئلے میں اس کے خلاف حکم منقول نہ ہو، بلکہ بعض مقامات میں ایک دو کی مخالفت بھی مضر نہیں، جیسا کہ اس فن کے ائمہ نے اپنے موقع پر اس کی تفصیل ذکر کی ہے۔ اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں۔

اس بحث کو جس شخص نے سب سے زیادہ احسن انداز میں واضح کیا ہے کہ کسی متشکک کے لئے شک کی گنجائش نہیں چھوڑی وہ اِمامِ کبیر ابوبکر رازی الجصاصؒ ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''الفصول فی الاصول'' میں اجماع کی بحث کے لئے بڑی تقطیع کے قریباً بیس ورق مخصوص کئے ہیں، اور ان کی اس کتاب سے کوئی ایسا شخص مستغنی نہیں ہوسکتا جو علم کے لئے علم کی رغبت رکھتا ہو۔ اسی طرح علامہ اتقانی ''الشامل شرح اُصولِ بزدوی'' میں (اور یہ دس جلدوں میں ہے) متقدمین کی عبارتیں حرف بہ حرف نقل کرتے ہیں، پھر جہاں ان سے مناقشہ کی ضرورت ہوتی ہے وہاں ماہرانہ انداز میں مناقشہ کرتے ہیں، اس کتاب کی آخری چھ جلدیں ''دارالکتب المصریہ'' میں موجود ہیں، اور پہلی جلدیں ''مکتبہ رجاء اللہ ولی الدین استنبول'' میں موجود ہیں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ علمِ اُصول میں کوئی کتاب بسط مع الافادہ میں اس کتاب کے ہم سنگ ہو۔ بدر زرکشی کی ''البحر المحیط'' متأخر ہونے کے باوجود ''الشامل'' کے مقابلے میں گویا صرف ''مجموعہ نقول'' ہے۔

اور اجماع کی ایک قسم وہ ہے جس میں عمومِ بلویٰ کی وجہ سے عام و خاص سب شریک ہیں، مثلاً: اس پر اجماع کہ فجر کی دو، ظہر کی چار اور مغرب کی تین رکعتیں ہیں، اور

فہرست

ایک اجماع وہ ہے جس کے ساتھ خواص... یعنی مجتہدین... منفرد ہیں، مثلاً غلوں اور پھلوں کی مقدارِ زکوٰۃ پر اجماع، اور پھوپھی اور بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر اجماع۔ اس اجماع کا مرتبہ پہلے اجماع سے فروتر نہیں ہے، کیونکہ مجتہدین کے ساتھ اگر عوام مل جائیں تو اس سے مجتہدین کی دلیل میں اضافہ نہیں ہوجاتا، پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو اِجماع کہ قطعی ہو کتاب وسنت کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہیں، اور جو اِجماع اس سے کم مرتبے کا ہو وہ درجۂ ظن میں ہے (اس لئے اس کا اعتبار نہیں)، وہ اجماع کی حجیت کو رَدّ کرنا چاہتا ہے اور سبیل المؤمنین کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر گامزن ہے۔ اس کی تشریح مبسوط کتابوں میں موجود ہے، اور یہ مقام مزید بحث کا متحمل نہیں، اور اگر اجماع کی بعض صورتیں ظنی بھی ہوں تب بھی اس سے اجماع کا کیا بگڑتا ہے؟ جبکہ یقینی اِجماع کا منکر کافر ہے، اور جو اِجماع خبرِ مشہور کے قائم مقام ہو، اس کا انکار ضلال وابتداع ہے، اور جو اس سے کم مرتبہ ہو اس کے منکر کی حیثیت صحیح اخبارِ آحاد کے منکر کی سی ہے۔

اور جمہور فقہاء کے نزدیک اَحکامِ عملیّہ میں دلیلِ ظنی بھی لائقِ احتجاج ہے، بوجہ ان دلائل کے جو اس مسئلے پر قائم ہیں، اگرچہ بعض اَئمہ کے اس قول نے کہ: ''خبرِ آحاد کے ساتھ کتاب اللہ پر اضافہ جائز ہے'' ظاہریہ کے ایک گروہ کو اس حد تک پہنچادیا کہ: ''اخبارِ آحاد مطلقاً مفیدِ یقین ہیں اور یہ کہ ظن میں اصلاً کوئی حجت نہیں'' جیسا کہ اجماعِ سکوتی کے بارے میں بعض اَئمہ کے اس قول نے کہ: ''ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاسکتا''... حالانکہ شریعت بہت سے مواضع میں ساکت کی طرف قول کو منسوب کرتی ہے، مثلاً: باکرہ، مأموم اور موقعِ بیان میں خاموش رہنا وغیرہ... ظاہریہ کو حجیتِ اجماع کی نفی میں توسع تک پہنچادیا۔ اسی طرح بعض اَئمہ کے اقوالِ صحابہؓ اور حدیثِ مرسل کے بارے میں جو نظریہ ہے اس نے ظاہریہ میں اقوالِ صحابہؓ... بغیر اجماع... اور حدیثِ مرسل سے بالکلیہ اعراض کا حوصلہ پیدا کردیا۔ اس کی وجہ سے ان سے شریعت کا ایک حصہ فوت ہوگیا۔ پھر اس اِمام نے استحسان پر جو اعتراضات کئے انہوں نے ظاہریہ کو اعراض عن القیاس پر بھی جری کردیا۔ بایں اعتبار کہ جو اعتراضات آپ نے استحسان پر کئے ہیں اگر وہ اس پر وارِد ہوتے ہیں تو

فہرست

قیاس پر بھی یکساں طور پر وارِد ہوتے ہیں، جیسا کہ ابنِ جابر نے، جو قدمائے شافعیہ میں سے تھے، یہی بات کہی جب ان سے سوال کیا گیا کہ انہوں نے شافعی مسلک چھوڑ کر ظاہری مذہب کیوں اختیار کیا ہے؟ لیکن اِمام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقصد کو ان لوگوں کے مزعومات سے کیا واسطہ؟

اور جب اکابر شافعیہ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے شافعی مذہب کو اپنی گمراہی کا پل بنالیا ہے تو انہیں اس کا بہت افسوس ہوا، اور انہوں نے ان لوگوں کی تردید میں سب علماء سے زیادہ سخت رویہ اختیار کرلیا۔ (بہت سے حقائق اُصولِ مذاہب کے تقابلی مطالعے سے منکشف ہوتے ہیں، ورنہ صرف فروع کے درمیان مقابلہ تفقہ اور تفقیہ میں قلیل النفع ہے، کیونکہ یہ سب فروعی مسائل اپنے اُصول ہی سے متفرع ہوتے ہیں، پس اس کا وزن اس کے پیمانے سے کرنا ترازو میں ڈنڈی مارنے کے مرادف ہے) اور اس پر ابراہیم بن یسار النظام کی اجماع اور قیاس میں تشکیک کا اضافہ کرو، کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جو ان دونوں کی نفی کے لئے کھڑا ہوا، اور بہت ہی جلد حشوی راویوں، داوٗدیوں، حزمیوں اور شیعہ و خوارج کے طائفوں نے ان دونوں کی نفی میں نظام کی پیروی شروع کردی، پس یہ لوگ اور ان کے اذناب جو اِجماع و قیاس کی نفی کرتے ہیں، تم ان کو دیکھوگے کہ وہ قرن ہا قرن سے نظام ہی کی بات کو رَٹ رہے ہیں، چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں جو کچھ مدوّن ہے وہ اس کے فیصلے کے لئے کافی ہے۔

کاش! ان لوگوں کو اگر کسی معتزلی ہی کی پیروی کرنی تھی تو کم از کم ایسے شخص کو تو تلاش کرتے جو اپنے دِین کے بارے میں متہم نہ ہوتا، لیکن افسوس کہ: ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز!''

اور علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ نظام اندرونی طور پر ان برہمنوں کے مذہب کا قائل تھا جو نبوّت کے منکر ہیں، مگر تلوار کے خوف سے اس نے اپنے اندرونی عقائد کا اظہار نہیں کیا، چنانچہ بیشتر علماء نے اسے کافر گردانا ہے، بلکہ خود معتزلہ کی ایک جماعت... مثلاً ابوالہذیل، الاسکافی اور جعفر بن حرب نے بھی اس کی تکفیر کی ہے اور ان سب

فہرست

نے اس کی تکفیر پر کتابیں لکھی ہیں... اس کے علاوہ وہ فاسق اور بلا کا شرابی تھا۔ ابن ابی الدم ''الملل والنحل'' میں لکھتے ہیں کہ: ''وہ اپنی نوعمری میں شنویہ کا مصاحب رہا، اور کہولت میں ملاحدہ فلاسفہ کا ہم نشین رہا۔'' جیسا کہ عیون التواریخ میں ہے۔ یہ ہے اجماع و قیاس کے منکرین کا اِمام! اللہ تعالیٰ سے ہم سلامتی کی درخواست کرتے ہیں۔ پس جس شخص کو اِجماع و قیاس میں ان کی تشکیک کا کچھ اثر پہنچا ہو اگر وہ غور وفکر سے کسی قدر بہرہ ور ہے تو ''اُصولِ جصاص'' کی مراجعت کرے، اور اگر صرف روایت کی طرف مائل ہے تو الخطیب کی ''الفقیه والمتفقه'' کا مطالعہ کرے، ان دونوں سے اسے سیرابی حاصل ہوجائے گی۔

اور مجمع علیہ قول کے مقابلے میں شاذ قول کی حیثیت وہی ہے جو متواتر قرآن کے مقابلے میں قراءتِ شاذہ کی ہے، بلکہ وہ قراءتِ شاذہ سے بھی کم حیثیت ہے، کیونکہ کبھی قراءتِ شاذہ سے کتاب اللہ کی صحیح تأویل ہاتھ لگ جاتی ہے، بخلاف قولِ شاذ کے، کہ سوائے ترک کردینے کے وہ کسی چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ غالباً اسی قدر بیان اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانے کے لئے کافی ہے کہ ہمارے برخود غلط مجتہد کا یہ دعویٰ کتنا خطرناک ہے کہ: ''اُصولیین اجماع میں جس چیز کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ محض ایک خیال ہے۔''

۹:......طلاق و رجعت بغیر گواہی کے صحیح ہیں

مؤلفِ رسالہ کو اصرار ہے کہ طلاق و رجعت دونوں کی صحت کے لئے گواہی شرط ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ.'' (الطّلاق:۲)

ترجمہ:...... ''پس جب وہ اپنی مدّت کو پہنچیں تو انہیں معروف طریقے سے روک رکھو، یا معروف طریقے سے جدا کردو، اور اپنے میں سے دو عادل آدمیوں کو گواہ بنالو۔''

اس سلسلے میں مؤلف اس روایت کو بطورِ سند پیش کرتے ہیں جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت عطا اور سدی سے مروی ہے کہ گواہ بنانے سے مراد طلاق اور

فہرست

رجعت پر گواہ بنانا ہے۔

مؤلفِ رسالہ کا یہ قول ایک بالکل نئی بات ہے جو اہلِ سنت کو تو ناراض کردے گا، مگر اس سے تمام اِمامیہ کی رضامندی اسے حاصل نہیں ہوگی۔ یہ تو واضح ہے کہ آیتِ کریمہ نے روک رکھنے یا جدا کردینے کا اختیار دینے کے بعد گواہ بنانے کا ذکر کیا ہے، اس لئے گواہ بنانے کا بھی وہی حکم ہوگا جو روک رکھنے یا جدا کردینے کا ہے، جب ان دونوں میں سے کوئی چیز علی التعیین واجب نہیں تو اس کے لئے گواہی کیسے واجب ہوگی؟ اگر یہ حکم وجوب کے لئے ہوتا تو ''وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ'' سے قبل ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر یہ فرض کیا جائے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق باطل ہوتی ہے (جیسا کہ مؤلفِ رسالہ کی رائے ہے) تو اس صورت میں اس سے زیادہ احمقانہ رائے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ صحتِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط ٹھہرایا جائے، کیونکہ گواہوں کے لئے یہ گواہی دینا ممکن ہی نہیں کہ طلاق طہر میں ہوئی تھی، کیونکہ یہ چیز صرف عورت سے ہی معلوم ہوسکتی ہے، اور اگر گواہی میں صرف طلاق واقع کرنے کی گواہی پر اکتفا کیا جائے تو عورت کا صرف یہ کہہ دینا کہ: ''طلاق حیض کی حالت میں ہوئی تھی'' طلاق دہندہ کے قول اور گواہوں کی گواہی دونوں کو باطل کردے گا، پس مرد کو بار بار طلاق دینا پڑے گی، تاآنکہ عورت یہ اعتراف کرلے کہ طلاق طہر میں ہوئی ہے، گویا مرد طلاق دینے کا مصمم ارادہ رکھتا ہے مگر اس پر خواہ مخواہ نان و نفقہ کے بوجھ کی مدّت طویل سے طویل تر ہورہی ہے، آخر یہ کیسا ظلم اور اندھیر ہے؟ اور اگر وہ اسے گھر میں ڈالے رکھے، جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے، کہ وہ اسے تین طہروں میں تین طلاق دے چکا ہے، تو اسے گھر میں آباد کرنا غیرشرعی ہوگا، جس سے نفس الامر میں نہ نسب ثابت ہوگا، نہ وراثت جاری ہوگی۔ اور جو اُمور صرف عورت ہی سے معلوم ہوسکتے ہیں ان میں عورت کے قول کو قبول کرنا صرف ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اس کی ذات سے مخصوص ہوں، دُوسروں کی طرف اسے متعدی کرنا ایک ایسی چیز ہے جس کا شریعت انکار کرتی ہے، اور جو اُمور عورت کے ذریعہ ہی معلوم ہوسکتے ہیں ان میں مرد کے قول کو معتبر قرار دینا اس شناعت سے بچنے کے لئے ایک عجیب قسم کا تفقہ ہے۔ آخر کتاب و سنت کے کس مقام سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے؟ جو لوگ

اس قسم کے عجیب و غریب اِجتہاد کے لئے بزعمِ خود کتاب وسنت سے تمسک کرتے ہیں درحقیقت کتاب وسنت سے ان کے بُعد میں اضافہ ہوتا ہے۔

پس ''اِمساک'' کے معنی ہیں رُجوع کرلینا، اور مفارقت سے مراد ہے طلاق دینے کے بعد عورت کو اس کی حالت پر چھوڑ دینا، یہاں تک کہ اس کی عدّت ختم ہوجائے۔ اس سے خود طلاق دینا مراد نہیں کہ اس پر گواہ بنانے کا لحاظ کیا جائے، اور قرآنِ کریم نے گواہ بنانے کا ذکر صرف ''اِمساک'' اور ''مفارقت'' کے سیاق میں کیا ہے۔ پس چونکہ عورت سے رُجوع کرلینا یا عدّت ختم ہونے تک اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا، یہ دونوں صرف مرد کا حق ہیں اس لئے ان دونوں کی صحت کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں، جیسا کہ صحتِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اگر نفسِ طلاق کے لئے گواہی کو شرط قرار دینا مقصود ہوتا تو اس کا ذکر ''فَطَلِّقُوْهُنَّ'' کے بعد اور طلاق پر مرتب ہونے والی چیزوں (یعنی عدّت کا شمار کرنا اور مطلقہ کو گھر میں ٹھہرانا وغیرہ) سے پہلے ہوتا۔ لہٰذا آیت کو ''طلاق کی گواہی'' پر محمول کرنا بے محل اور قرآنِ کریم کی بلاغت کے خلاف ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں جو روایات ذکر کی گئی ہیں اوّل تو ان کی اسانید میں کلام ہے، اس سے قطع نظر ان میں کوئی ایسا قرینہ نہیں جو گواہی کے شرط ہونے پر دلالت کرتا ہو، جیسا کہ خود آیت کے اندر گواہی کے شرط ہونے پر ان دلالات میں سے کوئی دلالت نہیں پائی جاتی جو اہلِ استنباط کے نزدیک معتبر ہیں۔ اور محض امساک اور مفارقت کے بعد... نہ کہ طلاق کے بعد... اشہاد کا ذکر کرنا ان میں سے کسی چیز کے لئے گواہی کے شرط ہونے پر دلالت کرنے سے بعید ہے، بلکہ اس موقع پر اشہاد کے ذکر کا منشا اس طریقے کی طرف راہ نمائی کرتا ہے کہ اگر ان اُمور میں سے کسی چیز کا انکار کیا تو اس کا ثبوت کس طرح مہیا کیا جائے؟ بلکہ جو شخص نورِ بصیرت کے ساتھ آیت میں غور کرے اور اس کے سیاق وسباق کو سامنے رکھے اس پر یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ عدّت ختم ہونے کے وقت مطلقہ کا شوہر کے ذمہ جو حق ہوتا ہے اس حق کی ادائی پر گواہی قائم کرنے کی طرف آیت اشارہ کر رہی ہے، کیونکہ مفارقت بالمعروف یہی ہے کہ عدّت ختم ہونے کے وقت مرد کے ذمہ عورت کا جو حق

واجب ہے اسے ادا کردیا جائے، اور اس اَمر پر گواہ مقرّر کرنا گویا طلاق پر گواہ مقرّر کرنے کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ یہ چیز طلاق پر ہی تو مرتب ہوئی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے، اور گواہ بنانے کا حکم محض اس لئے ہے تاکہ مرد یہ ثابت کرسکے کہ اس کے ذمہ جو حقوق تھے وہ اس نے ادا کردیئے، ورنہ اس گواہی کو صحتِ طلاق میں کوئی دخل نہیں۔

اس تقریر سے واضح ہوا کہ طلاق کو گواہی سے مشروط کرنا محض ایک خود تراشیدہ رائے ہے جو نہ کتاب سے ثابت ہے، نہ سنت سے، نہ اِجماع سے اور نہ قیاس سے۔ اور کوئی شخص اس بات کا قائل نہیں کہ اگر سفر میں وصیت کی جائے، یا اُدھار لین دین کا معاملہ کیا جائے، یا کوئی خرید و فروخت کی جائے، یا یتامیٰ کو ان کے اموال حوالے کئے جائیں اور ان چیزوں میں گواہ نہ بنائے جائیں تو یہ تمام چیزیں باطل ہوں گی، بلکہ بغیر گواہ بنانے کے بھی یہ چیزیں باتفاق اہلِ علم صحیح ہیں، حالانکہ گواہ بنانے کا حکم ان تمام اُمور میں بھی موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم ان چیزوں کو گواہی کے ساتھ مشروط کرنے کے لئے نہیں، بلکہ یہ حکم ارشادی ہے، جس سے مقصد یہ ہے کہ اگر ایک فریق انکار کرے تو اس کے خلاف ثبوت مہیا کیا جاسکے۔

دیکھئے! نکاح کا معاملہ کس قدر عظیم الشان ہے، اس کے باوجود قرآنِ کریم میں ''نکاح پر گواہی'' کا ذکر نہیں کیا گیا، تو طلاق اور رجعت کو اس سے بھی اہم کیسے شمار کیا جاسکتا ہے؟ اور اکثر ائمہ نے نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا جو ضروری قرار دیا ہے وہ اس بنا پر ہے کہ سنت میں نکاح کو گواہوں سے مشروط کیا گیا ہے، لیکن طلاق کے لئے کسی نے گواہی کو شرط نہیں ٹھہرایا، اگرچہ بعض حضرات سے رجعت کا گواہی کے ساتھ مشروط ہونا مروی ہے، علاوہ ازیں رجعت میں انکار کا موقع کم ہی پیش آتا ہے، اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں:

> ''ہمیں اہلِ علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف معلوم نہیں کہ رجعت بغیر گواہوں کے صحیح ہے، سوائے اس کے کہ جو

عطاءؒ سے مروی ہے، چنانچہ سفیانؒ، ابنِ جریجؒ سے اور وہ عطاءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''طلاق، نکاح اور رجعت گواہی کے ساتھ ہوتے ہیں'' اور یہ اس پر محمول ہے کہ رجعت میں احتیاطاً گواہ مقرّر کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ کسی کے انکار کی گنجائش نہ رہے، ان کا یہ مطلب نہیں کہ رجعت گواہی کے بغیر صحیح نہیں ہوتی۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے، اس کے ساتھ طلاق کا بھی ذکر کیا ہے؟ حالانکہ گواہی کے بغیر طلاق کے واقع ہونے میں کوئی شخص بھی شک نہیں کرتا، اور شعبہ نے مطر وراق سے اور انہوں نے عطا اور الحکم سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا: جب مرد عدّت میں عورت سے مقاربت کرلے تو اس کا یہ فعل رجعت شمار ہوگا۔''

اور حق تعالیٰ کا ارشاد: ''فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ'' دلالت کرتا ہے کہ جماع رجعت ہے اور یہ ''اِمساک'' سے ظاہر ہے۔ اب اگر عطا کے قول کا وہ مطلب نہیں جو جصاصؒ نے بتایا ہے تو بتائیے کہ آدمی جماع پر گواہ کیسے مقرّر کرے گا؟ اور وہ جو بعض حضرات سے مراجعت پر گواہ مقرّر کرنا مروی ہے اس سے نفسِ مراجعت پر نہیں بلکہ مراجعت کے اقرار پر گواہ مقرّر کرنا مراد ہے، جیسا کہ تأمل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ پس جب بغیر دلیل و حجت کے یہ قرار دیا جائے کہ: ''جب تک قاضی یا اس کے نائب یا گواہوں کے سامنے طلاق پر گواہی مقرّر نہ کی جائے تب تک واقع ہی نہیں ہوتی'' اس سے نہ صرف انساب میں گڑبڑ ہوگی بلکہ طلاق کی تمام قسمیں ...سنی، بدعی، مجموع، مفرق، جن کا پہلے ذکر آچکا ہے... یکسر باطل ہوکر رہ جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ سلامتی عطا فرمائے۔

۱۰:......کیا نقصان رسانی کا قصد ہو تو رجعت باطل ہے؟

مؤلفِ رسالہ کا یہ اصرار کہ: ''اگر رجعت نقصان رسانی کی نیت سے ہو تو باطل ہے'' ایک ایسا قول ہے جس کا ائمہ متبوعین میں کوئی قائل نہیں، بلکہ کوئی صحابی، تابعی یا تبع

فہرست

تابعی بھی اس کا قائل نہیں۔

اس سے قطع نظر سوال یہ ہے کہ حاکم کو کیسے پتا چلے گا کہ شوہر نے بہ قصدِ نقصان رُجوع کیا ہے، تاکہ وہ اس کے باطل ہونے کا فیصلہ کرسکے؟ اس کی صورت بس یہی ہوسکتی ہے کہ یا تو اس کا دِل چیر کر دیکھے، یا اپنے فیصلے کی بنیاد خیالات و وساوس پر رکھے، اور کتاب اللہ ناطق ہے کہ قصدِ ضرَر کے باوصف رجعت صحیح ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

”وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ.“ (البقرۃ:۲۳۱)

ترجمہ:...... ”اور انہیں نہ روک رکھو نقصان پہنچانے کی غرض سے، کہ تم تعدی کرنے لگو، اور جس نے ایسا کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔“

اگر بہ قصدِ ضرَر رجعت صحیح ہی نہیں ہوتی تو شوہر اس عمل کے ذریعہ... جس کا کوئی اثر ہی مرتب نہیں ہوتا... اپنی جان پر ظلم کرنے والا کیسے ٹھہرتا؟

مؤلفِ رسالہ نے بہت سی جگہ یہ فلسفہ چھانٹا ہے کہ: ”طلاق مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، حالانکہ عقد کا تقاضا یہ ہے کہ اس عقد کا ختم کرنا بھی مجموعی حیثیت سے دونوں کے سپرد ہو۔“ مؤلف اس بنیاد پر بہت سے ہوائی قلعے تعمیر کرنا چاہتا ہے، اور جو مقاصد اس کے سینے میں موجزن ہیں ان کے لئے راستہ ہموار کرنا چاہتا ہے، اور ہم آغازِ کتاب میں اس بنیاد کو منہدم اور اس پر ہوائی قلعے تعمیر کرنے کی اُمیدوں کو ناکام و نامراد کرچکے ہیں۔ مؤلف کی باقی لغویات کی تردید کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، اوّل تو وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، پھر ان کا بطلان بھی بالکل واضح ہے۔

حرفِ آخر

ان اَبحاث کے اِختتام پر میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دِلانا چاہتا ہوں اور وہ

یہ کہ نکاح وطلاق اور دیگر اَحکامِ شرع میں وقتاً فوقتاً ترمیم وتجدید کرتے رہنا اس شخص کے لئے کوئی مشکل کام نہیں جس میں تین شرطیں پائی جائیں:

۱:......خدا کا خوف اس کے دِل سے نکل چکا ہو۔

۲:......ائمہ کے مدارکِ اجتہاد اور ان کے دلائل سے جاہل ہو۔

۳:......خوش فہمی اور تکبر کی بنا پر بادلوں میں سینگ پھنسانے کا جذبہ رکھتا ہو۔

لیکن اس ترمیم وتجدید سے نہ تو اُمت ترقی کی بلندیوں پر فائز ہوسکے گی، نہ اس کے ذریعہ اُمت کو طیارے، سیارے، بحری بیڑے اور آبدوزیں میسر آئیں گی، نہ تجارت کی منڈیاں اور صنعتی کارخانے اس کے ہاتھ لگیں گے۔

جو چیز اُمت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرسکتی ہے وہ اَحکامِ الٰہیہ میں کتربیونت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ہم ترقی یافتہ قوموں کے شانہ بشانہ آگے بڑھیں، کائنات کے اسرار کا سراغ لگائیں، معادن، نباتات اور حیوانات وغیرہ میں جو قوّتیں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہیں انہیں معلوم کریں، اور انہیں اعلائے کلمۃ اللہ، مصالحِ اُمت اور اسلام کی پاسبانی کے لئے مسخر کردیں، اور انہیں کام میں لائیں۔ ایسی تجدید کا کوئی شخص مخالف نہیں، لیکن طلاق وغیرہ کے اَحکام میں کتربیونت سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا، اس لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حدود کو محفوظ رہنے دیا جائے، اور اسے خواہشات کی تلبیس سے دُور رکھا جائے۔ اور دُنیا بھر کے مسلمانوں کو میری وصیت ہے کہ جب حکمرانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مقرّرکردہ شریعت کے خلاف اَحکام جاری کئے جائیں تو اپنی ذات کی حد تک وہ شریعتِ خداوندی پر قائم رہیں، اور ''طاغوت'' کے سامنے اپنے فیصلے نہ لے جائیں، خواہ فتویٰ دینے والے انہیں کتنے ہی فتوے دیتے رہیں: ''تمہیں نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہوا، جبکہ تم ہدایت پر ہو۔''

ان اوراق میں جن اَحکامِ طلاق کی تدوین کا قصد تھا وہ یہاں ختم ہوتے ہیں، میں

فہرست

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ اسے اپنی خالص رضا کے لئے بنائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع پہنچائے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمُنْقِذِنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

الفقیر الی اللہ سبحانہ وتعالیٰ

محمد زاہد بن الشیخ حسن بن علی الکوثری
عفی عنہم وعن سائر المسلمین
تحریر: ۲۰/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ
بروز جمعرات، بوقت چاشت

طلاقِ معلق

طلاقِ معلق کا مسئلہ

س…… میرے میاں نے مجھے میری بہن کے گھر جانے سے منع کیا اور کہا کہ: ''تم وہاں گئیں تو تم مجھ پر طلاق ہوجاؤ گی'' اور تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ: ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا۔'' اور اس کے دُوسرے تیسرے دن ہی ہم وہاں چلے گئے، پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ زبان سے کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے، لوگوں سے معلوم ہوا کہ اس طرح بھی طلاق ہوجاتی ہے، جبکہ میاں نہیں مان رہے اور کہہ رہے ہیں کہ: ''طلاق دینے کا میں نے وعدہ کیا ہے، اور طلاق نہیں دی'' جبکہ یہی الفاظ جواَبھی لکھے ہیں، میرے میاں نے مجھے کہے تھے، کیا اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو اس کا حل کیا ہے؟

ج…… آپ کے وہاں جانے کے بعد شوہر نے دو لفظ استعمال کئے ہیں، ایک یہ کہ: ''اگر تم وہاں گئیں تو مجھ پر طلاق ہوجاؤ گی'' اس سے ایک طلاق ہوگئی، مگر شوہر عدّت کے اندر اگر زبان سے کہہ دے کہ: ''میں نے طلاق واپس لے لی'' یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلے تو رُجوع ہوجائے گا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ دُوسرا فقرہ آپ کے شوہر کا جسے انہوں نے تین بار دہرایا، یہ تھا کہ: ''میں تمہیں طلاق دے دُوں گا'' یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے، ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی۔

طلاق اور شرط بیک وقت جملے میں ہونے سے طلاق معلق ہوگئی

س…… ایک شخص نے اپنی بیوی کو لکھ کر طلاق اس طرح دی: ''میں انہیں طلاقِ بائن دیتا ہوں، تین طلاقوں کے ساتھ یہ سب مسائل میں نے بہشتی زیور میں بغور پڑھ کر حاصل کئے ہیں۔'' اس کے ساتھ ہی اس شخص نے یہ شرط بھی عائد کردی کہ طلاق کا اطلاق اس وقت ہوگا

جب فلیٹ جو کہ بیوی کی ملکیت ہے وہ فروخت کردیا جائے گا۔ واضح رہے کہ شوہر نے پُرسکون زندگی گزارنے کے وعدے پر مہر کی رقم معاف کرالی اور اس ضمن میں اپنی بیوی کا حلفیہ بیان مجسٹریٹ کے رُوبرو دِلوادیا۔ اس کے فوراً بعد ہی دو تین روز کے وقفے کے بعد طلاق مندرجہ بالا طریق پر دے دی۔ براہِ کرم ازرُوئے شرع وضاحت ورہنمائی فرمائیں کہ کیا یہ طلاق ہوگئی یا فلیٹ فروخت کرنے کے ساتھ مشروط رہے گی؟ جبکہ فلیٹ بیوی کے نام الاٹ شدہ ہے۔

ج...... اگر طلاق اور اس کی شرط ایک ہی جملے میں لکھی تھی، مثلاً یہ کہ: ''اگر فلیٹ فروخت کرے گی تو اس کو تین طلاق'' اس صورت میں فلیٹ کے فروخت ہونے پر طلاق ہوگی، جب تک فلیٹ فروخت نہیں ہوتا طلاق نہیں ہوگی، اور اگر طلاق پہلے دے دی بعد میں وضاحت کرتے ہوئے شرط لگائی تو طلاق فوراً واقع ہوگئی اور بعد کی وضاحت کا کوئی اعتبار نہیں۔

''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر عورت طلاق'' کا حکم

س...... ایک شخص نے اپنی والدہ سے غصّے میں آکر کہا کہ: ''اگر میں تیرے پاس آؤں تو مجھ پر عورت طلاق ہوگی'' اور یہ لفظ اس نے صرف ایک ہی مرتبہ کہا ہے، اب وہ شخص اپنی والدہ کے پاس آنا چاہتا ہے تو اس کے لئے کیا صورت ہوگی؟

ج...... اس صورت میں وہ شخص زندگی میں جب کبھی اپنی والدہ کے پاس جائے گا تو بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی، جس کا حکمِ شرعی یہ ہے کہ عدّت کے اندر بغیر تجدیدِ نکاح کے شوہر رُجوع کرسکتا ہے۔ البتہ عدّت کے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ یہ شخص والدہ کے پاس چلا جائے، اس سے ایک طلاق رجعی ہوجائے گی، اس کے بعد یہ شخص بیوی سے رُجوع کرے اور ''رُجوع'' سے مراد یہ ہے کہ یا تو زبان سے کہہ دے کہ میں نے طلاق واپس لے لی، یا بیوی کو ہاتھ لگادے، یا اس سے صحبت کرلے۔ زبان سے یا فعل سے رُجوع کرلینے کے بعد طلاق کا اثر ختم ہوجائے گا۔ لیکن اس شخص نے تین طلاقوں میں سے ایک طلاق کا حق استعمال کرلیا، اب اس کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہ گیا، آئندہ اگر دو طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہوجائے گی، اس لئے آئندہ احتیاط کرے۔

''جس روز میری بیوی نے ان کے گھر کا ایک لقمہ بھی کھایا اسی دن اس کو تین طلاق'' کے الفاظ کا حکم

س...... کچھ عرصہ قبل زید کی اپنے سسرال والوں سے کسی بات پر ناراضگی ہوگئی، کچھ لوگوں نے ان کا میل ملاپ کرانا چاہا، غصّے کی حالت میں زید نے دو اشخاص کی موجودگی میں یہ الفاظ ادا کئے: ''جس روز اس (میری بیوی) نے ان کے گھر (لڑکی کے والدین کا) کا ایک نوالہ بھی کھایا اسی دن اس کو تین طلاق'' اس کے بعد ابھی چند دن قبل زید کی اس کے سسرال والوں سے صلح کروادی گئی ہے، لیکن زید کی بیوی کو اپنے والدین کے گھر کا کھانا کھانے سے منع کردیا گیا ہے۔

آیا زید کی بیوی اپنے ماں باپ کے گھر کا ساری عمر کچھ نہیں کھاسکتی؟ اور اگر کبھی بھولے سے ہی کھالے تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟ کیا یہ شرط کسی صورت میں ختم ہوسکتی ہے؟ اگر ایسا ممکن ہے تو وہ کیا صورت ہوگی؟

ج...... اس شرط کو ختم کرنے کی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے، طلاق کی عدّت ختم ہونے کے بعد عورت اپنے والدین کے گھر کھانا کھا کر اس شرط کو توڑ دے، اس کے بعد زید اور اس کی بیوی کا دوبارہ نکاح کردیا جائے۔

''اگر والدین کے گھر گئی تو طلاق سمجھنا''

س...... میرا سسرال والوں سے جھگڑا ہوگیا تھا، میں نے غصّے میں اپنی بیوی پر شرط رکھ دی تھی کہ: ''تو میرے بغیر اپنے ماں باپ کے گھر گئی تو میری طرف سے طلاق سمجھنا'' اب تک وہ نہیں گئی، اگر وہ چلی جائے تو اس پر طلاق ہوگی، اب اگر میں خود اجازت دُوں تو وہ میرے بغیر جاسکتی ہے یا نہیں؟ دُوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائے تو میں دوبارہ کس طرح رُجوع کرسکتا ہوں؟

ج...... آپ طلاق واپس نہیں لے سکتے، اگر وہ بغیر آپ کے میکے جائے گی تو طلاق تو واقع ہوجائے گی، مگر یہ رجعی طلاق ہوگی، آپ کو عدّت کے اندر رُجوع کا حق ہوگا۔ رُجوع کا

مطلب یہ ہے کہ زبان سے کہہ دیا جائے کہ: ''میں نے طلاق واپس لی'' یا میاں بیوی کا تعلق قائم کرلیا جائے۔

طلاقِ معلق کو واپس لینے کا اختیار نہیں

س...... اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے غصّے میں یہ کہہ دے کہ: ''اگر تم نے میری مرضی کے خلاف کام کیا تو تم میرے نکاح سے باہر ہوجاؤ گی'' اگر شوہر اس شرط کو ختم کرنا چاہے تو کیا وہ ختم ہوسکتی ہے؟ اور کس طرح؟ دُوسری بات یہ ہے کہ فرض کرو اگر بیوی اس کام کو کرلیتی ہے تو کیا وہ نکاح سے باہر ہوجاتی ہے؟

ج...... طلاق کو کسی شرط پر معلق کردینے کے بعد اسے واپس لینے کا اختیار نہیں، اس لئے اس شخص کی بیوی اگر اس کی مرضی کے خلاف وہ کام کرے گی تو طلاقِ بائن واقع ہوجائے گی، مگر دوبارہ نکاح ہوسکے گا۔

کیا دو طلاقیں دینے کے بعد طلاقِ معلق واقع ہوسکتی ہے؟

س...... زید نے اپنی بیوی کو کہا: ''اگر میری اجازت کے بغیر میکے گئی تو تمہیں طلاق ہے'' مگر چند دنوں کے بعد دُوسری وجہ سے دو طلاقیں دے دیتا ہے، اور اپنی بیوی سے الگ ہوجاتا ہے، اور اپنی مطلقہ بیوی کو میکے بھیج دیتا ہے یا وہ عورت اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہے، تو کیا اس عورت کو صرف دو طلاقیں واقع ہوں گی یا وہ طلاق بھی واقع ہوجائے گی جو زید نے اس شرط پر دی کہ میری بغیر اجازت اپنے والدین کے گھر گئی تو ایک طلاق ہے۔ کیا زید اپنی بیوی کو دوبارہ نکاح میں لاسکتا ہے؟

ج...... طلاقِ معلق نکاح یا عدّت میں شرط کے پائے جانے سے واقع ہوجاتی ہے، پس صورتِ مسئولہ میں دو طلاق کے بعد بیوی کا میکے جانا اگر عدّت ختم ہونے کے بعد تھا تو طلاقِ معلق واقع نہیں ہوئی، اور اگر عدّت کے اندر تھا اور شوہر نے خود اسے بھیجا تب بھی تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی، کیونکہ شرط بلا اجازت جانے کی تھی، اور یہ جانا بغیر اجازت کے نہیں بلکہ اس کے حکم سے ہوا۔ اور اگر عورت عدّت کے اندر شوہر کی اجازت کے بغیر چلی گئی تو

فہرست

تیسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی اور حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

''اگر تم مہمان کے سامنے آئیں تو تین طلاق''

س...... میرے شوہر معمولی سی باتوں پر جھگڑا کرنے لگتے ہیں، ایک دفعہ جھگڑے کے دوران کہنے لگے کہ: ''اگر تم میرے یا اپنے رشتہ داروں کے سامنے آئیں تو تمہیں میری طرف سے تین طلاق'' یہ کہہ کر چلے گئے، جبکہ انہیں معلوم تھا کہ مہمان آنے والے ہیں جو کہ ان کے اور میرے دونوں کے یکساں رشتہ دار ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مہمان آگئے اور مجھے مجبوراً ان کے سامنے جانا پڑا۔ آپ یہ تحریر فرمائیں کہ کیا ان کے اس طرح کہنے سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟ اور ہمارا ایک ساتھ رہنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ میرے شوہر اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں، برائے مہربانی جواب ضرور عنایت فرمائیں۔

ج...... ان الفاظ سے تین طلاقیں ہوگئیں، اور اگر وہ اس سے پہلے بھی اکثر لڑائیوں میں طلاق کا لفظ نکال چکے ہیں تو طلاق پہلے ہی واقع ہوچکی ہے۔ بہرحال اب تم دونوں کا تعلق میاں بیوی کا نہیں بلکہ ایک دُوسرے پر قطعی حرام ہو، حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح کی بھی گنجائش نہیں۔

''اگر دُوسری شادی کی تو بیوی کو طلاق''

س...... ایک لڑکے کی ۱۸ سال قبل اس وقت شادی ہوئی، جب وہ حدودِ لڑکپن میں تھا، اس کے سسر نے اس سے ایسی تحریر پر دستخط لے لئے جس میں تحریر تھا کہ: ''اگر دُوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہوجائے گی'' جبکہ وہ لڑکا اس تحریر کو نہ سمجھ سکا تھا، ایسی صورت میں اس کے لئے دُوسری شادی کا کیا حکم ہے؟

ج...... آپ کے سوال میں دو اَمر تنقیح طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے ''حدودِ لڑکپن'' کا جو لفظ لکھا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے یہ مراد ہے کہ وہ لڑکا اس وقت ''نابالغ'' تھا تو نابالغ کی تحریر کا اعتبار نہیں، اس لئے دُوسری شادی پر طلاق نہیں ہوگی۔ اور اگر اس لفظ سے یہ مراد ہے کہ لڑکا تھا تو بالغ، مگر بے سمجھ تھا، تو یہ تحریر معتبر ہے، اور دُوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔

فہرست

دُوسرا اَمر تنقیح یہ ہے کہ آیا تحریر میں یہی الفاظ تھے جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں، یعنی: ''اگر دُوسری شادی کی تو میری بیٹی کو طلاق ہوجائے گی'' یا تین طلاق کے الفاظ تھے؟ اگر یہی الفاظ لکھے تھے جو آپ نے سوال میں نقل کئے ہیں تو دُوسری شادی کرنے پر پہلی بیوی کو صرف ایک طلاق ہوگی، اور وہ بھی رجعی۔ ''رجعی'' کا مطلب یہ ہے کہ عدّت ختم ہونے سے پہلے پہلے شوہر زبان سے یہ کہہ دے کہ: میں نے طلاق واپس لے لی اور بیوی سے رُجوع کرلیا، یا مطلقہ کو ہاتھ لگادے یا اس سے میاں بیوی کا تعلق قائم کرلے۔ غرضیکہ اپنے قول یا فعل سے طلاق کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلے تو طلاق مؤثر نہیں ہوتی، اور نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ اور اگر عدّت ختم ہوجائے تو دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اور اگر طلاق کے الفاظ تین مرتبہ استعمال کئے گئے تھے تو اس میں رُجوع کی گنجائش نہیں رہتی، اور بغیر شرعی حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

''جب تک تمہارے بہن بہنوئی گھر میں رہیں گے تمہیں طلاق رہے گی''

س...... میری ایک سہیلی اپنی دو بچیوں کے ساتھ اپنے شوہر کے گھر میں رہ رہی تھی، کچھ عرصے سے میری سہیلی کی بہن بہنوئی بھی گھر میں ساتھ آکر رہنے لگے، جو کہ اس کے شوہر کو ناپسند تھے، لیکن سہیلی بہن بہنوئی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی۔ جب جھگڑا زیادہ بڑھ گیا تو سہیلی کے شوہر نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ: ''جب تک تمہارے بہن بہنوئی اس گھر میں رہیں گے، تم پر طلاق رہے گی اور جب یہ گھر سے چلے جائیں گے تو یہ طلاق ختم ہوجائے گی اور تم دوبارہ میرے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہ سکوگی'' برائے مہربانی آپ یہ بتلائیں کہ سہیلی کے بہن بہنوئی کے گھر سے چلے جانے کے بعد کیا میری سہیلی شوہر کے ساتھ دوبارہ رہ سکتی ہے یا نہیں؟ اور وہ دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

ج...... آپ کی سہیلی کو ایک طلاق ہوگئی، اب اگر اس کی بہن اور بہنوئی عدّت کے اندر چلے گئے تو گویا شوہر نے طلاق سے رُجوع کرلیا اور نکاح قائم رہا، اور اگر عدّت ختم ہونے کے بعد گئے تو نکاح ختم ہوگیا، دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔

اگر بھائی کے گھر آنے سے طلاق کو معلق کیا تو اَب کیا کرے؟

س...... میں ایک کرائے کے مکان میں رہ رہا تھا، آج سے پانچ سال پہلے ہم دونوں بھائیوں کی آپس میں باتیں ہورہی تھیں، تو باتوں باتوں میں تلخ کلامی ہوگئی اور بہت زیادہ ہوئی، اسی دوران بھائی باہر نکل گیا، کافی دُور جاکر اس نے کہا کہ میں اپنے بھائی کے گھر آؤں تو میری بیوی پر تیرہ دفعہ طلاق ہے۔ اب وہ بھائی عرصہ ۵ سال سے میرے گھر نہیں آیا، اب وہ میرے گھر کس صورت میں آسکتا ہے؟ اور ان باتوں کا کیا حل ہے؟

ج...... آپ کا بھائی جب بھی آپ کے گھر آئے گا اس کی بیوی کو تین طلاق ہوجائیں گی۔ اگر وہ اپنی قسم توڑنا چاہتا ہے تو اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ''ایک طلاق بائن'' دے دے، پھر جب بیوی کی عدّت ختم ہوجائے تو آپ کے گھر چلا جائے، اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، دوبارہ اپنی بیوی سے نکاح کرلے۔

غیرشادی شدہ اگر طلاقِ کل کی قسم کھالے تو کیا شادی کے بعد طلاق ہوجائے گی؟

س...... ایک شخص عاقل بالغ یہ کہہ دے کہ: ''آئندہ میں اگر سگریٹ نوشی کروں تو مسلمان نہیں۔ آئندہ اگر میں سگریٹ نوشی کروں تو مجھ پر (طلاق کل ہے) یعنی دُنیا کی تمام عورتیں مجھ پر طلاق ہیں۔'' یاد رہے کہ یہ شخص غیرشادی شدہ ہے، پھر اگر یہ سگریٹ نوشی ترک نہ کرسکے تو کیا کافر ہوجائے گا یا پھر اس کا نکاح کسی عورت کے ساتھ ہوسکے گا یا نہیں؟

ج...... ایسی قسمیں کھانا، کہ فلاں کام کروں تو مسلمان نہیں، نہایت بیہودی قسم اور گناہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے، مگر اس قسم کو توڑنے سے یہ شخص کافر نہیں ہوگا، بلکہ اس کو توبہ کرکے قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہئے۔ اور یہ کہنا کہ: ''اگر میں فلاں کام کروں تو مجھ پر تمام عورتوں کو طلاق'' جبکہ وہ شادی شدہ نہیں، تو قسم لغو ہے اس سے کچھ نہیں ہوا۔

البتہ اگر یوں کہا کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو نکاح کرتے ہی اس کو طلاق ہوجائے گی، لیکن صرف ایک دفعہ طلاق ہوگی، اس عورت سے دوبارہ نکاح

کرنے پر طلاق نہیں ہوگی۔

''اگر باپ کے گھر گئیں تو مجھ پر تین طلاق'' کہنے کا حکم

س...... میرا اپنے سسر سے جھگڑا ہوگیا، اور میں نے گھر آتے ہی بیوی کو کہا کہ: ''آج کے بعد تم اگر باپ کے گھر گئی تو تم مجھ پر تین شرط طلاق ہو'' خیر اس کے بعد وہ تو باپ کے گھر نہ گئی، مگر آج کل سسر صاحب سخت بیمار ہیں اور میں یہ سوال لے کر بڑے بڑے علمائے کرام کے پاس گیا ہوں، مگر مطمئن نہیں ہوں، آپ بتائیے کہ میری بیوی کس طرح باپ کے گھر جائے؟

ج...... آپ کی بیوی اپنے والد کے گھر نہیں جاسکتی، اگر جائے گی تو اسے تین طلاقیں ہوجائیں گی۔ اس کی تدبیر یہ ہوسکتی ہے کہ اس کو ایک بائن طلاق دے کر اپنے نکاح سے خارج کردیں، پھر وہ عدّت ختم ہونے کے بعد اپنے باپ کے گھر چلی جائے، چونکہ اس وقت وہ آپ کے نکاح میں نہیں ہوگی اس لئے تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، اور شرط پوری ہوجائے گی۔ اب اگر دونوں کی رضامندی ہو تو دوبارہ نکاح کرلیا جائے، اس کے بعد اگر اپنے باپ کے گھر آجائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

حاملہ کی طلاق

فہرست

''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' کے الفاظ حاملہ بیوی سے کہے تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

س...... زید نے اپنی بیوی کو چار عورتوں کے سامنے ایک نشست میں تین دفعہ کہا کہ: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' اور عورتوں کو کہا کہ تم گواہ رہنا۔ ایک دفعہ جب طلاق دینے کو کہا تو زید کی ماں نے زید کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، کچھ دیر بعد جب ہاتھ ہٹایا تو زید نے پھر دو دفعہ کہا کہ: ''میں تجھے طلاق دیتا ہوں'' اور زید کی بیوی چھ ماہ کی اُمید سے ہے، ایسی صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے؟ کیا یہ دوبارہ میاں بیوی بن سکتے ہیں؟

ج......زید پر اس کی بیوی حرام ہوگئی، اب نہ تو رُجوع جائز ہے اور نہ ہی حلالہ شرعی کے بغیر عقدِ ثانی ہوسکتا ہے۔ زید کی بیوی کی عدّت بچے کا پیدا ہونا ہے، جب بچہ پیدا ہوجائے گا عدّت پوری ہوجائے گی، عدّت بعد زید کی بیوی اگر کسی دُوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔ واضح رہے کہ حالتِ حمل میں بھی اگر کوئی طلاق دے دے تو واقع ہوجاتی ہے، اس لئے زید کی بیوی اگرچہ حاملہ ہے پھر بھی زید کے طلاق دینے سے مطلقہ ہوگئی۔

کن الفاظ سے طلاق ہوجاتی ہے؟ اور کن سے نہیں؟

طلاق اگر حرف ''ت'' کے ساتھ لکھی جائے تب بھی طلاق ہوجائے گی

س......طلاق اگر ''ط'' کے بجائے ''ت'' سے لکھ کردی جائے تو کیا طلاق ہوجائے گی؟

ج......جی ہاں! ہوجائے گی۔

طلاق کے لئے گواہ ہونے ضروری نہیں

س......اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین بار منہ سے طلاق دے دے اور ان کے پاس کوئی آدمی نہ ہو تو کیا طلاق ہوجائے گی یا گواہ ضروری ہیں؟

ج......طلاق صرف زبان سے کہہ دینے سے ہوجاتی ہے، خواہ کوئی سنے نہ سنے، گواہ ہوں یا نہ ہوں، اور بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔

طلاق کے الفاظ بیوی کو سنانا ضروری نہیں

س......زید نے اپنی بیوی کی نافرمانی، زبان درازی اور مشکوک چلن کردار اور گھریلو جھگڑوں سے بدظن ہوکر اپنے دِل میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر تین مرتبہ اپنے منہ سے یہ الفاظ ادا کئے: ''میں نے تجھے طلاق دی'' جبکہ زید کی بیوی کو اس طلاق کا قطعی علم نہیں، تو ازراہ کرم بتلائیں کہ کیا شرعاً طلاق ہوگئی؟

فہرست

ج…… چونکہ یہ الفاظ زبان سے کہے تھے، لہٰذا طلاق ہوگئی، بیوی کو سنانا شرط نہیں۔

''ٹھیک ہے میں تمہیں تین دفعہ طلاق دیتا ہوں، تم بچی کو مار کر دِکھاوٴ''

س…… ''ع'' اور ''س'' میں جھگڑا ہوا ہے، ''ع'' نے غصّے میں کہا کہ: ''میں تمہیں چھوڑ دُوں گا'' تو ''س'' (بیوی) نے کہا کہ: اگر تم مجھے چھوڑ دوگے تو میں تمہیں اور تمہاری بچی (جو کہ دو سال کی ہے) کو جان سے مار دُوں گی۔ تو ''ع'' نے کہا: ''ٹھیک ہے میں تمہیں تین دفعہ طلاق دیتا ہوں، تم بچی کو مار کر دِکھاوٴ'' تو کیا ایسی صورت میں طلاق ہوگئی؟ یا جب بچی کو مارا جائے گا تب طلاق ہوگی؟ مہربانی فرماکر اس مسئلے میں ہماری رہنمائی کریں۔

ج……طلاق فوراً ہوگئی، بچی کے مارنے پر موقوف نہیں۔

طلاق زبان سے بولنے سے یا لکھنے سے ہوتی ہے، دِل میں سوچنے سے نہیں ہوتی

س…… ہمارا ایک دوست ہے، اس کے ساتھ کچھ ایسا واقعہ پیش آیا ہے، اس نے اپنے دِل میں ایک کام نہ کرنے کا عہد کیا اور اپنے دِل میں کہا کہ: ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میری بیوی کو طلاق'' مجبوری کی وجہ سے اس نے وہ کام کیا، کیا اس کو طلاق ہوگئی؟

ج……طلاق زبان سے الفاظ ادا کرنے یا تحریر کرنے سے ہوتی ہے، دِل میں سوچنے سے نہیں ہوتی۔

نشے کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے

س……ایک رات میرے خاوند نے شراب کے نشے میں اور غصّے میں یہ الفاظ کہے ہیں کہ: ''لوگ تین بار طلاق دیتے ہیں، میں نے تجھے دس بار طلاق دی ہے، طلاق، طلاق، طلاق……، آج سے تو میری ماں بیٹی ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ میں نشے میں ہوں، بلکہ ہوش میں ہوں'' لیکن وہ تھے نشے میں، اب میں بہت پریشان ہوں، آپ بتائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ج…… نشے کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے، آپ کے شوہر نے آپ کو دس طلاقیں دیں، تین طلاقیں واقع ہوگئیں، اور باقی اس کی گردن پر وبال رہیں، دونوں ہمیشہ

کے لئے ایک دُوسرے پر حرام ہوگئے، اور آئندہ بغیر شرعی حلالہ کے نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

اگر بے اختیار کسی کے منہ سے لفظ ''طلاق'' نکل گیا تو طلاق واقع نہیں ہوتی

س…… میں اکیلے اپنے کمرے میں بیٹھ کر نکاح اور طلاق کے الفاظ کو ملا رہا تھا کہ ایسے میں میرے منہ سے نکل جاتا ہے کہ ''طلاق دی'' لیکن یہ الفاظ کہنے کے بعد میں نے فوراً کلمہ طیبہ پڑھا، کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ جبکہ کمرے میں میرے علاوہ کوئی اور موجود نہیں تھا، یہ الفاظ منہ تک آتے ہیں مگر دِل اور دِماغ قبول نہیں کرتا۔

ج…… جو صورت آپ نے لکھی ہے اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

غصّے میں طلاق ہونے یا نہ ہونے کی صورت

س…… ایک خاوند کے منہ سے غصّے کی حالت میں بلا قصد اپنی بیوی کے لئے طلاق کے الفاظ نکل جائیں تو کیا وہ طلاق ہوجائے گی؟

ج…… ''بلا قصد'' کا کیا مطلب؟ کیا وہ کوئی اور لفظ کہنا چاہتا تھا کہ سہواً اس کے منہ سے طلاق کا لفظ نکل گیا؟ یا کہ وہ غصّے میں آپے سے باہر ہوکر طلاق دے بیٹھا؟ پہلی صورت میں اگرچہ دیانتاً طلاق نہیں ہوئی، مگر یہ شوہر کا محض دعویٰ ہے، اس لئے قضاءً طلاق کا حکم کیا جائے گا، اور دُوسری صورت میں بھی طلاق ہوگئی۔

کیا پاگل آدمی کی طرف سے اس کا بھائی طلاق دے سکتا ہے؟

س…… ہمارے یہاں ایک شخص جو عقل مند، نوجوان اور بالغ تھا، شادی کے بعد اس شخص کا دماغی توازن بگڑ گیا اور بالکل پاگل ہوگیا ہے، بعد میں لوگوں نے یہ رائے دی کہ عورت کو طلاق شوہر کا بھائی دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کے بھائی نے اس عورت کو طلاق دے دی اور اس عورت نے دُوسری شادی کرلی۔ اس مسئلے میں پاگل کی طرف سے طلاق کس طرح ہوسکتی ہے؟ کیا اس کے بھائی کی طرف سے طلاق ہوگئی؟

ج…… مجنون کی طرف سے کوئی دُوسرا آدمی طلاق نہیں دے سکتا، اس لئے وہ عورت ابھی

تک اس کے نکاح میں ہے اور اس کا دُوسرا نکاح باطل ہے۔

''میں کورٹ جارہا ہوں'' کے الفاظ سے طلاق کا حکم

س...... میرے شوہر نے ایک مرتبہ لڑائی کے دوران کہا کہ: ''میں عدالت میں جارہا ہوں اور طلاق دُوں گا'' اسی طرح انہوں نے کئی مرتبہ کہا، لیکن کبھی طلاق کورٹ میں جاکر نہیں دی، کیا ان کے یہ کہنے سے: ''میں کورٹ جاکر طلاق دُوں گا'' طلاق ہوجائے گی؟

ج...... شوہر کے الفاظ سے کہ: ''کورٹ میں طلاق دُوں گا'' یا یہ کہ: ''طلاق دینے کے لئے کورٹ جارہا ہوں'' طلاق نہیں ہوئی۔

کیا سرسام کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے؟

س...... کیا سرسام کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے؟ جبکہ دینے والے کو اپنا کوئی ہوش نہیں؟

ج...... بے ہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

خواب میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی

س...... رات میں گہری نیند سو رہا تھا، خواب میں یاد نہیں کہ کس بات پر بیوی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور جھگڑے کے وقت گھر میں کافی رشتہ دار، میری والدہ صاحبہ اور سسر صاحب بھی موجود تھے، اور میں نے خاص طور پر والدہ اور سسر کو مخاطب کرکے بیوی کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرکے کہا کہ: ''تم لوگ گواہ رہنا، میں اس عورت کو طلاق دیتا ہوں کیونکہ اس سے مجھے کسی طرح کا سکون نہیں مل رہا ہے'' اور اس طرح میں نے تین بار یہ الفاظ دہرائے، تو کیا میرے اس طرح کہنے سے طلاق ہوجائے گی؟

ج...... مطمئن رہئے! خواب کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

''کاغذ دے دُوں گا'' کہنے سے طلاق نہیں ہوتی

س...... گاؤں میں جب میاں بیوی لڑتے جھگڑتے ہیں تو میں نے اکثر میاں کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: ''میں کاغذ دے دُوں گا'' واضح رہے کہ یہاں کاغذ سے مراد طلاق ہے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان الفاظ کے ادا کرنے سے بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟

ج...... ''کاغذ دے دُوں گا'' کے الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، کیونکہ یہ طلاق دینے کی دھمکی ہے، طلاق دی نہیں۔

''جا تجھے طلاق، طلاق، جا چلی جا'' کے الفاظ سے کتنی طلاقیں ہوں گی؟

س...... آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے میاں بیوی کا جھگڑا ہوگیا، شوہر نے بیوی سے کہا کہ: ''تو خاموش ہوجا ورنہ طلاق دے دُوں گا'' لیکن وہ برابر ناراض ہوکر شور کرنے لگی اور رونے لگی، پھر شوہر نے اس سے کہا: ''جا تجھے طلاق، طلاق، جا چلی جا'' مولانا صاحب اس ضمن میں واضح کریں کہ کیا طلاق ہوگئی؟ اور یہ ''طلاق'' الفاظ کی ادائیگی دو مرتبہ ہے۔

ج...... دو طلاقیں تو طلاق کے لفظ سے ہوگئیں، اور تیسری ''جا چلی جا'' کے لفظ سے ہوگئی، لہٰذا بغیر حلالہ شرعی کے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

''ٹھہرو ابھی دے رہا ہوں تم کو طلاق'' کہنے سے طلاق ہوتی ہے یا نہیں؟

س...... میں اپنی بیوی کی وجہ سے پریشان ہوں، بے انتہا زبان دراز ہے، دو چار روز ہوئے پھر جھگڑا ہوا، میں نے تنگ آکر غصّے میں کہا: ''ٹھہرو ابھی دے رہا ہوں تم کو طلاق''، ''ابھی دیتا ہوں تم کو طلاق'' یہ کہتے ہوئے پین کاپی ڈھونڈنے لگا کیونکہ میرے ذہن میں تھا کہ طلاق لکھ کر دی جاتی ہے، الفاظ میں نے دو دفعہ کہے، میری بیوی نے فوراً ڈر کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے لکھنے نہیں دیا، مہربانی فرماکر مجھے بتائیں طلاق تو واقع نہیں ہوگئی؟ اگر خدانخواستہ طلاق دو دفعہ کہنے سے واقع ہوگئی ہے تو آگے کیا طریقۂ کار ہوگا؟ میں اپنے بچوں کی وجہ سے بیوی کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔

ج...... زبان کے محاورے میں ''ٹھہرو ابھی یہ کام کرتا ہوں'' کے الفاظ مستقبل قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں، گویا طلاق دی نہیں بلکہ طلاق دینے کا وعدہ کیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں دیتا ہوں۔ اس لئے میرے خیال میں تو طلاق نہیں ہوئی۔ لیکن بعض اہلِ علم کا خیال ہے کہ ان الفاظ سے دو طلاق واقع ہوگئیں، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر عدّت کے اندر رُجوع نہ کیا ہو تو نکاح دوبارہ کرلیا جائے۔ آئندہ طلاق کے لفظ سے پرہیز کیا جائے ورنہ ان اہلِ علم کے قول کے مطابق ایک طلاق اور دے دی تو بیوی حرام ہوجائے گی۔

”جس رشتہ دار سے چاہو ملو، میری طرف سے تم آزاد ہو“ کا حکم

س...... میں نے اب سے کچھ عرصہ پہلے اپنی بیوی سے یہ کہا تھا کہ: ”تم اپنے جس رشتہ دار سے چاہو ملو، میری طرف سے تم آزاد ہو“ غصے کی حالت میں ان الفاظ کو ادا کرتے وقت میرے دِل میں طلاق دینے والی کوئی بات نہیں تھی، اور نہ میں ایسا چاہتا تھا، اور نہ ہی میں نے لفظ ”طلاق“ استعمال کیا، براہِ مہربانی اس پر غور فرماکر میری تشویش دُور فرمائیں۔

ج...... جس سیاق و سباق میں آپ نے یہ الفاظ کہے، اس سے مراد اگر یہ تھی کہ: ”رشتہ داروں سے ملنے کی میری طرف سے تمہیں آزادی ہے“ تو ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوئی، لیکن اگر یہ مطلب تھا کہ: ”میں نے تم کو آزاد کردیا ہے، اس لئے اب خوب رشتہ داروں سے ملو“ تو اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہوگئی۔

شادی سے پہلے یہ کہنا کہ: ”مجھ پر میری بیوی طلاق ہو“ سے طلاق نہیں ہوتی

س...... اگر کوئی آدمی جس کی بیوی نہ ہو اور ہر بات میں طلاق کا لفظ استعمال کرتا ہو کہ مجھ پر اپنی بیوی طلاق ہو، اور اس کے بعد جب وہ بیوی کا خاوند ہوجائے تو کیا اس کی یہ طلاق ہوگئی یا نہیں؟

ج...... ان الفاظ کے ساتھ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی، اور اگر یوں کہا تھا کہ: ”اگر میں نکاح کروں تو میری بیوی کو طلاق“ تو اس سے طلاق ہوجائے گی۔

طلاق کے ساتھ ”اِن شاء اللہ“ بولا جائے تو طلاق نہیں ہوتی

س...... اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ: ”میں نے اِن شاء اللہ ایک طلاق، دُوسری طلاق اور تیسری طلاق دی“ تو اس طرح کہنے سے یعنی کہ طلاق کے ساتھ اِن شاء اللہ استعمال کرنے سے طلاق نہیں ہوتی، یہ میں نے ایک دوست سے سنا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

ج...... آپ نے ٹھیک سنا ہے، اِن شاء اللہ کے ساتھ طلاق نہیں ہوتی۔

خلع

خلع کسے کہتے ہیں؟

س...... خلع کیا ہے؟ یہ اسلامی ہے یا غیراسلامی؟ زید نے اپنی بیوی گلشن کو شادی کے بعد تنگ کرنا شروع کردیا، بیوی نے خلع کے لئے کورٹ سے رُجوع کیا، دو سال کیس چلا اس کے بعد خلع کا آرڈر ہوگیا، اور دونوں میاں بیوی علیحدہ ہوگئے، لیکن بعد میں دونوں میاں بیوی میں پھر صلح ہوگئی اور بغیر نکاح یا حلالہ کے میاں بیوی پھر بن گئے، کیا یہ سب جائز تھا؟

ج...... خلع کا مطلب ہے کہ جس طرح بوقتِ ضرورت مرد کو طلاق دینا جائز ہے، اسی طرح اگر عورت نباہ نہ کرسکتی ہو تو اس کو اجازت ہے کہ شوہر نے جو مہر وغیرہ دیا ہے اس کو واپس کرکے اس سے گلوخلاصی کرلے۔ اور اگر شوہر آمادہ نہ ہو تو عدالت کے ذریعہ خلع لے لے۔ اور عدالت کے ذریعہ جو خلع لیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ میاں بیوی کے درمیان موافقت نہیں ہوسکتی تو عورت سے کہے کہ وہ اپنا مہر چھوڑ دے، اور شوہر سے کہے کہ وہ مہر چھوڑنے کے بدلے اس کو طلاق دے دے، اور اگر شوہر اس کے باوجود بھی طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔ خلع سے ایک بائن طلاق ہوجاتی ہے، اگر میاں بیوی کے درمیان مصالحت ہوجائے تو نکاح دوبارہ کرنا ہوگا۔

طلاق اور خلع میں فرق

س...... اگر عورت خلع لینا چاہے تو اس صورت میں بھی کیا مرد کے لئے طلاق دینا ضروری ہے یا عورت کے کہنے پر ہی نکاح فسخ ہوجائے گا؟ اگر مرد کا طلاق دینا ضروری ہے تو پھر طلاق اور خلع میں کیا فرق ہے؟

ج...... طلاق اور خلع میں فرق یہ ہے کہ خلع کا مطالبہ عموماً عورت کی جانب سے ہوتا ہے، اور

اگر مرد کی طرف سے اس کی پیشکش ہو تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہتی ہے، عورت قبول کرلے تو خلع واقع ہوگا، ورنہ نہیں۔ جبکہ طلاق عورت کے قبول کرنے پر موقوف نہیں، وہ قبول کرے یا نہ کرے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

دُوسرا فرق یہ ہے کہ عورت کے خلع قبول کرنے سے اس کا مہر ساقط ہوجاتا ہے، طلاق سے ساقط نہیں ہوتا، البتہ اگر شوہر یہ کہے کہ تمہیں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم مہر چھوڑ دو اور عورت قبول کرلے تو یہ بامعاوضہ طلاق کہلاتی ہے اور اس کا حکم خلع ہی کا ہے۔

خلع میں شوہر کا لفظ ''طلاق'' استعمال کرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر عورت کہے کہ: ''میں خلع (علیحدگی) چاہتی ہوں''، اس کے جواب میں شوہر کہے: ''میں نے خلع دے دیا'' تو بس خلع ہوگیا۔ خلع میں طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، یعنی شوہر کو اب بیوی سے رُجوع کرنے یا خلع کے واپس لینے کا اختیار نہیں، ہاں! دونوں کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

ظالم شوہر کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے

س…… میری ایک رشتہ دار کو اس کا شوہر خرچ بھی نہیں دیتا اور نہ طلاق دیتا ہے، وہ بہت پریشان ہے کہ کیا کرے؟ وہ بچوں کے ڈَر سے کیس بھی نہیں کرتی کہ بچے اس سے چھن نہ جائیں، اور تقریباً پانچ سال ہوگئے ہیں، اگر وہ چھوڑ دیتا ہے تو دُوسری شادی کرکے وہ عزّت کی زندگی گزارتی۔ تو آپ یہ بتائیں کہ شرعی رُو سے یہ نکاح اب تک قائم ہے کہ نہیں؟ اور وہ اس کے ساتھ رہتا بھی نہیں ہے۔

ج…… نکاح تو قائم ہے، عورت کو چاہئے کہ شرفاء کے ذریعہ اس کو خلع دینے پر آمادہ کرے، اگر شوہر خلع نہ دے تو عورت عدالت سے رُجوع کرے اور اپنا نکاح اور شوہر کا نان نفقہ نہ دینا شہادت سے ثابت کرے، عدالت تحقیقات کے بعد اگر اس نتیجے پر پہنچے کہ عورت کا دعویٰ صحیح ہے تو عدالت شوہر کو حکم دے کہ یا تو اس کو حسن و خوبی کے ساتھ آباد کرو اور اس کا نان و نفقہ ادا کرو، یا اس کو طلاق دو، ورنہ ہم نکاح فسخ ہونے کا فیصلہ کردیں گے۔ اگر عدالت کے کہنے پر بھی وہ نہ تو آباد کرے اور نہ طلاق دے تو عدالت خود نکاح فسخ کردے۔

اگر بیوی نے کہا کہ ''مجھے طلاق دو'' تو کیا اس سے طلاق ہوجائے گی؟

س……فرض کیا کہ اگر کسی شخص کی بیوی نے اس سے کہا کہ: ''مجھے طلاق دو'' تین بار اس طرح کہا، لیکن شوہر نے کچھ نہیں کہا، تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ جبکہ شوہر بالکل خاموش رہا۔

ج……اگر شوہر نے بیوی کے جواب میں کچھ نہیں کہا تو طلاق نہیں ہوئی۔

عورت کے طلاق مانگنے سے طلاق کا حکم

س……ایک شادی شدہ عورت اگر ۴، ۵ دفعہ اپنے خاوند کو بھری مجلس میں کہہ دے کہ: مجھے طلاق دے دو یا طلاق چاہئے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ مرد اور عورت کے حقوق برابر ہیں، اور کیا مرد پر کوئی شرط عائد ہوتی ہے؟ ذرا وضاحت کریں۔

ج……عورت کے طلاق مانگنے سے تو طلاق نہیں ہوتی، البتہ اگر عورت بغیر کسی معقول وجہ کے طلاق مانگے تو ایسی عورت کو حدیث میں منافق فرمایا گیا ہے۔ اور اگر مرد کے ظلم و جور سے تنگ آکر طلاق مانگے تو وہ گنہگار نہیں ہوگی، بلکہ مرد کے لئے لازم ہوگا کہ اگر وہ شریفانہ برتاؤ نہیں کرسکتا تو طلاق دے دے۔ مرد و عورت کے حقوق تو بلاشبہ برابر ہیں (اگرچہ حقوق کی نوعیت اور درجے کا فرق ہے) لیکن طلاق ایک خاص مصلحت و حکمت کی بنا پر مرد کے ہاتھ میں رکھی گئی ہے، عورت کے سپرد اس کو نہیں کیا گیا، البتہ عورت کو خلع لینے کا حق دیا گیا ہے۔

فہرست

عورت، ظالم شوہر سے خلاصی کے لئے عدالت کے ذریعہ خلع لے

س……میری ایک دوست جو بعض وجوہات کی بنا پر اپنے شوہر سے خلع لینا چاہتی ہے اور بعض مؤثر ذرائع سے کہلوا بھی چکی ہے، اس کا شوہر جو بیرونِ ملک مقیم ہے مسلسل ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کئے جارہا ہے اور اسے آزاد کرنے کے بجائے مسلسل سات مہینے سے ذہنی کرب میں مبتلا کئے ہوئے ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مرد کو بااختیار بنایا ہے کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے کسی عورت کی زندگی برباد کئے رکھے؟ اللہ تعالیٰ نے تو ہر چیز میں توازن رکھا ہے، کیا اللہ کے ہاں ایسے انسانوں کی کوئی پکڑ نہیں؟ قرآن و

حدیث کی روشنی میں بیان کریں تاکہ بہت سے کلمہ گو مسلمانوں کو احساس ہو کہ یہ عمل اسلام میں کتنا ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔

ج...... جو شوہر اپنی بیویوں سے زیادتی کرتے ہیں وہ بڑے ہی ظالم ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار تاکید کے ساتھ عورتوں سے حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی ہے، اگر زوجین میں موافقت نہ ہو تو عورت کو خلع لینے کا اختیار دیا ہے، وہ عدالت سے رُجوع کرے اور عدالت اس کے شوہر سے خلع دِلوائے، یہی توازن ہے جو شریعت نے اس نازک رشتے میں ملحوظ رکھا ہے۔

خلع سے طلاقِ بائن ہوجاتی ہے

س...... ایک سوال کے جواب میں آپ نے طلاق اور خلع میں فرق کی یہ تشریح کی کہ خلع قبول کرنے پر مہر ساقط ہوجاتا ہے اور طلاق میں نہیں۔ خلع قبول کرنا عورت کی مرضی پر ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ خلع کے بعد عدّت بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت دوبارہ اسی سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو بغیر حلالہ شرعی کے نکاح ہوسکتا ہے؟ کیونکہ شوہر نے طلاق نہیں دی ہے۔

ج...... خلع کا حکم ایک بائن طلاق کا ہے، اگر میاں بیوی کے درمیان ''خلوَت'' ہوچکی ہے تو خلع کے بعد عورت پر عدّت لازم ہوگی۔ اور سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ اگر عورت کے خلع کے مطالبے پر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو حلالہ شرعی کے بغیر دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا۔

خلع کی ''عدّت'' لازم ہے

س...... میری شادی ادلے بدلے کی ہوئی، میرے بھائی کی بیوی نے طلاق لے لی، میرا شوہر اس طلاق کا بدلہ مجھے ذہنی اذیتوں اور ذِلتوں میں دیتا رہتا ہے۔ آٹھ سال ہوگئے مجھے اس کے سلوک سے اور بچوں سے عدمِ دِلچسپی سے کچھ نفرت سی ہوگئی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا کیا جائے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ خلع لے کر اور شادی کرلوں تو خلع کی کیا صورت ہوگی؟

فہرست

کیا خلع کی بھی عدّت ہوتی ہے؟

ج…… ’’خلع‘‘ کے معنی ہیں عورت کی جانب سے علیحدگی کی درخواست۔ عورت اپنے شوہر کو یہ پیشکش کرے کہ میں اپنا مہر چھوڑتی ہوں، اس کے بدلے میں مجھے ’’خلع‘‘ دے دو، اگر مرد اس کی اس پیشکش کو قبول کرلے تو طلاقِ بائن واقع ہوجاتی ہے، جس طرح طلاق کے بعد عدّت ہوتی ہے، اسی طرح خلع کے بعد بھی لازم ہے، عدّت کے بعد آپ جہاں دِل چاہے عقد کرسکتی ہیں۔

کیا خلع کے بعد رُجوع ہوسکتا ہے؟

س…… خلع کے مبہم ہونے کی صورت میں اگر ایک مفتی کہے کہ خلع ہوگیا اور دُوسرا کہے کہ نہیں ہوا، اور لڑکی نادم ہوکر نباہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہو تو کیا تجدیدِ نکاح ہوسکتا ہے؟ نیز تجدیدِ نکاح کون کرتا ہے اور کیسے ہوتا ہے؟

ج…… خلع میں اگر شوہر نے تین طلاقیں دے دی تھیں تو دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا، اور اگر صرف خلع کا لفظ یا ایک طلاق کا لفظ استعمال کیا تھا تو نکاح دوبارہ ہوسکتا ہے۔ دوبارہ نکاح کرنے کو تجدیدِ نکاح کہتے ہیں۔ جس طرح پہلا نکاح ایجاب و قبول سے ہوتا ہے، اسی طرح دوبارہ نکاح بھی ایسے ہی ہوگا۔ چونکہ خلع کا علم سب تعلق والوں کو ہوچکا تھا، اس لئے دوبارہ نکاح بھی علی الاعلان ہونا چاہئے۔

فہرست

خلع کے لئے طے شدہ معاوضے کی ادائیگی لازمی ہے

س…… میاں بیوی کی ناچاقی کی وجہ سے اگر مرد نے خلع رکھ کر بیوی کو طلاق دے دی اور بیوی نے خلع ادا کرنے کے بغیر شادی کرلی تو شادی حلال ہے یا حرام؟

ج…… اگر نقد طلاق دے دی تھی تو عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور جو معاوضہ طے ہوا تھا وہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے، اور اگر معاوضہ ادا کرنے کی شرط پر طلاق دی تھی تو جب تک معاوضہ ادا نہیں ہوجاتا طلاق نہیں ہوگی، لہٰذا دُوسری جگہ شادی بھی نہیں ہوسکتی۔

فہرست

لڑکی بچپن کا نکاح پسند نہ کرے تو خلع لے سکتی ہے

س...... میں نے اپنی لڑکی شاہدہ کا نکاح منظور احمد کے لڑکے منیر احمد سے بچپن میں کر دیا تھا، اس وقت لڑکی کی عمر پانچ سال اور لڑکے کی عمر سات سال تھی، اب ماشاء اللہ دونوں جوان ہیں۔ منیر احمد کی سوسائٹی اور کردار اچھا نہ ہونے کی وجہ سے میری لڑکی نے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے، لڑکے والے متواتر زور ڈال رہے ہیں کہ لڑکی کو وداع کرو، لیکن لڑکی اس بات پر بالکل راضی نہیں، اس صورت میں نکاح بحال رہتا ہے یا کہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج...... لڑکی کی نابالغی میں جو نکاح لڑکی کے باپ نے کر دیا ہو، بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اس کے توڑ دینے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اب اگر لڑکا بدکردار ہے تو لڑکی کو وہاں رُخصت نہ کیا جائے بلکہ لڑکے سے ''خلع'' لے لیا جائے، یعنی اس کو مہر چھوڑنے کی شرط پر طلاق دینے کے لئے کہا جائے۔

بیوی کے نام مکان

س...... اگر کوئی شخص شادی کے بعد اپنی محنت کی کمائی سے ایک مکان بناتا ہے اور وہ اپنی بیوی کے نام کر دیتا ہے، اس کے بعد بیوی اس شخص سے خلع چاہتی ہے، قرآن پاک کے حوالے سے بتائیں کہ وہ مکان بیوی کو واپس کرنا ہوگا یا نہیں؟ وہ شخص کہتا ہے کہ میری محنت کا مکان ہے وہ مکان واپس کر دو، ورنہ خلع نہیں دُوں گا۔

ج...... وہ خلع میں مکان کی واپسی کی شرط رکھ سکتا ہے، اس صورت میں عورت اگر خلع لینا چاہتی ہے تو اسے وہ مکان واپس کرنا ہوگا۔ الغرض شوہر کی طرف سے مکان واپس کرنے کی شرط صحیح ہے، اس کے بغیر خلع نہیں ہوگا۔

اگر خاوند بے نمازی ہو تو بیوی کیا کرے؟

س...... اگر کسی شخص کی بیوی نماز نہ پڑھتی ہو تو کہتے ہیں کہ خاوند کو حق ہے کہ وہ بیوی کو سمجھا اور مار بھی سکتا ہے، اور اگر اس سے بھی باز نہ آئے تو طلاق بھی دے سکتا ہے۔ اب قابلِ دریافت اَمر یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند باوجود سمجھانے کے بھی نماز نہیں پڑھتا تو شریعت

ایسی عورت کو کیا حقوق دِلاتی ہے؟ کیا وہ اپنے شوہر سے مقاطعہ کرسکتی ہے؟ اس سے بھی باز نہ آئے تو وہ طلاق بھی لے سکتی ہے؟

ج...... عورت کو چاہئے کہ نہایت شفقت و محبت سے اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرے، اور حسنِ تدبیر سے اسے نماز روزہ کا عادی بنائے، لیکن اگر وہ منحوس کسی طرح بھی نہ مانے تو عورت اس سے خلع لے سکتی ہے۔

ظہار

(یعنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا کسی اور محرَم خاتون کے ساتھ تشبیہ دینا)

ظہار کی تعریف اور اس کے اَحکام

س...... ظہار سے کیا مراد ہے؟ اور اس کے اَحکام علمِ فقہ میں کیا ہیں؟

ج...... ظہار کے معنی یہ ہیں کہ: کوئی شخص اپنی بیوی کو یوں کہہ دے: ''تو مجھ پر میری ماں یا بہن جیسی ہے'' اس کا حکم یہ ہے کہ اس لفظ سے طلاق نہیں ہوتی، لیکن کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے پاس جانا حرام ہے۔ اور کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے، تب اس کے لئے بیوی کے پاس جانا حلال ہوگا۔

بیوی کو ''بیٹا'' کہنے کا حکم

س...... زید اپنی زوجہ کو ''بیٹا'' کہہ کر پکارتا ہے، چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔ جب بھی زید کو اپنی بیوی کو بلانا مقصود ہو یہی طریقہ اپنایا ہوا ہے، جبکہ اس کے سب گھر والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں، اور اکثر زید کی سالی، زید سے پوچھ لیتی ہے کہ: تمہارا بیٹا کہاں

فہرست

ہے؟ جبکہ بیوی بھی اس کے مخاطب کرنے پر رُجوع کرتی ہے۔ یہاں پردیس میں بھی جب اس کو بیوی کا خط ملنے میں دیر ہوجائے تو وہ دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ میرے بیٹے کا خط نہیں آیا، کیا زید اور اس کی بیوی کا رشتہ قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

ج…… بیوی کو ''بیٹا'' کہنا لغو اور بیہودہ حرکت ہے، مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹا، اور توبہ و اِستغفار کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں۔

''تمہارا اور میرا رشتہ ماں بہن کا ہے'' کے الفاظ کا نکاح پر اثر

س…… ایک عورت کے خاوند نے محلے کے تین آدمیوں کو بلاکر ان کے سامنے اپنی بیوی کو کہا کہ: ''آئندہ کے لئے تمہارا اور میرا رشتہ ماں، بہن کا ہے'' یہ الفاظ اس شخص نے دو یا تین دفعہ دہرائے۔ اب وہ عورت اپنے دو بچوں کی خاطر اسی گھر میں الگ رہتی ہے اور اس مرد کے ساتھ بول چال گزشتہ پانچ چھ ماہ سے ختم ہے۔ یعنی وہ ایک دُوسرے سے ناراض ہیں، ان حالات میں کیا عورت کو طلاق ہوگئی ہے یا نہیں؟

ج…… ''تمہارا اور میرا رشتہ ماں، بہن کا ہے'' یہ ''ظہار'' کے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوتی، البتہ شوہر کو ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا ہوگا، اور کفارہ ادا کئے بغیر بیوی کے قریب جانا حرام ہے۔ اور کفارہ یہ ہے کہ شوہر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے، اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔

بیوی، شوہر کو اس کی ماں کی مماثل رشتہ کہے تو نکاح نہیں ٹوٹتا

س…… بیوی نے اپنے شوہر کو کہا کہ: ''اگر تم میرے قریب آئے (میاں بیوی کے تعلقات قائم کئے) تو تم اپنی ماں بہن کے قریب آؤگے'' تو ان الفاظ سے ان دونوں کے درمیان نکاح باقی ہے یا نہیں؟

ج…… بیوی کے ان بیہودہ الفاظ سے کچھ نہیں ہوا، البتہ بیوی ان ناشائستہ الفاظ کی وجہ سے گناہ کی مرتکب ہوئی ہے، اس کو ان الفاظ سے توبہ کرنی چاہئے۔

فہرست

تنسیخِ نکاح

تنسیخِ نکاح کی صحیح صورت

س…… میری بیوی نے میرے خلاف عدالت سے بمع مہر ۸۰۰۰ روپے کے طلاق حاصل کرلی ہے، عدالت میں میرے خلاف اس کی کوئی شہادت موجود نہیں، اور نہ ہی عدالت نے شہادت طلب کی ہے، میری بیوی کے اپنے بیان میرے حق میں جاتے ہیں، اس کے باوجود بھی اس نے عدالت سے اثر و رُسوخ کی بنا پر طلاق حاصل کرلی ہے، وجہِ طلاق صرف یہ ہے کہ اس کے والدین مجھے پسند نہیں کرتے، کیونکہ میں معمولی ملازم ہوں، حالانکہ اس کے بطن سے ۵ سال اور ۳ سال کے میرے دو بچے بھی ہیں۔ کیا اس کو شرعاً طلاق ہوگئی یا نہیں؟ کیا وہ شرعاً دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

ج……شرعاً صحیح فیصلے کی صورت یہ ہے کہ عورت کے دعویٰ دائر کرنے پر عدالت شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کی شکایات کے بارے میں دریافت کرے، اگر وہ عورت کی شکایات کو غلط قرار دے تو عدالت عورت سے اس کے دعویٰ پر شہادتیں طلب کرے، اور شوہر کو صفائی کا پورا موقع دے، اگر تمام کاروائی کے بعد عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ شوہر ظالم ہے اور عورت کی علیحدگی اس سے ضروری ہو تو عدالت شوہر سے کہے کہ وہ اس کو طلاق دے دے، اگر اس کے بعد بھی شوہر اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور مظلوم عورت کی گلوخلاصی پر راضی نہ ہو تو عدالت ازخود تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کردے۔ اگر اس طریقے سے فیصلہ ہوا ہو تو عورت عدّت کے بعد دُوسری جگہ عقد کرسکتی ہے، اور عدالت کا یہ فیصلہ صحیح سمجھا جائے گا۔

لیکن جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ محض عورت کی درخواست پر فیصلہ کردیا گیا، نہ عورت سے گواہ طلب کئے اور نہ شوہر کو بلواکر اس کا موقف سنا گیا، ایسا فیصلہ شرعاً کالعدم

فہرست

ہے، اور عورت بدستور اس شوہر کے نکاح میں ہے، اس کو دُوسری جگہ عقد کرنے کی شرعاً اجازت نہیں۔

عدالت کے غلط فیصلے سے پہلا نکاح متأثر نہیں ہوا

س…… کسی شخص کی منکوحہ دُوسرے آدمی کے ساتھ بھاگ گئی، اس شخص نے عدالتِ عالیہ میں جھوٹا نکاح نامہ پیش کردیا، جبکہ شوہر کے عزیزوں نے اصلی نکاح نامہ پیش کیا، لیکن اغوا کنندہ عدالت کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگیا، اور عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ کردیا۔ شوہر نے اس مقدمے میں دِلچسپی نہیں لی، نہ اس نے طلاق دی ہے۔ کیا عدالت کے فیصلے کے بعد پہلا نکاح فسخ ہوگیا؟ اور کیا یہ عورت اغوا کنندہ کے پاس بیوی کی حیثیت سے رہ سکتی ہے؟ از رُوئے شریعت کیا حکم ہے؟

ج…… عدالت کے غلط فیصلے سے جو عدالت کو فریب دے کر حاصل کیا گیا، پہلا نکاح متأثر نہیں ہوا، وہ بدستور باقی ہے۔ جب تک اصلی شوہر اسے طلاق نہیں دے گا، یہ دُوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اگر یہ دونوں اسی حالت میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے تو ہمیشہ کے لئے بدکاری کے مرتکب ہوں گے اور ان کی اولاد شرعاً بے نکاح کی اولاد ہوگی۔

کیا عدالت تنسیخِ نکاح کرسکتی ہے؟

س…… اگر ایک منکوحہ عورت کسی جج کی عدالت سے خاوند سے علیحدگی حاصل کرے اور اس عورت کے اعتراضات اس کے خاوند پر گواہان کی شہادتوں سے دُرست ثابت ہوجائیں، مگر خاوند عدالت وغیرہ میں شرعی حیثیت سے طلاق نہ دے بلکہ جج کسی عورت کی درخواست منظور کرے اور یوں اس عورت کو چھٹکارا مل جائے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس عورت کو واقعی طلاق ہوگئی یا نہیں؟ یہ کہ بعد عدّتِ طلاق، کیا اس عورت کا نکاحِ ثانی حلال ہے؟

ج…… اگر عدالت معاملے کی پوری چھان بین اور گواہوں کی شہادت کے بعد اس نتیجے پر پہنچی کہ عورت واقعی مظلوم ہے اور شوہر اس کے حقوق ادا نہیں کررہا اور عدالت کے حکم کے

فہرست

باوجود وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہیں ہے، تو اس کا تنسیخ نکاح کا فیصلہ صحیح ہے، اور عورت عدّت کے بعد دُوسرا عقد کرسکتی ہے، اور اگر عدالت نے معاملے کی صحیح تفتیش اور گواہوں کی شہادت کے بغیر فیصلہ کیا، یا شوہر کی غیرموجودگی میں محض عورت کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تنسیخِ نکاح کا فیصلہ کردیا، تو یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام نہیں ہوگا اور اس فیصلے کے باوجود عورت کے لئے دُوسری جگہ عقد کرنا جائز نہیں ہوگا۔

شوہر ڈھائی سال تک خرچہ نہ دے، بیوی عدالت میں استغاثہ کرے

س…… میری شادی کو چودہ برس کا عرصہ بیت چکا ہے، میرا ایک لڑکا ہے جو کہ ۹ سال کا ہے، اور ایک لڑکی تین برس اور چار ماہ کی ہے۔ میری اپنے شوہر سے سات برس پہلے علیحدگی ہوگئی تھی، علیحدگی سے میری مراد طلاق نہیں، بلکہ انہوں نے دُوسری شادی کرکے گھر بسالیا تھا۔ ان سات برسوں میں انہوں نے مجھے چار آنے تک نہیں دیئے، سات برسوں میں صرف ایک دفعہ چار سال بعد آئے تھے اور صرف پندرہ دن رہ کر چلے گئے۔ اب تین سالوں سے ان کا کوئی پتا نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ اب میرا اصل مسئلہ یہ ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ اگر شوہر ڈھائی سال تک خرچ نہ دے تو نکاح نہیں رہتا، آپ مجھے بتائیں کہ یہ بات کہاں تک سچ ہے؟

ج…… یہ تو کسی نے غلط کہا ہے کہ شوہر ڈھائی سال تک خرچ نہ دے تو نکاح نہیں رہتا۔ آپ اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں استغاثہ کریں اور عدالت کا فرض ہے کہ وہ آپ کو نان و نفقہ دِلائے یا ایسے شوہر سے آپ کی گلوخلاصی کرائے۔

کیا فیملی کورٹ کے فیصلے کے بعد عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟

س…… اگر ایک عورت ناچاقی کی صورت میں فیملی کورٹ میں نکاح فسخ کا دعویٰ دائر کرتی ہے، جج فیملی کورٹ مقدمے کی سماعت کے بعد عورت کے حق میں ڈگری دے دیتا ہے، یعنی عورت کو نکاحِ ثانی کی اجازت فیملی کورٹ سے مل جاتی ہے تو کیا ازروئے شریعت عورت نکاحِ ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

ج……فیملی کورٹ کا فیصلہ اگر شرعی قواعد کے مطابق ہو تو وہ فیصلہ شرعاً بھی نافذ ہوگا۔ اور اگر مقدمے کی سماعت میں یا فیصلے میں شرعی قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تو شرعی نقطۂ نظر سے وہ فیصلہ کالعدم ہے، شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوگا، اور عورت کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہ ہوگی۔

شرعی قواعد کے مطابق فیصلے کی صورت یہ ہے کہ عورت کی شکایت پر عدالت، شوہر کو طلب کرے اور اس سے عورت کے الزامات کا جواب طلب کرے، اگر شوہر ان الزامات سے انکار کرے تو عورت سے گواہ طلب کئے جائیں یا اگر عورت گواہ پیش نہیں کرسکتی تو شوہر سے حلف لیا جائے، اگر شوہر حلفیہ طور پر اس کے دعویٰ کو غلط قرار دے تو عورت کا دعویٰ خارج کردیا جائے گا، اور اگر عورت گواہ پیش کردے تو عدالت شوہر کو بیوی کے حقوقِ شرعیہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔ اور اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ ان دونوں کا یکجا رہنا ممکن نہیں تو شوہر کو طلاق دینے کا حکم دیا جائے، اور اگر وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو (جبکہ وہ عورت کے حقوقِ واجبہ بھی ادا نہیں کرتا) تو عدالت ازخود فسخِ نکاح کا فیصلہ کرسکتی ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ فیصلہ کرنے والا جج مسلمان ہو، ورنہ اگر جج غیرمسلم ہو (جیسا کہ پاکستان کی عدالتوں میں غیرمسلم جج بھی موجود ہیں) تو اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

اگر کسی شخص نے پانچ یا چھ شادیاں کرلیں تو پہلی بیویوں کا کیا حکم ہے؟

س……میری شادی اب سے دس سال قبل ایک ایسے انسان سے ہوئی جس نے خود کو کنوارا ظاہر کیا، جبکہ اس کی تین بیویاں موجود تھیں (جو کہ بعد میں پتا چلا)، انہوں نے نکاح نامہ میں بھی خود کو کنوارا لکھوایا، اس کے علاوہ ولدیت بھی غلط درج کرائی۔ اب سے دو سال قبل انہوں نے پانچویں شادی ایک عیسائی عورت سے کی اور پھر اس کے تین ماہ بعد ہی چھٹی شادی راولپنڈی میں اسلامی طریقے پر ایک مسلمان عورت سے کی۔ میں معلوم یہ کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارا مذہب ایک وقت میں چار بیویوں کی اجازت دیتا ہے، تو ایسی صورت میں آیا اس کی پہلی بیویاں نکاح سے خارج ہوگئیں یا پھر بعد کی شادیاں جائز نہ تھیں؟ میں ان کی چوتھی بیوی ہوں میں اپنے بارے میں معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میری کیا حیثیت ہے؟ میں ان کے نکاح میں

ہوں یا طلاق ہو چکی ہے؟ اگر میں ان کے نکاح میں ہوں تو طلاق لینے کے لئے مجھے شرع کی روشنی میں کیا کرنا چاہئے؟

ج...... آپ کی شادی صحیح ہے۔ پانچویں اور چھٹی شادی جو اس نے کی وہ صحیح نہیں ہے، آپ عدالت سے رُجوع کریں، اور آپ ان چیزوں کا ثبوت پیش کر کے اس شخص کو سزا دِلوا سکتی ہیں۔

عدالت سے فسخِ نکاح کے بعد بیوی سے تعلقات قائم کرنا

س...... تین سال پہلے کی بات ہے کہ میری بیوی نے کورٹ کے ذریعے مجھ سے طلاق حاصل کی تھی، پورے مقدمے میں، میں کبھی بھی نہیں گیا اور نہ مجھ پر کوئی سمن تعمیل ہو سکا، نہ یک طرفہ فیصلے کی کوئی وارننگ دی گئی۔ بہرحال کسی طرح بھی میری بیوی کو ڈگری مل گئی اور مجھ کو کچھ بھی پتا نہ چلا۔ پانچ ماہ بعد میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو منا لیا اور اس کے بعد ہم خوش خوش زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شریعت کی رُو سے کیا یہ میری بیوی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ میں نے کبھی بھی اپنی بیوی کو کوئی طلاق وغیرہ نہیں دی۔

ج...... اگر آپ کا بیان صحیح ہے تو عدالت کا فیصلہ غلط تھا، لہٰذا آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوا، وہ بدستور آپ کی بیوی ہے۔

والدین کے ناحق طلاق کے حکم کو ماننا جائز نہیں

س...... والدین اگر بیٹے سے کہیں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو اور بیٹے کی نظر میں اس کی بیوی صحیح ہے، حق پر ہے، طلاق دینا اس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے، تو اس صورت میں بیٹے کو کیا کرنا چاہئے؟ کیونکہ ایک حدیثِ پاک ہے جس کا قریب یہ مفہوم ہے کہ ''والدین کی نافرمانی نہ کرو، گو وہ تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو بھی کہیں'' تو اس صورتِ حال میں بیٹے کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

ج...... حدیثِ پاک کا منشا یہ ہے کہ بیٹے کو والدین کی اطاعت و فرماں برداری میں سخت سے سخت آزمائش کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے، حتیٰ کہ بیوی بچوں سے جدا ہونے اور گھر بار چھوڑنے کے لئے بھی۔ اس کے ساتھ ماں باپ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بے انصافی اور بے جا ضد

فہرست

سے کام نہ لیں۔ اگر والدین اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہ کریں اور صریح ظلم پر اُتر آئیں تو ان کی اطاعت واجب نہ ہوگی، بلکہ جائز بھی نہ ہوگی۔ آپ کے سوال کی یہی صورت ہے اور حدیثِ پاک اس صورت سے متعلق نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر والدین حق پر ہوں تو والدین کی اطاعت واجب ہے، اور اگر بیوی حق پر ہو تو والدین کی اطاعت ظلم ہے۔ اور اسلام جس طرح والدین کی نافرمانی کو برداشت نہیں کرسکتا، اسی طرح ان کے حکم سے کسی پر ظلم کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

س...... ساس اور بہو کے گھریلو جھگڑوں کی وجہ سے اگر ساس یا سسر اپنے بیٹے کو حکم کریں کہ تم اسے چھوڑ دو، ہم تمہیں دُوسری بیوی کروادیں گے تو کیا بیٹا اس حکم کی تعمیل کرے گا؟

ج...... اگر بیوی قصوروار ہو تو والدین کے حکم کی تعمیل کرے، اور اگر بے قصور ہو تو تعمیل نہیں کرنی چاہئے۔

طلاق سے مُکر جانے کا حکم

شوہر طلاق دے کر مُکر جائے تو عورت کیا کرے؟

س…… میری ہمشیرہ کو میرے بہنوئی نے تین بار طلاق دی، جس پر ہمشیرہ گھر پر آگئیں، اور والدین کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ میرے والدین نے جب میرے بہنوئی سے معلوم کیا تو انہوں نے انکار کردیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی۔ جبکہ ہمشیرہ بضد ہیں کہ مجھے طلاق دے دی ہے، اب آپ مشورہ دیں کہ طلاق کیسے ہوئی؟

ج…… اُصول تو یہ ہے کہ اگر طلاق میں میاں بیوی کا اختلاف ہوجائے، بیوی کہے کہ اس نے طلاق دے دی ہے، اور شوہر انکار کرے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں عدالت شوہر کی بات کا اعتبار کرے گی۔ لیکن آج کل لوگوں میں دِین و دِیانت کی بڑی کمی آگئی ہے، لوگ طلاق دینے کے بعد مُکر جاتے ہیں، اس لئے اگر شوہر دِین دار قسم کا آدمی نہیں ہے اور عورت کو یقین ہے کہ اس نے تین بار طلاق دی ہے تو عورت کے لئے شوہر کے گھر آباد ہونا جائز نہیں ہے۔ شوہر کی قانونی کاروائی سے بچنے کے لئے اس کا حل یہ ہے کہ عدالت سے رُجوع کیا جائے اور عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ کیا جائے اور عدالت دونوں کے درمیان تفریق کرادے۔

فہرست

شوہر کے مُکر جانے پر عورت کے لئے طلاق کے گواہ پیش کرنا ضروری ہے

س…… ایک سوال کے جواب میں آپ نے لکھا تھا کہ: ''عورت طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے، میاں بیوی کے درمیان جب اختلاف ہو تو بیوی اگر قابلِ

اعتماد گواہ پیش کردے جو حلفاً شہادت دیں کہ ان کے سامنے شوہر نے طلاق دی ہے تو عورت کا دعویٰ دُرست تسلیم کرلیا جائے گا، ورنہ اس کا دعویٰ جھوٹا ہوگا، اور شوہر کی یہ بات صحیح ہوگی کہ اس نے طلاق نہیں دی۔“

تو محترم فرض کیجئے! عورت کا دعویٰ بالکل صحیح ہو مگر وہ کوئی گواہ پیش نہیں کرسکتی اور مرد صرف اس لئے طلاق سے انکار کر رہا ہو کہ اس کو مہر نہ دینا پڑے یا وہ صرف تنگ کرنے کے لئے ہی انکار کر رہا ہو، تو ایسی صورت میں عورت اس شوہر کے پاس واپس جاکر گنہگار نہ ہوگی؟ جبکہ اس نے اپنے کانوں سے طلاق کے الفاظ سن لئے ہیں۔

ج…… ماشاء اللہ! بہت نفیس سوال ہے۔ جواب یہ ہے کہ آپ نے جس مسئلے کا حوالہ دیا ہے اس کا تعلق عدالت کے فیصلے سے ہے، عورت کے ذاتی کردار سے نہیں، جس صورت میں کہ شوہر انکار کر رہا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں ہیں تو عدالت یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگی کہ عورت کا دعویٰ غلط اور بے ثبوت ہے۔

جہاں تک عورت کے ذاتی کردار کا تعلق ہے تو جب عورت کو سو فیصد یقین ہو کہ شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور اب محض بے دِینی کی وجہ سے انکار کر رہا ہے تو عورت کے لئے اس کے پاس واپس جانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسے چاہئے کہ اس کے پاس جانے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کردے۔ نیز اسے چاہئے کہ اس سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کرے، مثلاً اس کو خلع دینے پر مجبور کرے۔ بہر حال جب تک اس سے قانونی رہائی نہیں ہوجاتی اس کو اپنے قریب نہ آنے دے اور نہ اس کے گھر میں رہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ج:۱ ص:۳۵۴)

شوہر اگر طلاق کا اقرار کرے، تو بیوی اور ساس کا انکار فضول ہے

س…… میرا دوست جو کہ شادی شدہ ہے، اس کی بیوی سے اس کی کسی بات پر لڑائی ہوگئی اور معاملہ طلاق تک پہنچ گیا، میرے دوست نے باقاعدہ اپنے اور اس کے رشتہ داروں کے سامنے اپنی بیوی کو تین دفعہ طلاق دے دی، اور اس کی بیوی بھی دُوسرے کمرے میں بیٹھی

تھی، اور میرا دوست تین دفعہ طلاق دے کر اپنے گھر چلا آیا۔ لیکن بعد میں اس کی بیوی اور اس کی ساس نے کہا کہ ہم نے تین دفعہ نہیں سنا، لہٰذا طلاق نہیں ہوئی۔ اب آپ بتایئے کہ طلاق ہوئی یا نہیں ہوئی؟

ج...... اگر آپ کے دوست کو اقرار ہے کہ تین دفعہ طلاق دی تھی تو تین طلاقیں ہوگئیں، بیوی اور ساس کا انکار فضول ہے۔

طلاق کی تعداد میں شوہر بیوی کا اختلاف

س...... میرے شوہر مجھے تین بار طلاق کہہ کر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس آگئے اور کہنے لگے تو رو رہی ہے میں نے تو دو بار کہا تھا، رُجوع کی گنجائش ہے، مگر میں نہ مانی۔ بچے، گھربار صرف گناہ کے ڈَر سے چھوڑنے گوارا کرلئے، مگر وہ بضد ہیں کہ میں نے دو بار کہا ہے۔ میں نے کہا: قسم کھائیں! تو وہ بولے: ''ایمان سے دو بار کہا ہے، اور اگر تو نہیں مانتی تو چلو سب گناہ میرے سر!'' میں نے خدا سے دُعا کی کہ خدایا میں گنہگار نہیں سب گناہ ان کے سر ہیں، اگر یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ تو بتائیں گناہ کس کے سر پر ہوگا؟

ج...... اگر آپ کو یقین ہے کہ تین بار کہا تھا تو ان کی قسم کا کوئی اعتبار نہ کیجئے، اور ان کے پاس جانے اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کردیجئے، اور ہر حال میں ان سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کیجئے۔ اور اگر آپ کو یقین نہیں تو گناہ وثواب اس کے ذمہ ہے، آپ اس کی بات پر یقین کرسکتی ہیں۔

نامرد کی بیوی کا حکم

نامرد سے شادی کی صورت میں بیوی کیا کرے؟

س……ایک نامرد شخص نے نکاح کیا اور عرصہ چار ماہ عورت اس کے پاس رہی اور اس کے مخصوص کمرے میں سوتی رہی، لیکن اس کی حیثیت کنواری کی ہے۔ اس کے بعد وہ عورت والدین کے گھر چلی آئی اور لڑکے سے اس کے والدین نے طلاق کا مطالبہ کیا، مگر وہ لڑکا رقم بٹورنے کے خیال میں طلاق نہیں دیتا، لہٰذا طلاق کی صورت اور حق مہر کی بابت مسئلہ واضح فرمائیں۔

ج……شادی کے وقت عورت کنواری تھی تو عدالت کے ذریعہ نامرد خاوند کو ایک سال کی مہلت بغرض علاج دی جائے گی، ایک سال بعد خاوند صحبت پر قادر ہوجائے تو منکوحہ کو رکھے اور اگر ایک سال میں بھی قادر نہ ہوسکے تو عدالت سے نکاح ختم کرنے کی درخواست دے کر نکاح ختم کراسکتی ہے۔ عدالت کی تفریق طلاقِ بائن سمجھی جائے گی اور عورت پر عدّت لازم ہوگی اور مرد پر مہر پورا ادا کرنا لازمی ہوگا۔

س……ایک لڑکا پیدائشی نامرد ہے، جس کی تصدیق خود ڈاکٹر اور لڑکا بھی کرتا ہے، اور علاج وغیرہ بھی کرایا گیا لیکن معالج نے صرف اس وجہ سے لڑکے کو جواب دے دیا کہ یہ پیدائشی طور پر صحیح نہیں ہے، اس لئے اس کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اور عورت نے عدالت میں اپنے خاوند پر تنسیخِ نکاح کا دعویٰ کیا اور حاکمِ وقت نے فیصلہ بھی عورت کے حق میں دے دیا کہ یہ عورت بغیر اپنے خاوند سے طلاق لئے کسی اور جگہ نکاح کرسکتی ہے، جبکہ خاوند سے بار بار

طلاق کا اصرار بھی کیا گیا، لیکن وہ بضد ہے اور طلاق نہیں دیتا۔ ان تمام صورتوں کے ہوتے ہوئے ازرُوئے شریعتِ محمدی کیا حکم ہے؟

ج…… جب لڑکا پیدائشی نامرد ہے اور اس کی تصدیق ہوچکی ہے کہ اس کا علاج نہیں ہوسکتا تو لڑکے پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اور اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو عدالت ان دونوں کے درمیان تفریق کا فیصلہ کردے، عدالت یہ فیصلہ طلاق کے حکم میں ہوگا، لہٰذا لڑکی دُوسری جگہ (عدّت کے بعد) نکاح کرسکتی ہے۔

عدّت

عدّت کس پر واجب ہوتی ہے؟

س...... ہمارے یہاں عورتوں کا ایک غلط عقیدہ ہے، وہ یہ کہ اگر بیٹی کا انتقال ہوجائے تو اس لڑکی کی ماں عدّت کرتی ہے، ساس اور سسر کا انتقال ہو تو اس کی بہو، اگر زیادہ بہوئیں ہوں تو وہ سب عدّت اور گھونگھٹ کرتی ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ عدّت صرف اس پر فرض ہے جس کا شوہر انتقال کرجائے نہ کہ بیٹی، ساس اور سسر اور کوئی عزیز رشتہ دار کے انتقال پر عدّت کرنا فرض ہے۔ یہ سب کہاں تک دُرست ہے؟

ج...... عدّت اسی عورت کے ذمہ ہے جس کے شوہر کا انتقال ہوا ہو، اس کے ساتھ دُوسری عورت کا عدّت میں بیٹھنا فضول حرکت ہے، البتہ نامحرَموں سے پردہ اور گھونگھٹ عدّت کے بغیر بھی ہر عورت پر لازم ہے۔

عدّت کے ضروری اَحکام

س...... آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ شریعت میں عورت کو "عدّت" کس طرح کرنا چاہئے؟ بڑی بوڑھیاں کہتی ہیں کہ جس عورت کا شوہر مرجائے وہ عورت عدّت کے اندر سر میں تیل نہیں ڈال سکتی، خواہ کتنا ہی سر میں درد ہو، اور تینوں کپڑے عورت کو سفید پہننے چاہئیں، ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہننا چاہئیں وغیرہ۔ آپ سے گزارش ہے کہ شریعت میں جس طرح عورت کو عدّت گزارنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

ج...... عدّت کے ضروری اَحکام یہ ہیں:

ا:...... شوہر کی وفات کی عدّت چار مہینے دس دن ہے، اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہو تو چار قمری مہینے اور اس سے دس دن اُوپر عدّت گزارے، خواہ مہینے اُنتیس

کے ہوں یا تیس کے۔ اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو انتقال ہوا تو ایک سو تیس دن پورے کرے۔

۲:...... عدّت گزارنے کے لئے گھر میں کسی مخصوص جگہ بیٹھنا ضروری نہیں، گھر بھر میں جہاں جی چاہے رہے، چلے پھرے۔

۳:...... عدّت میں عورت کو بناؤ سنگھار کرنا، چوڑیاں پہننا، زیور پہننا، خوشبو لگانا، سرمہ لگانا، پان کھاکر منہ لال کرنا، مسی ملنا، سر میں تیل ڈالنا، کنگھی کرنا، مہندی لگانا، ریشمی، رنگے اور پھول دار اچھے کپڑے پہننا جائز نہیں، ایسے معمولی کپڑے پہنے جن میں زینت نہ ہو۔

۴:...... سر دھونا اور نہانا عدّت میں جائز ہے، اور سر میں درد ہو تو تیل لگانا بھی جائز ہے، ضرورت کے وقت موٹے دندانوں کی کنگھی کرنا بھی جائز ہے، علاج کے طور پر سرمہ لگانا بھی جائز ہے، مگر رات کو لگائے، دن کو صاف کردے۔

۵:...... عدّت کے دوران گھر سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ اتنی غریب ہے کہ اس کے پاس گزارے کے لئے خرچ نہیں، تو پردے کے ساتھ محنت مزدوری کے لئے جاسکتی ہے، لیکن رات اپنے گھر آکر گزارے اور دن میں کام سے فارغ ہوکر فوراً آجائے، بلاضرورت باہر رہنا جائز نہیں۔

۶:...... اسی طرح اگر بیمار ہوجائے تو علاج کی مجبوری سے حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جانا بھی جائز ہے۔

وفات کی عدّت

س...... ہمارے محلے میں ایک عورت کا شوہر مرگیا، جب اس کا جنازہ جانے لگا تو محلے کی عورتوں نے اسے گھر کے دروازے سے باہر نکال دیا، اور یہ کہا کہ جو عورت روتے ہوئے گھر سے باہر نکال دی جائے وہ عدّت نہیں کرتی۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں بتایئے کہ یہ بات کس حد تک ٹھیک ہے؟

ج...... ان عورتوں کی یہ بات بالکل غلط ہے، عورت پر وفات کی عدّت لازم ہے۔

رُخصتی سے قبل بیوہ کی عدّت

س...... ایک لڑکی کا نکاح ہوا، لیکن ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا شوہر ایک حادثے میں فوت ہوگیا، اب کیا اس عورت کو عدّت گزارنا ہوگی یا نہیں؟ اور مہر ملے گا؟ اگر ملے گا تو کتنا ملے گا؟

ج...... اگر رُخصتی سے قبل شوہر کا انتقال ہوجائے تب بھی لڑکی کے ذمہ ''عدّتِ وفات'' چار مہینے دس دن لازم ہے، اور وہ پورے مہر کی مستحق ہے، جو مرحوم کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا، اور وہ شوہر کے ترکہ میں بیوہ کے حصے کی بھی مستحق ہے۔

حاملہ کی عدّت

س...... میری بیٹی کو میرے داماد نے غصّے میں آکر میرے ہی گھر میں میری موجودگی میں طلاق دے دی، کیونکہ وہ میری بیٹی کو رکھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ایک مولوی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حاملہ پر طلاق نہیں ہوتی، اور جب تک طلاق نہیں ہوتی عدّت لازم نہیں۔ جبکہ میرا داماد مصر ہے کہ طلاق ہوجاتی ہے اور عدّت لازم ہے اس کو عدّت میں رکھا جائے جب تک وضعِ حمل نہ ہو۔ کیا طلاق ہوگئی اور عدّت لازم ہے؟

ج...... حمل کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے، اور حاملہ کی عدّت وضعِ حمل ہے، جب بچے کی پیدائش ہوجائے تو عدّت ختم ہوجاتی ہے۔ آپ کے داماد نے اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی دی ہیں تو عدّت کے اندر رُجوع کرسکتا ہے، اور عدّت کے بعد فریقین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، اگر تین طلاقیں دیں تو رُجوع نہیں کرسکتا، بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔

پچاس سالہ عورت کی عدّت کتنی ہوگی؟

س...... بیوہ عورت جس کی عمر پچاس سال سے کم ہے اور بغیر حمل کے ہے، اس کی عدّت کی مدّت کتنی ہوگی؟ اور وہ گھر میں معمولی کام کاج مثلاً: جھاڑو دینا یا روٹی پکانا وغیرہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کے ساتھ بہو بھی رہتی ہے۔

ج...... شوہر کی وفات کی عدّت حاملہ کے لئے وضعِ حمل ہے، اور جو عورت حاملہ نہ ہو اس کی

عدّت چار مہینے دس دن ہے، خواہ بوڑھی ہو یا جوان یا نابالغ۔ عدّت کے دوران گھر کا کام کاج کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

کیا شہید کی بیوہ کی بھی عدّت ہوتی ہے؟

س…… اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کہ شہید کو مردہ کہا جائے، بلکہ وہ زندہ ہے، لیکن ہمیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔ مقصد یہ کہ جس طرح ایک عورت اپنے شوہر کے مرنے کے بعد عدّت کرتی ہے کیا شہید کی بیوہ کو بھی عدّت کرنی ضروری ہے؟

ج…… شہید کی بیوہ کے ذمہ بھی عدّت ہے، اور عدّت کے بعد وہ دُوسری جگہ عقد بھی کرسکتی ہے۔ قرآن مجید کی آیت کا مطلب آپ نے صحیح نہیں سمجھا، کیونکہ جہاں یہ فرمایا ہے کہ: ''شہیدوں کو مردہ مت کہو'' وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ: ''وہ زندہ تو ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کا شعور نہیں'' اس سے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی سے ہماری دُنیا کی زندگی مراد نہیں، بلکہ ایسی زندگی مراد ہے جو ہمارے حواس اور شعور سے بالاتر ہے، اس لئے شہیدوں پر دُنیا میں وفات پانے والے لوگوں کے اَحکام جاری ہوتے ہیں، چنانچہ ان کا جنازہ پڑھا جاتا ہے، ان کی وراثت تقسیم ہوتی ہے، ان کی بیواؤں پر عدّت لازم ہے اور عدّت کے بعد ان کو دُوسرا نکاح کرنا جائز ہے۔

رُخصتی سے پہلے طلاق کی عدّت نہیں

فہرست

س…… میرے والدین نے میرا ایک جگہ نکاح کرادیا، ابھی رُخصتی نہیں ہوئی تھی کہ میں نے اسے طلاق دے دی، اور طلاق دینے کے بعد کہا کہ: ''یہ عورت مجھ سے آزاد ہے میرا اس پر کچھ دعویٰ نہیں'' کیا وہ عورت دُوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے؟ کیا عدّت بھی لازم ہے؟

ج…… رُخصتی سے پہلے جب طلاق دی گئی ہے تو آپ کی بیوی کو طلاقِ بائن ہوگی اور اس صورت میں عورت پر عدّت بھی لازم نہیں ہے، لہٰذا طلاق کے فوراً بعد لڑکی کا نکاح کسی دُوسرے شخص سے ہوسکتا ہے۔

طلاق کی عدّت کے دوران اگر شوہر انتقال کر جائے تو کتنی عدّت ہوگی؟

س……اگر شوہر عورت کو طلاق دے اور عورت کی عدّت کے دوران شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت طلاق کی عدّت کے دن گزارے یا مرنے کی عدّت کے دن گزارے؟

ج……اگر عورت طلاق کی عدّت گزار رہی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا تو اس کی تین صورتیں ہیں، اور تینوں کا حکم الگ الگ ہے:

ا:……ایک صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو، اس کی عدّت وضعِ حمل ہے، بچے کی پیدائش سے اس کی عدّت ختم ہو جائے گی، خواہ طلاق دہندہ کی وفات کے چند لمحوں بعد بچہ پیدا ہو جائے، عورت کی عدّت ختم ہوگئی۔

۲:……دُوسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے رجعی طلاق دی ہو اور عدّت ختم ہونے سے پہلے اس کا انتقال ہو جائے، اس صورت میں طلاق کی عدّت کالعدم سمجھی جائے گی اور عورت نئے سرے سے وفات کی عدّت گزارے گی، یعنی چار مہینے دس دن۔

۳:……تیسری صورت یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو اور شوہر نے بائن طلاق دی تھی، پھر عدّت ختم ہونے سے پہلے مرگیا، اس صورت میں دیکھیں گے کہ طلاق کی عدّت زیادہ طویل ہے یا موت کی؟ ان دونوں میں سے جو زیادہ طویل ہوگی وہ اس کے ذمہ لازم ہوگی۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ عورت اس صورت میں طلاق اور وفات دونوں کی عدّت بیک وقت گزارے گی، ان میں سے اگر ایک پوری ہو جائے اور دُوسری کے کچھ دن باقی ہوں تو ان باقی ماندہ دنوں کی عدّت بھی پوری کرے گی۔

کیا بے آسرا عورت عدّت گزارے بغیر نکاح کر سکتی ہے؟

س……ایک عورت جو کہ عرصہ چھ ماہ سے بیمار تھی، اور اس چھ ماہ کے عرصے میں وہ اپنے شوہر کے قریب تک نہیں گئی، اسی مدّت کے بعد اس کا شوہر انتقال کر گیا اور اس عورت کے پانچ بچے ہیں، جن کی کفالت کرنے والا کوئی نہیں، بالکل بے آسرا ہیں، تو کیا ایسی صورت میں وہ

عورت بغیر عدّت گزارے دُوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ بغیر نکاح کے ان کے اخراجات وغیرہ کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

ج…… چار مہینے دس دن وفات کی عدّت شرعاً فرض ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ عورت نکاح نہیں کرسکتی بلکہ نکاح کی بات کرنا بھی حرام ہے۔ اگر واقعتاً وہ ایسی نادار ہے تو حکومت اور مسلمان معاشرے کا فرض ہے کہ عدّت کی مدّت تک اس کی کفالت کرے، یا وہ عورت اتنے عرصے تک محنت مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالے۔

کیا چار پانچ سال سے شوہر سے علیحدہ رہنے والی عورت پر عدّت واجب نہیں؟

س…… زید نے ایک عورت کو طلاق دِلائی اور دُوسرے دن اس سے نکاح کرلیا، زید کا کہنا ہے کہ عورت مذکورہ چار پانچ سال سے اسی شہر میں اپنے شوہر سے دُور رہی ہے، عدّت اس عورت پر واجب وفرض ہے جو شوہر کے ساتھ رہتی ہو۔

ج…… زید کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ اس عورت پر عدّت نہیں تھی، طلاق کے بعد عدّت ضروری ہے خواہ عورت شوہر کے پاس رہتی ہو یا عرصے سے شوہر سے الگ رہتی ہو۔ البتہ جس لڑکی کی رُخصتی سے پہلے طلاق ہوجائے اس کے ذمہ عدّت نہیں۔ بہرحال زید کو اپنی جہالت سے توبہ کرنی چاہئے اور عدّت کے اندر جو اس نے نکاح کیا وہ کالعدم ہے، عدّت کے بعد دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔

فہرست

نابالغ بچی کے ذمہ بھی عدّت ہے

س…… میری چھوٹی بہن جو اَبھی نابالغ ہے، ہم نے اس کا نکاح ایک اچھی جگہ دیکھ کر کیا کہ لڑکی کا نکاح جتنی جلدی ہوجائے اچھا ہے، لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ابھی نکاح کو صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ لڑکے کو کسی دُشمن نے قتل کردیا۔ ہم لوگوں نے لڑکی کے بالغ ہونے پر رُخصتی رکھی تھی، اب مسئلہ یہ ہے کیا نابالغ لڑکی کا جس کی رُخصتی بھی نہ ہوئی ہو، عدّت کرنا ضروری ہے؟

ج…… وفات کی عدّت نابالغ بچی کے ذمہ بھی لازم ہے۔

اگر عورت کو تین طلاق دینے کے بعد بھی اپنے پاس رکھا تو عدّت کا شرعی حکم

س……ایک شخص نے بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس کے بعد بیوی کو اپنے ساتھ رہنے پر راضی کرلیا، اور عرصہ دو سال تک ایک ساتھ رہے، لوگوں کی ملامت پر وہ پاک زندگی بسر کرنے پر تیار ہیں، لیکن دریافت کرنا ہے کہ عورت کی عدّت ان دو سالوں میں پوری ہوگئی یا نہیں؟ یعنی اب وہ کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے؟

ج……عورت کی عدّت تو گزر چکی ہے، چونکہ ان دونوں نے میاں بیوی کا تعلق ختم نہیں کیا، دونوں کا علیحدگی اختیار کرنا لازم ہے، اور علیحدگی کے بعد عورت پر نئے سرے سے عدت گزارنا ضروری ہوگا، اور جب عدّت پوری ہوجائے تب کسی دُوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے۔ نکاح کے بعد دُوسرے شوہر سے صحبت کرے، صحبت کے بعد دُوسرا شوہر از خود طلاق دے دے، یا مرجائے اور اس کی عدّت بھی گزر جائے تب پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ پہلے شوہر کے ساتھ پاک زندگی گزارنے کا کوئی طریقہ نہیں۔

بیوہ، مرحوم کے گھر عدّت گزارے

س……لڑکی تین ماہ کی حاملہ ہے، جبکہ عدّت بھی لڑکی نے مرحوم کے گھر نہیں کی، بلکہ سوئم والے دن چلی گئی، مہر کی رقم بھی لڑکی نے میرے بھائی کے مرنے کے بعد معاف کردی تھی اور اب اگر وہ یہ کہے کہ ہم یہ بھی لیں گے تو اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

ج……مرحوم کی بیوہ کو مرحوم کے گھر پر عدّت گزارنا لازم ہے، اور عدّت سے پہلے گھر سے نکل جانا سخت گناہ ہے، حاملہ کی عدّت وضعِ حمل ہے، مہر اگر وہ بخوشی معاف کرچکی ہے تو اس کا دوبارہ مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

فہرست

حرام کاری کی عدّت نہیں ہوتی

س……ایک مرد، عورت عرصے سے حرام کاری میں مصروف تھے، لوگوں کے معلوم ہونے پر انہوں نے حرام کاری کے دوران دو آدمیوں کی موجودگی میں نکاح کرلیا، عدّت کے وقفے کا کوئی خیال نہ رکھا، کیا یہ نکاح دُرست ہے یا باطل؟

ج……نکاح صحیح ہے، حرام کاری کی عدّت نہیں ہوتی۔

عدّت کے دوران عورت کی چوڑیاں اُتارنا

س……اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی شادی شدہ مرد کا انتقال ہوجائے تو اس کی بیوہ کے ہاتھوں سے چوڑیاں اُتاردی جاتی ہیں یا توڑ دی جاتی ہیں۔ آیا اسلامی اُصولوں کے مطابق یہ کہاں تک صحیح عمل ہے؟ حدیث میں اس بات کا کہیں ذکر ملتا ہے یا نہیں؟

ج……شوہر کے انتقال کے بعد عورت پر چار مہینے دس دن کی عدّت لازم ہے، اور عدّت کے دوران اس کے لئے زیب و زینت ممنوع ہے، اس لئے زیور اور چوڑیاں وغیرہ اُتار دی جاتی ہیں، البتہ اگر چوڑیوں کا اُتار لینا ممکن ہو تو ان کو توڑنا غلط ہے۔

عدّت کے دوران ظلم سے بچنے کے لئے عورت دُوسرے مکان میں منتقل ہوسکتی ہے

س……ایک نوجوان عورت کا شوہر انتقال کرگیا، تقریباً ایک ہفتہ ہوا ہے، عورت مذکورہ اپنے متوفی شوہر کے گھر پر عدّتِ وفات گزار رہی ہے، لیکن شوہر کے خاندان کے بعض لوگ یہ تقاضا کررہے ہیں کہ اس بیوہ کا نکاح فلاں فلاں سے کردیا جائے، اس سبب سے عورت کو ڈرا دھمکا رہے ہیں، ایسی صورت میں وہ اپنے والدین کے گھر جاسکتی ہے؟

ج……اَیامِ عدّت میں عورت سے نکاح کے سلسلے میں کسی قسم کی گفتگو حرام ہے۔ عورت کو اس اَمر کا شدید خوف وخطرہ ہو تو والدین کے مکان میں منتقل ہوسکتی ہے۔

کیا عدّت کے دوران عورت ضروری کام کے لئے عدالت جاسکتی ہے؟

س……ایک عورت کو جو عدّت کے دن گزار رہی ہے، عدالت میں طلب کیا جاتا ہے، حاکمِ

فہرست

عدالت کے سامنے اس کو بیان دینا ہے، اور ضروری دستاویزات پر دستخط کرنا ہیں، نیز عدالت میں اس کی حاضری سے اس کا اور اس کے بچوں کا مالی مفاد بھی وابستہ ہے، ایسی صورت میں اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

ج…… اس ضرورت کے لئے عدالت میں جاسکتی ہے، شام کو گھر واپس آجائے، رات اسی گھر میں گزارنا ضروری ہے۔

کیا دورانِ عدّت عورت کسی عزیز کے گھر جاسکتی ہے؟

س…… کیا بیوہ اپنے عزیز کے گھر جاسکتی ہے؟ جس میں اور اس گھر میں جہاں عدّت گزار رہی ہے، فاصلہ صرف ایک دیوار کا ہے۔

ج…… بیوہ ضرورت کی بنا پر دن کو گھر سے باہر جاسکتی ہے، مگر رات اپنے گھر رہے اور دن کو بھی شدید ضرورت کے بغیر نہ جائے۔

عدّت کے دوران ملازمت کرنا

س…… مدّتِ عدّت میں کوئی بہتر ملازمت مل جائے تو وہ شرعی طور سے ملازمت کرسکتی ہے یا کوئی مضائقہ ہے؟

ج…… اگر خرچ کا انتظام نہ ہو تو محنت مزدوری اور ملازمت جائز ہے، اور اگر خرچ کا انتظام ہو تو ملازمت بھی جائز نہیں۔

عدّت نہ گزارنے کا گناہ کس پر ہوگا؟

س…… طلاق دینے کے بعد بیوی کو اس کی ماں کے گھر بھیج دیا تھا، طلاق کے بعد اس نے عدّت نہیں گزاری اور نہ کسی پر یہ ظاہر کیا تھا کہ طلاق ہوگئی ہے، عدّت نہ گزارنے کا گناہ کس پر عائد ہوتا ہے؟

ج…… عدّتِ طلاق شوہر کے گھر گزارنے کا حکم ہے، اس مدّت کا نان و نفقہ شوہر کے ذمہ ہے، اس لئے اس کو ماں کے گھر بھیج دینا جائز نہیں تھا۔ طلاق اگر ''رجعی'' ہو تو عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں رہتی ہے، اس لئے اس کو چاہئے کہ خوب زیب و زینت کرے تاکہ شوہر کا دِل اس کی طرف مائل ہو اور وہ رُجوع کرلے۔

اور طلاقِ بائن اور موت کی عدّت میں عورت پر ''سوگ'' کرنا واجب ہے، نہ خوشبو لگائے، نہ اچھا کپڑا پہنے، نہ سرمہ لگائے، نہ تیل لگائے، نہ بغیر اضطراری حالت کے شوہر کے گھر سے نکلے۔

اگر عورت نے ان اُمور کی پابندی نہیں کی تو گنہگار ہوگی، اور عدّت کے دن پورے ہونے پر عدّت بہرحال ختم ہوجائے گی۔ آپ نے چونکہ طلاق کے بعد عورت کو ماں کے گھر بھیج دیا تھا اس لئے آپ بھی گنہگار ہوئے۔ اور اگر عورت نے عدّت کی شرائط پوری نہیں کیں تو وہ بھی گنہگار ہوئی۔

طلاق کے متفرق مسائل

جب تک سوتیلی ماں کے ساتھ بیٹے کا زنا ثابت نہ ہو وہ شوہر کے لئے حرام نہیں

س……زید نے اپنی سوتیلی ماں سے زنا کیا، زید کی چچی نے اس کی تمام حرکات کو دیکھا، زید نے چچی سے کہا کہ مجھے معاف کرو، آئندہ کے لئے ایسا نہیں کروں گا اور اس واقعہ کا ذکر کسی نہ کریں۔ صبح ہوتے ہی چچی نے شور مچا کر اس کی تشہیر کردی اور محلے کے ایک عالم کے پاس جا کر پورا واقعہ بیان کیا۔ عالم نے محلّہ والوں سے حالات دریافت کئے، معلوم ہوا کہ ان کے تعلقات ماں بیٹے جیسے نہ تھے، تو عالم نے محلّہ والوں کو جمع کر کے زید کی چچی سے شہادت طلب کی تو اس نے شہادت دینے سے انکار کردیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ مولانا صاحب نے ازراہِ احتیاط عمرو (یعنی زید کے باپ) سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو چھوڑ دو، اس نے نہیں چھوڑا، کیا یہ عورت عمرو کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک ورنہ حلال ہونے کی کیا صورت ہے؟

ج……جب تک شرعی گواہ موجود نہ ہوں، یا اس عورت کا خاوند تسلیم نہ کرے اس وقت تک حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، اور عمرو کا نکاح بدستور باقی رہے گا۔ شکوک و اوہام اور اَٹکل پچو سے شرعاً زنا کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ہاں! البتہ اگر صاحبِ واقعہ کو معلوم ہو تو دیانتاً حرمت آجائے گی، اور اگر شرعی گواہوں سے یا خاوند کے اقرار سے زید کا سوتیلی ماں سے زنا ثابت ہوجائے تو پھر عمرو پر اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی۔ اس صورت میں خاوند کو چاہئے کہ بیوی کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ بیوی کو زبان سے کہہ دے کہ: ''میں نے تجھے چھوڑ دیا'' اور پھر دونوں علیحدگی اختیار کرلیں۔ یا مسلمان حاکم میاں

بیوی میں تفریق کرادے۔

مطلقہ بیوی کا انتقام اس کی اولاد سے لینا سخت گناہ ہے

س……کوئی شخص اپنی پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور دُوسری شادی کرلے اور پہلی بیوی سے جو اولاد ہو، اس سے وہ انتقام پہلی بیوی کا لے، یعنی اس کو عاق کرنے کی کوشش کرے، ذرا تفصیل سے بیان کریں، کیا یہ رویہ دُرست ہے؟

ج……مطلقہ بیوی کا انتقام اس کی اولاد سے لینا اور اولاد کو عاق کرنا دونوں باتیں سخت گناہ ہیں، اور عاق کرنے سے بھی اس کی اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوگی۔

اگر بہو سسر پر زنا کا دعویٰ کرے تو حرمتِ مصاہرت!

س……اگر ایک بہو اپنے سسر پر زنا کا دعویٰ کرے، اس پر حرمتِ مصاہرہ لازم آتی ہے یا کہ نہیں؟

ج……اگر شوہر اس کی تصدیق نہیں کرتا تو حرمتِ مصاہرہ ثابت نہیں ہوگی۔

کیا بیٹا باپ کی طرف سے ماں کو طلاق دے سکتا ہے؟

س……اگر کسی عورت پر زنا کا الزام عائد ہوتا ہے اور اس کا شوہر اس ملک میں موجود نہیں اور زنا کے گواہ بھی موجود ہیں تو کیا اس کے بیٹے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ماں کو باپ کی طرف سے طلاق دے سکتا ہے؟

ج……کوئی کسی کی طرف سے طلاق نہیں دے سکتا۔

کیا ”تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے“ کہنے والے کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی؟

س……دو شخص آپس میں ایک دِینی مسئلے پر تنازع کرتے ہیں اور ان میں سے ایک شخص دُوسرے کو غصے کی حالت میں کہتا ہے: ”تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے“ اور اس بات کی دو تین بار تکرار کرتا ہے، اس شخص کی بیوی کو طلاق ہوگی یا نہیں؟

فہرست

ج……اس شخص کا یہ کہنا کہ: ”تیری داڑھی شیطان کی داڑھی ہے“ شرعاً دُرست نہیں، اور یہ قول اس کا نہایت ناپسندیدہ اور داڑھی کی اہانت کا موجب ہے۔ اس لئے وہ سخت گنہگار ہوا، اس کو توبہ واِستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے مکمل احتراز کرنا چاہئے۔ البتہ اس لفظ سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوتی ہے، کیونکہ اس شخص کا مقصود داڑھی کی توہین نہیں۔

کسی کے پوچھنے پر شوہر کہے کہ ”میں نے طلاق دے دی ہے“ کیا طلاق ہوجائے گی؟

س……میرے شوہر ہر بات پر یہ دھمکی دیتے تھے کہ: ”میں تمہیں طلاق دے دُوں گا، اور دُوسری شادی کرلوں گا“ یہ جملہ انہوں نے تقریباً ایک لاکھ دفعہ دہرایا ہوگا۔ ہر موقع پر ان کا یہی تکیہ کلام تھا، اس کے بعد انہوں نے مجھے میرے میکے بھیج دیا اور لوگوں سے کہنا شروع کردیا کہ: ”میں نے طلاق دے دی ہے، معاملہ ختم کردیا ہے“ ایک دوجگہ اس طرح بھی ہوا کہ کسی نے پوچھا کہ: تم کیا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: ”طلاق!“ وہ مجھے واپس نہیں بلانا چاہتے اور طلاق دینا چاہتے ہیں، لیکن ان کی یہ کوشش ہے کہ میں طلاق کا مطالبہ کروں تاکہ مجھے مہر معاف کرنا پڑے اور مہر ادا کئے بغیر ان کی خواہش کی تکمیل ہوجائے۔

ج……اگر کسی کے پوچھنے پر شوہر یہ کہہ دے کہ: ”میں نے طلاق دے دی ہے“ تو اس سے طلاق ہوجاتی ہے، آپ اپنے شوہر کے خلاف عدالت میں دعویٰ کریں اور شہادتوں کے ذریعہ ثابت کریں کہ فلاں فلاں اشخاص کے سامنے اس نے طلاق کے الفاظ کہے ہیں۔ عدالت شہادتوں کی سماعت کے بعد طلاق کا فیصلہ دے دی گی اور آپ کا مہر بھی دِلا دے گی۔

نکاح وطلاق کے شرعی اَحکام کو جہالت کی روایتیں کہنے والے کا حکم

س……عید کے بعد سخت غصّے کی حالت میں خاوند نے مجھ سے صاف صاف الفاظ میں اس طرح کہا: ”میری طرف سے تجھے طلاق، طلاق، طلاق، تو آج سے میری ماں کے برابر ہے“ جب غصہ اُترا تو کہنے لگے: ”غصّے کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی، اس کے لئے

باقاعدہ درخواست دینا پڑتی ہے، جب کہیں طلاق ہوتی ہے۔‘‘ میں نے اپنے ایک ہمسایہ سے پوچھا، اس نے کہا: اب تو تمھیں طلاق پڑ چکی ہے۔ لیکن خاوند کسی طرح نہیں مانتا، میں نے قرآن شریف اور بہشتی زیور دِکھایا تو اس نے نعوذ باللہ بُرا بھلا کہنا شروع کردیا کہ یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں، آج پڑھا لکھا معاشرہ ہے، اس پر کوئی عمل نہیں کرتا۔ ویسے میرا تو قرآن شریف اور حدیث پر پورا پورا ایمان ہے، لیکن یہ آدمی مجھے زبردستی گناہ کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رہا ہے، لیکن میں اِن شاء اللہ انجام کی پروا کئے بغیر ایسا نہ کروں گی چاہے میری حالت کچھ ہو۔

ج...... طلاق غصّے ہی میں دی جاتی ہے، ہنسی خوشی میں طلاق کون دیا کرتا ہے؟ غصّے کی حالت میں طلاق ہوجاتی ہے اور زبانی طلاق دینے سے بھی طلاق ہوجاتی ہے۔ اس شخص کا یہ کہنا کہ: ’’یہ تو جہالت کے وقت کی روایتیں ہیں‘‘ کلمۂ کفر ہے، اس شخص کو اپنے ایمان کی تجدید کرنی چاہئے۔ اور آپ اس کے لئے بالکل حرام ہوچکی ہیں، اس سے علیحدگی اختیار کرلیجئے۔

پرورِش کا حق

باپ کو بچی سے ملنے کی اجازت نہ دینا ظلم ہے

س…… زید اور اس کی بیوی کے درمیان طلاق ہوگئی، ان کی ایک بچی بھی ہے جس کی عمر تقریباً پونے دو سال ہے اور جو اپنی ماں کے پاس اپنے نانا کے گھر ہے۔ زید اپنی مطلقہ کو اَیامِ عدّت کا خرچ بھی دے چکا ہے، نیز بچی کی پرورِش کا خرچ بھی وہ بذریعہ منی آرڈر متعدّد بار بھیج چکا ہے جو کہ بچی کی ماں وصول نہیں کرتی، زید اپنی بچی سے ملنا چاہتا ہے جبکہ بچی کی ماں اور اس کے نانا بچی کو اپنے باپ سے قطعاً ملنے نہیں دیتے۔ تو شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ آیا زید اپنی بچی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟

ج…… باپ اپنی بچی سے جب چاہے مل سکتا ہے، اس سے نہ ملنے دینا ظلم ہے، غالباً ان کو یہ خطرہ ہوگا کہ باپ بچی کو نہ لے جائے اور ماں سے جدا نہ کردے، اگر ایسا اندیشہ ہو تو اس اندیشے کا تدارک کرنا چاہئے۔

بچوں کی پرورِش کا حق

س…… میں نے اپنی بیوی کو بوجہ خلافِ شرع کاموں کی مرتکب ہونے کے طلاق دے دی، الفاظ یوں ادا کئے: ”میں نے اپنی بیوی کو جو میرے نکاح میں ہے، اس کو طلاق دی“ یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا تھا، کیا یہ طلاق ہوگئی ہے؟ مجھے اپنی بیوی کا مہر کتنے دن کے اندر اندر ادا کرنا چاہئے؟ میرے کم عمر بچے، بچی ایک ڈھائی سال کی، ایک ایک سال کی اسی کے پاس ہے، وہ ان کو کتنے عرصے تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے؟ کیا مجھے ان بچیوں کا خرچہ دینا پڑے گا؟

ج…… آپ کی بیوی نکاح سے نکل گئی، نکاح ٹوٹ گیا، بیوی حرام ہوگئی، اب دوبارہ رُجوع یا تجدیدِ نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ مہر واجب ہے جلد از جلد ادا کردینا چاہئے۔ لڑکیوں کو ماں

اپنے پاس ان کے جوان ہونے تک (یعنی ۹ برس کی عمر تک) رکھ سکتی ہے، البتہ اگر ماں کی اخلاقی حالت خراب ہو یا وہ بچیوں کے غیرمحارِم میں نکاح کرلے تو اس کا حقِ پروَرِش ساقط ہوجائے گا۔ پروَرِش کا خرچ ہر حال میں باپ کے ذمہ ہوگا۔

بچہ سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا

س......طلاق کی صورت میں بچوں کی پروَرِش کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ج......طلاق کے بعد بچہ سات سال کی عمر تک اپنی والدہ کے پاس رہتا ہے، اس کے بعد بچے کا والد اس کو لے سکتا ہے، اور لڑکی جوان ہونے تک والدہ کے پاس رہتی ہے، جوان ہونے کے بعد باپ اس کو لے سکتا ہے۔ نکاح کرانے کا اختیار اسی کو ہے اور اگر فساد کا اندیشہ ہو تو باپ بچی کو ۹ برس کی مدّت کے بعد لے سکتا ہے۔

نان ونفقہ

بلاوجہ ماں باپ کے ہاں بیٹھنے والی عورت کا خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں

س...... میری بیوی عرصہ ۷ ماہ سے اپنے والدین کے گھر ناراض ہوکر بیٹھ گئی ہے، اور میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کا خرچہ اور بچوں کا خرچہ مسلسل بھیج رہا ہوں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ آخر کب تک بھیجتا رہوں گا، کیونکہ نہ ان کو میری فکر ہے اور نہ ہی لڑکی کے ماں باپ کو یہ فکر ہے کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے پاس بھیجیں۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا مجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ہر ماہ باقاعدگی سے ان کو خرچ وغیرہ بھیجتا رہوں یا نہیں؟

ج...... بیوی شوہر سے نان ونفقہ وصول کرنے کی اس وقت تک مستحق ہے جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر آباد ہو، اگر وہ شوہر کی اجازت ومنشاء کے بغیر بلاوجہ اپنے میکے میں جا بیٹھے تو وہ شرعاً ''ناشزہ'' (نافرمان) ہے، اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ نہیں۔

بچے کے اخراجات

س...... خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بیوی کے اصرار پر لڑکا جو کہ طلاق کے وقت پانچ ماہ کا تھا بیوی کے حوالے کر دیا، اب جب لڑکا چھ سال کا ہوگیا ہے تو خاوند نے کہا کہ بچہ مجھے دے دو، اس پر بیوی نے مقدمہ کیا کہ یا تو بچہ میرے پاس رہے یا یہ کہ چھ سال بچے کی پروَرِش کا خرچہ مجھے دے جو کہ بیس ہزار روپے ہے۔ کیا باپ کے ذمہ ان گزشتہ سالوں کا خرچ دینا لازمی ہے؟ جبکہ بیوی نے دُوسری شادی بھی کرلی ہے۔

ج...... بچے کا خرچ اس کے باپ کے ذمہ ہے، اس کا فرض تھا کہ بچے کے اخراجات ادا کرتا، اور اگر اس نے ادا نہیں کئے تو بچے کی ماں وصول کرنے کی مجاز ہے۔

مطلقہ عورت کے لئے عدّت میں خوراک و رہائش کس کے ذمہ ہے؟

س...... مطلقہ عورت نان ونفقہ وخوراک، لباس، مکان، علاج ومعالجے کے لئے کتنی رقم پانے کی مستحق ہے؟ کیا برادری والے اس قضیہ کا تصفیہ کرسکتے ہیں؟

ج...... مطلقہ عورت کو طلاق دہندہ کے گھر میں عدّت گزارنا لازم ہے، اور وہ عدّت پوری ہونے تک طلاق دہندہ کی جانب سے رہائش اور نان ونفقہ کی مستحق ہے، اور اس کی مقدار کا تعین مرد کی حیثیت کا لحاظ رکھتے ہوئے کیا جانا چاہئے۔

طلاق دینے والا مطلقہ کو کیا کچھ دے گا؟ اور بچہ کس کے پاس رہے گا؟

س...... میاں بیوی میں طلاق ہوجاتی ہے، ان کا ایک بچہ ہے جو تقریباً ایک سال کا ہے، وہ کس کے پاس رہے گا، باپ کے پاس یا ماں کے پاس؟ اس کے علاوہ خاوند بیوی کو کیا کچھ دے گا؟

ج...... مذکورہ صورت میں شوہر پر پورا مہر ادا کرنا لازم ہے (اگر پہلے ادا نہ کیا ہو یا عورت نے معاف نہ کردیا ہو)، اس کے علاوہ مطلقہ کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے، اور عدّت کے دوران کا نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے، اس کے علاوہ شوہر کے ذمہ کوئی چیز نہیں۔ بچہ سات برس کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رہے گا، سات سال کے بعد باپ اس کو لے سکتا ہے، اور لڑکی جوان ہونے تک اپنی والدہ کے پاس رہے گی اس کے بعد باپ کے پاس۔

بیوی کا نان ونفقہ اور اقارب کے نفقات

س...... عرض یہ ہے کہ ازدواجی رشتہ فقہ کی رُو سے ''جدی'' ہے یا ''رحمی''؟ وضاحت سے سمجھایئے، جدی اور رحمی رشتے کے طرفین پر کیا حقوق ہیں؟ مرد کی ماہانہ کمائی اس کا اثاثہ ہوتا ہے، دورِ حاضر کی بیوی کل اثاثہ کی خود کو حق دار اور مختارِ کل متصوّر کرتی ہے، اور شوہر کو اس کے جدی حقوق کی تکمیل میں مختلف طریقوں سے رُکاوٹیں کھڑی کردیتی ہے جس کی وجہ سے مرد سخت گنہگار ہوتا ہے۔ فقہِ حنفیہ کی روشنی میں پوری وضاحت سے سمجھایا جائے کہ شوہر کے ماہانہ اثاثے کے وارث اور حق دار جدی رشتے سے معمر والدین اور حقیقی بہن بھائی غیرشادی

شدہ ہیں یا بر بنا رحمی رشتہ بیوی کے والدین اور ان کی اولاد ہیں؟

ج…… میاں بیوی کا رشتہ نہ جدی ہے، نہ رحمی، دونوں سے الگ ازدواجی رشتہ ہے۔ شوہر کے ذمہ بیوی کا نان و نفقہ ہے، اور دیگر اہلِ قرابت کے حقوق بھی مرد کے ذمہ ہیں۔ اگر بیوی ان حقوق کی ادائیگی سے مانع نظر آتی ہے تو یہ اس کی کم ظرفی و بے دِینی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ایک بڑے درجے کے اِمام، محدّث، فقیہ اور مجاہد ہوئے ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''عورتوں کا وہ فتنہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے لئے قطع رحمی کا سبب بنتی ہیں، اور ان کو معمولی رذیل پیشوں کا محتاج کرتی ہیں۔'' اس لئے جس عورت کا شوہر اس کے نان و نفقہ کے حقوق ادا کر رہا ہو اس کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ اسے اپنے والدین اور عزیز و اقارب کی مالی خدمت سے روکے۔ رہا عزیز رشتہ داروں کے حقوق کا تعین، تو یہ مسئلہ کافی تفصیل طلب ہے، اس کا اُصول اور ضابطہ میں عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر والدین یا دُوسرے رشتہ دار خود غنی ہوں تو ان کی مالی کفالت آپ کے ذمہ نہیں، اور اگر وہ نادار ہوں تو ان کی کفالت کا بار حصہ رسدی ان لوگوں پر آتا ہے جو ان کے مرنے کے بعد وارث ہوں، مثلاً: آپ کا کوئی عزیز نادار ہے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ خدانخواستہ اس کا انتقال ہوجائے تو اس کی وراثت کا کتنا حصہ آپ کو ملے گا؟ بس اس کے مصارف کا اتنا حصہ ہی آپ کے ذمہ واجب ہے، اور اس سے زیادہ محض احسان ہے۔

عائلی قوانین

عائلی قوانین کا گناہ کس پر ہوگا؟

س…… ایک سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ''اَیوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کے عائلی قوانین کے مطابق کونسلر صاحب کو طلاق کی اطلاع دینا ضروری ہے، اور شوہر تین طلاق کے بعد بھی اپنی بیوی سے بذریعہ کونسلر مصالحت کرسکتا ہے جبکہ تین طلاق کے بعد مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔'' اگر مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو پھر ہمارے اسلامی ملک میں یہ غیر اسلامی قانون کیوں نافذ ہے؟ موجودہ دور میں کونسلر بھی موجود ہیں اور یقیناً اس قانون پر عمل درآمد بھی ہو رہا ہوگا، اور بہت سے لوگوں کو قانون کے سائے میں گناہ کی زندگی کی طرف راغب کیا جارہا ہوگا، اس گناہ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ کیا ہم پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ اس قانون کے نفاذ اور مقاصد کا جائزہ لیتے ہوئے یا تو اسلامی سانچے میں اس قانون کو ڈھلوائیں یا پھر اس کو ختم کروائیں۔ جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے تو اَیوب خان (سابق صدرِ پاکستان) کے عائلی قوانین کا صرف ایک مقصد سمجھ میں آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طلاق کے بڑھتے ہوئے رُجحان کو روکا جاسکے، یقیناً یہ ایک بُری لعنت ہے لیکن بُرائی کا خاتمہ بُرائی سے کرنا کہاں کی عقل مندی ہے؟ اگر عائلی قوانین کے نفاذ کا مطلب طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکنا تھا تو کیا اسے اس طرح نافذ نہیں کیا جاسکتا تھا کہ ہر شخص کو اس بات کا پابند کردیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے کونسلر کو مطلع کرے تاکہ طلاق دینے کی وجوہات معلوم کرکے دونوں فریقوں میں مصالحت کی کوشش کروائی جاسکے۔ یقیناً اس طرح طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو روکا جاسکتا ہے۔

ج…… آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ دراصل حضراتِ علمائے کرام کی طرف سے اَیوب

خان (سابق صدرِ پاکستان) کو بھی اچھی اچھی تجاویز پیش کی گئی تھیں اور موجودہ حکومت کو بھی پیش کی جاچکی ہیں، لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ عائلی قوانین، جس میں اسلامی اَحکام کو بالکل مسخ کردیا گیا ہے، اب تک پاکستان پر مسلط ہیں۔ بلکہ شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے بھی خارج ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کی کافر حکومت مسلمانوں کے عائلی قوانین کو مسخ کرنے کی جرأت نہیں کرسکی، لیکن پاکستان میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں اسلامی قوانین کی مٹی پلید کی گئی ہے۔ اب یہ ارکانِ اسمبلی کا فرض ہے کہ وہ خدا کے غضب سے ڈریں اور اس خلافِ اسلام قانون کو منسوخ کرائیں۔

خلع کی شرعی حیثیت اور ہمارا عدالتی طریقۂ کار

س......آپ نے ۱۲؍اگست ۱۹۹۴ء کے اسلامی صفحہ اقرأ میں لکھا تھا کہ خلع کے لئے زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کی ڈگری دے دی تو خلع نہیں ہوگا اور عورت کے لئے دُوسری جگہ نکاح کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

۲؍ستمبر ۱۹۹۴ء کے روزنامہ ''جنگ'' میں ایک خاتون حلیمہ اسحاق صاحبہ نے آپ کے مسئلے کی مدلل تردید کرتے ہوئے لکھا کہ عورت خود خلع لے سکتی ہے اور عدالت بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع دے سکتی ہے، تین ہفتے بعد ۲۳؍ستمبر کے اسلامی صفحہ میں آپ نے دوبارہ وہی مسئلہ لکھا لیکن اس مضمون کا کوئی جواب نہیں دیا۔

مولانا صاحب! اس مضمون سے بہت سے لوگ شک و شبہ میں مبتلا ہوگئے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ حلیمہ اسحاق نے قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ مسئلہ لکھا تھا، مگر آپ اس کے دلائل کا کوئی توڑ نہیں کرسکے، ازراہ کرم دلائل کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت کیجئے اور بے شمار لوگوں کے ذہن کی اُلجھن دُور ہو۔

ج......محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کا مضمون شائع ہونے پر بہت سے لوگوں نے خطوط اور ٹیلیفون کے ذریعہ اس ناکارہ سے وضاحت طلب کی، اس ناکارہ نے ان کو تو جواب دے دیا اور مسئلے کی وضاحت بھی دوبارہ شائع کردی، لیکن محترمہ حلیمہ کے مضمون سے تعرض کرنا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ ایک نامحرَم خاتون کا نام لیتے ہوئے بھی طبعی طور پر شرم و حیا مانع آتی

فہرست

ہے، چہ جائیکہ ایک خاتون کی تردید میں قلم اُٹھایا جائے۔ اگر محترمہ نے یہ مضمون اپنے والد، بھائی یا شوہر کے نام سے شائع کردیا ہوتا تو اس کی تردید میں یہ طبعی حجاب مانع نہ ہوتا، بہرحال چونکہ اس مضمون سے بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں، اس لئے یہ وضاحت کردینا ضروری ہے کہ محترمہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ شرعی مسئلہ نہیں بلکہ ان کی انفرادی رائے اور ان کا اپنا اجتہاد ہے، کیونکہ تمام فقہائے اُمت اس مسئلے پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ (عقد) ہے جو فریقین (میاں بیوی) کی رضامندی پر موقوف ہے، حوالے کے لئے دیکھئے:

فقہِ حنفی:...... السرخسیؒ: مبسوط ج:۶ ص:۱۷۳۔ الکاسانیؒ: بدائع الصنائع ج:۳ ص:۱۴۵، ابنِ عابدین شامیؒ: حاشیہ درمختار ج:۳ ص:۴۴۱۔ عالمگیری ج:۱ ص:۴۸۸۔

فقہِ شافعی:...... اِمام شافعیؒ: کتاب الاُم ج:۵ ص:۲۱۴، ایضاً ج:۵ ص:۲۱۳، ایضاً ج:۵ ص:۲۱۲، ایضاً ج:۵ ص:۲۰۸۔ نوویؒ: شرح مہذب ج:۱۷ ص:۳۰۔

فقہِ مالکی:...... ابنِ رُشدؒ: بدایۃ المجتہد ج:۲ ص:۵۱۔ قرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۲۵۔

فقہِ حنبلی:...... ابنِ قیمؒ: زاد المعاد ج:۵ ص:۱۹۶۔ ابنِ قدامہؒ: المغنی ج:۳ ص:۱۷۴۔

فقہِ ظاہری:...... ابنِ حزم: المحلّٰی ج:۱۰ ص:۲۳۵ و ص:۸۸۔

لہٰذا شرعاً خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کا رضامند ہونا لازم ہے، نہ بیوی کی رضامندی کے بغیر شوہر اس کو خلع لینے پر مجبور کرسکتا ہے، اور نہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عورت خلع حاصل کرسکتی ہے، اسی طرح عدالت بھی میاں بیوی دونوں کی رضامندی کے ساتھ تو خلع کا حکم کرسکتی ہے، لیکن اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک راضی نہ ہو تو کوئی عدالت بھی خلع کا فیصلہ دینے کی مجاز نہیں۔

اس شرعی مسئلے کے خلاف محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کا یہ کہنا بالکل غلط اور قطعاً بے جا

فہرست

ہے کہ: ”قرآن وسنت کی روشنی میں خلع کے لئے خاوند کی اجازت یا مرضی ضروری نہیں۔“

اہلِ عقل وفہم کے نزدیک محترمہ کی اس رائے کی غلطی تو اسی سے واضح ہے کہ یہ رائے تمام اکابر ائمہ مجتہدینؒ کے خلاف ہے، لہٰذا اس رائے کو صحیح ماننے سے پہلے ہمیں یہ فرض کرلینا پڑے گا کہ گزشتہ صدیوں کے تمام ائمہ دِین، مجتہدینؒ اور اکابر اہلِ فتویٰ نہ قرآن کو سمجھ سکے اور نہ سنت کو۔ قرآن وسنت کو پہلی مرتبہ محترمہ حلیمہ اسحاق نے صحیح سمجھا ہے۔ کسی شخص کی ایسی انفرادی رائے جو اِجماعِ اُمت کے خلاف ہو، اس کے غلط اور باطل ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں، اس رائے کا خلافِ اِجماع ہونا ہی اس کے باطل ہونے کی کافی دلیل ہے۔

مگر دورِ حاضر کے اہلِ قلم شاید اپنے آپ کو اِمام ابوحنیفہؒ و اِمام شافعیؒ سے کم نہیں سمجھتے، اس لئے ضروری ہوا کہ محترمہ کے دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ محترمہ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں سورۃ البقرۃ کی آیت:۲۲۹ کا حوالہ دیا ہے، مگر چونکہ یہ آیت شریفہ، محترمہ کے خلاف جاتی تھی اس لئے انہوں نے نہ تو آیت شریفہ کا پورا متن یا ترجمہ نقل کرنے کی زحمت فرمائی، اور نہ اس اَمر کی وضاحت فرمائی کہ انہوں نے اس آیت شریفہ سے یہ ہولناک دعویٰ کیسے کشید کرلیا کہ:

”خلع کے لئے خاوند کی اجازت یا مرضی ضروری نہیں۔“

مناسب ہوگا کہ محترمہ کی غلط فہمی کی اصلاح کے لئے آیت شریفہ کا مستند ترجمہ نقل کردیا جائے، اس کے بعد قارئینِ کرام کو آیت کے مضمون پر غور وفکر کی دعوت دی جائے، تاکہ قارئین معلوم کرسکیں کہ آیا یہ آیت شریفہ، محترمہ حلیمہ اسحاق صاحبہ کے مدعا کی تائید کرتی ہے یا اس کی نفی کرتی ہے؟

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تفسیر ”بیان القرآن“ میں آیت شریفہ کا تشریحی ترجمہ حسبِ ذیل دیا گیا ہے:

”اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ (بیبیوں کو چھوڑتے وقت ان سے) کچھ بھی لو (گو وہ لیا ہوا) اس (مال) میں

فہرست

سے (کیوں نہ ہو) جو تم (ہی) نے ان کو (مہر میں) دیا تھا، مگر (ایک صورت میں البتہ حلال ہے وہ) یہ کہ (کوئی) میاں بی بی (ایسے ہوں کہ) دونوں کو احتمال ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ضابطوں کو (جو دربارۂ ادائے حقوقِ زوجیت ہیں) قائم نہ کرسکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو (یعنی میاں بی بی کو) یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابطِ خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔"

(حضرت تھانویؒ: بیان القرآن ج:۱ ص:۱۳۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اس آیت شریفہ کے مضمون کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

۱:...... اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو چھوڑنا چاہے تو بیوی سے کچھ مال لینا اس کے لئے حلال نہیں، خواہ وہ مال خود شوہر ہی کا دیا ہو کیوں نہ ہو۔

۲:...... صرف ایک ہی صورت ایسی ہے جس میں شوہر کے لئے بیوی سے معاوضہ لینا حلال ہے، وہ یہ کہ میاں بیوی دونوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے مقرّر کردہ ضابطوں کو قائم نہیں کرسکیں گے۔

۳:...... پس اگر ایسی صورتِ حال پیدا ہوجائے کہ میاں بیوی دونوں یہ محسوس کرتے ہوں کہ اب وہ میاں بیوی کی حیثیت سے حدودِ خداوندی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں کو خلع کا معاملہ کرلینے میں کوئی گناہ نہیں، اور اس صورت میں بیوی سے بدل خلع کا وصول کرنا شوہر کے لئے حلال ہوگا۔

۴:...... اور خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کی قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کچھ مال بطور "فدیہ" پیش کرے، اور شوہر اس کی پیشکش کو قبول کرکے اسے قیدِ نکاح سے آزاد کردے۔

آیت شریفہ کا یہ مضمون (جو میں نے چار نمبروں میں ذکر کیا ہے) اتنا صاف اور

’’دو اور دو چار‘‘ کی طرح ایسا واضح ہے کہ جو شخص سخن فہمی کا ذرا بھی سلیقہ رکھتا ہو وہ اس کے سوا کوئی دُوسرا نتیجہ اخذ ہی نہیں کرسکتا۔

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیتِ مقدسہ نے (جس کو ’’آیتِ خلع‘‘ کہا جاتا ہے) خلع کے معاملے میں اوّل سے آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کے شریک قرار دیا ہے، مثلاً:

✽:...... ’’اِلَّآ اَنْ یَّخَافَا‘‘ (اِلَّا یہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو)۔

✽:...... ’’اَلَّا یُقِیْمَا‘‘ (کہ وہ دونوں قائم نہیں کرسکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو)۔

✽:...... ’’فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا‘‘ (پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کرسکیں گے)۔

✽:...... ’’فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا‘‘ (تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)۔

✽:...... ’’فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ‘‘ (اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرے)۔

فرمائیے! کیا پوری آیت میں ایک لفظ بھی ایسا ہے جس کا مفہوم یہ ہو کہ عورت جب چاہے شوہر کی رضامندی کے بغیر اپنے آپ خلع لے سکتی ہے؟ اس کے لئے شوہر کی رضامندی یا مرضی کی کوئی ضرورت نہیں؟ آیت شریفہ میں اوّل سے آخر تک ’’وہ دونوں، وہ دونوں‘‘ کے الفاظ مسلسل استعمال کئے گئے ہیں، جس کا مطلب اناڑی سے اناڑی آدمی بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ: ’’خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک ہیں، اور ان دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا تصوّر ہی ناممکن ہے۔‘‘

یاد رہے کہ پوری اُمت کے علماء و فقہاء اور ائمہ دِین نے آیت شریفہ سے یہی سمجھا ہے کہ خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے، جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، مگر حلیمہ اسحاق صاحبہ کی ذہانت آیت شریفہ سے یہ نکتہ کشید کر رہی ہے کہ جس طرح طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، اسی طرح خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جس میں شوہر کی مرضی و نامرضی کا کوئی دخل نہیں۔ فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے خلاف اور قرآنِ کریم کے

صریح الفاظ کے علی الرغم قرآنِ کریم ہی کے نام سے ایسے نکتے تراشنا ایک ایسی ناروا جسارت ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جانی چاہئے اور جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کرسکتا۔

محترمہ حلیمہ اسحاق کی ذہانت نے یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہیں کرسکتے تو وہ ازخود زوجین کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کرسکتی ہے۔

اُوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ تمام فقہائے اُمت اس اَمر پر متفق ہیں کہ خلع، میاں بیوی دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر دونوں خلع پر رضامند نہ ہوں یا ان میں سے ایک راضی نہ ہو تو خلع نہیں ہوسکتا، لہٰذا حلیمہ صاحبہ کا یہ فتویٰ بھی اِجماعِ اُمت کے خلاف اور صریحاً غلط ہے، محترمہ نے اپنے غلط دعویٰ پر آیت شریفہ سے جو استدلال کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

> "اس آیت مبارکہ میں لفظ "خفتم" استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے: "پس اگر تمہیں خوف ہو" یعنی صرف شوہر اور بیوی کو مخاطب کیا ہوتا تو لفظ "خفتما" استعمال ہوتا، جس سے مراد ہے: "تم دونوں"، مگر لفظ "خفتم" کا استعمال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ کردو۔"

محترمہ کا یہ استدلال چند وجوہ سے غلط در غلط ہے:

اوّل:...... محترمہ کے یہ الفاظ کہ: "تو تمہیں اختیار ہے کہ انہیں الگ کردو" قرآنِ کریم کے کسی لفظ کا مفہوم نہیں، نہ قرآنِ کریم نے قاضی یا حاکم کو میاں بیوی کے درمیان تفریق کا کسی جگہ اختیار دیا ہے، اس مفہوم کو خود تصنیف کرکے محترمہ نے بڑی جرأت

وجسارت کے ساتھ اس کو قرآنِ کریم سے منسوب کردیا ہے۔

دوم:......آیت شریفہ میں: "فَاِنْ خِفْتُمْ" سے جو جملہ شروع ہوتا ہے وہ جملہ شرطیہ ہے، جو شرط اور جزا پر مشتمل ہے، اس جملے میں شرط تو وہی ہے جس کا ترجمہ محترمہ نے یوں نقل کیا ہے یعنی:

"اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو......"

اس "تو" کے بعد شرط کی جزا ہے، لیکن وہ جزا کیا ہے؟ اس میں محترمہ حلیمہ اسحاق کو اللہ تعالیٰ سے شدید اختلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شرط کی جزا یہ ذکر فرمائی ہے:

"فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ"

ترجمہ:...... "......تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے اور دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔"

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

لیکن محترمہ فرماتی ہیں کہ نہیں! اس شرط کی جزا یہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے، بلکہ اس شرط کی جزا یہ ہے کہ:

"تو (اے حکام!) تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں میاں بیوی کو الگ کردو۔"

گویا حلیمہ اسحاق صاحبہ...نعوذ باللہ...اللہ تعالیٰ کی غلطی نکال رہی ہیں کہ "فَاِنْ خِفْتُمْ" کی جو جزا اللہ تعالیٰ نے "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ" کے بلیغ الفاظ میں ذکر فرمائی ہے، یہ غلط ہے، اس کی جزا یہ ہونی چاہئے تھی:

"فلکم ان تفرقوا بینهما."

(تو تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں کے درمیان ازخود علیحدگی کردو)

کیسا غضب ہے کہ پورا ایک فقرہ تصنیف کرکے اسے قرآن کے پیٹ میں بھرا جاتا ہے، اور اس پر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں کہہ

رہی ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

سوم:...... محترمہ فرماتی ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے......۔''

''شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ'' کے الفاظ سے واضح ہے کہ محترمہ کے نزدیک بھی ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کا اصل خطاب تو میاں بیوی ہی سے ہے، البتہ ''ان کے ساتھ ساتھ'' یہ خطاب دُوسروں کو بھی شامل ہے، اب دیکھئے کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے صورتِ مسئلہ یہ ہوئی کہ:

*:...... خلع میاں بیوی کا شخصی اور نجی معاملہ ہے۔

*:...... خلع کے ضمن میں قرآنِ کریم بار بار میاں بیوی دونوں کا ذکر کرتا ہے (جیسا کہ اُوپر معلوم ہوچکا ہے)۔

*:...... اور ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' میں بھی اصل خطاب انہی دونوں سے ہے (اگرچہ ''ان دونوں کے ساتھ ساتھ'' قاضی یا حاکم بھی شریک ہیں)۔

ان تمام حقائق کے باوجود جب خلع کے فیصلے کی نوبت آتی ہے تو محترمہ فرماتی ہیں کہ میاں بیوی دونوں سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ آیا وہ خلع کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ بلکہ عدالت اپنی صوابدید پر علیحدگی کا یک طرفہ فیصلہ کرسکتی ہے، خواہ میاں بیوی ہزار خلع سے انکار کریں، مگر عدالت یہی کہے گی:

''مابدولت قطعی طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے، لہٰذا مابدولت ان دونوں سے پوچھے بغیر دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں، کیونکہ حلیمہ اسحاق کے بقول قرآن نے ہمیں اس کے اختیارات دیئے ہیں۔''

کیا محترمہ کا یہ نکتہ عجیب وغریب نہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں علیحدگی کا فیصلہ صادر کیا جارہا ہے ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، بس عدالت کا ''سکھا شاہی فیصلہ'' بیوی کو حلال وحرام کرنے کے لئے کافی ہے؟ کیا قرآنِ کریم میں دُور دُور بھی کہیں یہ مضمون

نظر آتا ہے؟

چہارم:...... ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کے خطاب میں مفسرین کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ یہ خطاب بھی میاں بیوی سے ہے، نہ کہ حکام سے، جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی تشریح اُوپر گزر چکی ہے۔

دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب میاں بیوی کے علاوہ حکام کو بھی شامل ہے، اب اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ یہ خطاب حکام سے ہے تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ خلع کے قضیہ میں بسااوقات حکام سے مرافعہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے حکام کو اس خطاب میں اس لئے شریک کیا گیا کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لئے لازم ہوگا کہ فریقین کو مناسب طرزِ عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اُسلوبی سے طے کرادیں، جیسا کہ صاحبِ کشاف، بیضاوی اور دیگر مفسرین نے اس کی تقریر کی ہے۔ بہرحال ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کا خطاب اگر حکام سے بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ عدالتوں اور قاضیوں کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے، اور یہ کہ انہیں زوجین کی رضامندی معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سربرآوردہ اور سنجیدہ افراد اور حکام و ولاۃ سب کو عام ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اس قول کے مطابق اس تعبیر کے اختیار کرنے میں ایک بلیغ نکتہ ملحوظ ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی کا معاملہ نہایت سنگین ہے، شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کی علیحدگی سے ہوتی ہے اتنی خوشی لوگوں کو چوری اور شراب نوشی جیسے بدترین گناہوں میں ملوّث کرنے سے بھی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، ان شیطانی لشکروں میں شیطان کا سب سے زیادہ مقرّب اس کا وہ چیلا ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے

زیادہ گمراہ کرے، ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور شیطان کو بتاتا ہے کہ آج میں نے فلاں فلاں گناہ کرائے ہیں (مثلاً: کسی کو شراب نوشی میں اور کسی کو چوری کے گناہ میں مبتلا کیا ہے)، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں (میاں بیوی کے پیچھے پڑا رہا، ایک دُوسرے کے خلاف ان کو بھڑکاتا رہا اور میں) نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا، یہاں تک آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کراکے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شیطان اس سے کہتا ہے کہ: ہاں! تو نے کارنامہ انجام دیا ہے، یہ کہہ کر شیطان اس سے بغل گیر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۱۸ بروایت صحیح مسلم)

شیطان کی اس خوشی کا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی سے بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں، پہلے تو یہ گھر اُجڑتا ہے، پھر ان کے بچوں کا مستقبل بگڑتا ہے، پھر دونوں خاندانوں کے درمیان بغض و عداوت اور نفرت و حقارت کی مستقل خلیج حائل ہوجاتی ہے اور ایک دُوسرے کے خلاف جھوٹ طوفان، طعن و تشنیع اور غیبت و چغل خوری تو معمولی بات ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک دُوسرے کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں، اور یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیطان کو زوجین کی تفریق سے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ کسی اور گناہ سے نہیں ہوتی، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مباح چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے:

"أبغض الحلال الی الله الطّلاق."

(مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت ابوداؤد)

ترجمہ:...... "اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے عورت کے مطالبۂ طلاق کا لائقِ نفرت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

"جس عورت نے اپنے شوہر سے شدید ضرورت کے بغیر

طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔“

(مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت مسندِ احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابنِ ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

”اپنے کو قیدِ نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔“ (مشکوٰۃ ص:۲۸۴ بروایت نسائی)

عورت بے چاری جذباتی ہوتی ہے، گھر میں ذرا سی نرمی، گرمی یا تلخ کلامی ہوئی، آٹھ بچوں کی ماں ہونے کے باوجود فوراً کہہ دے گی کہ: ”مجھے طلاق دے دو“، شوہر کہتا ہے کہ: ”اچھا دے دیں گے!“ تو کہتی ہے کہ: ”نہیں اسی وقت دو، فوراً دو“ بعض اوقات مرد بھی (اپنی مردانگی، حوصلہ مندی اور صبر و تحمل کی صفات کو چھوڑ کر) عورت کی ان جذباتی لہروں کے سیلاب میں بہہ کر طلاق دے ڈالتا ہے، اور اس کا نتیجہ، معمولی بات پر خانہ ویرانی نکلتا ہے، بعد میں دونوں اس خانہ ویرانی پر ماتم کرتے ہیں، اس قسم کے سیکڑوں نہیں، ہزاروں خطوط اس ناکارہ کو موصول ہو چکے ہیں۔

”فَاِنْ خِفْتُمْ“ کے خطاب میں میاں بیوی کے علاوہ دونوں خاندانوں کے معزّز افراد کے ساتھ حکام کو شریک کرنے سے... واللہ اعلم... مدعا یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کسی وقتی جوش کی بنا پر خلع کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو دونوں خاندانوں کے بزرگ اور نیک اور خدا ترس حکام ان کو خانہ ویرانی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور اگر معاملہ کسی طرح بھی سلجھنے نہ پائے تو پھر اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ دونوں کی خواہش و رضامندی کے مطابق ان کو خلع ہی کا مشورہ دیا جائے، ایسی صورت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

”اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ حدوں کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔“

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ”فَاِنْ خِفْتُمْ“ کے خطاب میں حکام کو شریک کرنے کا مطلب وہ نہیں جو محترمہ حلیمہ صاحبہ نے سمجھا ہے کہ حکام کو خلع کی یک طرفہ ڈگری دینے کا

اختیار ہے، بلکہ اس سے مدعا یہ ہے کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے، اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے اور گھر اُجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے، جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد ہے:

''اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔''

(النساء:۳۵، ترجمہ حضرت تھانویؒ)

الغرض اس خطاب کو عام کرنے سے مدعا یہ ہے کہ حتی الامکان میاں بیوی کی علیحدگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے، دونوں خاندانوں کے معزّز افراد بھی اور خداترس حکام بھی کوشش کریں کہ کسی طرح ان کے درمیان مصالحت کرادی جائے۔ ہاں! اگر دونوں خلع ہی پر مصر ہیں تو دونوں کے درمیان خوش اُسلوبی سے خلع کرادیا جائے۔ بہرحال محترمہ حلیمہ صاحبہ کا ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' سے یہ نکتہ پیدا کرنا کہ عدالت کو زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، منشائے الٰہی اور فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے قطعاً خلاف ہے۔

محترمہ مزید لکھتی ہیں:

''حضرت ابوعبیدہؒ بھی اس آیت کی تفسیر یونہی فرماتے ہیں کہ لفظ ''خِفْتُمْ'' کا استعمال زوجین کے ساتھ ساتھ حَکَم اور قاضی سے بھی متعلق ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔''

فہرست

یہاں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:...... یہ "حضرت ابوعبیدہؓ" کون بزرگ ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لفظ سن کر ذہن فوراً منتقل ہوتا ہے کہ اسلام کی مایہ ناز ہستی امین الاُمت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف، جن کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے، لیکن محترمہ کی مراد غالباً ان سے نہیں، کیونکہ تفسیر کی کتاب میں حضرت ابوعبیدہؓ سے یہ تفسیر منقول نہیں۔

خیال ہوا کہ شاید محترمہ کی مراد مشہور اِمامِ لغت ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ (المتوفی ۲۱۰ھ قریباً) ہوں، لیکن ان سے بھی ایسا کوئی قول کتابوں میں نظر نہیں آیا۔

البتہ اِمام قرطبیؒ نے تفسیر میں اور حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں اِمام ابوعبید القاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۴ھ) کا یہ تفسیری قول نقل کیا ہے، خیال ہوا کہ محترمہ کی مراد شاید یہی بزرگ ہوں، اور ان کی "ذہانت" نے ابوعبید کو "حضرت ابوعبیدہ" بنادیا ہو، اور ان کے نام پر "رضی اللہ عنہ" کی علامت بھی لکھوادی ہو، کاش! کہ محترمہ نے وضاحت کردی ہوتی، اور اسی کے ساتھ کتاب کا حوالہ لکھنے کی بھی زحمت فرمائی ہوتی تو ان کے قارئین کو خیال آرائی کی ضرورت نہ رہتی۔

دوم:...... اِمام قرطبیؒ اور حافظ ابنِ حجرؒ نے ابوعبید کا یہ تفسیری قول نقل کرکے اس کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔

اِمام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ: ابوعبید نے "الا ان یخافا" میں حمزہ کی قراءۃ (بصیغہ مجہول) کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ کے لئے مندرجہ بالا تفسیر اختیار کی۔

قرطبیؒ، ابوعبید کے قول کو نقل کرکے اس پر درج ذیل تبصرہ فرماتے ہیں:

> "ابوعبید کے اس اختیار کردہ قول کو منکر اور مردود قرار دیا گیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ابوعبید کے اختیار کردہ حروف میں کوئی حرف اس سے زیادہ بعد از عقل ہوگا، اس لئے کہ یہ نہ تو اِعراب کے لحاظ سے صحیح ہے، نہ لفظ کے اعتبار سے، اور نہ معنی کی رُو سے۔"

(القرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۳۸)

اور حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں:

''ابوعبید نے ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کی اس تفسیر کی تائید کے لئے حمزہ کی قراءۃ ''الا ان یخافا'' (بصیغہ مجہول) کو پیش کر کے کہا ہے کہ مراد اس سے حکام کا خوف ہے، اور اِمامِ لغت نحاس نے ان کے اس قول کو یہ کہہ کر مردود قرار دیا ہے کہ: ''یہ ایسا قول ہے کہ نہ اِعراب اس کی موافقت کرتے ہیں، نہ لفظ اور نہ معنی'' اور اِمام طحاویؒ نے اس کو یہ کہہ کر رَدّ کیا ہے کہ یہ قول شاذ اور منکر ہے، کیونکہ یہ قول اُمت کے جم غفیر کے مذہب کے خلاف ہے۔ نیز از رُوئے عقل و نظر بھی غلط ہے، کیونکہ طلاق، عدالت کے بغیر ہوسکتی ہے تو اسی طرح خلع بھی ہوسکتا ہے۔'' (فتح الباری ج:۹ ص:۳۹۷)

محترمہ حلیمہ صاحبہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ ابوعبید نے بھی ''فَاِنْ خِفْتُمْ'' کے خطاب میں غیر زوجین کو شامل قرار دیا ہے، مگر نہ تو یہ سوچا کہ ابوعبید کا موقف نقل کر کے قرطبیؒ اور ابنِ حجرؒ نے اس کا منکر اور باطل و مردود ہونا بھی نقل کیا ہے۔ چونکہ محترمہ کا نظریہ خود بھی باطل و مردود تھا، لامحالہ اس کی تائید میں بھی ایک منکر اور باطل و مردود قول ہی پیش کیا جاسکتا تھا، اقبال کے پیرِ رُومیؒ کے بقول:

''زانکہ باطل باطلاں را می کشد''

سوم:...... اِمام ابوعبید کے اس تفسیری قول کو اختیار کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ سلف میں اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ آیا خلع، زوجین کی باہمی رضامندی سے بھی ہوسکتا ہے یا اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے؟ جمہور سلف و خلف کا قول ہے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا کوئی ضروری نہیں، دونوں باہمی رضامندی سے اس کا تصفیہ کرسکتے ہیں، لیکن بعض تابعین یعنی سعید بن جبیرؒ، اِمام حسن بصریؒ اور اِمام محمد بن سیرینؒ قائل تھے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے، اِمام ابوعبید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا، اِمام قتادہؒ اور نحاسؒ فرماتے تھے کہ ان حضرات نے یہ مسلک زیاد بن ابیہ سے لیا ہے، حافظ ابنِ

فہرست

حجرؒ لکھتے ہیں:

''اِمام قتادہؒ اس مسئلے میں حسن بصریؒ پر نکیر فرماتے تھے کہ: ''حسن نے یہ مسئلہ صرف زیاد سے لیا ہے'' یعنی جب زیاد حضرت معاویہؓ کی جانب سے عراق کا امیر تھا، میں (یعنی حافظ ابنِ حجرؒ) کہتا ہوں کہ زیاد اس کا اہل نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔''

(فتح الباری صفحہ مذکورہ)

اور اِمام قرطبیؒ اس قول کو رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ قول بے معنی ہے، کیونکہ مرد جب اپنی بیوی سے خلع کرے گا تو یہ خلع اسی مال پر ہوگا جس پر دونوں میاں بیوی راضی ہوجائیں، حاکم، مرد کو خلع پر مجبور نہیں کرسکتا، لہٰذا جو لوگ خلع کے لئے عدالت میں جانا ضروری قرار دیتے ہیں، ان کا قول قطعاً مہمل اور لایعنی ہے۔'' (قرطبیؒ: الجامع لاحکام القرآن ج:۳ ص:۱۳۸)

چہارم:......اُوپر جو مسئلہ ذکر کیا گیا کہ آیا خلع کا معاملہ عدالت ہی میں طے ہونا ضروری ہے، یا عدالت کے بغیر بھی اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے؟ اس میں تو ذرا سا اختلاف ہوا، کہ جمہورِ اُمت اس کے لئے عدالت کی ضرورت کے قائل نہیں تھے، اور چند بزرگ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بعد میں یہ اختلاف بھی ختم ہوگیا، اور بعد کے تمام اہلِ علم اس پر متفق ہوگئے کہ عدالت میں جانے کی شرط غلط اور مہمل ہے، جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں)۔

لیکن محترمہ حلیمہ صاحبہ نے جو فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ عدالت، زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرسکتی ہے، یقین کیجئے کہ اہلِ علم میں ایک فرد بھی اس کا قائل نہیں، نہ اِمام ابوعبیدؒ، نہ حسن بصریؒ نہ کوئی اور۔ لہٰذا زوجین کی رضامندی کے بغیر عدالت کا یک طرفہ فیصلہ باجماعِ اُمت باطل ہے، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص، دُوسرے کی بیوی کو اس کی اجازت کے بغیر طلاق دے ڈالے۔ ہر معمولی عقل و فہم کا شخص بھی جانتا ہے کہ ایسی نام نہاد طلاق یکسر لغو اور مہمل ہے، جس کا زوجین کے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

ٹھیک اسی طرح زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کا عدالتی فیصلہ بھی قطعی لغو اور مہمل ہے، جو کسی بھی طرح مؤثر نہیں۔ محترمہ حلیمہ صاحبہ کی ذہانت چونکہ ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے سے قاصر تھی، اس لئے انہوں نے اِمام ابوعبید کے قول کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ عدالت خلع کی یک طرفہ ڈگری دے سکتی ہے۔

پنجم:...... محترمہ نے ''حضرت ابوعبیدہؓ'' سے جو یہ نقل کیا ہے کہ:

''اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے،
میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔''

انہوں نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کہاں سے نقل کیا ہے، جہاں تک اس ناکارہ کے ناقص مطالعے کا تعلق ہے، ایسا فتویٰ کسی بزرگ سے منقول نہیں، نہ ''حضرت ابوعبیدہؓ'' سے، اور نہ کسی اور ''حضرت'' سے۔ ممکن ہے کہیں ایسا قول منقول ہو اور میری نظر سے نہ گزرا ہو، لیکن سابقہ تجربات کی روشنی میں اَغلب یہ ہے کہ یہ فتویٰ بھی محترمہ کی عقل و ذہانت کی پیداوار ہے۔ خدا جانے اصل بات کیا ہوگی؟ جس کو محترمہ کی ذہانت نے اپنے مطلب پر ڈھال لیا۔

بہرحال محترمہ کا یہ فقرہ کتنا خطرناک ہے؟ انہوں نے اس کا اندازہ ہی نہیں کیا! یہاں اس کے چند مفاسد کی طرف ہلکا سا اشارہ کردینا کافی ہوگا:

اوّلاً:...... مکرّر عرض کرچکا ہوں کہ خلع کے لئے باجماعِ اُمت، فریقین کی رضامندی شرط ہے۔ محترمہ کا یہ فتویٰ اِجماعِ اُمت کے خلاف ہونے کی وجہ سے آیت شریفہ: ''نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی'' کا مصداق ہے، جس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اہلِ ایمان کے راستے کو چھوڑ کر چلنے والوں کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے۔

ثانیاً:...... ہر شخص جانتا ہے کہ عورت کی حیثیت ''خلع لینے والی'' کی ہے، خلع دینے والی کی نہیں، خود محترمہ بھی عورت کے لئے ''خلع لینے'' کا لفظ استعمال کر رہی ہیں، لیکن محترمہ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے لازم آئے گا کہ عورت جب چاہے شوہر کے خلاف اظہارِ نفرت کرکے، اسے چھٹی کراسکتی ہے، اور اس کو خلع دے سکتی ہے۔

فہرست

ثالثاً:......محترمہ نے یہ مضمون عدالتی خلع کے جواز کے لئے لکھا ہے، حالانکہ اگر صرف عورت کے اظہارِ نفرت کرنے سے خلع واقع ہوجاتا ہے تو عدالتوں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

رابعاً:......اللہ تعالیٰ نے: ''اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' فرماکر نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے، کہ وہی اس کو کھول سکتا ہے، لیکن محترمہ اپنے فتویٰ کے ذریعہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ سے چھین کر عورت کے ہاتھ میں تھمارہی ہیں، کہ وہ جب چاہے مرد کے خلاف اظہارِ نفرت کرکے خلع واقع کردے، اور مرد کو بیک بینی ودوگوش گھر سے نکال دے، تاکہ امریکہ کے ''ورلڈ آرڈر'' کی تکمیل ہوسکے، اور مغربی معاشرے کی طرح مشرقی معاشرے میں بھی طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں نہ ہو، بلکہ عورت کے ہاتھ میں ہو، گویا محترمہ حلیمہ صاحبہ کو فرمودۂ خداوندی: ''اَلَّذِیْ بِیَدِہٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ'' سے اختلاف ہے، اور امریکی نظام پر ایمان ہے۔

خامساً:......محترمہ کے اس فتویٰ سے لازم آئے گا کہ ہمارے معاشرے میں ۹۹۹ فی ہزار جوڑے نکاح کے بغیر گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، کیونکہ عورت کی نفسیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: ''اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ پوری زندگی بھی احسان کرو، پھر کوئی ذراسی ناگوار بات اس کو تم سے پیش آجائے تو فوراً کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔'' (صحیح بخاری ج:۱ ص:۹)

اب ہر خاتون کو زندگی میں کبھی نہ کبھی شوہر سے ناگواری ضرور پیش آئی ہوگی... اِلَّا ماشاءاللہ... اور اس نے اپنی ناگواری کے اظہار کے لئے شوہر کے خلاف نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہوگا۔ محترمہ کے فتویٰ کی رُو سے ایسی تمام عورتوں کا خلع واقع ہوگیا، نکاح فسخ ہوگیا، اور اب وہ بغیر تجدیدِ نکاح میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، اور گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ محترمہ کے فتویٰ کے مطابق یا تو ایسی عورتوں کو فوراً گھر چھوڑ کر اپنی راہ لینی چاہئے، یا کم سے کم دوبارہ عقد کی تجدید کرلینی چاہئے، تاکہ وہ گناہ کے وبال سے بچ سکیں، کیا محترمہ حلیمہ صاحبہ قرآن وسنت کی روشنی میں عورتوں کی یہی راہ نمائی کرنے چلی ہیں...؟

محترمہ نے اپنے اس دعویٰ پر کہ عدالت، شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا فیصلہ دے سکتی ہے، حدیث شریف سے بھی استدلال کیا ہے، جس کے الفاظ محترمہ نے درج ذیل نقل کئے ہیں:

"جب ایک خاتون جمیلہ (ثابت بن قیس کی بیوی - ناقل) جنابِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا..... خدا کی قسم! میں اس کے ایمان یا پاکیزگی پر شک نہیں کرتی، مگر میں اور وہ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے کہ مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجوروں کا باغ جو تمہیں مہر میں ملا ہے، واپس کردو۔"

محترمہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتی ہیں کہ:

"اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، اگر ایک عورت، قاضی یا حاکم کو اس بات پر مطمئن کردے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو حاکم یا عدالت کو اختیار ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کردے۔"

یہاں چند اُمور لائقِ توجہ ہیں:

اوّل:...... محترمہ کا یہ فقرہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "کھجوروں کا جو باغ تمہیں مہر میں ملا ہے، واپس کردو" قطعاً خلافِ واقعہ ہے، کیونکہ حدیث میں تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت فرمایا کہ: "کیا تم اس کو اس کا باغ واپس کردوگی؟" (أتردّين عليه حديقته؟)۔ (مشکوٰۃ ص:۲۸۳ بروایت بخاری)

دونوں فقروں میں زمین و آسمان کا فرق اور مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، محترمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو فقرہ منسوب کیا ہے وہ ایک حکم ہے، اور حدیث کا جو فقرہ میں نے صحیح بخاری سے نقل کیا وہ ایک سوالیہ فقرہ ہے۔ اگر محترمہ، حکم اور سوال کے درمیان امتیاز کرنے سے عاری ہیں تو ان کی عقل و ذہانت لائقِ داد ہے، اور اگر انہوں نے

جان بوجھ کر سوالیہ فقرے کو حکم میں تبدیل کرلیا ہے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان و افترا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مصداق ہے کہ:

"من كذب عليّ متعمّدًا فليتبوأ مقعده من النار." (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ص:۳۲)

ترجمہ:...... **"جو شخص جان بوجھ کر میری طرف غلط بات منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔"**

دوم:...... محترمہ نے حدیث کا ایک جملہ نقل کرکے اس کا مطلب بگاڑا، اور اس بگاڑے ہوئے مفہوم سے فوراً یہ نتیجہ نکال لیا کہ: "خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، عدالت کو اختیار ہے کہ ازخود نکاح فسخ کردے۔" لیکن حدیث کا اگلا جملہ جو اِن کے دعوے کی نفی کرتا تھا، اسے حذف کردیا۔ پوری حدیث یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے دریافت فرمایا کہ: کیا تم شوہر کا دیا ہوا باغ اسے واپس کردوگی؟ اور اس نے "ہاں" میں اس کا جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر سے فرمایا: "اقبل الحديقة وطلقها تطليقة" یعنی: "اپنا باغ واپس لے لو، اور اس کو ایک طلاق دے دو۔" (چنانچہ شوہر نے یہی کیا)۔

پوری حدیث سامنے آنے کے بعد محترمہ کا اخذ کردہ نتیجہ سرے سے غلط ہوجاتا ہے کہ خلع کے لئے شوہر کی رضامندی ضروری نہیں، بلکہ عدالت کو ازخود نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ محترمہ نے حدیث کا ایک حصہ نقل کرکے اور ایک حصہ حذف کرکے وہی طرزِ عمل اختیار کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ" (پھر کیا تم کتاب کے ایک حصے پر تو ایمان رکھتے ہو، اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو؟)۔

سوم:...... محترمہ تو حدیث کا آدھا ٹکڑا (وہ بھی تحریف کرکے) نقل کرتی ہیں اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرلیتی ہیں کہ عدالت، شوہر کی رضامندی کے بغیر فسخِ نکاح کا حکم کرسکتی ہے، لیکن جن ائمہ دِین کو حق تعالیٰ شانہ نے عقل و ایمان اور علم و عرفان سے بہرہ ور فرمایا

ہے، وہ اس حدیث سے ...محترمہ کے بالکل برعکس... یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زوجین کے درمیان ان کی رضامندی کے بغیر تفریق کردینا عدالت کا کام نہیں، اِمام ابوبکر جصاص رازیؒ ''اَحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''اگر یہ اختیار حاکم کو ہوتا کہ جب وہ دیکھے کہ زوجین، حدود اللہ کو قائم نہیں کریں گے تو ان کے درمیان خلع کا فیصلہ کردے، خواہ زوجین خلع کو چاہیں یا خلع سے انکار کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اس کا سوال ہی نہ فرماتے، اور نہ شوہر سے یہ فرماتے کہ اس کو خلع دے دو، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود خلع کا فیصلہ دے کر عورت کو مرد سے چھڑا دیتے، اور شوہر کو اس کا باغ لوٹا دیتے، خواہ وہ دونوں اس سے انکار کرتے، یا ان میں سے ایک فریق انکار کرتا۔ چنانچہ لعان میں زوجین کے درمیان تفریق کا اختیار چونکہ حاکم کو ہوتا ہے اس لئے وہ لعان کرنے والے شوہر سے نہیں کہتا کہ اپنی بیوی کو چھوڑ دو، بلکہ از خود دونوں کے درمیان تفریق کردیتا ہے۔''

(الجصاصؒ: اَحکام القرآن ج:۱ ص:۳۹۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

اور حافظ ابنِ حجرؒ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ''اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة'' (باغ واپس لے لو، اور اس کو ایک طلاق دے دو) کے تحت لکھتے ہیں:

''امر اصلاح وارشاد لا ایجاب''

ترجمہ:...... ''یہ فرمانِ نبوی اصلاح وارشاد کے لئے ہے، بطور واجب کے نہیں۔''

معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں شوہر کی مرضی کے بغیر خلع کا یک طرفہ فیصلہ نہیں فرمایا گیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو مشورہ دیا کہ اس سے باغ واپس لے کر اس کو طلاق دے دیں۔

گزشتہ مباحث سے کچھ اندازہ ہوا ہوگا کہ محترمہ حلیمہ صاحبہ اپنے غلط موقف کو ثابت کرنے کے لئے قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کے مطالب کو بگاڑنے کی کیسی سعیٔ بلیغ فرماتی ہیں، کاش! کوئی ہمدردی و خیرخواہی سے ان کو مشورہ دیتا کہ یہ میدان جس میں آپ نے قدم رکھا ہے، بڑا پُرخار ہے، جس سے دامنِ ایمان کے تارتار ہونے کا اندیشہ ہے، قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی کا فہم ان کے بس کی بات نہیں، ان کے ایمان کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اس میدان میں ترکتازی سے احتراز فرمائیں۔

محترمہ، ہمیں عدالتی طریقِ کار سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

"یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہماری عدالتوں کا ایک طریقۂ کار یہ بھی ہے کہ وہ دورانِ مقدمہ شوہر اور بیوی کو بلاکر ایک موقع اور دیتے ہیں، لیکن اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچ جائے کہ زوجین کا اکٹھا رہنا ناممکن ہے تو اس صورت میں عدالت خلع کی ڈگری کردیتی ہے، اور یوں عدّت کے بعد اگر کوئی عورت عقدِ ثانی کرتی ہے تو نہ عقدِ ثانی حرام ہے، اور نہ ہی قرآن و سنت اس بات کی ممانعت کرتی ہے۔"

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ عدالتیں اگر میاں بیوی کو مصالحت کا موقع دیتی ہیں تو بہت اچھا کرتی ہیں، تاہم شرعی نقطۂ نظر سے ہمارے موجودہ عدالتی نظام میں (خصوصاً عائلی مسائل کے حوالے سے) متعدّد سقم پائے جاتے ہیں، چونکہ خلع کا مسئلہ خالص شرعی مسئلہ ہے، جس سے حلال و حرام وابستہ ہے، اس لئے عدالتی نظام کی ان خامیوں کی اصلاح بہت ضروری ہے، چند اُمور کی جانب مختصراً اشارہ کرتا ہوں:

ا:...... ہمارے یہاں یہ تو ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جس شخص کو جج کے منصب پر فائز کیا جائے وہ رائج الوقت قانون کا ماہر ہو، اور ایک عرصہ تک اس نے بحیثیت وکیل کے قانونی تجربہ بھی بہم پہنچایا ہو، لیکن شریعتِ اسلامی نے منصبِ قضا کے لئے جو شرائط مقرّر کی

ہیں، مثلاً: اس کا مسلمان ہونا، مرد ہونا، عادل ہونا، شرعی قانون کا ماہر ہونا، ان شرائط کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ چنانچہ جس جج کی عدالت میں خلع کا مقدمہ جاتا ہے اس کے بارے میں ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ اور شرعی قانون کا ماہر ہونا تو درکنار وہ ناظرہ قرآن بھی صحیح پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ کسی غیرمسلم کا فیصلہ مسلمانوں کے نکاح وطلاق کے معاملات میں شرعاً نافذ و مؤثر نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ یہ اُصول طے کردیا جائے کہ خلع کے جو مقدمات عدالتوں میں جاتے ہیں ان کی سماعت صرف ایسا جج کرسکے گا جو مسلمان ہو، نیک اور خداترس ہو، اور شرعی مسائل کی نزاکتوں سے بخوبی واقف ہو، چونکہ خلع سے حلال وحرام وابستہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں شرعی اُصول وقواعد کی پابندی کی جائے۔

۲:...... موجودہ عدالتی نظام میں سب سے زیادہ مؤثر کردار قانون کے ماہرین (وکلاء) حضرات کا ہے کہ وہی فریقین کی طرف سے عدالت میں پیش ہوتے ہیں اور عدالت کی قانونی راہ نمائی کرتے ہیں، لیکن وکیل صاحبان کا طرزِ عمل عموماً یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مؤکل کا موقف قطعاً غلط اور باطل ہے، وہ اس باطل کی پیروی کے لئے مستعد ہوجاتے ہیں، اور پھر اس باطل کو حق اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے نہ صرف خود عدالت میں زمین وآسمان کے قلابے ملاتے ہیں، بلکہ اپنے مؤکل کو بھی جھوٹا بیان تلقین کرتے ہیں، اور یہ جھوٹا بیان اس کو اس طرح رَٹاتے ہیں جس طرح قرآن حفظ کرنے والا بچہ مکتب میں قرآنِ کریم کے الفاظ کو رَٹتا ہے۔ کوئی خاتون خلع کی درخواست عدالت میں پیش کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے بھی وکیل صاحبان کی خدمات حاصل کرنا ناگزیر ہوتا ہے، اور وکیل صاحبان اس سے بھی جھوٹا بیان دِلواتے ہیں۔ خیال کیجئے کہ عورت کا جو دعویٰ اس طرح کے وکیلانہ جھوٹ پر مبنی ہو، اور عدالت اس جھوٹ کو سچ سمجھ کر اسے خلع کی یک طرفہ ڈگری دے دے تو کیا یہ عدالتی فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حلال وحرام کو تبدیل کرنے میں مؤثر ہوسکتا ہے...؟

۳:...... عدالت کا منصب فریقین کے ساتھ انصاف کرنا ہے، اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ عدالت کا جھکاؤ کسی ایک فریقِ مقدمہ کی طرف نہ ہو، لیکن مغربی

پروپیگنڈے کے زیرِ اثر ہمارے یہاں گویا یہ اُصول طے کرلیا گیا ہے کہ خلع کے مقدمے میں مرد ہمیشہ ظالم ہوتا ہے اور عورت ہمیشہ معصوم و مظلوم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ خلع کے قریباً سو فیصد فیصلے عورت کے حق میں کئے جاتے ہیں، جب عدالت نے ذہنی طور پر شروع ہی سے عورت کی طرف داری کا اُصول طے کرلیا ہو تو سوچا جاسکتا ہے کہ اس کا فیصلہ انصاف کی ترازو میں کیا وزن رکھتا ہے؟ اور وہ شرعاً کیسے نافذ و مؤثر ہوسکتا ہے؟ اور اس کے ذریعہ عورت پہلے شوہر کے لئے حرام اور دُوسرے کے لئے حلال کیسے ہوسکتی ہے...؟

۴:...... مفتی اور قاضی کے منصب میں یہ فرق ہے کہ مفتی کے سامنے جو صورتِ مسئلہ پیش کی جائے وہ اس کا شرعی حکم لکھ دیتا ہے، اس کو اس سے بحث نہیں کہ سوال میں جو واقعات درج ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟ نہ اس کے ذمہ اصل حقائق کی تحقیق و تفتیش لازم ہے۔ برعکس اس کے قاضی کا منصب یہ ہے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں جو واقعات ذکر کئے ہیں ان کے ایک ایک حرف کی تحقیق و تفتیش کرکے دیکھے کہ ان میں کتنا سچ ہے اور کتنا جھوٹ؟ اور جب تحقیق و تفتیش کے بعد دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ الگ ہوجائے تو اس کی روشنی میں عدل و انصاف کی ترازو ہاتھ میں لے کر خدا لگتا فیصلہ کرے۔

لیکن ہمارے یہاں خلع کے مقدمات میں تحقیق و تفتیش کی ضرورت کو نظرانداز کردیا گیا ہے، گویا عدالتیں قاضی کے بجائے مفتی کا کردار ادا کرتی ہیں، مدعیہ کی جانب سے جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں، جن کو وکیل صاحبان نے اپنی خاص مہارت کے ذریعہ بات کا بتنگڑ بناکر خوب رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی کے ساتھ پیش کیا ہوتا ہے، عدالت انہی کو وحیٔ آسمانی اور حرفِ آخر سمجھ کر ان کے مطابق یک طرفہ ڈگری صادر کردیتی ہے۔ شوہر کو حاضرِ عدالت ہونے کی بھی زحمت نہیں دی جاتی، نہ صحیح صورتِ حال کو معلوم کرنے کی تکلیف اُٹھائی جاتی ہے، عدالت زیادہ سے زیادہ یہ کرتی ہے کہ شوہر کے نام نوٹس جاری کردیتی ہے کہ وہ:

"فلاں تاریخ کو حاضرِ عدالت ہوکر اپنا موقف پیش کرے ورنہ اس کے خلاف کاروائی یک طرفہ عمل میں لائی جائے گی۔"

فہرست

مرد یہ سمجھتا ہے کہ اس کا عدالت جانا نہ جانا برابر ہے، کیونکہ عدالتی فیصلہ تو بہرصورت اس کے خلاف ہونا ہے، اس لئے وہ عدالت کے نوٹس کا نوٹس ہی نہیں لیتا، ادھر عدالت یہ سمجھتی ہے کہ اس نے شوہر کے نام نوٹس بھجوا کر قانون وانصاف کے سارے تقاضے پورے کردیئے ہیں، اب اگر وہ عدالت میں نہیں آئے گا تو اپنا نقصان کرے گا، اس لئے وہ خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کردیتی ہے۔

دراصل خلع کے مقدمہ کو بھی دیوانی مقدمات پر قیاس کرلیا گیا ہے کہ مالیاتی مقدمہ میں اگر مدعا علیہ حاضرِ عدالت ہوکر اپنا دفاع نہیں کرے گا تو فیصلہ اس کے خلاف ہوجائے گا، اس لئے وہ اس کے خوف کی بنا پر خود حاضرِ عدالت ہوگا۔ حالانکہ خلع کا مقدمہ عورت کے ناموس کے حلال وحرام سے متعلق ہے، اس میں ایسی تساہل پسندی کسی طرح بھی روا نہیں ہوسکتی، اور جب عدالت اپنا منصبی فرض، جو شرعاً اس کے ذمہ ہے بجا نہ لائے تو اس کے یک طرفہ فیصلے کے بارے میں کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرعاً نافذ و مؤثر ہے؟ ہماری عدالتیں آخر ایسی بے اختیار کیوں ہیں کہ وہ مدعا علیہ کو عدالت میں بلانے سے عاجز ہوں، اور بغیر تحقیق وتفتیش کے حلال وحرام کے یک طرفہ فیصلے کرنے کی انہیں ضرورت پیش آئے...؟

۵:...... میاں بیوی کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے حکام اور دونوں خاندانوں کے لوگوں کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے درمیان اصلاح کی کوشش کریں، چنانچہ ارشاد ہے:

> ''اور اگر تم کو ان دونوں کے درمیان کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی، جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، مرد کے خاندان سے، اور ایک آدمی، جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو، عورت کے خاندان سے (تجویز کرکے اس کشاکشی کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس) بھیجو (کہ وہ جاکر تحقیقِ حال کریں، اور جو بے راہی پر ہو یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو، سمجھائیں) اگر ان دونوں آدمیوں کو (سچے دِل سے) اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں اتفاق پیدا

فہرست

فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔''

(النساء:۳۵، مأخوذ از ترجمہ حضرت تھانویؒ)

لیکن ہمارے یہاں اس حکمِ الٰہی کو یکسر نظرانداز کردیا گیا اور ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' کو تمام عائلی مسائل کا واحد حل قرار دے لیا گیا۔ چنانچہ میاں بیوی کے درمیان مصالحت کرانے کا یہ قرآنی حکم گویا منسوخ کردیا گیا، لڑکے اور لڑکی کے خاندان کے لوگ تو اس کے لئے کوئی قدم کیا اُٹھاتے؟ ہماری عدالتیں بھی قرآنِ کریم کے اس حکم پر عمل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ستم ظریفی یہ کہ بعض دفعہ میاں بیوی دونوں شریفانہ زندگی گزارنے کے لئے تیار ہیں، لیکن لڑکی کے والدین خلع کا جھوٹا دعویٰ کرکے خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرلیتے ہیں، اور عدالت میاں بیوی سے پوچھتی تک نہیں۔ چنانچہ ۱۲/اگست کو جس سوال کا جواب میں نے دیا تھا (اور جس کی تردید کے لئے حلیمہ اسحاق صاحبہ نے قلم اُٹھایا) اس میں اس مظلوم لڑکی نے، جس کو ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' عدالت نے عطا فرمادی تھی، یہی لکھا تھا کہ میں اور میرا میاں دونوں گھر آباد کرنا چاہتے ہیں، لیکن میرے والدین نے میری طرف سے خلع کا دعویٰ کرکے میرے میاں کی اطلاع کے بغیر خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرلی۔ انصاف کیا جائے کہ جس فیصلے میں قرآنِ کریم کے مندرجہ بالا حکم کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہو، جس میں زوجین کی خواہش کے باوجود ان کو ملنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، اور جس میں زوجین کی خواہش کو پامال کرتے ہوئے ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' دے دی گئی ہو، ایسے فیصلے کے بارے میں کس طرح کہہ دیا جائے کہ وہ شرعاً نافذ اور مؤثر ہے؟ اس سے میاں بیوی کا نکاح ختم ہوگیا، اور اب عورت عقدِ ثانی کے لئے آزاد ہے...؟

یہ میں نے موجودہ عدالتی نظام کے چند اصلاح طلب اُمور کی نشاندہی کی ہے، ورنہ ایسے اُمور کی فہرست طویل ہے، جس کی تفصیل کے لئے مستقل فرصت درکار ہے:

اند کے با تو گفتم درد دل و ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

جب تک شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ان اُمور کی اصلاح نہیں کی جاتی، عدالت کا یک طرفہ فیصلہ شرعاً کالعدم قرار پائے گا، اس لئے نہ تو میاں بیوی کا نکاح ختم ہوگا، اور نہ عورت کو عقدِ ثانی کی شرعاً اجازت ہوگی۔

محترمہ بڑے معصومانہ انداز میں سوال کرتی ہیں کہ:

''بالفرض اگر ہم یہ مان لیں کہ خلع کے لئے شوہر کی اجازت اور مرضی ضروری ہے تو پھر خلع اور طلاق میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟''

اُوپر تفصیل سے عرض کیا جاچکا ہے کہ قرآن و سنت اور اِجماعِ اُمت کی رُو سے خلع میاں بیوی دونوں کی اجازت اور مرضی کے بغیر نہیں ہوتا، اور محترمہ نے قرآن و سنت سے اس کے خلاف جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خلع کے لئے شوہر کی اجازت اور مرضی ضروری نہیں، اس کا غلط اور باطل ہونا بھی پوری وضاحت سے عرض کیا جاچکا ہے۔ رہا محترمہ کا یہ سوال کہ پھر خلع اور طلاق کے درمیان کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ان دونوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق اور مشرق و مغرب کا فاصلہ ہے، جسے فقہ کا ایک مبتدی طالبِ علم بھی جانتا ہے۔

طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، جس میں بیوی کی خواہش اور مرضی کا کوئی دخل نہیں، جب مرد طلاق کا لفظ استعمال کرے تو خواہ وہ چاہتی ہو یا نہ چاہتی ہو، اور اس طلاق کو قبول کرے یا قبول نہ کرے، بہرصورت طلاق واقع ہوجاتی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ طلاق کا لفظ استعمال کرتے ہوئے مرد کی رضامندی بھی ضروری نہیں، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے، اور پھر دعویٰ کرے کہ میں نے طلاق دِل کی رضامندی کے ساتھ نہیں دی تھی، بلکہ یوں ہی عورت کو ڈرانے دھمکانے کے لئے دی تھی، یا محض مذاق کے طور پر دی تھی، تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس خلع میں دونوں کی رضامندی شرط ہے، اگر مرد عورت کو خلع کی پیشکش کرے تو جب تک عورت اس کو قبول نہ کرے، خلع نہیں

ہوگا، اسی طرح اگر عورت اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کرے تو شوہر کے قبول کئے بغیر خلع نہیں ہوگا، ایک چیز (خلع) دونوں فریقوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اور دُوسری چیز (طلاق) دونوں کی رضامندی کے بغیر بھی واقع ہوجاتی ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ آپ کو ان دونوں کے درمیان فرق محسوس نہیں ہوتا...؟

اور آپ کا یہ تصوّر کہ جس طرح مرد، عورت کو اس کی مرضی کے بغیر طلاق دے سکتا ہے، اسی طرح عورت، مرد کی رضامندی کے بغیر اس سے خلع لے سکتی ہے، یہ دورِ جدید کا وہ مغربی تصوّر ہے، جس سے شریعت کا پورا عائلی نظام تلپٹ ہوجاتا ہے، اور جس سے اللہ تعالیٰ کی وہ حکمتِ بالغہ باطل ہوجاتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ''نکاح کی گرہ'' مرد کے ہاتھ میں رکھی تھی، عورت کے ہاتھ میں نہیں۔

محترمہ لکھتی ہیں:

''کیا ہم جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کرسکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔''

بلاشبہ، کسی اُمتی کی مجال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کرے (اور اگر کوئی کرے گا تو خلع کی یک طرفہ عدالتی ڈگری کی طرح وہ فیصلہ کالعدم اور باطل ہوگا)، لیکن محترمہ کو سوچنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف فیصلہ کرنے کی جسارت کون کر رہا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیلہ کی درخواستِ خلع پر ان کے شوہر سے فرمایا تھا کہ: ''اپنا باغ (جو تم نے اس کو مہر میں دیا تھا) واپس لے لو اور اس کو طلاق دے دو۔'' لیکن محترمہ حلیمہ اسحاق فرماتی ہیں کہ خلع کے لئے شوہر سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ عورت کا انفرادی حق ہے، اور عدالت شوہر سے پوچھے بغیر دونوں کے درمیان علیحدگی کراسکتی ہے۔ فرمائیے! یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہے یا نہیں...؟

محترمہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ایک واقعہ بھی پیش نہیں

کرسکتیں جس میں عورت کی درخواستِ خلع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر سے پوچھا تک نہ ہو، اور صرف عورت کی درخواستِ خلع پر اس کے ہاتھ میں ''خلع کی یک طرفہ ڈگری'' تھمادی ہو۔ اب آپ خود انصاف کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میری جان اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان) کی مخالفت کون کر رہا ہے؟ حضراتِ فقہائے اُمت، یا خود محترمہ حلیمہ اسحاق...؟

''منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر!''

محترمہ لکھتی ہیں کہ:

''خلع عورت کا ایک ایسا حق ہے جو اسے خدا نے دیا ہے، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کرکے مہرِ تصدیق لگائی ہے۔''

اللہ و رسولؐ کی بات سر آنکھوں پر، آمنا وصدقنا۔ مگر محترمہ یہ تو فرمائیں کہ قرآنِ کریم کی کون سی آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جب اس کا جی چاہے مرد کو خلع دے کر اس کی چھٹی کراسکتی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیث ہے جس میں عورت کے اس انفرادی حق کو بیان کیا ہو کہ عورت شوہر کی اجازت و مرضی کے بغیر اس کو خلع دے سکتی ہے؟

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ضرورت محسوس کرے تو شوہر سے خلع کی درخواست کرسکتی ہے اور ''بدلِ خلع'' کے طور پر مالی معاوضے کی پیشکش کرسکتی ہے، ''خلع کا حق'' اور ''خلع کے مطالبے کا حق'' دو الگ الگ چیزیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے خلع کا مطالبہ کرسکتی ہے، یہ حق نہیں دیا کہ وہ ازخود مرد کو خلع دے کر چلتا کرسکتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو حق دیا ہے کہ حدودِ شرعیہ کی رعایت رکھتے ہوئے جہاں چاہے نکاح کرسکتا ہے، یہ حق مرد کو بھی ہے اور عورت کو بھی، لیکن نکاح کا یہ حق یک طرفہ نہیں، کیونکہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جو دونوں فریقوں کی رضامندی پر

موقوف ہے۔ اسی طرح خلع بھی ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعہ دونوں فریق ازالۂ نکاح بالعوض کا معاملہ طے کرتے ہیں۔ جس طرح نکاح کا پیغام بھیجنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہے لیکن عملاً نکاح اس وقت ہوگا جب دونوں فریق (اصالۃً یا وکالۃً) نکاح کا ایجاب و قبول کرلیں گے۔ اسی طرح خلع کی پیشکش کرنا عورت کا حق ہے، لیکن عملاً خلع اس وقت ہوگا جب دونوں فریق اس عقد کا ایجاب وقبول کرلیں گے، بخلاف طلاق کے، کہ وہ عقد نہیں، بلکہ یمین ہے، مرد کو اس یمین کا اختیار دیا گیا ہے، خواہ دُوسرا فریق اس کو قبول کرے یا نہ کرے، بلکہ دُوسرے فریق کو اس کا علم بھی ہو یا نہ ہو۔

الغرض! خلع لینا عورت کا حق ہے، لیکن عملاً اس کو خلع اس وقت ملے گا جب شوہر اس کو خلع دے گا۔ ''خلع لینا'' کا لفظ خود بتاتا ہے کہ وہ شوہر سے خلع لے سکتی ہے، اس کو از خود خلع نہیں دے سکتی، خلع لینا اس کا حق ہے، خلع دینا اس کا حق نہیں۔

اپنے مضمون کے آخر میں محترمہ لکھتی ہیں:

> ''مندرجہ بالا سطور سے اُمید ہے کہ بہت سی ایسی خواتین کے شکوک وشبہات دُور ہونے میں مدد ملے گی جو یا تو صحیح رہنمائی نہ ملنے پر، یا پھر کسی دباؤ میں آکر چاہنے کے باوجود اپنا یہ حق استعمال نہیں کرسکتیں۔''

فہرست

میں محترمہ کا ممنون ہوں کہ ان کی تحریر کی وجہ سے مجھے خلع کے مسئلے کی وضاحت کا موقع ملا، مجھے اُمید ہے کہ اس وضاحت کے بعد وہ تمام عورتیں (اور ان کے والدین) جو عدالت سے خلع کی یک طرفہ ڈگری حاصل کرکے اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتی ہیں کہ ان کا پہلا نکاح ختم ہوچکا ہے، اس لئے وہ بلاتکلف عقدِ ثانی کرلیتی ہیں، ان کی غلط فہمی دُور ہوجائے گی، اور وہ اچھی طرح جان لیں گی کہ:

* :.....قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی کی رُو سے خلع اس وقت ہوتا ہے جب میاں بیوی دونوں اس پر راضی اور متفق ہوجائیں۔

❊:……باجماعِ اُمت، شوہر کی طرف سے دُوسرا کوئی فرد یا ادارہ یا عدالت اس کی بیوی کو طلاق دینے یا خلع دینے کی مجاز نہیں ہے، اگر کسی شوہر کی بیوی کو اس کی اجازت و رضامندی کے بغیر کسی فرد نے، کسی ادارے نے، یا کسی عدالت نے طلاق دے دی یا خلع دے دیا تو وہ شرعاً کالعدم ہے، یہ عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، جب تک کہ اس سے طلاق یا خلع نہ لے۔

❊:……ایسی عورت جس کو شوہر کی مرضی کے بغیر کسی ادارے نے طلاق یا خلع دے دیا ہو وہ چونکہ بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں ہے، اس لئے اس کا عقدِ ثانی باطل ہے، اگر وہ دُوسری جگہ عقد کرے گی تو ہمیشہ کے لئے گناہ کی زندگی گزارے گی، اور اس کا وبال دُنیا و آخرت میں اس کو بھگتنا ہوگا۔

نوٹ:…… میں نے یہ مضمون حلیمہ اسحاق کی اس ''آزادفکری'' کے جواب میں لکھا ہے کہ عورت کو خلع کا یک طرفہ حق ہے، اور یہ کہ عدالت کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کا اختیار ہے۔ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ بعض حالات میں عورت نہایت مشکل میں پھنسی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ عدالت اس کے معاملے میں مداخلت کرے۔ مثلاً: شوہر نامرد ہونے کے باوجود عورت کو رہائی نہیں دیتا، کبھی متعنت ہوتا ہے کہ نہ عورت کو آباد کرتا ہے اور نہ آزاد کرتا ہے، یا شوہر لاپتا ہے، یا مجنون ہے جس کی وجہ سے عورت سخت مشکلات سے دوچار رہتی ہے، ایسی صورتوں میں مسلمان حاکم کو خاص شرائط کے ساتھ تفریق کا حق ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”آپ کے مسائل اوران کا حل“

مقبول عام اور گراں قدر تصنیف

ہمارے دادا جان شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کواللہ رب العزت نے اپنے فضل واحسان سے خوب نوازا تھا، آپ نے اپنے اکابرین کے مسلک ومشرب پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے دین متین کی اشاعت وترویج، درس و تدریس، تصنیف وتالیف، تقاریر وتحریر، فقہی واصلاحی خدمات، سلوک واحسان، ردِفرق باطلہ، قادیانیت کا تعاقب، مدارس دینیہ کی سرپرستی، اندرون و بیرون ملک ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت، اصلاح معاشرہ ایسے میدانوں میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

آپؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ”آپ کے مسائل اوران کا حل“ بلاشبہ اردوادب کا شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وصحافتی دنیا میں آپ کی تبحرِ علمی، قلم کی روانی وسلاست، تبلیغی واصلاحی اندازِ تحریر جیسی خداداد صلاحیتوں اور محاسن وکمالات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت شہیدِ اسلام نوراللہ مرقدہ روزنامہ جنگ کراچی کے اسلامی صفحہ اقرأ میں ۲۲ سال تک دینی وفقہی مسائل پر مشتمل کالم ”آپ کے مسائل اوران کا حل“ کے ذریعہ مسلمانوں کی رہنمائی فرماتے رہے۔ یہ سلسلہ آپؒ کی شہادت تک چلتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سے عوام الناس میں اس کالم کو بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ بلامبالغہ لاکھوں مسلمان اس چشمہ فیض سے مستفید ہوئے۔ دس ہزار سے زائد سوالات وجوابات کو فقہی ترتیب کے مطابق چار ہزار صفحات پر مشتمل دس جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

عرصہ دراز سے ہمارے دوست واحباب، معزز قارئین اور ہمارے بعض کرم فرماؤں کا شدت سے تقاضا تھا کہ حضرت شہیدِ اسلامؒ کی تصانیف آن لائن پڑھنے

اور استفادہ کے لئے دستیاب ہوں۔ چنانچہ اکابرین کی توجہات، دعاؤں اور مخلص ماہرین و معاونین کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز تگ ودو کا ثمرہ ہے کہ ان کتب کو نہایت خوبصورت اور جدید انداز میں تیار کیا گیا ہے، چنانچہ آپ مطالعہ کے لئے فہرست سے ہی اپنے پسندیدہ اور مطلوبہ موضوع پر ''کلک'' کرنے سے اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

''شہیدِ اسلام ڈاٹ کام'' کے پلیٹ فارم سے حضرت شہیدِ اسلام نور اللہ مرقدہ کی تصانیف کو انٹرنیٹ کی دنیا میں متعارف کرانے کی سعادت حاصل کرنے پر ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سربسجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہمارے اکابرین کے علوم و معارف کا فیض عام فرمائے۔

جن حضرات کی دعاؤں اور توجہات سے اس اہم کام کی تکمیل ہو پائی، میں ان کا بے حد مشکور ہوں خصوصاً میرے والد ماجد مولانا محمد سعید لدھیانوی دامت برکاتہم اور میرے چچا جان صاحبزادہ مولانا محمد طیب لدھیانوی مدظلہ (مدیر دار العلوم یوسفیۃ، گلزار ہجری کراچی) اور شیخ ڈاکٹر ولی خان المظفر حفظہ اللہ جن کی بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے اور صحت وعافیت کے ساتھ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ اسی طرح حافظ محمد طلحہ طاہر، جناب امجد رحیم چوہدری، جناب عمیر ادریس، جناب نعمان احمد (ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی) جناب شہود احمد سمیت تمام معاونین کہ جن کا کسی بھی طرح تعاون حاصل رہا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا و رضوان سے نوازے۔ آمین۔

محمد الیاس لدھیانوی
بانی و منتظم ''شہیدِ اسلام'' ویب پورٹل
www.shaheedeislam.com
info@shaheedeislam.com
0321-9264592

قانونی مشیر اعزازی: ـــــ منظور احمد میو ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

اشاعت: ـــــــــــ اپریل ۱۹۹۸ء

قیمت: ـــــــــــ

ناشر: ـــــــــــ مکتبہ لدھیانوی

18-سلام کتب مارکیٹ

بنوری ٹاؤن کراچی

برائے رابطہ: جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

فون: 021-32780340 - 021-32780337

www.shaheedeislam.com

نوٹ: Mobile اور IPad وغیرہ میں بہتر طور پر دیکھنے کے لیے
"Adobe Acrobat" کو "PDF Reader" کے طور پر استعمال کریں۔

آپ کے مسائل اور اُن کا حل ایک نظر میں
جلد اول
عقائد، اجتہاد
محاسنِ اسلام
غیر مسلم سے تعلقات
غلط عقائد رکھنے والے فرقے
جنت و دوزخ
توہم پرستی
جلد دوم
وضو کے مسائل
غسل و تیمم مسائل
پاکی سے متعلق عورتوں کے مسائل
نماز کے مسائل
جمعہ و عیدین
کے مسائل
جلد سوم
نمازِ تراویح، نفل نمازیں
میت کے احکام
قبروں کی زیارت
ایصالِ ثواب
قرآن کریم، روزے کے مسائل
زکوٰۃ کے مسائل
منت و صدقہ
جلد چہارم
حج و عمرہ کے مسائل
زیارت روضۂ اطہر
مسجد نبوی مدینہ منورہ
قربانی، حلال اور حرام جانور
قسم کھانے کے مسائل
جلد پنجم
شادی بیاہ کے مسائل
طلاق و خلع
عدت، نان و نفقہ
پرورش کا حق
عائلی قوانین وغیرہ
جلد ششم
تجارت یعنی خرید و فروخت
محنت و اُجرت کے مسائل
قسطوں کا کاروبار
قرض کے مسائل
وراثت اور وصیت
جلد ہفتم
نام، تصویر، داڑھی، جسمانی وضع قطع، لباس
کھانے پینے کے شرعی احکام
والدین، اولاد اور پڑوسیوں
کے حقوق، تبلیغ، دین
کھیل کود، موسیقی، ڈانس
خاندانی منصوبہ بندی، تصوف
جلد ہشتم
پردہ، اخلاقیات
رسومات، معاملات
سیاست، تعلیم اور وظائف
جائز و ناجائز
جہاد اور شہید کے احکام
جلد نہم
ڈارون کا نظریہ اور اسلام
اعضا کی پیوندکاری، خودکشی سے
بچانے کے لیے تین طلاق کا حکم
کنٹیکٹ لینز کی صورت میں
وضو کا حکم، القرآن ریسرچ سینٹر
کا شرعی حکم وغیرہ
جلد دہم
معجزۂ شق قمر، کچھ مفاہیم
کے بارے میں
مدارس و مساجد کی رجسٹریشن کا حکم
فلمی دنیا سے معاشرتی بگاڑ
مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مکتبہ لدھیانوی
18 سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی
دفتر ختم نبوت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
Tel: 021-2780337
Cell:0321-2115502, 0321-2115595, 0321-2115311